نور نبوی سے ولادت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک

تخلیق کائنات

تلخیص

معارج النبوت

حصہ اول

محمد اسلم لودھی
0300-9409732

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

فہرست مطالب

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
1-	حمد باری تعالیٰ	5
2-	نعت رسول مقبول ﷺ	6
3-	تقریظ	7
4-	انتساب	9
5-	تمہید	10
6-	نور محمدی کے ایجاد کی کیفیت	14
7-	اول ماخلق اللہ نوری کی وضاحت	23
8-	جنوں اور فرشتوں کی تخلیق	25
9-	قالب آدم علیہ السلام کی تخلیق	33
10-	قالب آدم علیہ السلام میں لطیف روح	41
11-	فرشتوں کو سجدے کا حکم الٰہی اور ابلیس کا انکار	45
12-	صلب آدم علیہ السلام پر نور محمدی	49
13-	جنت میں شیطان کی فریب کاریاں اور ابتلائے آدم	54
14-	حضرت آدم بھوک اور دوسری دنیاوی تکالیف کی زد میں	64
15-	حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کا قبول ہونا	69
16-	حضرت آدم علیہ السلام پر وحی کا نزول اور وفات	81
17-	حضرت شیث علیہ السلام کی نبوت اور نور محمدی ﷺ کی تفویض	87
18-	حضرت ادریس علیہ السلام اور ان سے متعلق واقعات	89

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
19-	حضرت نوح علیہ السلام اور سیلاب نوح کا آغاز اور اختتام	95
20-	حضرت ہود علیہ السلام اور قوم عاد پر عذاب الٰہی	119
21-	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش اور چچا سے مناظرہ	127
22-	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بت شکنی، نمرود کو دعوت حق اور آتش نمرود	134
23-	ولادت حضرت اسماعیل علیہ السلام اور قربانی۔	159
24-	خانہ کعبہ کی تعمیر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا انتقال	175
25-	نور محمدی حضرت عبدالمطلب تک منتقل ہونے کے واقعات	188
26-	حضرت عبدالمطلب کی پیدائش' شادی اور عبداللہ کی پیدائش	199
27-	نور محمدی کی حضرت آمنہؓ کو تفویض	221
28-	حضرت عبداللہ کی وفات حسرت آیات اور والدہ ماجدہ کا نسب نامہ	225

فضائل آنحضرت ﷺ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
31-	حضور ﷺ کی حضرت آدم علیہ السلام پر فضیلت	228
32-	حضور ﷺ کی حضرت ادریس علیہ السلام پر فضیلت	231
33-	حضور ﷺ کی حضرت نوح علیہ السلام پر فضیلت	232
34-	حضور ﷺ کی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر فضیلت	233
35-	حضور ﷺ کے حضرت یوسف علیہ السلام پر امتیازی مقامات	236
36-	فضیلت سرکار دو عالم ﷺ اور مقام حضرت موسیٰ علیہ السلام	238
37-	حضور ﷺ کی حضرت داؤد علیہ السلام سے امتیازی خصوصیات	241
38-	حضرت سلیمان علیہ السلام پر آنحضرت ﷺ کی خصوصیات	242
39-	حضور ﷺ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر خصوصیت	243

کتاب گھر کی پیشکش   کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com   http://kitaabghar.com

حمدِ باری تعالیٰ

اے خالق و مالک ربِ علیٰ سبحان اللہ سبحان اللہ
تو رب ہے میرا، میں بندہ تیرا سبحان اللہ سبحان اللہ
ہم منگتے ہیں تو معطی ہے، ہم بندے ہیں تو مولیٰ ہے
محتاج تیرا ہر شاہ و گدا سبحان اللہ سبحان اللہ
ہم جرم کریں تو عفو کرے ہم قہر کریں تو مہر کرے
گھیرے ہے جہاں کو فضل تیرا سبحان اللہ سبحان اللہ
تو والی ہے ہر بے کس کا تو حامی ہے ہر بے بس کا
ہر اک کے لئے در تیرا کھلا سبحان اللہ سبحان اللہ
رازق ہے مور و مگس کا تو غفار ہے نیک و بد کا تو
ہے سب پر تیری جود و عطا سبحان اللہ سبحان اللہ

محمد رضوان سروری قادری

نعتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

منگتوں کو سلطان بنایا میرے کملی والے نے
جب اپنا دربار لگایا میرے کملی والے نے
مال و زر کی بات نہیں ہے یہ تو کرم کی باتیں ہیں
جس کو چاہا در پہ بلایا میرے کملی والے نے
بارہ ربیع الاول کے دن نور خدا کی کرنوں سے
آمنہؓ تیرا گھر چمکایا میرے کملی والے نے
خود تو ٹھہرے ختم رسل اور غوثِ پیا جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو
ولیوں کا سردار بنایا میرے کملی والے نے
گود میں لے کر دائی حلیمہؓ پیارے نبیؐ سے کہتی تھیں
میرا سویا بھاگ جگایا میرے کملی والے نے
نعتِ عظیم زباں پر آئی میری قسمت جاگ اٹھی
میرے نام کو بھی چمکایا میرے کملی والے نے

نصیرالدین ہمایوں سروری قادری

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

تقریظ

بسم اللہ الرّحمن الرّحیم

عظمت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اساس دین، عشق مصطفےٰ روح ایمان اور احترام شانِ رسالت جانِ اسلام وعرفان ہے۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عقیدت ومحبت رکھنے والے نصیبوں نے ہر عہد میں، ہر زبان میں اور ہر صنف سخن میں بارگاہ محبوب کبریا میں خراج تحسین وتشکر پیش کیا ہے۔ عالم اسلام میں سیرت ونعت کا ذخیرۂ تخلیق اسی جذبۂ عشق کا بین ثبوت ہے۔ توصیف مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسی ارفع واعلیٰ عبادت ہے، جس میں خود خالق کائنات اپنے نوری فرشتوں سمیت شریک ہے۔ توصیف مصطفوی کا یہ ایمان افروز سلسلہ رہتی دنیا تک جاری وساری رہے گا اور اہل دل ونظر اس کی بدولت تسکین قلب وروح سے ہم کنار ہوتے رہیں گے۔

عالم اسلام میں رائج دیگر زبانوں کی طرح فارسی زبان کو بھی یہ سعادت حاصل ہے کہ عاشقانِ جمالِ رسالت نے اس شیریں زبان میں بھی سیرت نگاری اور نعت گوئی کے سدابہار غنچہ وگل کھلائے ہیں۔ ''معارج النبوت فی مدارج الفتوت'' کا شمار فارسی کی ایسی ہی عظیم کتابوں میں ہوتا ہے جو غیر معمولی تاثیر کی حامل اور رجحان ساز سمجھی جاتی ہیں۔

معارج النبوّت مولانا معین الدین واعظ ہروی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۹۰۷ھ) کی تالیف لطیف ہے جو ''مسکین معین'' کے نام سے حلقہ علم وادب اور صاحبانِ جذب وسوز میں خصوصی شہرت رکھتے ہیں۔ وہ ایران کے عہد تیموری کے نامور فاضل، مفسر قرآن اور صاحب اسلوب واعظ تھے۔ ہرات جیسا مرکزِ دانش وعرفان ان کی دینی سرگرمیوں کا محور ومدار تھا۔ وہ اپنے دور کے بہت بڑے شاعر بھی تھے۔ تصوف وعرفان سے انہیں دلی لگاؤ تھا۔ ان کے کلام میں صوفیانہ رنگ اتنا غالب ہے کہ ان کا دیوان غلطی سے حضرت سیدنا خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرۃ العزیز سے منسوب کیا جاتا رہا۔ سیرت کے موضوع پر ان کی شاہکار تصنیف معارج النبوّت ایک عاشقِ صادق کی زبانی ذکرِ حبیب کی مستند دستاویز ہے۔ یہی سبب ہے کہ یہ کتاب اپنے زمانہ تالیف (۸۹۱۔۹۰۱ھ) سے لے کر اب تک مقبول ومحبوب چلی آرہی ہے۔ برصغیر پاکستان وہند میں اس کے بیسیوں قلمی نسخے موجود ہیں جو اس کی بے مثال پذیرائی کی علامت ہیں۔ اس کا فارسی متن بھی اس خطے میں کئی بار اشاعت پذیر ہوا۔ پاکستان میں اس کا اردو ترجمہ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور کے زیر اہتمام شائع ہو چکا ہے۔

زیر نظر کتاب اسی معارج النبوت کی جامع تلخیص ہے۔ اس کی تلخیص نگاری کی یہ سعادت جناب محمد اسلم لودھی کو نصیب ہوئی ہے۔ محترم محمد اسلم لودھی صاحب بہت عزم وہمت والے ایک مخلص انسان، راسخ العقیدہ مسلمان، محب وطن پاکستانی، صائب الرّائے دانشور، اہل نظر صحافی اور

مسلمہ قلم کار ہیں۔ عشق رسول اور محبت علماء و مشائخ ان کے خمیر میں شامل ہے اور یہی جوہر ان کے اوصاف جمیلہ میں سر فہرست ہے۔

محمد اسلم لودھی صاحب نے معارج النبوت کا یہ خلاصہ خالصتاً تبلیغی نقطہ نظر سے کیا ہے۔ ترجمے اور خلاصے میں انہوں نے علمی دیانتداری کا ثبوت دیا ہے اور تمام مباحث کو سادہ، سلیس اور مفید انداز میں پیش کرنے کا کامیاب مظاہرہ کیا ہے۔ اس دینی خدمت کی بجا آوری پر وہ بلاشبہ زیادہ سے زیادہ آفرین و سپاس کے مستحق ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس کتاب نے کسی ایک دل میں بھی عشق سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چراغ جلا دیا تو لودھی صاحب دین و دنیا میں سرخرو ہو جائیں گے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مفید کتاب کو مفید تر بنائے اور یہ مؤلف کے ساتھ ساتھ تمام پڑھنے والوں کے لیے بھی فوز و فلاحِ دارین کا باعث ہو۔

آمین بجاہ سید المرسلین!

معین نظامی

۱۸۔ جنوری ۲۰۰۴ء

شعبہ فارسی، یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور

کتاب گھر کا پیغام

ادارہ کتاب گھر اردو زبان کی ترقی و ترویج، اردو مصنفین کی موثر پہچان، اور اردو قارئین کے لیے بہترین اور دلچسپ کتب فراہم کرنے کے لیے کام کر رہا ہے۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں تو اس میں حصہ لیجئے۔ ہمیں آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔ کتاب گھر کو مدد دینے کے لیے آپ:

۱۔ http://kitaabghar.com کا نام اپنے دوست احباب تک پہنچائیے۔

۲۔ اگر آپ کے پاس کسی اچھے ناول/کتاب کی کمپوزنگ (ان پیج فائل) موجود ہے تو اسے دوسروں سے شیئر کرنے کے لیے کتاب گھر کو دیجیے۔

۳۔ کتاب گھر پر لگائے گئے اشتہارات کے ذریعے ہمارے سپانسرز کو وزٹ کریں۔ ایک دن میں آپ کی صرف ایک وزٹ ہماری مدد کے لیے کافی ہے۔

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

انتساب

اس کتاب کا انتساب اس عزت ووقار اور احترام کی مالک ہستی کے نام ہے، جو کل کائنات کی واحد حاکم اور منتظم ہے۔ جو نہ صرف چھ دنوں میں اس کائنات کو وجود میں لائی بلکہ ہزاروں سالوں سے اس کو قائم اور جاری وساری رکھا ہے۔ جس نے اشرف المخلوقات بنانے کے علاوہ انسان کو زمین پر اپنا نائب بنا کر ہم سب پر احسان عظیم کیا بلکہ فرشتوں کو اس کے سامنے جھکنے کا حکم دے کر بنی نوع انسان سے اپنی محبت، شفقت اور فضل وکرم کا مظاہرہ کیا۔ وہ ہستی یقیناً وحدہ لاشریک ہے جس کی طاقت، حکمت، دانائی کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ پروردگار کی عظیم ہستی کے بعد انتساب کے حق دار اللہ تعالیٰ کے وہ مقرب پیغمبر ہیں، جو بت پرستی، جہالت کے اندھیروں اور فرسودہ روایات کے خاتمے کے لئے یکے بعد دیگرے دنیا میں آئے اور اپنی زندگیوں کو حق تعالیٰ کے احکامات کی روشنی میں گزار کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رب العزت کے ہاں مقبول ہوگئے۔ اس کتاب کا انتساب بطور خاص نبی آخری الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے جو نہ صرف تمام جہانوں کے لیے رحمت للعالمین بن کر آئے بلکہ میں بھی اس عظیم پیغمبر کی امت میں شامل ہوں جس نے مجھے یہ پرتاثیر کتاب لکھنے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائی۔

کتاب گھر کی پیشکش کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

تمہید

آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا"اوّل ما خلق اللّٰہُ نوری" "اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا۔" اور ارشاد فرمایا میں اس وقت بھی منصب نبوت پر فائز تھا جب ابھی حضرت آدم علیہ السلام کے پتلے کے لئے مٹی بھی حاصل نہ کی گئی تھی۔ بحیثیت مسلمان ہمیں اس بات پر بلاشبہ فخر ہونا چاہیے کہ ہم اس عظیم اور نبی آخرالزمان ﷺ کی امت میں سے ہیں جن کو نہ صرف تمام نبیوں پر فوقیت حاصل ہے بلکہ ان کی امت کے لوگ بھی تمام نبیوں کی امتوں سے افضل و مکرم ہیں۔ اس عظمت کی ایک چھوٹی سی جھلک حضرت آدم علیہ السلام کے ان ارشادات سے بخوبی ظاہر ہوتی ہے۔ جب وہ اس دنیا سے پردہ فرمانے لگے تو ان کے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام نے ان سے دریافت کیا کہ ابا جان یہ بتائیے کہ آپ کی امت کے لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ افضل ہوں گے یا نبی آخرالزمان ﷺ کے امتی۔ جن کا ذکر میں آپ علیہ السلام کی زبان سے اکثر و بیشتر سنتا رہتا ہوں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے دو مرتبہ خاموش رہنے کے بعد فرمایا کہ نبی آخرالزمان ﷺ مجھ سے اور ان کے امتی میری امت کے لوگوں سے ان وجوہات کی بناء پر زیادہ افضل ہوں گے۔

1- مجھے ایک ہی لغزش کی بناء پر جنت سے نکال دیا گیا جبکہ نبی آخرالزمان ﷺ کے امتیوں کو بہت سی لغزشوں کے باوجود جنت عطا کی جائے گی۔

2- میری ایک ہی لغزش کو سب کے سامنے آشکارہ کر دیا گیا لیکن امت مصطفوی (علیہ التحیۃ والثنا) کی لاکھوں لغزشوں کے باوجود ان کے جرائم کی پردہ پوشی کی جائے گی۔

3- میری ایک لغزش پر مجھ سے محبت کرنے والی بیوی، حوا علیہ السلام کو سو سال تک مجھ سے جدا رکھا گیا۔ لیکن نبی آخرزمان ؑ کے امتیوں کی لاکھوں غلطیوں اور بے حدوں حساب گناہوں کے باوجود نہیں ان سے محبت کرنے والوں سے جدا نہیں کیا جائے گا۔

4- میں ایک لغزش پر سو سال تک رو رو کر توبہ استغفار کرتا رہا تب کہیں جا کر میری توبہ قبول ہوئی لیکن نبی آخرالزمان ﷺ کے امتی اپنے گناہوں پر اظہار ندامت ہی کر لیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی خطائیں اور گناہوں کو معاف کر دے گا، کیونکہ ان کے لئے ندامت ہی توبہ ہے۔

5- مجھے ایک ہی لغزش پر بے لباس کر دیا گیا لیکن نبی آخرالزمان ﷺ کے امتیوں کو انکے گناہوں کی وجہ سے بے لباس نہیں کیا جائے گا۔

6- میری توبہ عرفات میں جانے سے قبول ہوئی لیکن نبی آخرالزمان ﷺ کا امتی اپنے گھر سے قدم نکالے بغیر ہی اگر یہ کہہ دے گا کہ میں نے گناہ کیا ہے اسی وقت خطاب الٰہی ہوگا کہ میں نے تجھے بخش دیا۔

حضرت آدم علیہ السلام کے ارشادات اس امر کی غمازی کرتے ہیں کہ ہمیں صرف حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے امتی ہونے کی بناء پر اللہ

تعالیٰ نے کتنی نعمتوں اور عظمتوں سے سرفراز فرمایا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے حبیب اور سب سے پیارے نبی ﷺ کی امت میں سے ہیں۔ اور اس حوالے سے ہمیں ہر وہ نعمت اور راحت دستیاب ہے جو ہم سے پہلی امتوں کو حاصل نہیں تھیں۔ اس کے باوجود کہ ہماری آنکھوں اور عقلوں پر ایسا پردہ پڑ چکا ہے کہ ہمیں سوائے دنیاداری کی رنگین کے کچھ نظر نہیں آتا۔ چوبیس گھنٹے کے دن میں صرف 30 منٹوں پر مشتمل پانچ نمازیں بھی بھاری نظر آتی ہیں۔ اور جو لوگ کسی نہ کسی طرح مساجد کا رُخ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہوئے ان کا دل اور دماغ کسی اور کی طرف راغب ہوتا ہے۔ دنیاوی باتیں ایک فلم کی طرح ان کی آنکھوں کے سامنے گھومنے لگتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نمازیں پڑھنے کے باوجود بھی ہمارے دل اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب ﷺ کی محبت سے آشکارہ نہیں ہوتے۔ قدم قدم پر ہم برائیوں کی دلدل میں دھنستے ہی چلے جا رہے ہیں۔ جبکہ گزرنے والے ہر لمحے کے ساتھ ساتھ زندگی مختصر سے مختصر ہوتی جا رہی ہے اور موت کا لمحہ قریب سے قریب تر آتا جا رہا ہے لیکن ہم اس قدر غفلت کا شکار ہو چکے ہیں کہ احکامات خداوندی کے ساتھ ساتھ وہ فرائض بھی بھول چکے ہیں جو امتی ہونے کے ناطے ہم پر فرض ہیں۔ اور دنیا کی رنگینیوں میں ایسے کھو چکے ہیں کہ نہ اپنا سفر آخرت یاد ہے اور نہ ہی مرنے کے بعد دائمی زندگی کا تصور ہمارے ذہنوں میں تازہ ہے۔

ملا معین واعظ کاشفی ہروی ؒ کی کتاب (معارج النبوت) سینکڑوں سال پہلے فارسی زبان میں لکھی تین ضخیم جلدوں میں جن کے کتابی صفحات تین ہزار بنتے ہیں پھر اس کتاب کے مختلف زبانوں میں ترجمے بھی ہوئے۔ اردو زبان میں ترجمہ کرنے کا فریضہ پیرزادہ علامہ اقبال فاروقی نے نہایت خوبی سے انجام دیا جبکہ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور نے اسے تین ضخیم جلدوں کی صورت میں شائع کیا۔ یہاں میں یہ عرض کرتا چلوں کہ جس ضخیم کتاب سے یہ حیرت انگیز واقعات اخذ کئے گئے ہیں وہ چیدہ چیدہ علماء کرام کے پاس تو موجود ہے لیکن کتاب "معارج النبوت" تک عام قاری کی رسائی نہیں اس لئے ہر مسلمان کو وہی چند ایک واقعات مختصراً یاد ہیں جو ہمارے علماء نماز جمعہ سے پہلے اپنی وعظ میں ایمان کی تازگی کے لئے بیان فرماتے ہیں۔ اسے میں بدقسمتی ہی قرار دوں گا کہ مجھ جیسے بہت سے مسلمان بھائی مسجد میں آنے کے باوجود درس و تدریس سے اس لئے محروم رہتے ہیں کہ انہیں دنیا کی مصروفیت نے مصروف کر رکھا ہے۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ ساری ساری رات ٹی وی دیکھا جا سکتا ہے۔ انٹرنیٹ پر غیر محرم عورتوں سے گپ شپ چل سکتی ہے۔ دوستوں کے ساتھ کھڑے کھڑے گھنٹوں بتائے جا سکتے ہیں لیکن جب بھی کوئی عالم ارشادات خداوندی سے ہمیں آگاہ کرنے لگتا ہے تو ہمیں دنیا بھر کے کام یاد آ جاتے ہیں۔ کیا یہ ہماری بے حسی نہیں کہ مسلمان ہونے کے باوجود ہمیں اپنے دین کے بارے میں علم نہیں۔ جبکہ دیگر مذاہب کے لوگ اپنے مذہب کے بارے میں ہم سے کہیں زیادہ بہتر علم اور شعور رکھتے ہیں۔ بہرکیف حتی المقدور میں نے کوشش کی ہے کہ اس کتاب میں تخلیق کائنات سے متعلقہ تمام واقعات شامل کروں جو ایک عام قاری کے لئے دلچسپی اور ہدایت کا باعث بن سکتے ہیں اور زندگی بھر ان کے لیے رشد و ہدایت کا سرچشمہ ثابت ہو سکتے ہیں۔

اس کتاب میں بالخصوص ان واقعات سے پردہ اٹھایا گیا ہے جب پروردگار نے اس کائنات کو بنانے کا ارادہ فرمایا۔ پھر سب سے پہلے نور محمدی تخلیق کیا اور وجود کائنات سے قیامت تک رونما ہونے والے واقعات کو ایک کتاب میں لکھ کر محفوظ کر لیا گیا۔ پھر فرشتے کیسے پیدا ہوئے۔ جنات اور فرشتوں میں گھمسان کی جنگ...... حضرت آدمؑ کی تخلیق اور زمین کی چیخ و پکار، عزرائیل علیہ السلام کے ہاتھوں زمین سے تخلیق آدم کے لئے مٹی کا

حصول، حضرت آدمؑ کے پتلے میں لطیف روح کا پھونکا جانا، جنت حضرت آدمؑ کی قیام گاہ، شیطان کا بہکاوا، اس لغزش کی پاداش میں حضرت آدم علیہ السلام کا جنت سے نکالا جانا، پھر کئی سو سال تک مغفرت کے لئے آنسو بہانا۔ اپنی محبت کرنے والی بیوی ''حوا'' سے جدا ہونا، توبہ قبول ہونے کے بعد پھر ملنا۔ پھر افزائش نسل انسان میں حضرت آدم علیہ السلام کا کردار اور رحلت، بت پرستی کی ابتدا، حضرت ادریس علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبولیتفرشتوں سے دوستی اور سورج کے قریب موت، سیلاب نوح کی وجوہات اور نتائج، سیلاب ختم ہونے کے بعد یہ دنیا دوبارہ کیسے وجود میں آئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش، بت شکنی اور تبلیغ دین کے حوالے سے کاوشیں، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی، اور نور محمدی کی حضرت عبداللہ تک منتقلی جیسے واقعات شامل ہیں۔ میرا یہ دعویٰ ہے کہ عام قارئین نے ان واقعات کو اس انداز میں کبھی نہیں پڑھا ہوگا، جن کے بارے میں جاننا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

یہ کتاب خالصتاً تبلیغی نقطہ نظر سے قارئین کی نذر کی جارہی ہے تاکہ میری مغفرت کے ساتھ ساتھ ان مسلمانوں کی مغفرت کا اہتمام بھی ہو سکے جو اس کتاب کو پڑھ کر اپنے مرکز کی طرف واپس لوٹ آئیں اور احکامات خداوندی اور نبی کریم ﷺ جن کے لئے یہ کائنات وجود میں آئی ہے ان کا حق امتی ادا کرسکیں۔

اس کتاب کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں بے پناہ دشواریاں درپیش رہیں۔ کبھی کبھی تو میں نے دوران کام اپنے وجود کو تنکوں کی طرح بکھرتا ہوا محسوس کیا۔ اور کبھی ذہنی، قلبی اور جسمانی طور پر اس قدر اضطرابی کیفیت طاری ہوئی کہ مجھ پر دیوانگی طاری ہوتے ہوتے رہ گئی۔ بہرحال اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور حضور ﷺ کی کرم نوازیوں کے بعد پیرومرشد حضرت مولانا محمد عنایت احمد دام برکاتہ، استاد مکرم سید گلزار الحسن شاہ، پروفیسر حبیب اللہ شاہ ہاشمی کی رہنمائی قدم قدم پر مجھے حاصل رہی اور نٹیل کالج شعبہ فارسی کے پروفیسر ڈاکٹر معین نظامی جن کا شمار اہل علم اور اہل ذوق میں ہوتا ہے۔ انہوں نے ایک استاد اور تحقیق کار کی طرح اس کتاب کو نہ صرف پروف کیا بلکہ غلطیوں کی اصلاح کر کے میری حوصلہ افزائی بھی کی۔ اس لیے اس کتاب کو قارئین تک پہنچانے میں ان کا سب سے زیادہ حصہ شامل ہے۔ جس پر میں ان کا سپاس گزار ہوں۔

جو اس کتاب کو پورے اہتمام سے پڑھیں میں ان احباب سے یہ التجا کرتا ہوں کہ میری مغفرت، سلامتی ایمان کے لئے بھی دعا فرمائیں، اور اگر کہیں غلطی نظر آئے تو مجھے تحریراً آگاہ فرمائیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں ان غلطیوں کا ازالہ کر کے اس کتاب کو زیادہ جامع اور پراثر بنایا جاسکے۔

ناچیز

محمد اسلم لودھی

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا باب

کتاب گھر کی پیشکش

نور محمدی کے ایجاد کی کیفیت

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

نور محمدی ﷺ کی ایجاد کے سلسلہ میں مختلف روایات منقول ہیں جن میں سے پانچ روایتیں بہت مشہور ہیں جن کا ذکر اس کتاب میں شامل کیا جا رہا ہے۔

اشرف المصطفیٰ میں ابو موسیٰ مدنی نے تحریر کیا ہے کہ نور محمدی ﷺ تمام موجودات سے نو لاکھ سال پہلے تخلیق کیا گیا تھا اور اس سلسلہ میں فراشان قدرت نے قرب الٰہی میں مناسب مقام متعین کیا تھا اور وہ نور حسب مشیت ایزدی اس بساط عالم کے گرد مصروف طواف رہا اور ایک مدت تک عالم غیب میں یہ سلسلہ جاری و ساری رہا۔ اس کے بعد بارگاہ رب الارباب سے سجدہ کا حکم ملا۔ (اس جہان کا ایک دن یہاں کے ایک ہزار سال کے برابر ہے) تین لاکھ سال سجدہ میں مصروف رہے اور دوران سجدہ ان الفاظ میں خالق و مالک کو یاد کرتے رہے:

سبحان العلیم الذی لایجھل سبحان الحلیم الذی لا یعجل سبحان الجواد الذی لایبخل۔

جب خالق کائنات کی حکمت اس بات پر آمادہ ہوئی کہ اس بابرکت ذات کا ظہور اس خاکدان عالم سے کیا جائے تو اس نے اس نور سے ایک جوہر پیدا فرمایا اور اس کو اپنی نظر قدرت سے نوازا۔ حق سبحانہ وتعالیٰ کی نظر کی ہیبت سے وہ جوہر پانی پانی ہو گیا اور ایک ہزار سال تک آنکھ کی پتلی کی طرح متحرک رہا۔ اس کے بعد اس جوہر کو دس حصوں میں تقسیم کیا گیا اور اس کی پہلی تقسیم سے عرش کو پیدا کیا گیا۔ اس کی مسافت کا اندازہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ اس کے چار لاکھ پائے بنائے اور ہر ایک پائے سے دوسرے تک فاصلہ چار لاکھ سال کی مسافت مدت رکھی۔ دوسرے حصہ سے قلم کو پیدا کیا جس کا طول پانچ سو سال کی راہ اور عرض چالیس سال کی راہ تھا۔ اس کے بعد قلم کو حکم ہوا: اُکْتُب "لکھ" قلم نے دریافت کیا۔ اے پروردگار کیا لکھوں خطاب ہوا: عِلْمِی فِی خَلْقِی وَمَا ھُوَ کَائِنٌ اِلٰی یَوْمَ الْقِیٰمَۃ۔ مخلوق کے بارے میں میرا علم قیام قیامت تک ہونے والی باتوں کے بارے میں سب کچھ لکھ دے۔ قلم نے پھر سوال کیا کہ ابتدا کہاں سے کروں۔ رب کریم نے فرمایا: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سے ابتدا کر۔ قلم نے جب بسم اللہ لکھا نام الٰہی کی ہیبت سے اس کا قط (قلم کا وہ مبارک حصہ جس سے لکھا جاتا ہے) شق ہو گیا اور کئی سال اسی محویت کے عالم میں تختی پر ٹھہرا رہا۔ اس کے بعد الرحمٰن کی کتابت سے مزید شق ہوا اور الرحیم کی کتابت سے مزید انشقاق پیدا ہوا۔ اس کتابت اور وقفہ میں مزید نو سو سال کی مدت گزری۔

ایک اور روایت کے مطابق ہزار ہا سال بعد بسم اللہ الرحمٰن کی کتابت مکمل ہوئی۔ اسی لئے خالق عالم نے فرمایا کہ اپنے عزت وجلال کی قسم اگر امت مصطفےٰ ﷺ کا کوئی فرد ایک مرتبہ بسم اللہ تلاوت کرے تو اس کے اعمال نامے میں سات سو سال کی عبادت کا ثواب لکھا جائے گا۔

اس کے بعد قلم کو حکم ہوا لکھو:

"اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ مَنِ اسْتَسْلَمَ بِقَضَائِیْ وَ صَبَرَ عَلٰی بَلَائِیْ وَ شَکَرَ عَلٰی نَعْمَائِیْ وَرَضِیَ بِحُکْمِیْ کَتَبْتُهٗ صِدِّیْقًا وَ بَعَثْتُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مَعَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَمَنْ لَّمْ یَسْتَسْلِمْ وَلَمْ یَصْبِرْ عَلٰی بَلَائِیْ وَلَمْ یَشْکُرْ عَلٰی نَعْمَائِیْ وَلَمْ یَرْضَ بِحُکْمِیْ فَلْیَتَّخِذْ اِلٰهًا سِوَائِیْ۔"

اس کے بعد یہ حکم ملا کہ:

"بارش کے قطروں، زمین کے سنگریزوں، پیڑوں کے پتوں اور بندوں کے رزق کے دانوں اور شب و روز کی تعداد لکھو اسی طرح قیامت تک پیش آنے والے واقعات کی تعداد بھی لکھ ڈالو۔"

قلم کو عظمتِ مصطفٰے علیہ السلام کا صلہ:

کتاب اظہار میں لکھا ہے کہ جب قلم نے نام نامی سرکار دو عالم ﷺ لکھا تو بارگاہ احدیت میں سربسجود ہو گیا اور ایک ہزار سال سجدہ میں پڑا رہا اس کے بعد سر اٹھایا اور بارگاہ رسالت میں سلام کیا لیکن خالق عالم نے حضور علیہ السلام کی طرف سے سلام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

وَعَلَیْکَ السَّلَامُ وَ عَلَیْکَ مِنِّی الرَّحْمَةُ اَوْجَبْتُ لَکَ رَحْمَتِیْ وَلِمَنْ صَدَّقَ بِهٖ وَ اٰمَنَ بِهٖ۔

"اے قلم تجھ پر سلامتی ہو اور تجھ پر میری جانب سے رحمت ہو تو نے اپنے لئے جنت واجب کر لی۔"

علاوہ ازیں جو حضور علیہ السلام کی تصدیق کرے اور ان پر ایمان لائے اس کے لئے رحمت الٰہی مقرر ہو گئی۔ اس دن سے سلام کرنا سنت اور جواباً سلام فرض قرار دے دیا گیا۔

شرف المصطفٰے کی تیسری روایت کی جانب رجوع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نور کے تیسرے حصہ سے لوح (تختی) کو پیدا کیا۔ تفسیر تیسیر کے مطابق کہ لوح کو ایک سفید موتی کے دانہ سے تخلیق فرمایا جس کے کنارے یاقوت سرخ کے تھے اس کا عرض زمین سے آسمان تک کی مسافت کے مطابق مقرر فرمایا (طول کا اندازہ نہیں) اس کو یہ خصوصیت عطا ہوئی کہ باری تعالیٰ روزانہ اس کو تین سو ساٹھ بار شرف رویت عطا فرماتا تھا اس پر تحریر تھا:

یُحْیِیْ مَیِّتًا وَ یُمِیْتُ حَیًّا وَّ یُغْنِیْ فَقِیْرًا وَّ یُغْفِرُ غَنِیًّا وَّ یُعِزُّ ذَلِیْلًا وَّ یُذِلُّ عَزِیْزًا۔

"مردہ کو زندہ فرماتا ہے اور زندہ کو موت سے ہمکنار کرتا ہے۔ فقیر کو مال دار اور مال دار کو فقیر بنا دیتا ہے۔ ذلیل کو عزت عطا فرماتا ہے اور عزت والے کو ذلت کی سزا عطا فرماتا ہے۔"

لوح کا اعلیٰ (بلند) حصہ عرش اعظم سے لگا ہوا ہے اور زیریں (نچلے) حصہ کو ایک فرشتہ تھامے ہوئے ہے۔ جوہر کے چوتھے حصہ سے چاند اور پانچویں سے سورج کو پیدا فرمایا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے چوتھے آسمان کے نیچے ایک دریا کو پیدا فرمایا جو فضا میں معلق تھا اور اس سے قطرہ پانی نہیں ٹپکتا تھا۔ اس

کا عرض تین فرسنگ اور لمبائی پانچ سو سال کی راہ تھی اور آفتاب و ماہتاب کو اس کے پار سے جاری کیا۔ اسی سلسلہ میں محسن انسانیت ﷺ نے قسم کے ساتھ فرمایا کہ اگر آفتاب اور کائنات ارضی کے درمیان وہ دریا حائل نہ ہوتا تو کائنات کی بہت سی چیزیں شجر و حجر کی مثل جل کر خاکستر ہو جاتیں اور اگر وہ دریا کائنات اور ماہتاب کے درمیان حجاب نہ بن جاتا تو تمام مخلوق اس کے حسن پر اس طرح وارفتہ و شیدا ہو جاتی کہ فتنہ میں پڑ کر اس کی عبادت کرنے لگتی اور اس کو معبود تصور کر لیتی۔

ریاض المذکرین کے مصنف کے مطابق چاند کا عرض اربوں فرسنگ ہے اور روزانہ اس کو عرش الٰہی سے انوار منتقل ہوتے ہیں اور اس کو نور سے حرارت دی جاتی ہے اور دوسرے دن اس سے حرارت واپس لے لی جاتی ہے اور اس حرارت کو جہنم میں منتقل کر دیا جاتا ہے اور قیامت کے دن وہ تمام انوار اس سے لے کر عرش الٰہی کو منتقل کر دیے جائیں گے اور حرارت کو آفتاب میں مرکوز کر دیا جائے گا تاکہ اس کی تاریکی اور حدت و گرمی شدت اختیار کرے اور آفتاب کو مخلوق کے سروں پر چالیس گز بلندی پر لے آیا جائے گا۔

چھٹے حصہ سے بہشت کو پیدا فرمایا اور اس کو اولیاء کا مسکن اور اصفیاء کی منزل قرار دیا اور جنت کو ان پانچ چیزوں سے آراستہ کیا۔ امر بالمعروف نہی عن المنکر سخاوت نفس۔ کبیرہ گناہوں سے اجتناب قیام اور سجود الٰہی۔ ساتویں حصہ سے دن کو پیدا فرمایا۔ اسے دنیا والوں کی زندگی کے کاروبار کے لئے وقف کر دیا۔ آٹھویں حصہ سے ملائکہ کی تخلیق فرمائی اور ان میں مختلف گروہ بنائے اور انہیں اپنی عبادت اور مومنین و مومنات کی طلب مغفرت کے لئے مقرر فرمایا۔

نویں حصہ سے کرسی کو بنایا اور اس کی تخلیق ایک موتی کے دانہ سے فرمائی۔ پھر کرسی کو تمام آسمانوں پر محیط کیا۔ ساتوں آسمانوں اور زمینوں کو اس کے مدمقابل میدان میں ایک حلقہ کی شکل دے دی۔ کرسی کے دائیں اور بائیں جانب دس ہزار کرسیاں رکھیں اور ہر کرسی پر ایک فرشتہ کو متعین فرمایا جو کرسی پر بیٹھ کر آیۃ الکرسی کی تلاوت میں مشغول ہو گیا اور اس کا ثواب ملت مسلمہ کے ہر اس شخص کے لئے مقرر فرمایا جو آیۃ الکرسی کی تلاوت کرے اور حق تعالیٰ نے قلم قدرت سے اپنی خودی کے اظہار کے لئے کرسی کے گرد تحریر فرمائی اور فرمایا جو کوئی اس آیت کریمہ (آیۃ الکرسی) کی تلاوت کرے گا قیامت کے دن کرسی کے وزن کے مطابق اس کے نامہ اعمال میں نیکیاں عطا فرمائی جائیں گی دسویں حصہ سے جسم محمدی علیہ التحیۃ والثناء کے نور کو پیدا فرمایا اور اس ذرہ سے وہ ذرہ خاکی مراد ہے جس سے نور محمدی ﷺ کا جسم مبارک بنا۔ ایک اور روایت کے مطابق دسویں حصہ سے حضور ﷺ کے جسم کے نور کو پیدا فرمایا اور اس کو عرش اعظم کے دائیں جانب جگہ عطا فرمائی اور اس کو چار ہزار سال تک اپنی عبادت و ریاضت میں مشغول رکھا۔ اللہ تعالیٰ ہی حقیقت حال کو زیادہ بہتر جاننے والا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور مبارک کے بارے میں شیخ سعید گازرونی رحمۃ اللہ علیہ لکھا ہے کہ جب حضور ﷺ کا نور تخلیق ہوا تو عرش الٰہی کے نزدیک بحر رحمت میں ایک سفید مرغ کی شکل میں چار ہزار سال تک تیرتا رہا اور اللہ کی تسبیح و تحمید میں ان الفاظ میں مشغول رہا۔

سُبْحَانَ الْعَلِيْمِ الَّذِىْ لَا يَجْهَلُ سُبْحَانَ الْقَدِيْمِ الَّذِىْ لَا يَزَالُ سُبْحَانَ الْكَرِيْمِ الَّذِىْ لَا يَبْخَلُ سُبْحَانَ الْحَلِيْمِ الَّذِىْ لَا يَعْجَلُ۔

''جب نور مبارک شکل بشری میں جلوہ گر ہوا تو اس وقت آپ کے جسد مبارک پر چار ہزار ایک سو بیس بال تھے۔ ہر بال سے ایک قطرہ پانی ٹپکا جس سے پیغمبروں کی ارواح پیدا کی گئیں۔''

ایک اور روایت کے مطابق اس نور نے بحرِ معرفت سے باہر آنے کے بعد چار ہزار ایک سو بیس مرتبہ سانس لئے۔ ہر سانس سے ایک نبی کی روح عالم تکوین میں آئی یعنی عالم وجود میں موجود ہوئی۔ ارواح انبیاء کے بعد صدیقین کی ارواح عالم وجود میں آئیں اور صدیقین سے زاہدین کی زاہدوں سے مطیعین کی اور مطیعین سے نافرمانوں کی ارواح کو پیدا کیا یہی وجہ ہے کہ اطاعت گزاروں و فرمانبرداروں کے علاوہ گناہ گار بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے والہانہ عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔ اس جگہ کی خاک کو جہاں بحرِ معرفت سے نکلنے کے بعد اس دریائے معرفت کے قطرے گرے تھے۔ چار اجزا میں تقسیم فرمایا۔ ایک حصہ سے آفتاب دوسرے سے ماہتاب تیسرے سے ہوا اور چوتھے حصہ سے قندیل کو بنایا اور اس قندیل کو بقاء اللقاء اور عطا کی تین زنجیروں میں عنایت کے کنڈے سے لٹکا دیا۔ اس قندیل سے ایک قطرہ ٹپکا تو جبریل علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس قطرہ کو اس خاک میں گوندھیں تا کہ وہ نور محمدی علیہ التحیۃ والثناء کا مرکز بن سکے اور اسی خاک سے حضرت آدم علیہ السلام کے پتلے کے لئے خمیر پیدا کیا گیا اور پتلا بنا کر حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں اس نور کو ودیعت رکھا جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ میں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ موجودات سے پہلے رب کریم نے کس چیز کو پیدا فرمایا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: هُوَ نُوْرُ نبیّك۔ اے جابر وہ تمہارے نبی کا نور تھا۔ یعنی پہلے اس نور کو پیدا فرمایا پھر تمام اشیاء اس سے پیدا فرمائیں۔ جب یہ نور پر سرور اپنے مرکز سے منصۂ شہود پر آیا تو دس ہزار سال تک اس کو قرب خاص میں رکھا پھر اس کو چار حصوں میں تقسیم فرمایا۔ ایک حصے سے عرش، دوسرے سے کرسی، تیسرے حصہ سے حاملان عرش کو اور چوتھے حصہ کو بارہ ہزار سال مقام محبت میں رکھا۔ اس کے بعد اس قسم چہارم کو پھر چار حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ سے قلم، دوسرے حصہ سے لوح، تیسرے حصہ سے جنت کو تخلیق فرمایا اور چوتھے حصے کو پھر چار حصوں میں تقسیم کیا۔ لیکن تقسیم سے قبل اس کو مقام خوف میں بارہ ہزار سال رکھا۔ اس کے پہلے حصہ سے ملائکہ دوسرے سے آفتاب تیسرے سے ماہتاب کو پیدا کیا اور چوتھے حصہ کو بارہ ہزار سال مقام رجا میں رکھا اور اس کے بعد اس کو پھر چار حصوں میں تقسیم کیا۔ پہلے حصہ سے عقل دوسرے حصہ سے علم و حلم، تیسرے سے عصمت و توفیق کو بنایا اور چوتھے حصہ کو مقام حیا میں بارہ ہزار سال رکھا۔ اس کے بعد اس پر خصوصی توجہ فرمائی جو غایت حیا میں پانی پانی ہو گیا۔ جس سے چار ہزار ایک سو بیس نور کے قطرے ٹپکے اور ہر ہر قطرے سے ارواح انبیاء پیدا ہوئیں اور جب ارواح انبیاء نے سانس لیا تو اس سے اولیاء، شہداء، صلحاء، سعداء اور اطاعت کرنے والوں کی ارواح کو پیدا کیا۔

اس تشریح کے بعد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عرش و کرسی، انبیاء و رسل کی ارواح صلحاء و صدیقین کی روحیں یہ سب میرے ہی نور کا حصہ ہیں۔ آفتاب، ماہتاب اور ستارے یہ سب میرے نور سے مستفید ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خالق عالم نے بارہ ہزار حجابات پیدا فرمائے اور وہ چوتھا حصہ جو میرے نور کا موجود تھا لہٰذا اس نے ہر حجاب کے درمیان فاصلہ ایک ہزار سال کا رکھا اور جب وہ نور حجابات سے باہر آیا تو حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اس کو اجزاء ارضیہ سے مرکب فرمایا اور وہ نور پاک

خاکی ذرات سے چمکتا تھا جس طرح چراغ تاریکی کو روشن ہو کر مشرق سے مغرب تک روشن کر دیتا ہے۔ اس کے بعد حق تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کا قلب خاکی مرتب فرمایا اور اس کے بعد میرے نور کو ان کی پیشانی میں امانت رکھا اور ان سے وہ نور حضرت شیث علیہ السلام کو منتقل ہوا۔ اس طرح وہ نور اصلاب طیبہ اور ارحام طاہرہ میں منتقل ہوتا ہوا میرے والد حضرت عبداللہ تک آیا۔ اور ان سے رحم آمنہ (میری والدہ) میں منتقل ہوا۔ اس طرح اس خالق و مالک نے مجھے سید المرسلین اور خاتم النبیین بنایا۔

http://kitaabghar.com

نور مصطفوی' موجودات سے ستر ہزار سال پہلے موجود تھا:

امام نجم الدین عمر نسفی نے اپنی تصنیف بحر العلوم میں لکھا ہے اور صاحب مرصاد نے بھی اس کی تائید کی ہے کہ نور نبی آخر الزمان ﷺ تمام موجودات سے ستر ہزار سال قبل عالم وجود میں تھا۔ اور اس کے لئے بارہ حجابات بھی بنائے گئے تھے۔ حجاب قدرت، عظمت، منت، رحمت، سعادت، کرامت، منزلت، ہدایت، نبوت، رفعت، ہیبت، شفاعت اس کے بعد اس نور پاک کو مشیت ایزدی نے اپنی مرضی کے مطابق حجابات میں رکھا۔ مثلاً حجاب قدرت میں بارہ ہزار سال سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کی تسبیح میں مشغول رہا اور حجاب عظمت میں گیارہ ہزار سال سبحان عالم السّرِ والخفی کی تسبیح میں مشغول رکھا۔ حجاب منت میں دس ہزار سال تسبیح سُبْحَانَ الْحَیِّ الْقَیُّوْمِ الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی۔

حجاب رحمت نو ہزار سال	سُبْحَانَ حَیِّ الْقَیُّوْم
حجاب سعادت آٹھ ہزار سال	سُبْحَانَ مَنْ ھُوَ دائِم لَا یَسْھُوْد
حجاب کرامت سات ہزار سال	سُبْحَانَ مَنْ ھوَ غنی لَا یَفْتَقِرُوْ
حجاب منزلت چھ ہزار سال	سُبْحَانَ الْعَلِیْمِ الْحَکِیْمِ
حجاب ہدایت پانچ ہزار سال	سُبْحَانَ ذِی الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ
حجاب نبوت چار ہزار سال	سُبْحَانَ رَبِّ الْعِزَّتِ عَمَّا یَصِفُوْنَ
حجاب رفعت تین ہزار سال	سُبْحَانَ ذِی الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ
حجاب ہیبت دو ہزار سال	سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ
حجاب شفاعت ایک ہزار سال	سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ

دوسری روایت کے مطابق ان میں ہر حجاب میں بارہ ہزار سال نور نبوت کو رکھا گیا اور جب ان حجابات سے باہر لایا گیا تو دس دریاؤں میں غسل دیا گیا۔ دریائے شفاعت، رحمت، نصیحت، شکر، صبر، سخاوت، انابت، یقین، علم، قناعت، محبت۔

دریائے شفاعت میں دس سال شناوری کی اور صدائے رَبِّی رَبِّی زبان پر رہی دریائے نصیحت میں دو ہزار سال سیاحت کی اور الٰہی الٰہی کی صدا بلند کی۔ دریائے شکر میں تین ہزار سال غوطہ خوری کی اور سیّدی سیّدی کی صدا بلند کی۔ دریائے شکر میں تین ہزار سال غوطہ خوری کی اور سیّدی سیّدی

کی صدا بلند کی۔ دریائے صبر میں چار ہزار سال سیاحی کی اور یا احد یا احد کی تکرار جاری رکھی۔ اور دریائے سخاوت میں پانچ ہزار سال غواصی کی اور یا واحد یا واحد کا ورد کرتے رہے اور دریائے انابت میں چھ ہزار سال سیاحت کی اور یا فرد یا فرد کی تلاوت میں مشغول رہے۔ اسی طرح سات ہزار سال دریائے یقین میں شناوری کی اور یا علی یا علی کا ورد جاری رکھا۔ آٹھ ہزار سال دریائے حلم میں غوامی کی اور یا عظیم یا عظیم پڑھتے رہے۔ دریائے قناعت میں نو ہزار سال متفکر رہے اور یا رؤف یا رؤف کا ورد جاری رکھا۔ آخر میں دریائے محبت میں (جو آخری دریا اور تعداد کے اعتبار سے دسواں ہے) غوطہ زن رہا اور سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ یَااللّٰہ یا کریم کے الفاظ سے خالق و مالک کی تسبیح کرتے رہے۔ اس موقعہ پر رب تعالیٰ نے دسویں دریا میں ایک فرش پیدا فرمایا جو ساتوں آسمانوں اور زمینوں کے برابر تھا اس میں نورانیت اور بزرگی عنایت فرمائی اور اس میں بزرگوں کے سات سو مقامات تخلیق فرمائے۔ پہلا مقام توحید، دوسرا مقام معرفت، تیسرا مقام ہیبت، چوتھا مقام حیرت، پانچواں قناعت، چھٹا تفویض، ساتواں مقام ارادت اور ان مقامات میں آخری مقام محبت مقرر ہوا۔ ان مقامات میں نور محمدی علیہ التحیۃ والثناء کو ہر مقام میں ایک ایک ہزار سال تک رکھا اور جب ان سات سو مقامات کا سفر مکمل ہو گیا۔ اس وقت خطاب الٰہی ہوا:

http://kitaabghar.com

''اے میرے حبیب کے نور میں کون ہوں۔''

نور محمد علیہ السلام نے جواب دیا:

''اے خالق کریم تو میرا معبود، پیدا کرنے اور پرورش فرمانے والا، روزی دہندہ اور وہ ہستی جس کے حیطہ اختیار میں موت و زیست ہے۔''

اس کے جواب میں خطاب الٰہی ہوا کہ:

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

''میرے حبیب تم نے صحیح پہچانا۔ اب اپنی شناخت کے مطابق میری پرستش کرو تاکہ سب کو میرا تعارف حاصل ہو جائے کیونکہ معرفت کی صحیح پہچان عبادت میں اشتغال ہے۔''

یہ خطاب سنتے ہی محبوب رب العالمین فوراً مصروف عبادت ہو گئے اور ستر ہزار سال ذات باری کے سامنے مصروف عبادت رہے۔ اس کے بعد بارگاہ احدیت سے نور کا ایک جھونکا آیا اور شکریہ کے طور پر حضور ﷺ نے سجدہ شکر ادا کیا، جس کے صلہ میں مقام تقرب اور مقام تخصیص حاصل ہوا اور اس کے صلہ میں آپ پر اور آپ کی امت پر صبح کی عبادت گزاری لازم کی گئی۔ اس کے بعد آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور مقام خدمت میں ستر ہزار سال مصروف قیام رہے اور اس کے صلہ میں نور خلعت عطا ہوا اور خلعت کے شکریہ میں دوسرا سجدہ ادا کیا۔ اور اس کے صلہ میں نماز ظہر پرستاران دین محمدی اور صاحب دین پر لازم کی گئی۔ اس طرح آپ نے پانچ مرتبہ قیام کیا اور ہر قیام میں ستر ہزار سال توقف فرمایا اور نورانی خلعت حاصل فرماتے رہے اور اس کے شکرانہ میں سجدے ادا کرتے رہے اور قبولیت کی سند کے طور پر نمازیں فرض ہوتی رہیں۔ اس طرح پانچ نمازیں مقرر ہو گئیں اور حضور ﷺ نے ادائے عبادت و طریق تشکر میں جو طریقے اختیار فرمائے تھے۔ وہ بعینہٖ پنج وقتہ نمازوں کے لئے اختیار کیے گئے۔ مثلاً ہزار سال تکبیر تحریمہ میں گزارے۔ ہزار سال قیام میں، ہزار سال رکوع میں، ہزار سال قومہ میں، ہزار سال سجدہ میں، ہزار سال جلسہ میں۔ اسی طرح دوسری رکعت میں اور آخر میں تشہد میں ہزار سال صرف فرمائے۔ اسی طرح دائیں جانب سلام میں ہزار سال اور بائیں جانب سلام میں ہزار

سال گزارے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو بارگاہ الٰہی سے خطاب ہوا کہ اے حبیب جس طرح تم نے میری عبادت کی وہ بارگاہ قبول میں منظور اور قبول ہوئی۔ اب ہم سے تم حسب مرضی خلعت طلب کرو اس وقت حبیب رب العالمین نے عرض کی کہ اے خالق و مالک جیسا کہ مجھے معلوم ہے تُو مجھے ایک قوم کا مقتدیٰ اور پیشوئی بنائے گا اور ایک قوم کو میری امت اور میرا متبع بنائے گا اور نماز کو اس قوم پر فرض فرمائے گا امور طبعی کے طور پر ان سے اس نماز کی ادائیگی میں غلطیاں بھی ہوں گی لہٰذا میں اس نماز کو ان کے کفارے کے طور پر رکھتا ہوں اور اپنے متبعین کیلئے مغفرت کی خلعت طلب کرتا ہوں۔ اس وقت بارگاہ احدیت سے خطاب ہوا کہ اے محبوب کے نور آپ نے بہترین خلعت مانگی اور مجھے بھی آپ کی یہ ادائے بیکس پناہی بہت پسند آئی اور جو کچھ آپ نے طلب فرمایا وہ آپ کو عطا کر دیا گیا ہے۔

جب حضور اقدس علیہ اسلام کے نور پاک نے مذکورہ بالا الفاظ کو سنا تو فرط مسرت سے پھولے نہ سمائے اور اس سے ایک قطرے نور ٹپکا اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے ان قطرات میں سے ایک قطرہ کو نوازا اور اس کو چار ہزار ایک سو بیس اقسام میں منقسم فرمادیا جس کے ہر حصہ (قسم) سے ایک نبی کی روح متولد ہوئی اور دوبارہ ایک حصہ کو دس حصوں میں تقسیم فرمایا۔ پہلے حصہ سے جبریل، دوسرے سے میکائیل، تیسرے سے اسرائیل اور چوتھے حصہ سے عزرائیل کو پیدا کیا۔ ایک حصہ سے رضوان جنت اور ساکنان عرش ایک اور حصہ سے دردائیل حاملان عرش ایک حصہ سے عقائیل اور اس الہدیٰ کی تخلیق فرمائی۔ اور دسویں حصہ کو پھر دس حصوں میں تقسیم فرمایا۔ اس میں سے ایک حصہ سے عرش، دوسرے سے لوح ایک حصہ سے قلم دوسرے سے بہشت ایک سے آفتاب دوسرے سے ماہتاب اور دوسرے ستاروں کو پیدا فرمایا۔ ایک حصہ سے آٹھ مقرب فرشتوں اور نائبین رضوان جنت اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ تقریباً دوسرے اسی ہزار فرشتوں کو پیدا فرمایا اور دسویں قسم سے ایک جوہر کو پیدا فرمایا، جس کا طول وعرض ہر چہار جانب سے چار ہزار سال کے سفر کی مسافت کے برابر تھا۔ جب اس جوہر پر توجہ فرمائی تو وہ جوہر مضطرب ہوا اور آبی و آتشی کیفیات سے دوچار ہوا۔ اس جوہر کی آبی کیفیات سے دریا جاری ہوگئے اور بعد میں ان دریاؤں میں طغیانی کی وجہ سے تیز ہوائیں چلنی شروع ہوئیں اور فضا میں باقی رہ گئیں۔ اس کے بعد وہ آگ جو اس جوہر کے اضطراب سے اور خالق و مالک کی نظر کے تصرف سے ظاہر ہوئی تھی اس آگ نے اس پانی پر غلبہ حاصل کر لیا۔ یہاں تک کہ پانی جوش میں آیا اور بگولے پانی کے اوپر نمودار ہوئے جس سے زمین پیدا ہوئی۔ علاوہ ازیں ان بگولوں سے بخارات اٹھے اور اس دھوئیں نے آسمان کی ہیئت اختیار کر لی اور اس سے جو موجیں ظہور پذیر ہوئیں ان سے پہاڑ وجود میں آئے۔ اسی عالم میں بجلی چمکی اور پہاڑوں تک اس کی چمک گئی جس سے پہاڑوں میں دفینے پیدا ہوئے اور پتھر اور لوہے میں رگڑ پیدا ہونے سے آگ وجود میں آئی۔ یہ دوزخ کے مادہ کا آغاز تھا۔ اس کے بعد فرش زمین کو بچھایا گیا تاکہ وحوش وطیور درندوں اور انسانوں کے لئے رہنے کی جگہ بن سکے۔ اسی طرح زمین کو سات طبقات میں تقسیم کیا اور ان طبقات میں ہر ایک کیلئے جگہ متعین کی اور ان حصوں میں مخلوقات کی ایک جماعت کو بسا دیا۔ اس موقع پر اس آگ کے شعلوں میں جان ڈالی گئی اور زمین کو اس کے تصرف میں دے دیا۔ اسی وجہ سے بہشت کے لئے آسمان ہفتم پر جگہ بنائی گئی اور دوزخ کے لئے زمین کے زیریں حصہ کو مقرر کر دیا۔ روشنی اور جمع وتفریق کے حساب اوقات کے تعین کے لئے آفتاب و ماہتاب اور ستاروں کی گردش کے طریقوں سے آگاہی بخشی اور نور وظلمت کے مادوں سے دن اور رات کو پیدا فرمایا۔

نور محمدی سے مخلوقات سماوی کی پیدائش

ایک اور روایت کے مطابق جب اس جوہر عالی کا منظر نظر میں آیا جس کی منظر کشی کتاب مرصاد میں کی گئی ہے کہ وہ جوہر در اصل اجرام علوی اور اجسام سفلی کا مادہ تھا یا ایک جوہر نورانی تھا۔ چنانچہ اس کی تشریح و توضیح اور اس کی توصیف کسی طرح بھی ممکن نہیں۔ وہ جوہر عظمت کے اعتبار سے تمام عالم سے چار سو گنا بڑا تھا، جب اس کی جانب نظر کی ہیبت الٰہی سے وہ جوہر منقسم ہو کر تین حصوں میں بٹ گیا۔ ایک تہائی پانی ایک تہائی آگ اور بقیہ تیسرا جزو نور میں تبدیل ہو گیا۔ پانی جب آگ پر ڈالا گیا تو اس سے دھواں اٹھا اور اس سے موجیں اٹھیں۔ آسمان دھوئیں سے بنا اور زمین پہاڑوں کے بوجھ سے موجوں سے محفوظ ہو گئی۔ اس کے بعد اس تیسرے حصہ یعنی نور کو پھر تین حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک حصہ عالم بالا، ایک حصہ عالم زیریں اور ایک عالم متوسط کے لئے مقرر فرما دیا۔ زیریں حصہ سے آفتاب ماہتاب اور اجرام نورانی علوی بنائے گئے۔ بقیہ وسطی سے عرش کرسی اور ساکنان ملأ اعلیٰ بنائے گئے اور وہ نور اعلیٰ جو عالم بالا کے لئے مخصوص کیا گیا تھا وہ ملائکہ اور حوروں کی پیشانیوں میں ودیعت رکھا گیا تا کہ مقتضائے حکمت الٰہی کے مطابق مناسب جگہوں پر منتقل کیا جائے جب کہ ارباب معرفت عالم غیب سے منصۂ شہود پر عشق و محبت کی دنیا میں قدم رکھیں اور یہی صاحبان عقل کے لئے افہام و تفہیم عارفوں کے قلوب کی نورانیت موحدین کے اسرار کی تشریح اور پیغمبروں کے لئے کشف حجاب کا سبب ہو سکتے ہیں۔ ان مراحل کی تکمیل کے بعد وہ نورانی حصہ جو تمام دیگر حصص اور تمام مخلوقات پر فائق تھا۔ ظہور میں آیا لیکن وہ حصہ جس سے میدان جلالت کے شہسوار فخر رسولان ﷺ کے حصہ میں آیا تھا جو خزائن قدرت میں مستور تھا۔ وہ ظہور ختم المرسلین خاتم النبیین تک خزائن قدرت سے باہر آیا اور ذات بابرکات ختم المرسلین کو آراستہ و پیراستہ کر کے اٹھارہ ہزار عالموں کو اس نور کے پرتو سے منور فرما کر کائنات کو ظہور میں لایا۔ (اس جملہ معترضہ کے بعد ہم اپنے سابقہ موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں) اب نور محمدی علیہ التحیۃ والثنا کو حکم ملا اور وہ نور اٹھارہ ہزار سال عرش کے پایوں کے قریب چمکتا رہا اور تسبیح و تہلیل خداوندی میں مشغول رہا۔ اس کے بعد وہ نور پانچ ہزار سال لوح محفوظ کو منور کرتا رہا۔ اس کے بعد کرسی کو اس نور نے پانچ ہزار سال تک منور کیا اور عبادت و ریاضت و تسبیح میں مصروف عبادت رہا۔

جسد انور کے ضمیر کی تخلیق:

ان مراحل کی تکمیل کے بعد حضرات جبریل، میکائیل و اسرافیل علیہم السلام کو حکم ملا کہ ظہر زمین پر جائیں اور آرام گاہ رسول علیہ السلام (حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا مدینہ منورہ) کی خاک پر انوار برائے خمیر صاحب لولاک ﷺ (جن کے متعلق ارشاد ربانی اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ اور مالک خزانہ اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ) تعمیر کریں۔ جب ملائکہ مقربین نے یہ بشارت اس خاک پاک کو پہنچائی تو وہ فرط مسرت و شوق جوش میں آ گئی اور وہاں کی خاک کافور سے زیادہ سفید ظاہر ہوئی اور جناب جبریل بقدر ایک مثقال (ایک مثقال $4\frac{1}{2}$ ماشہ ہوتا ہے) خاک لے لی اور ملا اعلیٰ واپس ہوئے تو دوسرا حکم ملا کہ جبرائیل جنت میں جاؤ اور مشک زعفران و سنبل و ماءِ معین و سلسبیل اور شراب تسنیم مہیا کر کے اس خاک کو ان تمام چیزوں میں آمیز کرو جناب جبریل نے

ان تمام اشیاء کی آمیزش کے سلسلہ میں استفسار کیا تو جواب ملا کہ کافور سے استخوان زعفران سے پشت اور مشک سے خون اور سنبل سے بال سلسبیل سے دہان مبارک اور ماءِ معین سے لب و دندان۔ دوران خون کو شراب تسنیم سے جاری کروں گا اور اس ذات مقدس کو تمام مخلوق کا شفیع بناؤں گا۔

جب خمیر وجود رحمت عالم ﷺ کا تیار ہوگیا تو جناب جبریل کو حکم ہوا کہ اس دُرِ شب افروز کو تمام آسمانوں میں گھماؤ اور ملائکہ کی محلوں میں لے جاؤ۔ بہشت کی نہروں میں غوطہ دو تمام عالم کے بحر و بر کو دکھاؤ اور ندا کرو۔

طِيْنَةُ حَبِيْبِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَ شَفِيْعِ الْمُذْنِبِيْنَ وَمَشْهُوْرٌ فِي الْاَوَّلِيْنَ وَمَذْكُوْرٌ فِي الْاٰخِرِيْنَ۔

''یہ خمیر اللہ کے محبوب شفیع المذنبین جو اولین و آخرین میں مشہور اور آخرین کی بشارت کا ہے۔''

اس کے بعد اس مٹی کو نور سے منور کر کے قندیل میں رکھ کر ساق عرش مجید میں لٹکا دیا اور وہ جگہ نور مصطفوی علیہ التحیۃ والثناء کا گہوارہ بن گئی۔ اب یہ نور اس قندیل میں پیشانی آدم میں ودیعت رکھے جانے تک لٹکا رہا۔ اس کے بعد وہ نور آدم علیہ السلام کا پتلا بنانے کے بعد پیشانی آدم میں منتقل کر دیا گیا اور وہ مقام نور جس کو بدر منیر سے تعبیر کیا جاتا ہے جو جسد آدم علیہ السلام میں بنایا گیا تھا اور جب آدم علیہ السلام کے جسدِ خاکی میں روح پھونکی گئی تو نور مصطفوی یہاں سے منتقل ہو کر ان کی پیشانی میں چمکنے دمکنے لگا جس طرح زہرہ مطلع آسمانی پر چمکتا ہے۔

غرضیکہ یہ تمام خصوصیات اور انعامات صدقہ ہیں۔ سرور کائنات فخر موجودات جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے وجود باجود کا۔ اگر حضور ﷺ کی تخلیق نہ ہوتی تو اس عالم کون و مکان میں کچھ بھی نہ ہوتا۔

کتاب گھر کا پیغام

آپ تک بہترین اردو کتابیں پہنچانے کے لیے، ہمیں آپ ہی کے تعاون کی ضرورت ہے۔ ہم کتاب گھر کو اردو کی سب سے بڑی لائبریری بنانا چاہتے ہیں، لیکن اس کے لیے ہمیں بہت ساری کتابیں کمپوز کروانا پڑیں گی اور اسکے لیے مالی وسائل درکار ہوں گے۔

اگر آپ ہماری براہ راست مدد کرنا چاہیں تو ہم سے kitaab_ghar@yahoo.com پر رابطہ کریں۔ اگر آپ ایسا نہیں کر سکتے تو کتاب گھر پر موجود ADs کے ذریعے ہمارے سپانسرز ویب سائٹس کو وزٹ کیجیے، آپکی یہی مدد کافی ہوگی۔

یاد رہے، کتاب گھر کو صرف آپ بہتر بنا سکتے ہیں۔

دوسرا باب

اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ کی وضاحت

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

ان چار حدیثوں کے بارے میں جن کا تذکرہ محدثین نے بکثرت کیا ہے اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ تخلیق میں اولیت صرف اسی ذات اور ہستی کو حاصل ہے۔جس کا ذکر اس حدیث میں ہے مثلاً ایک جگہ فرمایا گیا۔اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ تعالیٰ نوری سب سے پہلے اللہ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔دوسری جگہ فرمایا گیا اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ تعالیٰ الرُّوْحُ تیسری جگہ فرمایا۔اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ تعالیٰ الْعَقْل یعنی سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو پیدا فرمایا وہ عقل ہے۔چوتھی جگہ فرمایا گیا: اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہِ تعالیٰ الْقَلَم یعنی تخلیق کائنات میں قلم کو سب پر اولیت دی گئی۔

ان چاروں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں ہر ایک کو اولیت کا شرف حاصل ہے جو آپس میں تناقض کا سبب بنتی ہیں کیونکہ اولیت صرف ایک ہی کو حاصل ہو سکتی ہے اس سلسلہ میں چار تاویلیں بیان کی گئی ہیں۔

پہلی وضاحت:

اکثر مورخین و محدثین نے فرمایا ہے کہ سب سے پہلے پیدا کیا جانے والا حضور نبی کریم ﷺ کا نور مبارک ہے۔روح عقل و قلم کی اولیت اضافی ہے یعنی مخلوقات ارواح میں اولیت روح محمدی ﷺ کو دی گئی اور اوّل مجردات میں عقل اور اجسام میں قلم کو اولیت دی گئی۔

دوسری وضاحت:

عالم تکوین میں جب جنات اور شیاطین کی غلاظت کو پیدا فرمایا گیا تو نوری محمدی ﷺ اپنی حقیقت کے مطابق رہی کیونکہ وہ تمام اشیاء میں سب سے پہلے ہے اور عقل کی اولیت عقول لاحقہ کی نظر ہے کیونکہ تمام عقول سے پہلے وہ عقل تھی جس کے بارے میں حدیث پاک میں فرمایا گیا:

اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ تَعَالٰی الْعَقْلُ فَقَالَ لَہٗ اَقْبِلْ فَاَقْبَلَ ثُمَّ قَالَ لَہٗ اَدْبِرْ فَاَدْ بَرَ اِلٰی آخِرِ الْحَدِیْث۔

"اس طرح اس عقل کا وجود تمام عقول سے پہلے ہے اور تمام قلموں میں وہ قلم سب سے پہلے ہے۔جس نے حکم الٰہی سے تمام اشیاء کی تقدیریں لوح محفوظ پر ثبت کیں۔"

تیسری وضاحت:

یہ تمام احادیث مختلف حیثیتوں میں متعدد ناموں سے بیان ہوئی ہیں۔کسی حقیقت میں ایک چیز کے ساتھ کنایہ ہے یعنی اس چیز کو جو اپنی تخلیق مبدا و معاد کو ہی نہیں بلکہ تمام اشیاء کا تعقل و پہچان کرے اس کو عقل کہتے ہیں۔اور وہ حیثیت جو خود بخود ظاہر و باہر اور مظہر خیر ہے اور ذات مقدس نبوی کی وجہ سے جو کمالات کا فیضان عدم سے وجود میں آیا اس کو نور محمدی علیہ التحیۃ والثناء سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس حقیقت سے جو کہ بالذات ہے اور

تمام موجودات کی حیات اس سے مستفاد ہے اس کو روح محمدی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور اس جہت کو جس کی وجہ سے تمام عالم کے نقوش عالم مصنوعات میں مرتسم یا لوح محفوظ پر ثبت نظر آتے ہیں اس کو قلم کہتے ہیں اور ان معنیٰ کی تحقیق شواہد النبوۃ میں تصوف کی زبان میں شافی ووافی طریقہ پر ذکر فرمائی ہے کہ ازل میں یہ کیفیت تھی۔

کان اللہ ولا شئُ معہ۔

''ازل میں اللہ کریم کی ذات تھی جس کے علاوہ اور کوئی نہ تھا۔''

عالم ازل میں جو تجلی اس ذات اقدس نے فرمائی اس وقت کسی وجود کی کوئی صورت موجود نہ تھی اور اس تجلی سے جو صورت وجود میں آئی تو وہ مکمل طور پر تمام اسرار علوم کی جامع اور اپنے مماثل سے بے مثل تھی اور اسی صورت معلومہ کو تعین اول یا صورت محمدی سے تعبیر کرتے ہیں اور تمام موجودات کے حقائق اسی تعین اول یا حقیقت محمدی کے پرتو یا جزو ہیں اور وہ تجلیاں جو مختلف صورتوں میں واقع ہوئیں اور عالم غیب میں منتشر اور ضیاء پذیر ہوئیں ان کو عالم ارواح میں حقیقت اول کی صورت وجودی یا جوہر مجرد کہیں گے کیونکہ جناب شارع علیہ السلام نے کبھی اس کو عقل، کبھی قلم اور کبھی روح سے تعبیر فرمایا ہے۔

لہٰذا اختلاف عبارت اختلاف اعتبار پر مبنی متصور ہوگا، اسی لئے سرور عالم نے فرمایا ہے:

اوّل ما خلق اللہ القلم اول ما خلق اللہ روحی او نوری۔

چونکہ اولیت کا مرتبہ صرف ایک ہی چیز کو حاصل ہوسکتا ہے لہٰذا تمام اشیاء کا انتہا حقیقت اول ہی ہوگا جو ایک دوسرے کے اعتبار سے انتہا کو پہنچ جاتے ہیں جو جسمانی عنصر کی شکل اختیار کرتے ہیں جس کے پہلے فرد جناب آدم علیہ الصلوۃ والسلام ہیں جس کی تصدیق حضور اکرم ﷺ کے اس فرمان سے ہوتی ہے: کنت نبیا و آدم بین الْماءِ والطِّینْ اور یہ حدیث اس سلسلہ میں مدلل ہے۔

چوتھی وضاحت:

سب سے پہلا نور حضور اکرم ﷺ کا نور ہے کہ تمام ملک وملکوت اس سے پیدا کیے گئے ہیں۔ تمام ذی روح فرشتے جن وانس وحیوان اسی نور کے پرتو ہیں اور اسی نور کی وجہ سے ان کو زندگی حاصل ہے اور ان کی روح کو بالیدگی اسی نور کی وجہ سے ہے۔ تمام ذی روح جانداروں کے علاوہ کواکب افلاک عناصر جمادات نباتات اور علاوہ ازیں دیگر مخلوقات اسی عقل کا نتیجہ ہیں۔ پس یہ بات اس طرح متحقق ہوئی کہ اس نور محمدی کو قلم سے تشبیہ دی گئی کیونکہ یہ نور نظر محبت الٰہی کے واسطہ سے فرط حیا سے قلم کے شگاف کی طرح شق ہوا تھا جس کا ایک حصہ روح اور دوسرا حصہ عقل کہلایا۔ قلم کے قط کا داہنا حصہ روح اور بایاں حصہ عقل کہا گیا اور انعام میں قلم کو اس طرح یاد فرمایا گیا:

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ مَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ۔

* * *

تیسرا باب

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

جنوں اور فرشتوں کی تخلیق

قرآن کریم میں وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ۔ ''اور جنوں کو ہم نے نار سموم سے تخلیق فرمایا ہے۔'' نار سموم وہ دہکتی ہوئی آگ تھی جس کو خالق کائنات نے بنایا تھا جس میں نور و ظلمت کا امتزاج تھا۔ نور سے ملائکہ کی تخلیق فرمائی گئی اور ظلمت سے دیو اور اجنہ وجود میں آئے۔ اس آگ کے جوہر سے جان (جو کہ تمام جنوں کا مورث اعلیٰ تھا) وجود میں آیا تھا چونکہ ملائکہ کی تخلیق نور سے ہوئی تھی اس لئے وہ اطاعت و عبادت میں مشغول ہو گئے اور گناہوں کے ارتکاب سے محفوظ و معصوم رہے۔ شیاطین چونکہ دھوئیں اور آگ سے بنے تھے اس لئے وہ نافرمانی اور سرکشی میں مبتلا ہوئے اور ایمان و اطاعت سے بے بہرہ رہے۔

چونکہ جنوں کی تخلیق آگ سے ہوئی تھی (جو نور و ظلمت کا امتزاج رکھتی ہے) اس لئے بعض جن دولت ایمان سے مشرف ہوئے اور بعض کفر و طغیان کی طرف راغب ہوئے۔

جنوں کی ہلاکت:

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اولاد و پسماندگان ابو الجن (مورث اعلیٰ) جس کا نام سوما اور لقب جان ہے اور ابو عیسیٰ اصفہانی کی روایت کے مطابق کہ جب طارنوس کی اولاد میں سلسلہ توالد و تناسل بڑھا اور ان کی اولاد پھیلی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اتباع شریعت کا ذمہ دار ٹھہرایا اور انہیں مکلف قرار دیا گیا لہٰذا طارنوس اور ان کی آل اولاد نے اتباع شریعت منظور کیا اور حکم الٰہی کی تعمیل کی اور ان کی زندگی عیش و آرام کے ساتھ گزرتی رہی۔ یہاں تک کہ توریت کا ایک دورہ جس کی مدت متقدمین نے تریسٹھ ہزار سال لکھی ہے۔ بعض نے پچیس ہزار دو سو سال اور یحییٰ مغربی نے چوبیس ہزار سال لکھی ہے۔ جب یہ مدت باختلاف روایت مکمل ہوئی تو ان کی فطری جبلت آتشی ہونے کی وجہ سے لوٹ آئی اور انہوں نے ظلم و سرکشی و نافرمانی کا آغاز کیا اور برائیوں اور گناہوں کا ارتکاب شروع کیا۔ حق تعالیٰ نے فرد جرم کے عائد کرنے کے بعد مختلف سزاؤں کے ساتھ ہلاک فرمایا مگر وہ کمزور و ناتواں و غریب جو جادہ مستقیم پر قائم تھے اور احکام اسلامی کا اتباع کرتے رہے تھے وہ تمام بلاؤں سے محفوظ رہے اور ان میں سے ایک شخص حلیا بنیس نامی کو ان فرمانبرداروں کا سردار مقرر کیا گیا اور ان کے لئے نئے احکام مقرر کیے گئے اور جب ثوابت کا دوسرا دور مکمل ہوا جس کی مقدار اوپر کی سطور سے بیان کی گئی ہے تو ان متبعین نے بھی کُلُّ شَیْءٍ یَرْجِعُ اِلٰی اَصْلِهٖ کے مصداق نافرمانی پر کمر باندھی اور وہ بھی طغیان و سرکشی کا شکار ہوئے۔ نتیجتاً ان کی ہلاکت کے احکام بھی نافذ ہوئے اور ان بقیہ کی نسل میں بھی کچھ لوگ ایسے تھے جو اپنی پرانی روش پر قائم رہے۔ نافرمانی و طغیان سے دور رہے لہٰذا وہ ہلاکت و نقصان سے محفوظ رہے اور ایک شخص بلہقات نامی کو ان کا حاکم مقرر کیا گیا۔ اس طرح جب تیسرا دور مکمل ہوا تو

انہوں نے بھی اپنی پرانی روش کو اختیار کیا اور یہ بھی قہار جبار حاکم کے شہر سے محفوظ نہ رہے اور عذاب میں مبتلا ہو کر نیست و نابود ہوئے۔ان میں سے بھی ایک چھوٹی سی جماعت باقی رہی اور مرور ایام سے ان کی نسل بڑھتی رہی۔اس درمیان میں ایک شخص جو فضل و دانش مندی میں شہرہ رکھتا تھا اور ہاموس کے نام سے مشہور تھا۔ان کی سرداری کے لئے مقرر ہوا جو مدت العمر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں مشغول رہا اور شریعت کے احکام کی ترویج و ترقی میں کوشاں رہا اسی کوشش میں وعدہ الٰہی پورا ہوا۔ہاموس کے مرنے کے بعد شریر اور مفسدوں کی بن آئی اور انہوں نے غرور سرکشی کو اپنا لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان میں رسولوں کو بھیجا جنہوں نے ان کو ہدایت کا راستہ بتایا لیکن ان کی سرکشی اتنی بڑھ چکی تھی جس کی وجہ سے ان مفسدوں نے ان نصیحت کرنے والوں کی طرف توجہ نہ کی اور چوتھا دور بھی مکمل ہو گیا۔

چوتھے دور کی تکمیل کے بعد حکمت الٰہی اس بات کی متقاضی ہوئی کہ نظام میں تجدید کی جائے لہٰذا ملائکہ کو ان کی سزا کے لئے مقرر فرمایا۔ملائکہ آسمان سے اترے اور جنوں کو سزا دے کر بہت سوں کو جزائر اور جنگلوں میں منتشر کر دیا۔اس جنگ میں بہت سے مارے گئے۔ان باقی رہنے والوں میں باصلاحیت بھی تھے وہ ملائکہ کے ہاتھوں اسیر ہوئے اور اپنے گھروں کو لوٹا دیئے گئے۔ان میں ایک شخصیت (جناب ابلیس) عزازیل کی تھی۔کہا جاتا ہے کہ اس کے باپ کا نام جلیث تھا جس کی شکل شیر کی مانند تھی۔ابلیس کی ماں کا نام نبلیت تھا جس کی شکل بھیڑیے کی مانند تھی۔ابتداء میں عزازیل اپنے باپ کی وجہ سے طعنوں کا شکار ہوتا تھا۔عزازیل کا حال اور اس کا انجام اس طرح ہوا کہ اس جن زادہ کو فرشتے قید کر کے آسمان پر لے گئے اور اس نے وہیں آسمانوں پر نشوونما پائی اور دن بدن ترقی کے مدارج طے کرتا رہا یہاں تک کہ اس منصب پر فائز ہوا جو اس کی حیثیت سے بہت بلند تھا یہ ملائکہ کی تعلیم و تربیت کا اثر تھا۔

ایک اور روایت کے مطابق ابلیس کے آسمانوں پر جانے کا سبب یہ ہوا کہ بنی نوع جن کی وجہ سے یہ اپنی قوم سے الگ ہو گیا تھا اور گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کر کے عبادت الٰہی میں مشغول رہا تھا۔اس کی عبادت و ریاضت کا عالم یہ تھا کہ آسمان اول کے فرشتوں نے دعا کی کہ آسمان اول کے فرشتوں میں ایک ایسی شخصیت ہے کہ وہ باغ میں کھلنے والے خوبصورت خوشبودار طراوت والے پھول سے بھی زیادہ بہتر معلوم ہوتی ہے۔ان فرشتوں کی دعا قبول ہوئی اور خالق کائنات نے اس کو آسمان دنیا پر ترقی عطا فرمائی اور اس نے خود کو ایک ہزار سال اطاعت الٰہی میں مشغول رکھا۔

شیخ فریدالدین عطار کے فرمان کے مطابق ابلیس زمین پر تھا اور ابتدائے حال میں سجین کے زیریں حصہ میں جو دوزخ کا چھٹا زیریں حصہ ہے۔حق تعالیٰ نے اس ہیئت وصورت میں دو صورتوں کو سجین میں پیدا فرمایا تھا۔ایک بھیڑیے کی شکل میں اور دوسرا سانپ کی شکل میں یہ دونوں آپس میں جفتی کرتے تھے جس کے نتیجہ میں عزازیل کی پیدائش ہوئی اس نے طبق زمین پر ہزار سال عبادت کی یہاں تک اس دنیا کی سطح و طبق کا نمبر آیا۔اور اس طبق پر اتنی عبادت کی کہ خطہ زمین پر ایک بالشت جگہ ایسی باقی نہ رہی جہاں اس نے عبادت نہ کی ہو۔اس عبادت کے صلہ میں اللہ رب العالمین نے اس کو دو پر عطا فرمائے جو سبز زمرد یں تھے ان پروں سے اڑ کر عزازیل آسمان اوّل پر آیا اور ہزار سال مصروف عبادت رہا۔یہاں اس کا نام زاہد مشہور ہوا یہاں سے وہ آسمان دوم پر آیا اور ہزار سال مصروف عبادت رہا یہاں اس کو عابد کہہ کر پکارا گیا۔ایک ہزار سال کی عبادت کے بعد وہ تیسرے آسمان پر آیا یہاں بھی ایک ہزار سال مصروف عبادت رہنے کے بعد راکع کے لقب سے پکارا گیا۔اس طرح وہ ہر آسمان پر جاتا عبادت کرتا اور مختلف ناموں سے پکارا جاتا رہا۔یہاں

تک کہ وہ ساتوں آسمانوں پر عبادت کر کے فارغ ہوا تو رضوان جنت نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی، اے معبود برحق اس کی عبادت و ریاضت سے تمام مقربان آسمانی متاثر ہوئے ہیں اگر تیرا حکم ہو اور اس کو جنت کے داخلہ کی اجازت ہو جائے تو دوسرے ملائکہ بھی اس کی صحبت سے مستفید ہوں تو یہ بات نامناسب نہ ہوگی۔

رب تعالیٰ نے رضوان کی بات منظور فرمائی اور عزازیل (ابلیس) کو بہشت میں داخلہ کی اجازت دے دی یہاں آ کر وہ عبادت الٰہی اور فرشتوں کی تعلیم و تربیت میں مشغول رہا۔

ابلیس کی مجلس وعظ کے لئے عرش مجید کے پائے کے نیچے زمردیں تخت بچھایا گیا اور اس پر نورانی پرچم لہرایا گیا اور اس مجلس وعظ میں اتنی تعداد میں فرشتے شریک ہوئے جن کی تعداد علام الغیوب کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

ادھر یہ سلسلہ سالہا سال تک جاری وساری رہا اور جزائر و بیابانوں میں بھاگے ہوئے بھی واپس آئے اور بھاگ کر واپس آنے والوں کی ذریت بڑھتی رہی اور حسب سابق اپنی عادتوں میں مشغول و مصروف ہوتی رہی۔ ان کو نہ طاعت سے واسطہ تھا نہ خداشناسی کی طرف توجہ۔ لہٰذا ابلیس نے بارگاہ ایزدی میں ان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے اپنی خدمات کو پیش فرمایا۔ اس کی درخواست بارگاہ احدیت میں قبول ہوئی اور ابلیس فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ ان کی تعلیم و ہدایت کے لئے آسمان سے زمین پر آیا لیکن بہت کم لوگوں نے اس کی دعوت و رشد و ہدایت کی طرف توجہ کی۔ اس موقعہ پر ابلیس نے ایک شخص سہلوطلیت بن بلاہت کو ان نافرمانوں کے پاس بھیجا تا کہ وہ ان میں جا کر تبلیغ کرے لیکن انہوں نے اطاعت و عمل کی بجائے اپنی روایتی سرکشی اختیار کی۔ اور اپنی خباثت کی انتہا کر کے اس سفیر کو شربت شہادت پلا کر راہی ملک بقا کر دیا۔

عزازیل اپنے سفیر کے معاملہ سے غافل نہ تھا اور اس کو گئے ہوئے جب ایک مدت گزر گئی تو اس نے دوسرے شخص کو تفتیش حال کے لئے روانہ کیا لیکن انہوں نے اس کا بھی یہی حشر کیا۔ چنانچہ یکے بعد دیگرے ابلیس اپنے سفیروں کو روانہ کرتا رہا لیکن وہ حسب سابق انکو ختم کرتے رہے۔ آخر کار اس نے یوسف بن یاسف کو روانہ کیا اور اس نے وہاں جا کر سرکشوں اور شورہ پشتوں سے ملاقات کی اور ان کو نصیحت و تبلیغ کی جس کی وجہ سے وہ لوگ اس کی جان کے دشمن ہو گئے لیکن وہ حسن تدبیر سے وہاں سے بچ کر نکل آیا اور جا کر ابلیس کو تمام واقعہ کی اطلاع دے دی۔

ابلیس کو دفع طغیان کا انعام اور اس کا منصوبہ:

جیسا کہ سابقہ سطور میں بیان ہوا کہ ابلیس آسمانوں سے فرشتوں کو ساتھ لے کر آیا تھا اور اس نے فرشتوں کی مدد سے بہت سے سرکشوں کو موت کے گھاٹ اتارا تھا اور بقیہ بہت سے اطراف و اکناف عالم میں منتشر ہو گئے تھے۔ اس سلسلہ میں اللہ رب العالمین نے تمام روئے زمین آسمان دنیا کی خلافت اور جنت کی کنجیاں ابلیس کی سپرد فرمائی تھیں۔ ابلیس اب کبھی تو دنیا میں مصروف عبادت ہوتا اور کبھی مصلے ساتوں آسمانوں پر بچھاتا اپنی اطاعت و عبادت کے پرچم بوستان جنت میں لہراتا۔ اس طرح جب اس کا اقتدار مستحکم ہو گیا تو اس کے دل میں اقتدار اور نفسانیت کا خیال پیدا ہوا اور انانیت کا دعویٰ کرنے لگا اس کے دل میں یہ خیال خام بس گیا کہ (نعوذ باللہ) اگر خداوند قدوس کو کوئی نقصان پہنچے تو میں اس کا قائم مقام

ہوں گا اور زمین و آسمان میں میرا اقتدار ہوگا اور اس خیال کی پختگی کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ عرش مجید کے نیچے اس کا تخت یا منبر بچھایا گیا تھا۔

ابلیس کو غرور کی سزا:

کتاب گھر کی پیشکش

بعض راویوں نے لکھا ہے کہ ابلیس کے دل میں یہ خیال تھا کہ (نعوذ باللہ) اللہ رب العالمین کے بعد وہ ہی واحد ہے جو اس ذمہ داری کا اہل ہے اور اگر اللہ رب العالمین نے یہ ذمہ داری کسی اور کی سپرد کرے گا تو میں مزاحمت کرے گا۔ کیونکہ تمام علمی اور عملی کاموں میں اس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ اتفاقاً انہیں دنوں فرشتوں کی ایک جماعت نے لوح محفوظ پر دیکھا کہ مستقبل قریب میں اللہ رب العالمین کا ایک مقرب بندہ راندہ درگاہ ہوگا اور اس پر مسلسل لعنت کی جایا کرے گی۔ فرشتے جب لوح محفوظ پر یہ دیکھ کر واپس ہوئے تو رنج وملال کا اثر ان کی پیشانیوں سے ظاہر تھا۔ جب ابلیس نے ان کی یہ کیفیت دیکھی اور رنج وملال کا سبب معلوم کیا تو انہوں نے ساری بات بتائی۔ یہ سن کر ابلیس نے کہا کہ بات تو مجھے برسہابرس سے معلوم ہے لیکن میں نے کسی کو نہیں بتایا، کیونکہ اس بات سے میرا اور تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ فرشتوں نے کہا کہ ہم کو بارگاہ الٰہی میں دعا کرنی چاہیے کہ وہ ہم کو اس مصیبت سے محفوظ فرماوے۔ ابلیس نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور بارگاہ الٰہی میں دعا کی اَللّٰھُمَّ امنہم ۔ ''اے اللہ ان کو اس مصیبت سے محفوظ فرمادے۔'' دعا کے وقت اس نے صرف فرشتوں کے لئے دعا کی اور اپنے آپ کو اس زمرہ میں شامل نہ کیا کیونکہ تکبر اور غرور کی وجہ سے اس کو یہ خیال ہوگیا تھا کہ وہ تو اس زمرہ میں آتا ہی نہیں ہے۔ اور اس موقعہ پر اس کے دل میں یہ خیال پیدا نہ ہوا کہ وہ خشوع وخضوع سے اپنے لئے بھی دعا کرلے۔ اس تکبر کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خود ہی اس سزا کا مستحق قرار دیا گیا۔

ایک مرتبہ ابلیس جنت میں گیا وہاں اس نے دیکھا کہ کارکن قضاء وقدر نے وہاں یہ لکھا ہے کہ عنقریب اللہ رب العالمین اپنے ایک ایسے بندے کو جس پر اس نے انعام واکرام کی بارش فرما رکھی ہے اس کو زمین سے آسمان پر بلائے گا اور جنت کی نعمت سے سرفراز فرمائے گا اور اس کو بعض امور پر اطلاع دی لیکن وہ احکام الٰہی کو نہ مانے گا اور ان پر عمل نہ کریگا۔ ابلیس نے جب ان کلمات کو پڑھا تو جنت میں ایک ہزار سال تک مصروف عبادت رہا (یہاں یہ امر باعث دلچسپی ہوگا کہ جنت کا ایک دن دنیا کے ایک ہزار سال کی برابر ہوتا ہے) اور دوران عبادت ایسے شخص پر جو فرمان الٰہی کا منکر ہوا تھا، مسلسل لعنت کرتا رہا لیکن اس کو یہ خیال بھی نہ ہوا کہ وہ اپنا جائزہ لے کہ ان حرکات کا وہ خود ہی مرتکب ہوسکتا ہے اس طرح اپنے اوپر لعنت بھیج رہا ہے۔

http://kitaabghar.com

ایک اور روایت اس طرح بیان کی گئی ہے کہ عزازیل نے لوح پر یہ لکھا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔

''میں اللہ تعالیٰ سے شیطان مردود کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔''

یہ دیکھ کر اس نے اللہ رب العالمین سے دریافت کیا کہ اے باری تعالیٰ یہ شیطان رجیم کون ہے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ ہمارا ایک بندہ ہے جس کو ہم نے انواع واقسام کی نعمتوں سے نوازا ہے لیکن وہ ان نعمتوں کے ملنے کے باوجود میری نافرمانی کرے گا لہٰذا میں اس کو ذلیل ورسوا کروں گا۔ ابلیس نے عرض کیا، اے اللہ وہ مجھے دکھا دے۔ اللہ رب العالمین نے فرمایا کہ وہ وقت آنے والا ہے کہ تو اس کو دیکھے گا۔

قال بعض العارفین ان الشیطان لم یھلک مالم یر فی نفسہٖ اما اذا راء فی نفسہٖ وقال انا اھلک و فلک واجابۃ دعائہٖ حین قال ادنی حتّٰی اھلک۔

''بعض عارفوں نے فرمایا ہے کہ شیطان ہلاک وتباہ نہ ہوتا اگر اس کو اپنے نفس کا خیال ہوتا اور وہ اپنے لئے دعا کر لیتا لیکن اس نے اپنے جائزہ کی بجائے یہ کہا میں اس نافرمان کو ختم کردوں لیکن دعا کرنے کی بجائے اس نے یہ کہا کہ اے اللہ اس کو مجھے دکھا دے تاکہ میں اس کو ہلاک کردوں جو غرور وتکبر کی غمازی کرتا ہے اور یہی ادا بارگاہ الٰہی میں ناپسند ہوئی''

عزازیل کی عبادت کے سلسلہ میں ایک روایت یہ منقول ہے کہ ابلیس زمین وآسمان میں ہر جگہ ہزار سال تک سجدہ میں پڑا رہتا لیکن جب وہ سجدہ سے سر اٹھاتا تو اس کی سجدہ گاہ پر یہ عبارت لکھی ہوتی۔لعن اللّٰہ علی ابلیس۔ ''ابلیس پر اللہ کی لعنت ہو۔'' لہٰذا وہ بھی اسی وجہ سے ابلیس پر لعنت کرتا اور ویسے ہی یہ الفاظ لکھ دیتا۔لعن اللّٰہ علی ابلیس۔

پیدائش آدم وخطاب الٰہی:

مورخین نے لکھا ہے کہ ابلیس نے اپنے متبعین کے ساتھ جو خطہ زمین پر مقیم تھے اور اپنی زندگی پر مطمئن تھے۔ یہ یقین کر چکے تھے کہ اب انہیں اس دنیا میں باقی رہنا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ اس بات کو بھلا بیٹھے تھے کہ سوائے ذات باری کے کسی کو بقا حاصل نہیں ہے ایسے ماحول میں خطاب الٰہی ہوا: اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً ۔ ''میں خطہ زمین پر اپنا نائب مقرر کرنا چاہتا ہوں''اس لئے ملائکہ ابلیس اور اس کے لواحقین نے خیال کیا کہ اس کے مصداق وہی لوگ ہوں گے لہٰذا انہوں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا: اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا وَ یَسْفِکُ الدِّمَآءَ ۔ ''کیا تو ایسی قوم میں اپنا نائب بنائے گا جنہوں نے زمین کو فتنہ وفساد سے بھر دیا ہے اور وہ قتل وخونریزی کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں۔'' انہیں یہ بات معلوم ہو چکی تھی یا وہ اس بات کو قیاس کر چکے تھے۔ اس کی متعدد وجوہ تھیں۔

1-انہوں نے آدمیوں کو جنوں پر قیاس کیا تھا۔

2-خلیفہ کے ذکر سے انہوں نے یہ قیاس کیا تھا کہ جب تک فتنہ وفساد نہ ہوگا خلیفہ کی کیا ضرورت ہوگی۔

3-اضداد عناصر سے ان میں نظم وضبط پیدا کرنا

4-احکام الٰہی کی سربلندی کی خاطر

5-لوح محفوظ پر دیکھ لینے کی وجہ سے۔

انہوں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا، الٰہی خلیفہ کا تقرر دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو جنوں کی معصیت کی وجہ سے یا اطاعت کی وجہ سے ہے اس میں ملائکہ کی تو کوئی خطا نہیں ہے اور اس لئے ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں۔

نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ۔ ''ہم تیری تسبیح تقدیس اور تمہید کرنے والے ہیں۔'' جواب الٰہی ملا کہ اب اس خطہ زمین کو

خالی کر دو کیونکہ مخلوقات کے پراگندہ ذہن ہماری ربوبیت کی باریکیوں اور اسرار و رموز تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے۔ اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ ''میں وہ باتیں جانتا ہوں جن کا تمہیں علم نہیں ہے۔'' یہاں اس گفتگو سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ملائکہ کی حق تعالیٰ سے یہ عرضداشت غلطی تھی یا نہیں؟

جواب: اس کا جواب حضرات ابن عباس، ابن مسعود حسن بصری، ابن جریج محمد اسماعیل اور بہت سے علماء نے یہ دیا ہے کہ یہ جواب قابل مواخذہ نہ تھا اور اس سلسلہ میں بہت سی دلیلیں بھی دی ہیں۔ بعض نے کہا ہے، ملائکہ کی دریافت اس حکمت کو معلوم کرنا تھا جو اس نائب و خلیفہ کی تخلیق میں مضمر ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ استفہام تردیدی ہے تاکہ یہ معلوم کیا جائے کہ یہ گروہ بھی جنوں کی طرح فساد برپا کرے گا یا ملائکہ کی طرح مطیع و مصلح ہوگا اور شق ثانی تردید محذوف ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جب ملائکہ خطاب الٰہی سے مشرف ہوئے۔ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ۔ ''اور جب رب کریم نے ملائکہ سے فرمایا۔'' فرشتے اس خطاب سے فرط مسرت میں پھولے نہ سمائے اور یہی حالت جناب موسیٰ علیہ السلام کی اس وقت ہوئی تھی جب ان سے رب تعالیٰ نے کلام فرمایا۔ اس وقت فرط مسرت میں بیساختہ پکار اٹھے۔ رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ۔ ''اے رب اپنی زیارت سے مشرف فرما دے۔'' خطاب الٰہی ہوا: لَنْ تَرٰىنِیْ۔ اسی وقت ہوش میں آ گئے اور توبہ کرنے لگے اور عرض کی۔ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ ''بس تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور میں پہلے مسلمان ہوں۔''

جب جناب نوح علیہ السلام قبولیت دعا سے مشرف ہوئے تو فرط مسرت میں بارگاہ الٰہی میں عرض کیا: اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ۔ ''میرا بیٹا بھی میرے اہل و عیال میں شامل ہے۔'' خطاب الٰہی ہوا: اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ۔ اسی طرح اس خطاب کی خوشی میں ملائکہ نے بھی بارگاہ الٰہی میں عرض کیا: اَتَجْعَلُ فِیْهَا۔ بعض اہل دل نے تو یہ کہا ہے کہ جو کوئی کسی لغزش کا مرتکب ہوتا ہے اس لغزش کے عوامل میں لطف و کرم کی زیادتی سب سے بڑا سبب ہوتی ہے اور بڑوں سے جو لغزش ہوتی ہے وہ شکست کا اظہار ہوتی ہے تاکہ وہ لطف و کرم سے ناامید نہ ہوں۔

بعض علماء نے اس سلسلہ میں یہ فرمایا ہے کہ ملائکہ سے سوال و جواب کے بعد خطاب الٰہی، اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ ''مجھے ان باتوں کا علم ہے جو تم نہیں جانتے'' وارد ہوا اور ملائکہ اس جواب سے نادم ہوئے اور اصلاح حال کے لئے اس لغزش و غلطی کے تدارک میں مصروف ہو گئے۔ اس سلسلہ میں دو روایتیں نظر سے گزری ہیں۔

زین القصص میں آیا ہے کہ جب حق تعالیٰ نے اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ فرمایا تو فرشتوں نے اپنے جواب کو گناہ تصور کیا کہ انہوں نے ایسی بات میں دخل اندازی کی جس کے سلسلہ میں وہ اہل اور مجاز نہ تھے۔ لہٰذا اس پاداش میں سات سال تک کرسی کے گرد مصروف طواف رہے اور دوران طواف ان کی زبانوں پر یہ کلمات جاری تھے۔ لبیك اللهم لبیك اعتذر الیك نستغفرك و نتوب الیك۔ ''اے اللہ ہم حاضر ہیں۔ ہم حاضر ہیں۔ اپنی غلطی پر عذر خواہی کرتے ہیں۔ طلب مغفرت کرتے ہیں اور توبہ کرتے ہیں۔'' امام زین العابدین نے فرمایا ہے اور روضۃ العلماء میں مناقب اہل بیت کے باب میں لکھا ہے کہ جس دن ملائکہ نے خطاب الٰہی، اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً سنا تو بارگاہ الٰہی میں عرض کیا: اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا۔ اس سوال کے جواب میں خطاب ربانی ہوا: اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔ یہ سن کر اپنے کلمات پر وہ سب شرمندہ

ہوئے اور حق تعالیٰ کے قہر و غضب سے ڈرتے تھے اور اپنے نادانستہ سوال پر روز تین ساعت (گھنٹے) عرش الٰہی کا طواف کیا اور نہایت خشوع خضوع سے اپنی اس جرأت پر اظہار معذرت کرتے رہے۔ حق تعالیٰ کو ان کی یہ ادا پسند آئی ان پر رحم فرماتے ہوئے فرمایا: یَآاَیُّھَا الْمَلَآئِکَۃُ اَتُرِیْدُوْنَ مَغْفِرَتِیْ وَرِضْوَانِیْ۔ "اے ملائکہ کیا تم میری مغفرت و رضوان کے طالب ہو" سب نے یک زبان ہو کر کہا، بے شک۔ اے رب کریم ہم پر احسان فرما اور اپنے رضوان رحمت سے ہم سے اپنے غضب کو دور فرما اور اس نامعلوم گناہ کی پاداش سے ہم کو محفوظ فرما۔

حق تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میرے عرش مجید کے نیچے ایک نہر جاری ہے اس کے کنارہ پر جا کر وضو کرو، انہیں وضو کا طریقہ معلوم نہ تھا لہٰذا رب تعالیٰ نے انہیں وضو کا طریقہ تعلیم فرمایا کہ تین مرتبہ کلی کرنے اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالنے کا حکم ہوا۔ پھر فرمایا گیا کہ تین مرتبہ اپنا منہ دھوؤ اور تین مرتبہ کہنیوں تک ہاتھ دھوئے جائیں اور ایک مرتبہ سر کا مسح کیا جائے اور آخر میں ٹخنوں تک پیر دھوؤ لہٰذا سب نے تعلیم کے مطابق عمل کیا اور یہی ہمارے مسلک کے مطابق وضو کا معمول بنا ہے۔ وضو کے بعد ان سے کہا گیا کہ اب یہ کلمات ادا کرو:

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ لَا شَرِیْکَ لَکَ وَاَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ۔

یہ کلمات فرشتوں نے ادا کر کے پھر بارگاہ الٰہی میں مناجات کی کہ الٰہی ان اعمال پر کتنا اجر و ثواب عطا ہوگا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا، گناہوں سے مغفرت اور نافرمان وطغیان کا دھلنا فرشتوں نے دوبارہ عرض کیا کہ اس سلسلہ میں صرف ہماری خصوصیت ہے یا جو کوئی بھی یہ عمل کرے گا وہ بھی اجر و ثواب کا حق دار ہوگا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ عمل امت محمدیہ (علیہ التحیۃ والثناء) کا شعار ہوگا۔ وہ گناہوں میں مبتلا ہوں گے وہ اپنے نبی آخر الزمان کی برکت اور ان اعمال کی وجہ سے انہیں عذاب دوزخ سے واسطہ نہ ہوگا۔ اور یہ اعمال ان کے گناہوں کی مغفرت اور ان کی آلودگی دور کرنے کا سبب ہوں گے۔ اور مومنوں میں کوئی ایسا باقی نہ رہے گا کہ جو اس طرح وضو کرے جیسا کہ تم نے کیا ہے، اس کو اپنی رحمت و رضوان سے مشرف فرماؤں گا۔

تخلیق جبرائیل:

جب جبرائیل علیہ السلام کی تخلیق ہوئی تو انہوں نے اپنے جسم و جسد کو دیکھا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اپنے وجود میں مشاہدہ کیا اور اس سلسلہ میں ادائے شکر میں دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی اور ان دو رکعات میں تیس ہزار سال کی مدت صرف کی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو بارگاہ الٰہی میں عرض کی، الٰہ العالمین! کیا کسی بندہ کو ایسی عبادت میسر ہوگی جیسی کہ میں نے کی ہے۔ خطاب باری ہوا، اے جبرائیل نبی آخر الزمان ﷺ کے دور میں اپنی خالقیت سے ایسے گروہ کی تخلیق کروں گا جو دو رکعت نماز بہت ہی کم وقت میں بہت سی کمزوریوں اور کوتاہیوں کے ساتھ ادا کریں گے اور ان دو رکعت کا ثواب تمہاری دو رکعت پر فوقیت حاصل کرے گا۔ بہرکیف انسانوں کی کیفیت تمہاری جیسی نہیں ہے۔ ان کی حالت یہ ہے کہ وھم یعبدون مع اشغال کثیرہ و موافع و افرات یبارزون مع الشیطان مبارزۃ شدیدۃ حتیٰ سجدو الی سجدۃ واحدۃ۔ "وہ میری عبادت اپنی بے پناہ مصروفیتوں کے باوجود کرتے ہیں اور شیطان سے سخت جنگ کر کے مجھے سجدہ کرتے ہیں۔"

یہ جب چاہتے ہیں کہ اپنی زخمی روح پر میری اطاعت کا مرہم رکھیں تو ان کا نفس عبادت میں مزاحم ہوتا ہے اور شیطان مخاصمت کس کر میدان میں آ جاتا ہے۔شہوات اور غفلت راستہ روکتے ہیں۔قلبی خواہشات اور نفسانیت غالب ہو کر گمراہی کے گڑھے کی طرف لے جاتے ہیں۔حرص مال کی محبت اور اسباب دنیاوی مزاحم اور طالب ہوتے ہیں اور مزید برآں سستی اور کاہلی عمل کی طاقت میں کمی کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔علم وحکمت کی صلاحیتوں کو جہالت سینہ میں دفن کرنے کی کوشش کرتی ہے اور جدوجہد کے میدان میں غفلت کا غبار پھیل کر قوت عمل کو مفقود کر دیتا ہے۔علاوہ ازیں عوام کا میلان اور رزق کا حصول راستہ کی رکاوٹ بنتا ہے۔شیطانی وسوسوں کا لشکر اس پر تاراج کرتا ہے اور ان تمام فتنوں کو یقین کی قوت سے بیکار اور کمزور کرنا چاہیے تاکہ ایک ساعت وہ ہماری طرف متوجہ ہو جائے۔

کتاب گھر کی پیشکش کتاب گھر کی پیشکش

* * *

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

نقش جیلانی

حیات وتعلیمات شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ پر ایک مستند کتاب، جسے آپ تک پہنچایا ہے محمد یوسف جاوید (قلمی نام محمد ابو خلدون) نے۔ پہلے باب میں حضرت شیخ کی پیدائش سے لے کر ان کے سفر بغداد کے حالات کا ذکر ہے۔دوسرا باب ان حالات کا جائزہ ہے جن سے حضرت شیخ سے پہلے اور ان کی زندگی میں امت مسلمہ گزر رہی تھی۔تیسرا باب حضرت شیخ کی دینی تعلیم اور اس کے بعد حضرت حماد بن مسلم کی مجلس میں حاضری اور ان کی صحبت میں راہ طریقت طے کرنے کے بارے میں ہے۔چوتھا باب حضرت کی زندگی کے دیگر حالات اور بعض اکابرامت کے ان کے بارے میں تاثرات پر مبنی ہے۔پانچواں باب تصوف یا تزکیہ باطن کا ایک عمومی تعارف ہے اور ساتھ ہی اس بارے میں حضرت شیخ کی بعض تعلیمات بھی آ گئی ہیں۔چھٹا باب حضرت شیخ کی تصنیفات کا ایک مختصر جائزہ ہے۔ساتواں باب حضرت شیخ کی تعلیمات پر مبنی ہے۔یہی باب اس کتاب کا مرکزی باب ہے۔اس میں عقائد، معاملات، معاشرت اور اخلاقیات پر حضرت شیخ کے اقوال ان کی تصنیفات سے پیش کیے گئے ہیں۔

نقش جیلانی، کتاب گھر پر دستیاب۔جسے **تحقیق و تالیف** سیکشن میں دیکھا جا سکتا ہے۔

چوتھا باب

قالب آدم علیہ السلام کی تخلیق

مؤرخین پاکیزہ تحریر و مفسیرین باتمکین نے لکھا ہے کہ جب مشیت ایزدی اس بات کی متقاضی ہوئی کہ جناب آدمؑ کو پیدا فرمایا جائے تو اس ذات پاک نے زمین غم ناک کو پیغام دیا:

انی خالق منك خلقامنهم من یطیعنی و منهم من یعصینی فمن اطاعنی ادخله الجنة و من عصانی ادخلنه النار۔

یعنی "اے خاک میں تجھ سے ایسی مخلوق کو تخلیق فرماؤں گا جن میں سے بہت سے اطاعت و فرمانبرداری کے پیکر ہوں گے تو اس مخلوق میں ایسے بھی ہوں گے جو کفر و عصیاں کے خوگر۔ ان اطاعت کرنے والوں کو جنت عطا فرماؤں گا اور نافرمانوں کو دوزخ میں عذاب دوں گا۔"

زمین نے بارگاہ رب العالمین میں بصد تضرع و زاری عرض کیا، اے رب کریم تیرا فرمان ہے کہ تیری بعض مخلوق ناز و نعم میں ہوگی۔ یہ میری خوش بختی ہے لیکن مجھے خوف و خطرہ اس بات کا ہے کہ مجھ سے بنے ہوئے کچھ انسان آتش دوزخ کا ایدھن بنیں گے۔ یہ کہتے ہوئے خاک کی آنکھوں سے اشکوں کی لڑیاں بکھرنے لگیں اور اس کا عجز و انکسار اب تک جاری و ساری ہے۔

اس کے بعد جناب جبرائیل سے خطاب ہوا کہ مٹی کی طلب میں خطہ زمین پر جائیں اور خطہ زمین سے ایک تودہ خاک شمشاد لے کر آئیں جو خلقك فسوّٰیك فعدلك کی صفات سے متصف ہو اور مصور۔ وصور کم فاحسن صور کم۔ تمہیں حسن صورت کے ساتھ تخلیق فرمایا۔ عمدہ شکل و صورت کے ساتھ کارخانہ قدرت میں صورت گری کی جائے اور اس کی تعریف و تصویف ان الفاظ میں کی جائے۔ فتبارك الله احسن الخالقین۔

حضرت آدمؑ کا خمیر خطہ زمین سے:

حکم الٰہی کے مطابق جب جناب جبرائیل خطہ زمین پر تشریف لائے تاکہ اس خطہ سے خمیر کے لئے مٹی حاصل کریں۔ اس وقت زمین نے زبان حال سے عرض کیا۔ اعوذ بعزت الذی ارسلك ان تاخذ منی الیوم شیایکون منه غدا فی النار۔ یعنی اللہ رب العالمین کے قہر و غضب سے پناہ طلب کرتی ہوں کہ تم میرا کچھ حصہ اس لئے لو کہ وہ کل قیامت کے دن آگ میں جلایا جائے۔

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

خاکِ ارضی کا عذر:

جناب جبرائیل نے فرمایا کہ اس کے علاوہ کوئی خاص عذر بیان کرو۔ زمین نے کہا کہ میں دو کاموں کے لئے مقرر کی گئی تھی۔ خوش رفتار اور اس سلسلہ میں اتینا طیعین۔ میری صفت رفتار کو ظاہر کرتی ہے لیکن ایک دن میں میدان قدرت پر چہل قدمی میں مشغول تھی اور اس دوران میں اضطراب کا اظہار کر رہی تھی کہ ناگہانی طور پر میرا پیر ایک پتھر پر پڑا اور ایک میخ میرے پیر میں گڑ گئی۔ والجبال اوتادا۔ اب میں ایک جگہ مستحکم ہوں اور ایک جگہ پڑی ہوئی رنج و غم برداشت کر رہی ہوں۔

اس گفتگو کے بعد جبرائیل واپس آ گئے۔ جبرائیل نے رب العالمین سے عرض کیا کہ تیرے حکم سے سرتابی نہیں لیکن ایک بات عرض کرنی ہے کہ میں نے ایک بوری خاک ایک گائے پر دیکھی۔ میں نے چاہا کہ اس میں سے ایک مشت اٹھا لوں لیکن مجھے رحم آ گیا۔ جبرائیل کی عرضداشت سن کر خلق کائنات نے جناب میکائیل سے فرمایا کہ تم جاؤ۔ وہ تعمیل ارشاد میں روانہ ہو گیا اور زمین پر آ کر خاک سے کہا، تیری کوئی تمنا اور آرزو ہے۔ اس نے کہا کہ اس مٹی سے ایک برتن بنائیں جس کی صفت صلصال کالفخار۔ ہو اس کے بعد اسے گلاب سے تر کریں۔ ثم رش علیھم من نورہ جسکی صفت ہو اس پر اس کو آب حیات سے بھر کر نفخت فیہ من روحی کا نشان لگا دیں۔ زمین نے عرض کیا کہ اے میکائیل اگر ایسا ہی ہو جائے کہ ایسا برتن بنا کر اسے آب حیات سے پُر کر دیا جائے تو میری خوش قسمتی ہو گی لیکن مجھے تو خوف اس بات کا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا ایک برتن بنا کر اس کو آگ میں ڈال دیا جائے اور کہہ دیا جائے۔ ھولاء فی النار ولا ابالی اور اسے ذق انك انت العزیز الکریم کی شراب سے آلود کر کے اس کو خون اور پیپ سے بھر کر فرمایا دیا جائے: فشاربون من الحمیم۔

جناب میکائیل بھی حضرت جبرائیل کی طرح اس گفتگو سے متاثر ہو کر واپس ہو گئے۔ خطاب باری ہوا کہ اے میکائیل تم بھی خالی ہاتھ واپس آئے۔ عرض کیا، الٰہی تو نے مجھے ایک بھوکی مخلوق کے پاس بھیج دیا جس نے فرط بھوک سے پیٹ پر پتھر باندھ رکھے ہیں اور بخل یا عدم توجہ سے اس کے چشمے خشک ہو گئے اب ان چشموں سے پانی ٹپکنا بند ہو گیا ہے۔ میں ایسی بے بضاعت اور مفلوک الحال سے کیا لوں اور اس کے پاس دینے کے لئے ہے بھی کیا۔

میکائیلؑ و اسرافیلؑ زمین پر آتے ہیں:

میکائیلؑ کے بعد جناب اسرافیلؑ کو حکم ہوا۔ اب تم جاؤ جب وہ اس کام کے لئے روانہ ہوئے تو خاک نے ان سے کہا کہ اے اسرافیلؑ اگر آپ مجھے اس خدمت سے معاف رکھیں تو بہتر ہو گا کیونکہ میرے اندر اس بات کی صلاحیت ہی نہیں کیونکہ آپ جس دن صور پھونکیں گے اور اس آواز سے کائنات کی حالت دھنکی ہوئی روئی کی طرح ہو گی۔ وتکون الجبال کالعھن المنفوش۔ اور پہاڑ دھنکی ہوئی روئی کی طرح ہو جائیں یا اس آواز سے میرے کان بہرے ہو جائیں اور جب اذا زلزلت الارض زلزالھا۔ کی آواز یا کوئی دوسری آواز میرے کانوں میں آئے۔ ھل ینظرون الاصیحة واحدة۔ کی تعمیل میں جو کچھ میرے پاس ہے اس کو صحرا میں رکھ دوں اور اخرجت الارض اثقالھا، کا پیغام میرے پاس

آئے، بان ربك اوحیٰ لها، اور جو راز میرے دل میں ہے وہ نری الارض یارزة لهم کی تعمیل کے سامنے رکھوں کہ یومئذ تحدث اخبارها جس کے اوصاف ایسے ہوں وہ شرط خلافت کیونکر ادا کر سکے گا اور محبت کے اسرار کو کیونکر چھپائے گا۔ اس گفتگو کے بعد جناب اسرافیلؑ نے اس کے عذر کو قبول کر لیا اور واپس ہو گئے۔ بعض روایتوں میں جناب اسرافیل کو روانہ کرنے کی روایت نہیں آئی ہے بلکہ جناب جبرائیلؑ و اسرافیلؑ کی روایت آئی ہے اور بعض روایتوں میں جناب میکائیل و جبرائیل کا نام آیا ہے۔ (اللہ تعالیٰ حقیقت حال کو بہتر جاننے والا ہے۔)

عزرائیلؑ تلاش خمیر آدم میں:

ان کے جانے کے بعد جناب عزرائیل (ملک الموت) کو حکم ہوا کہ اب تم جاؤ کیونکہ تمہاری صفات میں زندگی کی لذتوں کو ختم کرنا اور گروہوں کو نیست و نابود کرنا ہے لہٰذا تم اس کام کو بحسن و خوبی انجام دو گے زمین پر جاؤ اور اس پر قبضہ حاصل کرو لیکن اس معاملہ میں اس کا کوئی عذر نہ سننا، اس کی عاجزی و گریہ وزاری پر توجہ نہ کرنا اور اس مہم کو انجام تک پہنچانا۔ الغرض ملک الموت آ کر اور زمین سے مخاطب ہوئے کہ بوڑھی عورتوں کی طرح رونے دھونے کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوتا، نہ میں یتیم بچوں کی گریہ زاری سے اثر لیتا ہوں کیونکہ بندوں کی باتیں حکم شاہی کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں، لہٰذا احکام قضا وقدر میں کسی کا کوئی اختیار نہیں اور کسی عذر خواہی کی گنجائش نہیں ہے۔

زمین نے کہا کہ اگر میں گریہ زاری کروں تو کیا بات ہے اور اگر خون کے آنسو روؤں تو اس کی سزا یہ ہوگی کہ میری ایک مشت خاک سے ایک گناہ گار وجود کو کتم عدم سے منصۂ شہود پر لایا جائے جس کی وجہ سے ذلت کا داغ میری پیشانی پر لگے گا۔ ملک الموت نے زمین سے فرمایا کہ اولاد کی نافرمانی ماں اور باپ کے اعمال کی وجہ سے ہے اور پہلی نافرمانی تم سے سرزد ہوئی ہے کہ تین مرتبہ تجھے بلایا گیا ہے اور تجھ سے کچھ طلب کیا گیا لیکن تو نے اس پر کوئی توجہ نہ کی۔ اگر تو پہلی ہی مرتبہ میں تعمیل حکم کر لیتی تو تیری تمام اولاد مطیع و فرمانبردار ہوتی۔

الغرض زمین نے بہت سے عذر کئے لیکن جناب عزرائیلؑ نے ان پر کوئی توجہ نہ کی اور چالیس جگہ ہاتھ بھر گڑھے کر کے مختلف اطراف و اکناف سے مٹی حاصل کی اور اس میں خصوصیت خطہ مکہ و طائف کو حاصل رہی۔

خاک ارضی پر رحمت خداوندی:

اس کام کے وقت زمین نے بہت شور مچایا، آہ وزاری کی اس وقت خطاب الٰہی ہوا کہ اے زمین غم مت کر جو کچھ ہم تجھ سے لیں گے اس سے زیادہ اور بہتر تجھے واپس کریں گے۔ اگر تجھ سے سیاہ مٹی لیں گے تو اس کے بدلے حسین وجمیل آفتاب و ماہتاب کی طرح چمکتے دھمکتے چہرے تیرے پاس واپس کریں گے اگر مشت خاک لیں گے تو پاک بندے عطا کریں گے اگر بسیط لیں گے تو بحر محیط کریں گے۔ حملناهم، کے مصداق لیں گے تو فضلناهم کے مصداق عطا فرمائیں گے۔ حما مسنون لیں گے ان کی جگہ فرائض وسنن کے حامل لائیں گے۔ خاک معطل لے کر عارف کامل لائیں گے۔ کلام حاصل یہ کہ زمین سے مٹی حاصل کی گئی اور جس جگہ سے جتنی بھی اٹھائی گئی تھی اس جگہ اس کا نعم البدل فراہم کیا گیا۔ اسی لئے میت کو غسل اور اس کو خوشبو لگانا اس قبولیت کی دلیل کی وجہ سے مقرر و لازم کیا گیا۔ چونکہ اجزاء کے خاکی کا

اختلاف اور اس کا مختلف جگہوں سے حاصل کرنا اطوار طباع مزاج ورنگ یہ انسانوں کی طبیعتوں کے اختلاف پر دلالت کرتے ہیں اور یہی اسباب اختلاف طبائع ورنگ ونسل ہیں کیونکہ کیفیات مقدار ماہیت عادتوں، شکلوں اور دیگر امور میں ظاہر ہوئے اور ہوتے رہیں گے۔

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

عزرائیلؑ کے فرائض کا آغاز:

جب جناب ملک الموت زمین پر قبضہ حاصل کر کے اس سے مٹی کے نمونے لے کر بارگاہ احدیت میں حاضر ہوئے، اس وقت خطاب باری ہوا کہ اے عزرائیل جس وقت تم اس سے مٹی حاصل کر رہے تھے، اس وقت اس نے ہماری پناہ طلب کی۔ عزرائیل نے عرض کیا، بے شک اس نے ایسا کیا۔ رب کریم نے فرمایا کہ تم نے دوسرے فرشتوں کی طرح اس پر رحم کیوں نہ کیا۔ عزرائیلؑ نے کہا کہ احکام پر عمل کرنا رحم سے زیادہ مقدم ہے لہٰذا میں نے تیرے احکام پر عمل کیا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا، تمہارے اس جذبہ کو قبول کرتے ہوئے تمہیں قابض ارواح ملک الموت کا منصب عطا کرتا ہوں۔ اب تم سب کی روحیں قبض کیا کرو گے۔ یہ سن کر ملک الموت رونے لگے کہ اے خدا اولاد آدم میں اولیاء و اصفیاء بھی ہوں گے اور مخلوق میں کوئی دوسری مخلوق تو نے ایسی پیدا نہیں کی جو اس موت سے زیادہ بری سمجھی جاتی ہو۔ اسی طرح جب برگزیدہ خلائق بندے مجھے قابض ارواح سمجھیں گے تو مجھے اپنا دشمن خیال کرنے لگیں گے۔

حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ملک الموت ان کی موت کے لیے میں اسباب و وجوہ بناؤں گا تاکہ موت کو ان اسباب وعلل کا نتیجہ سمجھا جائے اور اس میں تمہارا کوئی واسطہ نہ ہوگا اس لئے تمہیں اپنا دشمن خیال نہ کریں گے اور اپنے عزت وجلال کی قسم جو تمہیں اپنا دشمن سمجھے گا وہ میری خدائی کا دشمن ہوگا۔

فرزندان آدم (علیہ السلام) میں کسی کو بخار میں کسی کو درد سر میں مبتلا کروں گا، کسی کو آگ میں جلاؤں گا، کسی کو پانی میں غرق کراؤں گا اور کوئی دیوار کے نیچے آ کر مرے گا۔ کسی کی موت گھوڑے سے گر کر ہوگی اور کوئی دوسرے عبرتناک طریقہ پر مرے گا تاکہ تمہارے اوپر الزام نہ آئے۔ قصہ مختصر یہ کہ جناب عزرائیل تعمیل ارشاد میں کوئی پس وپیش نہ کر سکے۔

قالب آدم پر بارشیں:

اس کے بعد رب تعالیٰ نے بادل کے ایک ٹکڑے کو حکم دیا کہ وہ اس تودہ خاک پر چالیس شبانہ روز برسے۔ کہا گیا کہ یہ بارش غم واندوہ کی تھی جو اس پر برسی۔

دوسری روایت کے مطابق دریائے مالامال سے مسلسل چالیس سال اس تودہ خاک پر غم واندوہ کی بارش ہوتی رہی اور دریائے مالامال وہ دریا ہے جو عرش کے نیچے بہہ رہا ہے جس کا دوسرا نام بحرالاخراق بھی ہے۔ ایک قول کے مطابق انتالیس سال تک غم کی بارش ہوتی رہی اور جب یہ مدت پوری ہوئی تو چالیسویں دن مسرت وشادمانی کی بارش ہوئی اور یہ امر واقعہ ہے کہ انسان اگر سو مرتبہ پریشانیوں کا شکار رہے تو ایک مرتبہ وہ مسرت و شادمانی سے بھی ہمکنار ہوتا ہے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ رب العالمین نے اس بادل کو حکم دیا کہ بارش کے قطرے ایک دن یا ایک سال ہجر مسرت و

شادمانی سے لے کر خاک جسد آدم علیہ السلام پر برسائے جائیں تاکہ وہ مٹی اور گارے کی صورت اختیار کر لے۔

حاصل کلام یہ کہ انسان کو پریشانیوں کی زیادتی اور سکون واطمینان کی کمی کا سبب یہی ہے، کہ غم واندوہ کی بارش زیادہ ہوئی اور سکون و اطمینان مسرت وشادمانی کی کم۔

یہاں یہ امر قابل توجہ ہے کہ رب تعالیٰ نے پہلے غم واندوہ کی بارش کا حکم دیا اور اس کے بعد مسرت وشادمانی کی بارانِ رحمت کا، کیونکہ اگر غم اندوہ زیادہ ہو جائیں تو آخر میں مسرت وشادمانی کا دور دورہ ہو جائے۔

دستِ قدرت کا شاہکار:

ان مراحل کے بعد خلاق عالم کا کرم خمیر آدم (علیہ السلام) کی جانب ہوا اور چالیس دن (جو دنیا کے چالیس سال کے برابر ہیں) اس خمیر میں دست قدرت سے کاریگری فرمائی اور اس طرح چالیس دن میں جناب آدم کا خمیر مکمل ہوا۔

خمیر آدم کے مختلف اجزاء:

پہلے جناب اسرافیلؑ کو حکم ہوا کہ چشمہ قدرت سے چند قطرے پانی اس خمیر پر ڈالا جائے اور اے جبرائیلؑ ہمارے لطف کی تھوڑی نسیم سحر اس میں شامل کر اور اے میکائیلؑ ہمارے ابتلاء وآزمائش سے تھوڑی آگ اس میں شامل کرتا کہ ان سب کو ملا کر اس خمیر سے اپنے خلیفہ ونائب کا پتلا بنائیں تاکہ خاک سے وہ عاجزی وانکساری سیکھے۔ اور ہوا سے وہ چلنے پھرنے کا حال معلوم کرے اور آگ سے حالات زندگی کو معمول پر لائے اور پانی سے رواں ہونے کے متعلق معلوم کرے تاکہ عبدیت کے میدان میں خاک کی طرح سرنگوں ہو اور مناجات کی محراب پر پانی کی طرح رواں ہو۔

تخلیق قالب آدم پر قرآن کی رائے:

یہاں یہ سوال قابل توجہ ہے کہ قرآن کریم میں تخلیق آدم کا ذکر کتنے مواقع پر بیان کیا گیا ہے۔ کہیں ان کے اصل وجود کے بارے میں فرمایا گیا۔ خلقکم من تراب اور کہیں یہ فرمایا گیا کہ ہم نے تمہیں مٹی اور وہ بھی کیسی من طین لازب اور کہیں فرمایا گیا کہ تمہاری تخلیق خوشبودار مٹی سے۔ من حماء مسنون۔ ایک جگہ فرمایا گیا کہ ایسی مٹی سے جس طرح ٹھیکرے ہوتے ہیں۔ من صلصالٍ کالفخار۔ ان تمام آیتوں میں مطابقت کس طرح ہوگی کہ انداز تخلیق ہر آیت میں مختلف طریقے سے کیا گیا ہے۔ اس کا جواب اس طرح دیا جائے گا کہ ابتدا میں تخلیق سے قبل وہ مٹی تھی اور جب اس پر عالم آخرت، بحرالاحزان کے چھینٹے دیئے گئے تو اس نے خمیر کی حیثیت اختیار کر لی اور بتدریج اس نے وہی مراحل طے کئے جو اوپر بیان ہوئے۔

ایک اور روایت کے مطابق ستر ہزار مقرب فرشتوں کو حکم ہوا کہ چشمہائے رحیق وسلسبیل کے پانی کو اس مٹی پر ڈالیں اور اس کو تر کریں پھر آب حیات سے اس کا گارا بنائیں۔ علاوہ ازیں ابر کو حکم ہوا کہ وہ بحرالاحزن (غم واندوہ کے دریا) سے پانی لے کر اس مٹی وخمیر پر بارش برسائے اور یہ بارش کا سلسلہ چالیس سال تک جاری رہا یہاں تک کہ وہ مٹی خمیر ہوئی اور اس کا رنگ بھی سیاہ ہو گیا پھر آفتاب قدرت نے اس کو خشک کیا۔

بعض روایات کے مطابق کہ مٹی کو گوندھا جانے کے بعد پتلا آدمؑ کے اعضاء وجوارح بنائے گئے اور اس پتلا کو خشک کیا گیا۔

اور بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ اس مٹی کو خشک کیا گیا، یہاں تک کہ وہ ٹھیکروں کی شکل ہوگئی یا اس نے سخت مٹی کی صورت آدم اختیار کرلی اور یہی بات قدرت کے کمال کا اظہار کرتی ہے۔ (واللہ اعلم)

بعض روایات میں آیا ہے کہ آدم (علیہ السلام) کے ہر عضو کو زمین کے ایک حصہ سے بنایا گیا اور اس بہشتی زر و جواہر سے مدد لی گئی۔ ایک اور روایت کے مطابق جناب آدم علیہ السلام کے سر کو خاک مکہ سے بنایا گیا۔ گردن بیت المقدس کی مٹی سے سینہ عدن کی خاک سے پیٹ اور پیٹھ کے بنانے میں ہندوستان کی مٹی لگائی گئی۔ ہاتھ کے لئے مشرق سے اور پیروں کے لئے مغرب سے مٹی حاصل کی گئی۔ گوشت پوست رگوں اور خون اور نسوں کے لئے تمام روئے زمین سے مٹی جمع کی گئی۔ اس کی وجہ سے متضاد اور مختلف طبیعتیں انسانوں میں پائی جاتی ہیں۔

نقاش فطرت کی معجزہ نمایاں:

جب ہر مقام کی مٹی خاک اور سیاہ مٹی ٹھیکرے جو (چالیس کی تعداد میں تھے) جمع کر کے ان کو یکجا کر کے خمیر کی حیثیت دے کر ان سے حضرت آدم علیہ السلام کا قالب بنایا گیا پھر اس کو اکٹھا کر کے چھوڑ دیا گیا اور دوسرے وقت اس خمیر سے ایک حسین وجمیل مرقع تیار کیا گیا اور نقاش فطرت نے ایک عجیب وغریب نادر الخلائق مجسمہ کو تشکیل دیا۔ اس تشکیل میں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کا سر مبارک بنایا جس میں ہزار ہا عجیب وغریب چیزیں بنائیں۔

اس کے بعد جبیں (پیشانی) کو ورق سیمیں کی شکل دی اور علم بالقلم کے علم کے معلم نے اس طرح یہ پیشانی لوح محفوظ کا نمونہ بنادی گئی۔

اس طرح سات طبقوں والے آسمان پر اس پتلا آدم کے سر کو ظاہر کر کے ان کی ابروؤں ان کی پیشانی کو تمام عالم کی نگاہوں کا محور بنادیا اور ان کو ایسا بنایا گویا وہ در مشکیں طاق جو افق عالم پر طاق کسریٰ کی حیثیت کو مات کرنے آئے ہیں۔

محراب جبیں کے بعد رخساروں کی دوسری محرابیں بنا کر اس میں دو قندیلیں روشنی کے لئے لٹکائی گئیں اور ان سے حلقہ چشم کو مزین کیا گیا اور ان قندیلوں کو جنہیں عرف عام میں آنکھیں کہا گیا۔ ہاتھی دانت کے تخت پر مشک وکافور کا بستر بچھا کر اس پر دلہن اور دولہا کی مانند ایک بستر پر ہم آغوش سلایا اور عنبریں بھنووں کو ان آنکھوں پر مور چھل بردار مقرر کیا اور پلکوں کو اس معزز دفتر تخلیق کے لئے پنکھا جھلنے کے لئے مقرر فرمایا۔ گویا کہ ابروؤں اور پلکوں کو عروس وعروسہ کی خدمت کے لئے خدمت گار مقرر کر کے اس کی عزت میں مزید اضافہ فرمایا۔ اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ مور کے پروں کا ایک تاج بنا کر سایہ کے لئے ان کے سر پر پھیلایا یا یوں کہیں کہ قبضہ داراں قدرت نے ان آنکھوں کے تیر کو ابروؤں کے کمان خانہ میں لگایا اور یہ تیر کمان سے نکل کر اپنے نشانہ پر جا بیٹھے۔ ان آنکھوں کی جو تعریف کہی ہے یا اس کے لئے جو بھی استعارے استعمال کئے جائیں کم ہیں۔ حقیقت حال یہ ہے کہ ان کی حیثیت الفاظ ومعانی سے بلند اور ارفع واعلیٰ ہے۔ ان آنکھوں کو بنانے کے بعد و من احسن من اللہ صبغہ۔ حسن وجمال کے لاتعداد رنگوں میں سے ایک منفرد رنگ منتخب کر کے اس عجوبہ روزگار ہستی کے لئے منتخب فرما کر اس کو وہ رنگ دیا۔ حلقہ ہائے گوش

سے اس کو پابند کر دیا اور اس چہرہ تابان پر چمک دمک پیدا کرنے کے لئے رنگا رنگ اور زرنگار لباس بنا کر اس چہرہ کے لئے حجاب مقرر فرمائے۔ چہرہ کے رنگ و اس کی رونق میں اضافہ کے بعد بینی مبارک کو اس انداز سے بنایا جس کے متعلق یہ کہنا غلط اور مبالغہ نہ ہوگا کہ بینی یا ناک جسم کا وہ حصہ ہے جس کو اہمیت حاصل ہے۔ اس کے متعلق یوں کہا جاتا ہے کہ عزت و احترام، قدر و منزلت کی کمی کے وقت یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں کی ناک کٹ گئی۔

اچھے بُرے کا امتیاز خوشبو بدبو کا فرق، مشک و عنبر کی قدردانی کا فریضہ اس ناک کو عطا فرمایا اور چشمہ واندان کے گرداگرد لب لعلین کا حلقہ بنایا اور اس یاقوتی دھان میں شراب ناب کا جام منڈھایا۔ زبان کے ساقی کو تمام حریف دانتوں کا سردار مقرر کر دیا۔

اور دونوں لب گویا وہاں کے دریا کے مرجان ہیں یا کہسار انسانی کے عقیق آبدار ہیں۔ اسی طرح زبان قرآن خوانی کے منہ کے عبادت خانہ میں بتیس حصوں سے بنی ہوئی کرسی کے عقب میں بٹھایا۔ غرضیکہ جسم کے تمام حصوں کو کسی نہ کسی خصوصیت سے نواز کر اس کو شرف و عزت کا تاج پہنا کر اسے عزت و مکرمت سے ہمکنار کیا جو عطا کرنے والے کے شایان شان تھی اور اس کے بعد قوت نطق جس سے روح مراد ہے اس کو بدن کے صدف میں موتی کی طرح ڈالا گیا اور قلب طوطی شکر و شکن کو سینہ کے قفس میں اپنے شکر کی شکر سے آمیختہ کر کے مانوس فرمایا۔

بہر حال جب پتلہ آدم مکمل ہوا تو چالیس سال تک خطہ زمین پر رہا۔ اس سلسلہ میں سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس بات پر قرآن کریم کی شہادت ان الفاظ میں مذکور ہے: **ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیا مذکورا۔** اس اثناء فرشتے فوج در فوج گروہ بنا کر اس کے پاس آتے اور اس کے حسن صورت سے متعجب ہوتے کیونکہ اس سے قبل انہوں نے کوئی ایسی وجیہ و شکیل حسین و جمیل صورت نہ دیکھی تھی۔ یہ دیکھ کر جب وہ اپنی منزل پر آتے تو تعجب سے ایک دوسرے کے ساتھ اس کی بابت گفتگو کرتے۔

ایک دن جناب شیخ نجدی اور حضرت عزرائیل کا بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس جگہ جہاں پتلا آدم (علیہ السلام) تھا گزر ہوا۔ ان حضرات نے اطلاع احوال کے لئے وہاں قیام کیا اور پتلا آدم (علیہ السلام) پر اپنی انگلی ماری۔ اس وقت اس پتلا سے آواز آئی کہ ایسا کوزہ جو مجاہدہ کی بھٹی میں پکار کر صلصال (ٹھیکرے) کی طرح کر دیا گیا ہے۔ یہی حیثیت بلا تمثیل و تشبیہ اس پتلہ کی ہے۔ محققین نے فرمایا ہے کہ یہ آواز پتلہ کی نہ تھی اور یہ کسی دوسرے کا عمل تھا۔

شیطانی فطرت کے اثرات:

جب یہ آواز عزازیل (ابلیس) نے سنی تو اپنے ساتھیوں سے کہا کہ پریشانی کی بات نہیں، **خلق محبوف لا یتماسک** اندر سے خالی مخلوق ہے اور اس کا خالی ہونا نقصان کا سبب بنے گا۔ تھوڑا انتظار کرو میں اس کے اندر دیکھوں اور اس پتلہ کے مناسک منافذ جسم انسانی کے راستوں اور سوراخوں کا جائزہ لوں۔ اس کے بعد تمہیں حقیقت حال سے مطلع کروں گا۔

اس کے بعد وہ شکم پتلہ آدم میں داخل ہوا اور قلب کے حصہ کو دیکھا جسے تمام کون و مکاں کی آرائشوں سے مزین پایا۔ اس نے امکانی کوشش کی کہ حصہ قلب میں کوئی تصرف کرے پتلہ کے سینہ کا حصہ جو رتبہ میں آسمانی بارہ برجوں سے زیادہ معزز و متحرر ہے نہ گزر سکا اور قلب پتلہ آدم

نے اس کو واپس کر دیا اور اس کو ابدی طور مردود بارگاہ بنا دیا۔

الغرض جب ابلیس اس قلعہ انسانی سے باہر آیا تو ساتھیوں نے کیفیت حال معلوم کی اس نے ان تمام حالات کی تفصیل جس کا اس نے مطالعہ کیا تھا بتائی کہ اس کی کیفیت ایک شہر کی سی ہے لیکن وہ اسرار و اعجاز کا ایسا نمونہ ہے جس کے اسرار معلوم کرنے کی میں نے سعی بلیغ کی لیکن ان اسرار کا سراہی معلوم نہ ہو سکا اور یہی میری حیرانی کا سبب ہے اور میں اس سے ہراساں، پریشان اور خوفزدہ ہوں اور اس بات کو اپنی تباہی و بربادی کا سبب خیال کرتا ہوں۔ ابلیس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اگر اس خاکی پتلہ کو تم پر فوقیت دے دی گئی تو تمہارا رد عمل کیا ہوگا۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہم تو ان کی اطاعت و فرمانبرداری کریں گے تب ابلیس نے کہا لیکن میں تو اتباع و فرمانبرداری نہ کر سکوں گا اور اگر انہیں مجھ پر فضیلت دی گئی تو میں ان کو ہلاکت میں ڈال دوں گا۔ بہت سے مفسرین نے کہا ہے کہ آیت کریمہ ما تبدون و ما کنتم تکتمون۔ میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ ما اظہر الملائکۃ من الطاعۃ و ما اسر ابلیس من المعصیۃ۔ "جو کچھ ملائکہ نے اطاعت کا مظاہرہ کیا اور ابلیس نے معصیت و نافرمانی کا اظہار کیا۔"

قالب آدم میں روح پھونکی گئی:

جب قالب آدم (علیہ السلام) تکمیل کے مراحل سے گزر گیا اور اس میں روح پھونکنے کا وقت آیا۔ اس وقت سب سے پہلے حضرت جبرائیل کو خطاب ہوا کہ اے عالی مرتبت اور ذی عزت و وقار جوہر جو باعث تخلیق کائنات خواجہ لولاک جناب احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پاک کی خاک اقدس سے بنایا اور اس کو آب تسنیم اور نہر سلسبیل میں دھویا گیا تھا جو نور محمدی علیہ التحیۃ والثناء کے گوہر کا صدف ہے جس کو عرش کے پائے میں لٹکایا گیا تھا لے کر آئیں اور جبین آدم میں جو گڑھا میں نے رکھا ہے اس سے اس گڑھے کو پُر کریں اور یہ امانت جناب آدم کی پیشانی کی تابندگی کا سبب ہوگی۔ جبرائیل نے تعمیل ارشاد کی۔ جبکہ دوسرے ملائکہ حکم ربی کے منتظر تھے القصہ جب کام مکمل ہو گیا تو پتلہ آدم میں روح پھونگی گئی۔

***

داستان مجاہد

عظیم اسلامی ناول نگار نسیم حجازی کا ایک ایمان افروز ناول۔ مجاہدوں کی زندگی کی ایک مختصر سی جھلک۔ نسیم حجازی کے اسلامی ناولوں کی پہلی کڑی۔ یہ ناول کتاب گھر پر دستیاب۔ جسے **ناول** سیکشن میں دیکھا جا سکتا ہے۔

پانچواں باب

قالب آدم علیہ السلام میں لطیف روح

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

جب قالب انسانی کا قصر استاد و قدرت کی دستکاری سے مکمل ہو گیا اور دل کا تخت عالی بخت سینہ سرا مین ایمان وسکینہ کے فرش سے آراستہ و پیراستہ ہو کر تخت نشینی کا وقت آیا تو رب العالمین نے روح سے جو عالم امر کی خلوت سرا کی شاہد ہے، خطاب فرمایا تو روح فرط مسرت سے جھوم اٹھی۔

رب تعالیٰ نے فرمایا، ادخل فی هذا الجسد الذی خلقة۔ اس جسم میں جس کو میں نے اپنے دست قدرت سے بنایا ہے داخل ہو جا۔ روح نے جب اس جسد خاکی کو تاریکی اور ظلمت کی آماجگاہ دیکھا تو معذرت کرنے لگی اور عرض کیا کہ اس میں تو تاریکی ہی تاریکی ہے۔ نفس متنازعہ کے ساتھ میرا قیام ممکن نہیں۔ دوسری مرتبہ پھر اس کو داخل ہونے کا حکم ہوا لیکن روح نے پھر معذرت کی تیسری مرتبہ حکم ملنے پر بھی روح نے معذوری کا اظہار کیا تو چوتھی بار عتاب کے انداز میں حکم ملا کہ بلا اکراہ جسم میں داخل ہوا اور اسی طرح اس سے واپس ہونا جس طرح روح زبردستی جسم میں داخل کی گئی اور اسی طرح جسم سے نکالی جائے گی۔

بعض اہل دل حضرات نے فرمایا کہ روح کے انکار کا سبب بظاہر یہ بھی تھا کہ روح لطیف و نورانی ہے جبکہ جسم آدم کثیف و ظلمانی اس لئے اس میں داخلہ اختلاط اور ہمنشینی سے اقرار کر رہی تھی لیکن جب شمع جمال محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جبینِ آدم میں منور کیا گیا اور اس کی نورانی شعاعوں سے جسم آدم منور ہوا فوراً عشق و محبت کی آگ اس کے (روح) دل میں روشن ہوگئی اور بلاتردد سر مبارک جناب آدم علیہ السلام میں داخل ہوئی ان کے دماغ کے شریان روح انسانی کے اثر سے آگاہ ہوئے اس طرح چالیس سال روح کاسہ سر میں گھومتی رہی اور جس طرف بھی پہنچتی تو بدن کا وہ حصہ جو ٹھیکروں کی طرح ہو گیا تھا گوشت پوست میں تبدیل ہو جاتا۔ اس طرح روح منتقل ہوتی رہی آنکھوں تک آئی اور وہاں جا کر ٹھہر گئی اور اس زاویہ جسمانی ظلمانی نے اس شمع نورانی کی وجہ سے آنکھیں کھول دیں۔ ان آنکھوں سے اس پتلہ نے دیکھا کہ ابھی تک قالب کی مٹی تر ہے لیکن اس میں جان و دل کے قبول کے آثار موجود تھے۔ اس وقت اس پتلہ کو اپنی قدر و قیمت معلوم ہوئی اور عالم بالا کے لطائف و عواطف معلوم کئے اور من عرف نفسه فقد عرف ربه، کے اسرار سے آگاہی حاصل کی اور اللہ باللہ کی معرفت حاصل کی۔

قالب آدم میں مقام مصطفوی علیہ السلام:

جب قالب آدم علیہ السلام میں روح پھونک دی گئی اور ان کی آنکھیں روشن ہوگئیں تو ان کی سب سے پہلی نظر جو اٹھی تو وہ لوح محفوظ اور عرش مجید پر پڑی تو انہوں نے لوح محفوظ پر لکھا دیکھا، لا اله الا الله محمد رسول الله امت مذنبة و رب غفور۔ اس مطالعہ سے انہیں

دو باتیں معلوم ہوئیں۔

(1) مقام وعظمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

(2) اور عصیاں ونسیاں امت مسلمہ اور انہیں دو باتوں سے وہ تفکر میں پڑ گئے۔

صاحب خلاصۃ الحقائق نے لکھا ہے کہ آدم علیہ السلام نے جناب باری تعالیٰ میں عرض کیا، الٰہی وہ شخصیت کس کی ہے جس کا نام نامی تیرے نام کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ رب کریم نے فرمایا کہ وہ ذات گرامی میرے پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر کی ہے جو تمہاری اولاد سے ہوں گے اور ان کو یہ شرف ومنزلت عطا فرمائی ہے کہ اگر تمہارے پائے استقلال میں کوئی لغزش آئی تو ان کی شفاعت کی وجہ سے اس سے درگزر فرماؤں گا۔

اس وقت جناب آدم (علیہ السلام) کو خیال ہوا کہ قاعدہ تو یہ ہے کہ باپ بیٹے کی لغزشوں کا مداوا کرتا ہے لیکن یہاں معاملہ برعکس ہے اس وقت جناب جبرائیل کو حکم ربی ہوا کہ جاؤ اور میرے بندے کی خبر گیری کرو ایسا نہ ہو کہ اس کے دل کا خطرہ ہلاکت کا سبب بن جائے۔ اس کے دل سے یہ خیال نکالو۔ حکم ربی کے مطابق حضرت جبرائیل امین آئے اور سینہ آدم علیہ السلام کو چیرا اور اس سے نصف خطرہ (خیال) دل سے نکال دیا اور نصف کو باقی چھوڑ دیا اور اپنے نکالے ہوئے حصہ کو بہشت میں دفن کر دیا۔

اور یہی نصف حصہ جو بہشت میں دفن کیا گیا تھا اس نے بیج کی شکل اختیار کی اور ایک تناور درخت بن گیا جو آخر میں لغزش جناب آدم علیہ السلام کا سبب بنا اور وہ حصہ جو سینہ آدم علیہ السلام میں باقی تھا۔ وہ نفس امارہ بالسوء اس کو نفس امارہ کا نام دیا گیا اور یہی نفس امارہ قیام قیامت تک اولادِ آدم کی کلفت و پریشانی کا سبب بنا رہے گا۔ واللہ اعلم۔

جسم انسانی کی پہلی حرکت:

اس کے بعد روح رب العالمین کی اجازت سے ناک اور کان کی طرف متوجہ ہوئی اور اس صحبت کی برکت سے ہوش وحواس کو کان کے راستہ سے باہر کیا، جس کے نتیجہ میں چھینک کے لئے ناک کے نتھنوں کا راستہ کھل گیا اور جناب آدم علیہ السلام کو پہلی مرتبہ چھینک آئی تو روحانی اثرات زباں کی جانب متوجہ ہوئے اور ناطق زبان سے شکر الٰہی کے شکر آمیز کلمات ادا کئے اور خالق کائنات کی حمد وثناء ان الفاظ میں بیان کی، الحمد للہ رب العلمین۔ بلکہ حضرت قتادہ وضحاک رضی اللہ عنہم کی روایات کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کے پاس وحی آئی اور آپ نے چھینک کے بعد خالق ومالک کی حمد وثنا بیان کی جس کے جواب میں حق تعالیٰ نے فرمایا، **یرحمك ربك و لهذا خلقتك یاآدم**۔ اے آدم تم نے میری نعمت کے حصول کے بغیر میری حمد کی ہے لہٰذا میں نے تمہارے ناکردہ گناہوں کو معاف فرما دیا اور تم پر اپنی رحمت نازل فرمائی۔

یہاں اس سلسلہ میں ایک مثال اس طرح سمجھی جاسکتی ہے کہ ایک ماں جبکہ اس کا بیٹا راستہ میں ہوتا ہے اور گھر میں داخل نہیں ہوتا۔ لیکن وہ اس کی آمد سے قبل ہی اس کے لئے ضروری انتظامات کرتی ہے کیونکہ وہ اس کی عادات وضروریات سے واقف ہوتی ہے اور ان انتظامات کے بغیر ضرورتیں پوری نہیں ہوتیں۔ بلا تمثیل وتشبیہ حضرت حق جل وعلا کو اپنے علم سے یہ معلوم تھا کہ حضرت آدمؑ کی سرشت میں خواہشات، حرص، حسد،

شہوت، عداوت دوسری صفات ذمیمہ کے علاوہ امراض اور ہلاکت خیزی ودیعت کیے گئے ہیں لہٰذا ان صفات ذمیمہ اور بیماریوں کا پہلے سے مداوا فرمایا گیا اور یرحمک ربک کے الفاظ سے ان کو محفوظ فرمایا۔ اور اپنی شفقت و رحمت کا اظہار فرمایا: و کان بالمؤمنین رحیما۔

زبانِ آدم پر پہلا جملہ:

سب سے پہلا جملہ جو زبان آدم سے ادا ہوا اور بارگاہ الٰہی میں سنا گیا وہ الحمدللہ تھا اور اس کے جواب میں سب سے پہلا خطاب جو حضرت آدم علیہ السلام سے ہوا وہ یرحمک اللہ تھا۔ الحمدللہ کا جملہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی نعمتوں کے برابر رہا اور جناب آدم علیہ السلام کے لئے تمام نعمتوں پر غالب آیا۔ اس سلسلہ میں رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اذا انعم اللّٰہ تعالٰی علی عبدہ نعمۃ فیقول العبد الحمدللّٰہ یقول اللّٰہ تعالٰی انظر وا الی عبدی اعطیۃ ما لا قدر لہ فاعطا نی مالا قیمۃ لہ۔ جب اللہ رب العالمین اپنے بندوں پر رحمت فرماتا ہے تو بندہ اللہ رب العالمین کی حمد و ثناء بیان کرتا ہے۔ اس وقت اللہ رب العالمین فرماتا ہے کہ میرے بندے کو دیکھو جو میری حمد و ثناء بیان کر رہا ہے لہٰذا میں اس کو وہ نعمتیں عطا فرماؤں گا جن کی کوئی قدر و قیمت نہیں لگا سکتا اور حقیقتاً اس نے ہمیں وہ نعمتیں عطا فرمائیں جن کی قدر و قیمت کا اندازہ نہیں ہو سکتا۔ اپنے اصل موضوع کی جانب آتے ہوئے یہ کہا جاتا ہے کہ کلمہ یرحمک ربک جناب آدم علیہ السلام کی تمام لغزشوں پر غالب رہا اور بمصداق سبقت رحمتی علیٰ غضبی اللہ رب العالمین کی صفت رحمت تمام کمزوریوں پر غالب آ گئی۔ یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ بندہ کی جانب سے حمد باری اور جناب باری کی جانب سے رحمت ان میں سے کون سی صفت بہتر ہے۔ فی الحال تو حمد نے رحمت پر سبقت حاصل کر لی۔ کل اگر رحمت تمہارے گناہوں پر غلبہ حاصل کر لے تو تعجب کی کیا بات ہے (کیونکہ جسد کو غلبہ بھی اس خالق کائنات کی رحمت کا رہین منت ہے)

جب حضرت آدم علیہ السلام نے رحمت الٰہی کا ذکر سنا تو اظہار تشکر کے طور پر ان کی روح وجد میں آ گئی۔ اور آپ نے اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر آہ بھری اور رونے لگے اور اپنی اولاد کے لئے یہ سنت چھوڑی کہ مصیبت و پریشانی کے وقت سر پر ہاتھ رکھ کر اظہار ندامت اور گریہ و زاری کیا کریں۔ اس وقت خطاب ہوا کہ اس آہ و فغاں اور رونے کا سبب کیا ہے۔ جناب آدم علیہ السلام نے عرض کیا، الٰہی میں کیوں نہ روؤں جب بھی آنکھ کھولتا ہوں تو اولاد کے گناہوں پر نظر جاتی ہے اور جب کانوں کو متوجہ کرتا ہوں تو تیرا خطاب یرحمک ربک سنتا ہوں اور ان دونوں سے لغزش کی بو محسوس ہوتی ہے اور لغزش عذاب کا سبب بنتی ہے اور میرے اندر تیرے عذاب کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ اہل تحقیق کے نزدیک جناب آدم علیہ السلام کی فضیلت اس عرضداشت کے بعد مستحق ہوگئی اور اس میں رحم کا جذبہ کارفرما تھا بلکہ حقیقت حال سامنے رہی اور یہ بات واضح ہوگئی کہ رحمت الٰہی کا نزول وقوع لغزش کے بعد توبہ و انابت کے قبول کا ذریعہ ہوتا ہے اور یہ ارشاد الٰہی کہ اے آدم تم لمۃ مذنبۃ تو دیکھتے ہو لیکن ربّ غفور کا مطالعہ کیوں نہیں کرتے۔

باریک بیں حضرات کی توجہ کے لئے یہ عرض ہے کہ آیۂ کریمہ والذین اوتو العلم درجات کے مصداق اہل بصیرت نے حضرت آدم علیہ السلام کی چھینک میں عجیب و غریب نکتے ارشاد فرماتے ہیں کہ جب روح قالب آدم علیہ السلام میں ہچکچاہٹ کر رہی تھی اور اس کی وجہ سینۂ آدم

علیہ السلام کی ظلمت وتاریکی تھی۔اس منظر کشی کرتے ہوئے فرمایا گیا: ان اللّٰہ خلق خلقه فی ظلمة۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو ظلمت وتاریکی میں پیدا فرمایا اور تاریکی کے دفعیہ کے لئے ایک شعاع نور جسد آدم میں ڈالی اور اس پر نور کی بارش فرمائی اور جب اس معطر بارش کی خوشبو حضرت آدم علیہ السلام کے دماغ میں پہنچی تو زکام زدہ کی طرح اس خوشبو کی زیادتی کی وجہ سے آپ کو چھینک آ گئی اور فوراً زبان سے نکلا، الحمدللہ اس وقت خطاب باری ہوا کہ اے آدم (علیہ السلام) خلق الانسان ضعیفا۔ "انسان کمزور وناتواں بنایا گیا ہے۔"

عام رواج یہ ہے کہ بڑے لوگوں کو کمزوری نقاہت یا کسی کمی کا احساس ہوتا ہے تو وہ تبدیلی آب وہوا کیا کرتے ہیں بلا تمثیل وتشبیہ حضرت آدم علیہ السلام سے کہا گیا کہ انسانی سرشت کے مطابق آپ کو تبدیل آب وہوا کی ضرورت ہے لہٰذا جنت کی گہری چھاؤں میں جا کر آرام کرو۔اور جناب آدمؑ حکم ربی کے مطابق جنت میں آرام کے لئے تشریف لے آئے۔

* * *

سبز گنبد کے سائے میں

سبز گنبد کے سائے تلے قاری اویس قادری کی ۲۰۰ سے زائد مشہور حمدیہ نعتیہ کلام کا مجموعہ ہے جو انہوں نے ٹی وی، ریڈیو اور نعتیہ مشاعرے میں پڑھی۔ اس نعتیہ مجموعے کو جناب غلام مجتبیٰ قادری نے ترتیب دیا ہے اور اس میں قاری اویس قادری کی بہت سے مشہور و معروف نعتیں موجود ہیں جیسے اللہ ہو اللہ ہو، گناہوں کی عادت چھڑا میرے مولا، کوئی تو ہے جو نظام ہستی چلا رہا ہے، اللہ کرم اللہ اللہ، یا رسول اللہ تیرے در کی فضاؤں کو سلام، میں مدینہ چلا، در پہ بلاؤ مکی مدنی، آیا ہے بلاوا مجھے دربار نبیؐ سے، تاجدار حرم ہو نگاہ کرم، بھر دو جھولی میری یا محمدؐ، نوری محفل پہ چادر تنی نور کی، جشن آمد رسولؐ، سرور کہوں کہ مالک و مولا کہوں تجھے، آسماں گر تیرے تلووں کا نظارہ کرتا، حضورؐ ایسا کوئی انتظام ہو جائے، تمہارا نام مصیبت میں جب لیا ہوگا، سبز گنبد کے سائے میں گھر چاہیے، میں تو پنجتن کا غلام ہوں، منقبیات بحضور غوث اعظمؒ، شاہ مرداں شیر یزداں، شکریہ آپ کا بغداد بلایا یا غوث اعظمؒ، سلطان اولیاء کو ہمارا سلام، سیدؓ نے کربلا میں وعدے نبھا دیے، سرکار غوث اعظمؒ، سلطان کربلا کو ہمارا سلام، سن لو اے پیروں کے پیر، جیے شاہ نورانی، کلام صلاۃ وسلام، کلام میاں محمد بخشؒ، حضرت سلطان باہوؒ، مصطفیٰؐ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام، یا نبیؐ سلام علیک یا رسول اللہ سلام علیک، اے بیابان عرب تیری بہاروں کو سلام۔

سبز گنبد کے سائے میں کتاب گھر پر دستیاب ہے جسے **شاعری حمد و نعت** سیکشن میں دیکھا جا سکتا ہے۔

چھٹا باب

فرشتوں کو سجدے کا حکم الٰہی اور ابلیس کا انکار

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

خدائے بزرگ و برتر نے تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ ''اسجدو لادم،'' حضرت آدمؑ کو سجدہ کرو۔'' تمام ملائکہ نے تعمیل ارشاد میں سرخم کر دیئے اور سب سے پہلے حضرت جبرائیلؑ نے سر نیاز کو زمین پر رکھا۔ ان کے بعد میکائیلؑ اور ان کے بعد اسرافیلؑ اور ان کے بعد عزرائیلؑ نے سجدہ کیا۔ ان مقرب فرشتوں کے بعد تمام ملائکہ سر بسجود ہوئے۔ ہر فرشتے کو اس کے منصب کے مطابق اعزاز و اکرام کے ساتھ نوازا گیا۔ جناب جرائیلؑ کو وحی کا امین بنایا گیا۔ رزق الٰہی کے خزانوں کی کنجیاں میکائیلؑ کو سپرد ہوئیں اور قلم کرم سے پیشانی اسرافیلؑ پر قرآن کریم لکھا گیا جناب عزرائیلؑ کو مخلوق و خالق کے درمیان ملاقات کا واسطہ بنایا گیا۔ اور یہ وصل الحبیب الی الحبیب کی مرافقت کے ذمہ دار بنائے گئے اور باقی تمام فرشتوں کو منشور عظمت لا یعون اللہ ما امرھم، کی عزت افزائی کے حق دار قرار پائے۔ فرشتوں نے یہ تمام اعزاز و اکرام حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت گزاری کی وجہ سے حاصل کیا، لیکن اس موقع پر ابلیس سجدہ کرنے سے انکار کر کے راندہ درگاہ ہوا اور اس پر ابدی لعنت مسلط کر دی گئی۔

سوال: ملائکہ کو سجدہ کا حکم اسماء علوم کے مظاہرہ سے پہلے ہوا یا بعد میں؟

جواب: بعض علماء نے کہا ہے کہ سجدہ کا حکم روح کے پھونکے جانے کے بعد اور انباء اسماء سے پہلے ہوا تھا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آیہ کریمہ: فاذا سویته ونفخت فیه من روحی فقوا له ساجدین۔ جب ہم نے جسد آدم (علیہ السلام) کی تکمیل کی اور اس میں اپنی روح ڈالی تو تمام فرشتے سجدہ میں گر گئے۔ فقعوا میں لفظ ''ف'' تعقیب بلافصل پر دلالت کر رہا ہے لیکن اکثر علماء کا کہنا یہ ہے کہ سجدہ کا حکم انباء اسماء کے بعد ہوا اور اس سلسلہ میں سورۃ بقر میں بیان کردہ واقعات اس امر کے شاہد ہیں۔

سوال: ملائکہ سے تمام ملائکہ مراد ہیں یا ان کا کوئی خاص گروہ مخاطب کیا گیا ہے؟

جواب: بعض لوگوں نے کہا ہے کہ صرف وہ ملائکہ مراد ہیں جو ابلیس کے ساتھ دنیا میں موجود تھے اور ایک قول کے مطابق صرف ساتوں آسمانوں پر مقیم ملائکہ مراد تھے لیکن ذمہ دار قول کے مطابق آسمان و زمین پر مقیم تمام فرشتے مخاطب ہیں۔ اور اس سلسلہ میں فسجد الملائکة کلھم اجمعون۔ پس تمام ملائکہ نے سجدہ کیا، کا قرینہ اس سلسلہ میں ظاہر کیا ہے۔

سوال: فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم صرف گردن جھکانا تھا یا حقیقت سجدہ کہ جس کا اظہار پیشانی کو زمین پر رکھ کر کیا جاتا ہے؟

جواب: جمہور محدثین نے اس سلسلہ میں فرمایا ہے کہ سجدہ سے مراد جبیں کو زمین پر رکھنا تھا جس کے لئے فقعو اله ساجدین، وہ تمام کے تمام اعزاز آدم (علیہ السلام) میں سر بسجود ہو گئے۔

سوال: یہ سجدہ صرف آدم علیہ السلام کے لئے تھا یا بارگاہ احدیت میں؟

جواب: یہ سجدہ صرف آدم علیہ السلام کے لئے تھا۔ اگر یہ سجدہ بارگاہ احدیت میں ہوتا تو جناب آدمؑ کی نہ تو فضیلت ظاہر ہوتی اور نہ ابلیس سجدہ کرنے سے انکار کرتا۔

سوال: چونکہ سجدہ اللہ رب العالمین کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے روا نہیں لہٰذا ملائکہ کو حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے کا حکم کیوں کیا گیا؟

جواب: شریعت محمدیہ علیہ التحیۃ والثناء سے پہلے سجدہ تحیت جائز اور اس کی مثال حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کا جناب یوسفؑ کے لئے تھا۔ قرآن کریم فرماتا ہے: و خروا لہ سجدا۔ ''وہ ان کے لئے زمین پر سجدہ ریز ہو گئے۔''

لیکن سجدہ تحیت شریعت اسلامیہ میں منسوخ کر دیا گیا۔ یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ سجدہ عبادت کسی شریعت میں غیر خدا کے لئے روا نہ تھا اور علماء نے نہایت صراحت وتاکید سے فرمایا ہے کہ آدم علیہ السلام کو جو سجدہ کرایا گیا وہ سجدہ تحیت تھا نہ کہ سجدہ عبادت۔

ابلیس کے سجدہ سے انکار پر ذلت و رسوائی آگ کا خاک سے مناظرہ

ابلیس کی شکل مسخ ہو گئی:

جب ملائکہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تو سو سال تک سجدہ میں رہے اور ایک روایت کے مطابق پانچ سو سال تک مصروف سجدہ رہے۔ جب ملائکہ نے سجدہ سے سر اٹھایا تو دیکھا کہ ابلیس کھڑا ہوا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھ رہا ہے اور اس کی فرشتوں والی صورت تبدیل ہو کر پرانی ہیئت (جنوں کی شکل) پر ہو گئی ہے۔

جب فرشتوں نے اس کی قبیح اور مسخ شدہ شکل کو دیکھا تو ایک اور سجدہ بارگاہ احدیت میں شکر گزاری کے طور پر ادا کیا اور اس دن سے دو سجدے مقرر کر دیئے گئے اور نماز میں دو سجدے ہر رکعت میں اسی واقعہ کی یادگار ہیں۔

اللہ رب العالمین نے ابلیس سے دریافت کیا کہ اے لعین تو نے میرے نائب کو سجدہ کرنے سے انکار کیوں کیا؟ اس سوال کے جواب میں ابلیس نے کہا: انا خیر منہ خلقتنی من نار و خلقتہ من طین۔ ''میں جناب آدم علیہ السلام سے بہتر ہوں۔ میری پیدائش آگ سے ہوئی ہے جبکہ جناب آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا گیا ہے اور آگ کا جوہر خاک کے جوہر سے صاف و مصفیٰ ہوتا ہے۔'' علاوہ ازیں روشنی صفائی، حسن و جمال اور صفات کمال میں آگ کو خاک پر تفوق حاصل ہے۔ اس منکر و لعین نے یہ خیال خام قائم کر لیا اور غلطی کا شکار ہو گیا جس نے تواضع کی اس کو اللہ تعالیٰ نے رفعت عطا فرمائی اور جس نے تکبر کیا اس کو اللہ نے چھوڑ دیا۔

ابلیس بارگاہ الٰہی سے نکال دیا گیا:

جب ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انحراف کیا تو لباس کرامت اور پیشانی کا خلعت اس سے چھین لیا گیا اور عالم

بالا کے فوائد اور ربانی سعادتیں اس سے چھین لی گئیں اور اخرج منہا کے خطاب سے اس کو مقام قرب وجنت سے نکال کر زمین پر ڈال دیا گیا اور اس کے بعد سطح زمین سے جزائر بحور میں بھیج دیا گیا اور اس سے ملکوتی حسن چھین کر قبیح صورتی میں مبتلا کر دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا حسن وجمال تمام فرشتوں سے زیادہ تھا۔ اس کے زیادہ تر بال دریا قوت کے تھے اور اس کے پرنورانی اور موتی پروئے ہوئے تھے۔ ابلیس ہر طبقہ آسمان پر القاب کمال سے موسوم تھا۔ عرش اعظم کے گرداگرد رہنے والے فرشتوں کے ساتھ طواف کرتا اور خادمان بہشت کی معیت میں جنت کی روشوں پر چہل خرامی کرتا۔ ان تمام اعزازات سے ابلیس کو محروم کر کے مقام قرب سے دور کر دیا گیا اور سب سے پہلے اس پر جس نے لعنت وملامت کی وہ جناب جبرائیل علیہ السلام تھے۔ ان کے بعد میکائیل واسرافیل وعزرائیل علیہم السلام نے بالترتیب اس کو راندہ درگاہ کیا۔ ان کے بعد ساتویں آسمان سے آسمان دنیا تک کے فرشتوں نے لعنت کے پتھروں سے سنگسار کیا اور فرشتوں کے فیض صحبت اور آسمانی طبقوں کی سکونت سے محروم کر دیا گیا۔

ابلیس قصرِ ندامت میں:

کہا گیا ہے کہ ابلیس کو آسمان سے دریا کی گہرائیوں میں پھینکا گیا۔ چنانچہ سو سال اس دریا میں غرق رہا اور جب اس نے دریا سے سر نکالا تو اس کی آنکھیں لرزتی اور چہرہ سیاہ تھا۔ اس کی بدصورتی کا عالم یہ تھا کہ اگر اہل دنیا اس کو دیکھ لیتے تو اس کی ڈراؤنی شکل دیکھ کر مر جاتے۔ جب یہ لعین اخروی سعادت سے محروم ہوا تو دنیاوی کاموں میں مشغول ہو گیا اور گمراہی وگمراہ گری کی جدوجہد شروع کی اور حق تعالیٰ سے طویل عمر کی درخواست کی۔ لہٰذا اس کو پہلے صور کے پھونکے جانے تک کی مہلت دے دی گئی۔ چنانچہ آیہ کریمہ **فانك من المنظرين الی یوم وقت معلوم** ۔ اس لعین نے فریاد کی، **فبعزتك لاغوينهم اجمعين**۔ (تیرے عزت وجلال کی قسم! میں ان سب کو (انسانوں) کو گمراہ کروں گا۔'' ان سب کو گمراہیوں کے بیابانوں میں گمراہ پریشان وسرگرداں کر کے ان کو اطراف وجوانب سے گھیروں گا۔

ثم لاتينهم من بين ايديهم و من خلفهم و عن ايمانهم وعن شمائلهم ولا تجدا اكثرهم شاكرين۔

اس وقت خطاب الٰہی ہوا کہ اے مردود تو عوام کالانعام کو تو گمراہ کر سکے گا لیکن خاصان خدا کو تو گمراہ نہ کر سکے گا: **ان عبادی ليس لك عليهم سلطان**۔ میرے نیک بندوں پر تیرا کوئی مکر نہ چل سکے گا۔ ان نیک بندوں کے سلسلہ میں ابلیس لعین کے لئے پچانیں مقرر فرمائی گئیں تا کہ اس سلسلہ میں خاطر جمعی کا انتظام ہو جائے۔ قصہ مختصر جب ابلیس راندہ درگاہ اور مردود بارگاہ کر دیا گیا اور جناب آدم علیہ السلام خطہ زمین پر مقیم ہوئے اور حضرت حق جل وعلاء نے حضرت آدم علیہ السلام کو بہشت میں آنے کی اجازت دے دی۔

حضرت آدم علیہ السلام جنت میں اور حوا کی پیدائش

جب ملائکہ حضرت آدم علیہ السلام کو بہشت میں لے کر آئے اور ابلیس کو وہاں سے نکالا گیا تو آدم علیہ السلام کو ستر ہزار جنتی لباس پہنائے گئے جن کی کیفیت یہ تھی کہ ان کے بنے جاتے وقت کسی رعنائی کو رعونت کا ہاتھ نہ لگا تھا اور اس کے تاروپود میں آسمان عجز پر بننے کے تاروں کے تانے بانے سے پہلے کوئی کرشمہ نہ ہوئی تھی اس کو فضل وعنایت کے کاریگروں نے رحمت ورافت کے کرگھوں پر بنا تھا اور مشیت کے رنگریزوں

نے صبغة اللّٰہ و من احسن من اللّٰہ صبغۃ۔ کے رنگ میں رنگا تھا۔ اور لطف و کرم کے درزیوں نے حکمت کی سوئی سے سیا تھا جس کو زیب تن کرنے سے کہہ جڑاؤ تاج جناب آدم علیہ السلام کے سر اقدس پر رکھا گیا۔ موتیوں اور یاقوت سرخ سے مرصع پٹکا کمر میں باندھا گیا، نقش کمر اور اس حلہ مبارک کا امتیازی نشان لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تھا۔ اس حلہ پوشی کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کو جنتی تخت پر بٹھایا گیا جس کو ہر چہار جانب سے ملائکہ نے گھیر لیا۔ سات لاکھ ملائکہ دائیں جانب سات لاکھ بائیں جانب اور اتنی ہی تعداد میں سامنے اور پیچھے تھے۔ اور یہ سب صلوٰۃ و تحیات کے طبق حضرت آدم علیہ السلام پر نچھاور کر رہے تھے۔ اس وقت ندا آئی کہ اے رضوان خازن جنت تہنیت میں بہشت کے دروازے کھول دو اور جنت کے راستوں کو رنگارنگ فروش بچھا کر مزین کرو۔ اے جنتی محلو! اپنے کنگرے عرش مجید تک بلند کرو، اے اشجار وانہار ترنم کے ساتھ خوشی کے ترانے گاؤ۔ اے جنتی حورو! زیب و زینت کرو، اے ولدان وغلمان جنتی محلوں کو آراستہ و پیراستہ کرو، اے پانیو! جنت کی نہروں میں رواں دواں ہو جاؤ۔ اے بلبو! درختوں پر مصروف ترنم ہو جاؤ۔ اے فرشتو میرے نائب اور خلیفہ کے گرداگرد حلقہ بنالو اور ہر طرف سے طرقو طرقو الخلیفة اللّٰہ کہتے ہوئے جناب آدم علیہ السلام کے گرد جمع ہو جاؤ۔

ملائکہ مقربین ان کے استقبال کے لئے خوش خوش مناظر عیلیین پر آ گئے اور حوراں بہشتی ان کے استقبال کے لئے نکلیں۔ جنتی باغ کھول دیئے گئے اور رضوان جنت خدمت پر کمر بستہ ہو گئے۔ کلام الٰہی نائب وخلیفہ الٰہی کا مونس ہوا اور اللہ کی جانب آئی ہوئی سلامتی ان کے قرین ہوئی۔ ملائکہ نے تخت اٹھا کر درخت پر پہنچا دیا۔

حضرت آدم علیہ السلام کا عہد:

حضرت آدم علیہ السلام سے خطاب الٰہی ہوا، اے آدم ہم نے تم کو اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور اپنی روح خاص تم میں پھونکی۔ علم اسماء کی تم کو تعلیم فرمائی۔ اب بہشت میں داخل ہو جاؤ اور ہمارے عہد وامانت کا خیال رکھو۔

حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا، الٰہی تیرا عہد کیا ہے؟ جس کو میں پورا کروں، خطاب الٰہی ہوا کہ اس درخت سے کچھ نہ کھانا میرے اور اپنے دشمن کے کہنے میں نہ آنا حضرت آدم علیہ السلام نے عہد کیا اور اس پر فرشتوں کو گواہ بنایا گیا۔

جب حضرت آدم علیہ السلام بہشت میں تشریف لائے تو آسمان کے ملائکہ حورانی جنت کے ساتھ دل و جان سے جناب اللہ کی خدمت میں حاضر رہے اور جب بھی فرشتوں کی نظریں حضرت آدم علیہ السلام پر تیرتیں۔ وہ بشرہ آدم میں نور محمدی کو جلوہ گر دیکھ کر حضور ﷺ کی بارگاہ میں ہدیہ درود و سلام پیش کرتے۔ ایک روایت میں ہے کہ جبیں آدم علیہ السلام مطلع انور محمد ﷺ تھا اس نور کا منبع اور سرچشمہ صلب حضرت آدم علیہ السلام تھی جس سے تسبیح و تحلیل زمزمے سنے جاتے تھے۔ یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے۔

* * *

ساتواں باب

کتاب گھر کی پیشکش

صلب آدم علیہ السلام پر نورِ محمدی

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

تفسیر بحرالعلوم نسفی میں تحریر ہے کہ تخلیق آدم علیہ السلام کے بعد نور محمدی ﷺ ان کی پشت پر امانت رکھا گیا تھا۔ جناب آدم علیہ السلام جب بھی آسمانوں پر تشریف لے جاتے اور عالم کروبیاں کے فرشتوں سے ملاقات فرماتے تو تمام فرشتے آپ کے جلو میں عزت واحترام کے ساتھ چلتے ایک مرتبہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس استقبال ومتابعت کے سلسلہ میں حضرت حق سے سوال کیا۔ خطاب باری ہوا کہ اے آدم یہ استقبال واحترام اس نور مبارک کے لئے ہے جو تمہاری پشت میں ودیعت ہے اور تمہارے سرور کا سبب ہے۔ یہ تمام فرشتے اس نور کی تعظیم کرتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا، الٰہی کیا اچھا ہو کہ نور مبارک کو میرے جسم کے کسی ایک حصے میں منتقل کر دیا جائے جس کو میں بھی دیکھوں اور فرح وسرور حاصل کروں۔ اللہ رب العالمین نے اس نور کو آپ کے انگوٹھے کے پاس والی انگلی میں منتقل فرما دیا جب آدم علیہ السلام نے اس نور کی زیارت فرمائی تو انگلی اٹھا کر دو مرتبہ شہادت دی۔ اسی دن سے اس انگلی کو انگشت شہادت کہا جانے لگا اور وقت شہادت (گواہی) یہ سنت حضرت آدم علیہ السلام جاری ہوگئی۔ اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام نے انگلی کو چوما اور آنکھوں سے لگایا اور بارگاہ نبی آخرالزماں ﷺ پر ہدیہ درود وسلام پیش فرمایا، کہا جاتا ہے کہ اذان میں اشہدان محمد رسول اللہ سن کر انگشت شہادت چومنا اور آنکھوں سے لگانا سنت حضرت آدم علیہ السلام ہے اور اس کی فضیلت میں بہت سی احادیث مروی ہیں۔

انگشت شہادت میں نور محمدی ﷺ کے مشاہدہ کے بعد آدم علیہ السلام نے بارگاہ احدیت میں عرض کیا، الٰہی اس نور کا کوئی حصہ میری پشت میں باقی ہے۔ خطاب باری ہوا کہ ابھی خلفائے نبی آخرالزمان کا نور باقی ہے۔ جناب آدم نے عرض کیا کہ اس بقیہ نور کو بھی میری دوسری انگلیوں میں ظاہر فرمایا جائے۔ اس طرح نور صدیقی درمیانی انگلی میں نور فاروقی اس کی برابر کی انگلی میں اور چھنگلیا نور عثمان کو دکھایا اور حضرت علیؓ کے نور کو دائیں ہاتھ کے انگوٹھے میں ظاہر کیا گیا۔

قصص محمد کاشانی میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ آدم علیہ السلام کے ہاتھ میں پانچ انگلیاں اسی سبب سے رکھی گئیں کہ ان میں حضور اکرم ﷺ اور ان کے چاروں خلفاء کے نور کو ظاہر کیا جائے، چھ انگلیاں نہیں رکھی گئیں۔

حضرت آدم علیہ السلام ان انگلیوں کی طرف نظر کر کے ان انوار کی زیارت کرتے اور ان انگلیوں سے نور کی شعاعیں ظاہر ہوتی تھیں اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہا جب تک کہ آدم علیہ السلام نے شجر گندم سے کچھ نہ کھایا تھا جب آپ نے شجر گندم سے کچھ کھایا تو وہ نور حسب سابق پشت میں منتقل ہوگیا۔

انبیاء کی نورانی کرسیاں:

انبیاء علیہم السلام کی تعداد کے مطابق کرسیاں بنائی گئیں۔ان میں جس کرسی پر بھی حضرت آدم علیہ السلام رونق افروز ہوتے اس سے اس نبی کا نور ظاہر ہوتا۔لیکن جب آپ نبی آخرالزماں محمد رسول اللہ ﷺ کی نامزد کرسی پر بیٹھے تو اس سے ستر ہزار نورانی پرچم بلند ہوئے اور کائنات عالم کا کوئی حصہ ان کی روشنی سے محروم نہ رہا اور یہی نشانی حضرت آدم علیہ السلام کا ذات مصطفوی ﷺ سے محبت وسودت کا سبب بنی۔

حضرت آدم علیہ السلام کی جنت میں پہلی غذا:

حضرت آدم علیہ السلام نے جنت میں جو سب سے پہلی چیز تناول فرمائی وہ انگور، انجیر اور خرما تھے۔انگور میوہ ہائے جنت کی بہترین اصناف میں سے تھے۔اس کے بعد جنت کی دوسری غذاؤں اور فواکہات کی طرف توجہ فرمائی اور جنت کے باغوں اور محلات کی سیر فرمائی اور اس کی دلکش آب وہوا، غذاؤں اور مشروبات سے دل بہلایا۔

حضرت حوا کی پیدائش:

بعد میں حضرت آدم علیہ السلام کو ایک مونس وغمخوار کی ضرورت محسوس ہوئی تاکہ اس کی رفاقت میں وقت گزرے۔آپ اسی فکر میں تھے کہ آپ پر نیند کا غلبہ ہوا، رسم قیلولہ کے طور پر آپ نے آرام فرمایا اور اس طرح حضرت حوا کی پیدائش کا واقعہ رونما ہوا اور آپ کی بائیں پسلی کی پہلی ہڈی سے حضرت حوا کی تخلیق کی گئی لیکن حضرت آدم علیہ السلام کو احساس تک نہ ہوا۔بعض اقوال کے مطابق حضرت حوا کی تخلیق بہشت کے باہر کی گئی اور دونوں کو تخت پر بٹھا کر جنت میں لایا گیا۔

ابن عباس، ابن مسعود اور دیگر اصحاب کی روایت کے مطابق جناب حوا کی تخلیق بہشت میں ہوئی اور اسی روایت کو ترجیح دی گئی ہے۔

حضرت آدمؑ اور حواؑ کی جسمانی خصوصیات:

وہب بن منبہ نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے جناب حوا کو حضرت آدم علیہ السلام کی شبیہ بنایا۔وہ رنگ قد وقامت حسن وجمال میں آدم علیہ السلام کے مشابہ تھیں اور بعض باتوں میں انہیں حضرت آدم علیہ السلام پر فوقیت حاصل تھی۔

1-ان کی کھال آدم علیہ السلام سے زیادہ نازک تھی۔

2-رنگ حضرت آدم علیہ السلام سے زیادہ صاف شفاف تھا۔

3-آواز حضرت آدم علیہ السلام سے بہتر تھی۔

4-آنکھیں سیاہ تھیں۔

5-قد میں بھی حضرت آدم علیہ السلام سے کچھ کم تھیں۔

6-ان کے دانت زیادہ لطیف تھے۔

7-ہاتھ کی ہتھیلیاں زیادہ نرم تھیں۔

یہ باتیں شمار الفراولیس سے نقل کی گئی ہیں۔

علاوہ ازیں حضرت حوا کے سات سو گیسو تھے جن میں جنتی موتی پروئے ہوئے تھے اور یہ گیسو مشک وعنبر سے بسے ہوئے تھے اور جب کبھی وہ بہشت کی سیر میں مصروف ہوتیں تو بہشت فرطِ مسرت سے جھومنے لگتی۔ جب آدم علیہ السلام کی پہلی نگاہ حضرت حوا علیہا السلام پر پڑی تو وہ دم بخود رہ گئے۔

حورانِ بہشتی کہ حسن وجمال لطف وکمال میں اپنی مثال آپ ہیں اگر ان میں سے کسی حور کو حکم خداوندی ہو جائے کہ اپنی انگلی کو دنیا کی جانب دراز کرے تو اس انگلی کی روشنی وتابانی کے مقابلہ میں آفتاب وماہتاب کی روشنی ماند پڑ جائے اور اس انگلی کا نور اس پر غالب آ جائے۔

جتنا حسن کہ خواتین عالم کو ملنا تھا وہ تمام کا تمام جناب حوا کو عطا ہوا اور جتنی سیاہی دنیا کی عورتوں کے بالوں کو ملنی تھی وہ سب حضرت حوا کے بالوں میں دے دی گئی۔ عقل مندی اور نسوانیت جناب حوا کے دل میں ڈال دی گئی۔ اللہ رب العالمین نے اپنے دست قدرت سے جناب حوا کی تزئین فرمائی اور ستر ہزار جنتی حلے انہیں پہنائے گئے۔ حضرت حوا کی نزاکت کا یہ عالم تھا کہ ان ستر ہزار حلوں کے نیچے بھی ان کا جسم ہی نہیں بلکہ ہڈیوں کا گودا تک نظر آ رہا تھا۔

حوا سے حضرت آدم علیہ السلام کا تعارف:

ایک روایت کے مطابق آدم علیہ السلام نے جناب حوا سے دریافت کیا کہ تم کون ہو اور کس کے لئے آئی ہو۔ جناب حوا نے فرمایا کہ میں آپ ہی کے جسم کا ایک حصہ ہوں اور اللہ رب العالمین نے مجھے آپ کی موانست کے لئے پیدا فرمایا ہے اور مجھے آپ کی بیوی نامزد فرمایا ہے۔

حضرت آدم وحوا کا نکاح:

ایک اور روایت میں ہے کہ آدم علیہ السلام نے اللہ رب العالمین سے معلوم کیا، **یا رب ماھذا الحسن الجمیل الذی قد انستنی بقربہ۔** "اے رب العالمین یہ کیسا حسن ہے جس کو تو نے میرے لئے مانوس فرمایا ہے۔" رب العالمین نے فرمایا کہ یہ میری بندی ہے اور تم بھی میرے بندے ہو، میں نے تمہارا نام آدم اس لئے رکھا ہے کہ تمہاری خلقت ادیم زمین سے ہوئی ہے اور اس کا نام حوا رکھا ہے کیونکہ اس کو حیوان سے پیدا کیا ہے۔ یہ سن کر حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا: **یا رب فقد رق بھا قلبی حتیٰ کانھا عسالۃ کبدی فما ھی یا رب۔** میرا دل اس کی جانب اس طرح مائل ہے گویا کہ یہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ یہ بات کیا ہے؟ رب کریم نے فرمایا کہ اس کو تمہارے ذہنی سکون واطمینان کے لئے پیدا کیا ہے۔ اب تم اس کی باضابطہ طلب کرو تا کہ میں تم پر مہربانی کروں۔ آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ تیری بارگاہ میں اس کی طلب کی درخواست کرتا ہوں۔ **لک الحمد ولک الشکر۔** اے رب کریم اس کے سلسلہ میں میرے اوپر کیا فرائض وذمہ داری عائد کی گئی ہے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا، تقویٰ اور عمل صالح کے علاوہ اس کو دینی امور کی تعلیم سے بھی آراستہ کیا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام نے نامِ محمد حق مہر میں ادا کیا:

اس کے بعد رب تعالیٰ نے فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کے لئے جواہرات سے مرصع کرسی بچھانے کا حکم دیا، جس پر آدم علیہ السلام کو بٹھایا گیا۔ تمام ملائکہ نے آپ کو گھیرے میں لے لیا۔ اس وقت حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اب رسمی طور پر حوا کو طلب کرو، آدم علیہ السلام نے رسمی طور پر ان سے شادی کے لئے کہا۔ حق تعالیٰ نے اس طلب کو قبول فرمایا اور حوا کو جناب آدم علیہ السلام کی زوجیت میں دے دیا اور اس عقد کو اپنی حمد و ثنا سے مزین فرمایا اور نبی آخر الزمان ﷺ کے نام نامی کا ذکر اس عقد کا مہر قرار دیا گیا۔ رب کریم نے فرمایا کہ اے آدم میرے حبیب، نبی، صفی و خلیل جناب محمد مصطفےٰ ﷺ کی ذات گرامی وہ ہے جن سے میں نے تخلیق کی ابتدا فرمائی ہے اور اختتام بھی انہیں کی ذات گرامی پر ہوگا اور یہ نور کہ جو تمہاری دونوں ابروؤں کے درمیان چمک رہا ہے۔ اسی ذات اقدس کا نور ہے اور ان کا نام نامی آسمانوں، زمینوں، نور و ظلمت، جنت و دوزخ سے پہلے ذکر کر دیا گیا تھا اور وہ ابتدا ہی سے منصب نبوت و رسالت پر فائز تھے۔

تخلیق کائنات کا مقصد:

اگر محمد مصطفےٰ ﷺ اور ان کی امت کی تخلیق مقصود نہ ہوتی تو نہ آپ کو پیدا کیا جاتا نہ جنت و دوزخ کو۔ ان کو تمام مخلوق پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔

اس عقد آدم و حوا علیہم السلام پر مقرب فرشتے گواہ ہوئے اور مبارک باد بھی ملائکہ کے سلام کے ہدایا اور تحفے مقربین بارگاہ الٰہی کے تحیات پیش و نچھاور ہوئے اور باری تعالیٰ نے اپنی خودی سے یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔ ذمہ دار روایتوں کے مطابق اس کے الفاظ یہ ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کا خطبہ نکاح:

خطبہ آدم علیہ السلام: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد ثنائی والکبر یاء ردائی والعظمة ازاری والخلق کلهم عبیدی وامائی و محمد حبیبی و رسولی انی قد زوجت الاشیاء لیستدلوا به علی وحدانیتی اشهد واملائکتی و سکان سمواتی و حملة عرشی انی قد زوجت امتی جوابدیع فطرتی وصنیع قدرتی آدم علیه السلام بصداق تسبیحی تهلیلی و تنزیهی و تقدیسی وهی شهادة ان لّا اله الا اللّٰه وحده لا شریك له یاٰدم و یاحوّا اسکنا جنتی و کلا من ثمرتی ولا تقر باشجرتی والسلام علیکما و رحمتی۔

اس وقت آدم و حوا علیہما السلام نے آیت کریمہ کے مصداق یاادم اسکن انت و ذوجك الجنة جنت الفردوس میں اقامت اختیار فرمائی اور و کلامنها رغدا حیث شئتما کی بشارت کے مطابق جنتی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے رہے اور و لا تقرباهذه الشجرة کی تنبیہ کے مطابق اس پیڑ کے قرب سے اجتناب فرماتے رہے۔

شجر ممنوعہ کی تشریح:

علماء نے شجر کے تعین پر اختلاف کیا ہے، جس کی تفسیر بحر الدرد میں بیان کی گئی ہے۔ ابن عباس اقتادہ، حسن بصری، محمد بن کعب، قرطبی اور مقاتل رضی اللہ عنہم کے قول مشہور کے مطابق وہ درخت گندم کا تھا۔ بعض مؤرخین نے کہا ہے کہ وہ شجر فواد شجر قلم تھا۔ بعض نے کہا ہے کہ ان تینوں درختوں سے اجتناب کا حکم دیا گیا تھا۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ان میں سے ہر درخت کو حضرت آدم علیہ السلام اور جناب حوا کی ذات سے کوئی خصوصیت حاصل تھی اور تعجب کی بات یہ ہے کہ بہشت کے جس حصہ میں یہ حضرات تشریف لے جاتے تو ان درختوں کی شاخیں پھیلی نظر آتی تھیں اور جب بھی حضرت آدم علیہ السلام کی نظر اس درخت پر پڑتی تھی ان کے قلب میں اس میں سے کچھ کھانے کی خواہش ہوتی تھی، لیکن ذات باری کے ساتھ کئے ہوئے عہد کی پاسداری میں تردد لاحق ہوتا اور خوفِ الٰہی غالب ہو جاتا تھا۔

* * *

اُردو ٹائپنگ سروس

اگر آپ اپنی کہانی، مضمون، مقالہ یا کالم وغیرہ کسی رسالے یا ویب سائٹ پر شائع کروانا چاہتے ہیں لیکن اُردو ٹائپنگ میں دشواری آپ کی راہ میں حائل ہے تو ہماری خدمات حاصل کیجئے۔

- ☆ ہاتھ سے لکھی ہوئی تحریر سکین کیجئے اور ہمیں بھیج دیجئے یا
- ☆ اپنی تحریر رومن اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیج دیجئے یا
- ☆ اپنا مواد اپنی آواز میں ریکارڈ کر کے ہمیں ارسال کر دیجئے یا
- ☆ مواد زیادہ ہونے کی صورت میں بذریعہ ڈاک بھی بھیجا جا سکتا ہے

اردو میں ٹائپ شدہ مواد آپ کو ای میل کر دیا جائے گا۔ آپ دنیا میں کہیں بھی ہوں، ہماری اس سروس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ادائیگی کے طریقہ کار اور مزید تفصیلات کے لئے رابطہ کریں۔

فون نمبر 0092-331-4262015, 0300-4054540

ای میل: harfcomposers@yahoo.com

ویب سائٹ: http://pktypist.com

آٹھواں باب

کتاب گھر کی پیشکش

جنت میں شیطان کی فریب کاریاں اور ابتلائے آدم

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

راویوں کا بیان کہ حضرات آدم وحوا علیہما السلام بہشت میں آزادی کے ساتھ آسائش وآرام کے ساتھ مقیم تھے۔ ابلیس بہشت اور عالم بالا سے راندہ درگاہ ہو چکا تھا۔ اس لئے اس کے دل میں حضرت آدم علیہ السلام کی دشمنی جاگزیں ہوگئی اور آتش انتقام اس کے دل میں بھڑک اٹھی اور اس نے یہ خیال کیا کہ اپنے تمام وسائل کو بروئے کار لاکر ایسی صورت اختیار کی جائے کہ حضرات آدم وحوا علیہم السلام میں تفرقہ پڑ جائے۔

ابلیس کو جب یہ معلوم ہوا کہ حضرات آدم وحوا علیہما السلام کو جنت کے تمام فواکہات کھانے کی اجازت مل گئی ہے البتہ شجر ممنوعہ درخت گندم کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ یہ بات معلوم کر کے اس کی مسرت کی کوئی انتہا نہ رہی اور فرش زمین سے عالم بالا کی طرف روانہ ہوا۔

یہاں یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جب ابلیس کا عالم بالا میں داخلہ ممنوع تھا اور اس کی طاقت سلب کر لی گئی تھی تو یہ پھر کس طرح ممکن ہو سکا کہ وہ آسمانوں کی جانب مصروف پرواز ہو اس سلسلہ میں یہ جواب دیا جاتا ہے کہ اسے تین اسم اعظم یاد تھے جن کا ورد کرنے کی وجہ سے اس کو یہ طاقت حاصل ہوگئی کہ وہ آسمان اول سے فلک ہفتم تک پہنچ گیا اور بہشت کے دروازوں پر بنے ہوئے یاقوت سرخ کے دو چبوتروں میں سے ایک پر بیٹھ گیا۔ اور تین سو سال تک یہ انتظار کرتا رہا کہ کوئی جنت سے باہر آئے تو اس سے مطلب کی بات کی جائے، لیکن تین سو سال تک کوئی نہ آیا۔ تین سو سال گزرے تھے کہ مور جنت سے باہر آیا۔ اس کو دیکھتے ہی ابلیس کی مسرتوں کی انتہا نہ رہی اس سے کہنے لگا کہ اے خوشنما پرندتم کون ہو؟ **ایها الطائر جلیل من انت**۔ مور نے جواب دیا، **انا الطاؤس** میں مور ہوں، نے اس مخاطب سے کہا کہ **ایها الخائف الفزع من انت** آپ بھی تو اپنا تعارف کرائیں آپ کون ہیں۔ ابلیس نے کہا کہ عالم کروبیاں کا ایک فرشتہ ہوں اور ایک لحظہ بھی اس کی ذات وعبادت سے غافل نہیں رہتا ہوں۔ میری خواہش ہے کہ بہشت میں آؤں وہاں کے لطائف وعواطف کا اپنے دوستوں کے ساتھ مشاہدہ کروں تاکہ طاعت وعبادت میں زیادتی کا سبب ہو سکے اور خوف ورجاء میں ترقی کا سبب بن سکے جس کی وجہ سے مجھے دوسروں پر سبقت حاصل ہو جائے کیا یہ ممکن ہے کہ دخول جنت میں تم میرے مدد ومعاون ہو سکو اس کے صلے میں میں تم کو تین باتیں ایسی بتاؤں گا جس کی وجہ سے تم کو ابدی زندگی حاصل ہو جائے گی۔ نہ بڑھاپا آئے گا اور نہ بیماری اور ہمیشہ کے لئے بہشت میں رہو گے کو کہ یہ صفات بہشت میں رہنے والوں کو حاصل تھیں۔ مور شیطان کے دھوکے میں آ گیا، لیکن مور نے شیطان سے معلوم کیا کہ تم صحیح بات کہہ رہے ہو۔ شیطان نے کہا کہ بالکل درست بلکہ اپنی بات کی قسم کے ساتھ تصدیق کی۔ اس طرح مور کو شیطان نے دھوکہ اور لالچ میں ڈال دیا، مور نے شیطان سے کہا کہ میرے اندر یہ طاقت تو نہیں ہے کہ میں تجھ کو جنت میں لے جاسکوں لیکن ایک سانپ میرا دوست ہے شاید وہ اس سلسلہ میں تمہاری مدد کر سکے لہٰذا میں اس کو بلاتا ہوں۔ شیطان سے یہ بات کر کے مور سانپ کے پاس آیا اور اس کو تمام

باتیں بتا کر شیطان کی مدد پر آمادہ کرلیا اور یہ دونوں (مور اور سانپ) شیطان کے پاس آئے۔ شیطان نے سانپ سے طویل گفتگو کی اور اس سے اپنے پرانے روابط کا ذکر کیا جس سے سانپ بہت متاثر ہوا اور شیطان سے کہنے لگا کہ رضوان اور جنتی فرشتوں کی موجودگی میں تم کو جنت میں کس طرح لے جاسکتا ہوں۔ ابلیس نے کہا کہ اس طرح ممکن ہے کہ تو اپنا منہ کھول دے، میں تیرے منہ میں داخل ہو جاؤں گا اور اس طرح تو مجھے جنت میں جہاں میں چاہوں چھوڑ دینا۔ الغرض شیطان کی تحریک پر سانپ اپنے منہ میں چھپا کر اس کو جنت میں لے آیا اور اگل دیا۔ بعض نے لکھا ہے کہ شیطان جنت میں سانپ کی دُم کی جانب سے باہر آیا۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ شیطان کا ایک قدم ابھی سانپ کے منہ میں ہی تھا کہ اس نے کہا کہ مجھے شجر ممنوعہ کے قریب لے جا کر چھوڑ دو اس طرح سانپ نے اس کو درخت گندم کے پاس لے جا کر چھوڑ دیا۔ حسن اتفاق کہ جنت کے نگہبانوں کو فوراً یہ اطلاع مل گئی کہ شیطان جنت میں داخل ہوگیا ہے لہٰذا انہوں نے اس کو نکالنے کی تدابیر سوچیں، لیکن حکم ربی ہوا کہ فی الحال اس کام میں عجلت نہ کی جائے کیونکہ اس ضمن میں بہت سی مصلحتیں اور اسرار پوشیدہ ہیں۔

الغرض جب ابلیس اپنے قیام جنت پر مطمئن ہوگیا تو محبت واتفاق کے طور پر حضرات آدم وحوا علیہما السلام کے پاس آیا اور محبت وعقیدت کے اظہار میں رونے لگا۔ ان دونوں نے اس لعین کو نہ پہچانا کیونکہ پہلے کے مقابلہ میں اس کی صورت مسخ ہو چکی تھی اور ان دونوں نے اس مکار سے رونے کا سبب دریافت کیا تو کہنے لگا کہ اے مسجود ملائک اور اے وہ ذات اقدس جن کے قدموں کی خاک آسمان کے بسنے والوں کی آنکھوں کے لئے چشمہ بصیرت ہے۔ آپ کی ذات گرامی نہایت قدر و منزلت والی ہے لیکن آپ کے سلسلہ میں مجھے ایک فکر لاحق ہے کہ اس مقام پر آپ کو ابدی قیام اور یہاں نعمتوں سے ابدی فیض حاصل کرنے کے مواقع کا حصول میرے لئے فکر کا سبب ہے اور اس وقت تو تم دونوں یہاں مقیم ہو اور یہاں کی تمام نعمتوں پر تمہارا تصرف ہے لیکن کل اگر تمہیں یہاں سے علیحدہ کر دیا گیا تو تمہاری کیفیت کیا ہوگی۔ جنت کی نعمتیں چھین لی جائیں گی اور دنیا کی مصیبتوں میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ یہ باتیں کر کے یہ لعین وہاں سے چلتا بنا اور جناب آدم علیہ السلام کو بحر فکر میں غوطہ زن چھوڑ آیا۔ جناب آدم علیہ السلام سوچنے لگے کہ کوئی ایسا طریقہ ہو جائے جس کی وجہ سے جنت میں استحکام حاصل ہو جائے اور اس کی نعمتوں سے استفادہ ممکن رہے اس طرح شیطان کو مقصد برآری کا موقع مل گیا۔ وہ واپس آیا اور حضرت آدم علیہ السلام سے عرض کیا کہ اگر میری بات پر اعتماد کر کے میرے کہے پر عمل کریں تو میں آپ کو ایسی بات بتاؤں جس کی وجہ سے آپ کو یہاں ابدی حیثیت حاصل ہو جائے۔ میں آپ کو ایسے درخت کے بارے میں بتاؤں گا جس میں سے تھوڑا سا چکھنے کے بعد آپ ہمیشہ جنت میں رہیں گے اور موت آپ کے قریب بھی نہ آئے گی۔ قرآن کریم نے اس کے قول کو آیت کریمہ میں اس طرح بیان فرمایا ہے: ھل ادلك علی شجرۃ الخلد و ملك لایبلی۔ ''کیا میں تم کو ابدیت عطا کرنے والے درخت اور نہ فنا ہونے والے ملک کی رہنمائی کروں۔''

یہ بات سن کر حضرت آدم علیہ السلام کے قلب میں رجحان پیدا ہوا۔ ادھر ابلیس مور کے ساتھ مصروف گفتگو ہوگیا اور اس سے کہنے لگا کہ مجھے شجرہ خلد کی طرف رہنمائی کر مور اس کو درخت گندم کے پاس لے آیا۔ ابلیس اس کی جڑ کے پاس بیٹھ گیا اور وہاں بیٹھ کر دل آویز نغمے الاپنے شروع کر دیئے اور اس درمیان یہ بھی کہتا رہا۔ مانھٰکم ربکما عن ھذہ الشجرۃ الا ان لا ان تکونا ملکین او تکونا من الخالدین۔ اللہ رب العالمین نے تمہیں اس شجر خلد سے نہیں باز رکھا ہے مگر تم فرشتوں میں سے ہو، ابدی زندگی حاصل کرنے والے جناب حوا اس کے قریب ہی تھیں

جب انہوں نے شیطان سے اس کے دل آویز نغمات سنے تو ان کا دل بھی اس امر کی طرف راغب ہوا اور وہ شیطان کے قریب آ گئیں۔ انہیں دیکھ کر شیطان نے کہا کہ و قاسمهما انی لکما لمن الناصحین۔ میں تو تمہاری بہتری چاہنے والا ہوں اور اپنی بات کو موکد کرنے کے لئے قسمیں کھانے لگا۔ اس موقع پر اس نے ستر بار قسم کھائی اور اپنی قسموں سے انہیں دھوکہ میں ڈال دیا۔ سب سے پہلے اس کے وسوسہ اور دھوکے میں حضرت حوا آئیں۔ ابلیس نے ان سے کہا کہ جو کوئی اس درخت سے زیادہ کسب فیض کرے گا اس کو فائدہ زیادہ ہوگا اور وہ دوسرے پر غالب و فائق ہوگا۔ جناب حوا اس کی بات میں آ گئیں اور اس درخت سے سات خوشے توڑے۔ ایک خود کھایا، دوسرے کو محفوظ رکھا اور پانچ حضرت آدم علیہ السلام کے لئے لے گئیں۔ آدم علیہ السلام نے ان کو کھانے سے انکار کیا۔ حوا نے انہیں رغبت دلائی اور کہا کہ میں اس میں سے کھا چکی ہوں۔ نہایت ذائقہ دار ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس دن گیہوں کی حیثیت بدلی ہوئی تھی۔ شہد سے زیادہ شیریں دودھ سے زیادہ سفید اور مکھن سے زیادہ نرم تھا۔

آدم علیہ السلام نے جناب حوا کو ملامت کی کہ تم نے اس کو کیوں کھایا، احکام الٰہی کو فراموش کر کے نقض عہد کیا۔ تم اللہ کے قہر و غضب سے نہیں ڈرتیں اور اس کے احکام کی اطاعت سے روگردانی کرتی ہو، حوا نے کہا کہ رحمت الٰہی فراوان اور اس کی مغفرت بے پایاں ہے۔

یہاں ایک اور روایت بھی بیان کی گئی ہے کہ ابھی آدم علیہ السلام اس دھوکہ میں نہ آئے تھے۔ جناب حوا گئیں اور ایک جام جنتی شراب کا لا کر آدم علیہ السلام کو دیا جس کو پینے کے بعد وہ عہد الٰہی ان کے دل میں چھپ گیا۔ چونکہ ابتدا شراب سے ہوئی جو غفلت لانے والی ہے اور طول امل کا سبب بنتی ہے اور خمار شکن بہشتی شراب نے خلاف معمول کام کیا اور بھول کی مٹھاس نے اس پر مزید اثر کیا۔ ان کی عقلی صلاحیتوں پر پردے پڑ گئے اور ابوالبشر (آدم علیہ السلام) امر و نہی کے معاملہ سے غافل ہو گئے اور نسیانی مادہ غالب آ گیا۔ قرآن کریم فرماتا ہے: فنسی ولم نجدله عزما۔ جناب حوا نے لقمہ بنا کر حضرت آدم علیہ السلام کے منہ میں رکھ دیا جس کا ذائقہ انہیں بہت اچھا معلوم ہوا۔ ابھی یہ لقمہ پیٹ تک نہ آیا تھا کہ جنتی لباس ان کے جسم سے اتر گیا۔

حضرت آدم ابتلا میں:

الغرض جب ان کے سروں سے جنتی تاج پرندوں کی طرح اڑ گئے اور جناب جبرائیل علیہ السلام بھی ان کی خدمت گزاری سے ہٹ گئے اور ان دونوں آدم و حوا (علیہما السلام) نے ایک دوسرے کو برہنہ دیکھا تو فرط ندامت سے بھاگنے لگے اور جس درخت کے پاس چھپنے کے لئے جاتے وہ ان سے الگ ہو جاتا لیکن اس بھاگ دوڑ میں آدم علیہ السلام کے بال عناب کے درخت کی شاخوں میں الجھ گئے۔ اس وقت خطاب الٰہی ہوا، یا آدم تفرمنی، اے آدم مجھ سے بھاگ رہے ہو۔ آدم علیہ السلام نے عرض کیا، الٰہی میں تجھ سے بھاگتا نہیں ہوں بلکہ شرم و ندامت کی وجہ سے چھپنا چاہتا ہوں۔

آدم علیہ السلام نے درخت عناب سے کہا کہ مجھے چھوڑ دے اس نے جواب دیا کہ مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر خلاف ورزی کروں گا تو میری کیفیت بھی تمہاری طرح ہوگی۔ اس وقت آدم علیہ السلام کی زبان سے الاماں الاماں یا رب کے الفاظ نکلے۔ خطاب الٰہی ہوا کہ

آدم کہاں ہو۔انہوں نے عرض کیا، الٰہی یہاں درخت عتاب کے نیچے برہنگی کی حالت میں اسیر ہوں۔اس درخت کی شاخوں نے مجھے روک رکھا ہے۔اب تو میرا حال نہیں پوچھتا اور میری حالت پر ترس نہیں آتا۔

اس وقت خطاب الٰہی ہوا کہ اے آدم، تمہاری یہ پریشانی تمہارے اعمال کا نتیجہ ہے۔اس کے بعد جناب جبرائیل علیہ السلام آئے تاکہ حضرات آدم وحوا کو بہشت سے باہر چھوڑ دیں۔اس وقت آواز آئی، اے جبرائیل آدم کا خیال رکھنا اور ان کے ساتھ اس دشمن کو بھی نکال دینا جو ان کی پریشانی کا سبب بنا ہے۔اس درمیان آدم علیہ السلام جنت کے درختوں سے ستر پوشی کے لئے پتے طلب فرماتے رہے لیکن تمام درختوں نے انکار کر دیا۔سوائے درخت انجیر کے جب آدم علیہ السلام نے اس سے پتے طلب فرمائے تو اس نے انکار نہ کیا اور پتے دے دیے۔کچھ لوگوں کے مطابق صرف چار پتے تھے۔

درخت انجیر سے رب العالمین نے فرمایا کہ تمام درختوں نے آدم عاصی کو پتے دینے سے انکار کر دیا تو نے کیوں پتے دے دیے۔انجیر کے درخت نے جواب دیا۔الٰہی باوجود یہ کہ اس سے عصیاں کا صدور ہوا لیکن میں تو انہیں اسی نظر سے دیکھتا ہوں جس سے پہلے دیکھتا تھا کہ ان پر انعام واکرام کی بارشیں ہوتی تھیں اور مجھے اندازہ ہے کہ ان کی یہ کیفیت زیادہ عرصہ باقی نہ رہے گی۔

جواب ملا کہ اس ایک پسندیدہ بات کی وجہ سے تو مقبول ہو گیا۔ان تمام درختوں نے ظاہر حال کے ماتحت آدم علیہ السلام کو پتے دینے سے انکار کر دیا اس کے بعد حقیقت کی طرف رجوع ہوئے اب تیری اس حسن نیت کی وجہ سے تجھ کو تمام میووں پر انفرادیت اور اولیت عطا کی جائے گی لیکن تجھے بغیر اجازت عمل کرنے کی سزا اس لئے دی جائے گی تاکہ دوسروں کو عبرت حاصل ہو لہٰذا اہل باطن تجھے کھانے سے پہلے مسل کر صاف کر لیا کریں گے اس کے بعد کھائیں گے۔

ایک روایت کے مطابق وہ درخت جس نے آدم علیہ السلام کو پتے دیئے وہ عود کا درخت تھا لیکن اس کے سلسلہ میں بھی ایک بات یہ کہی گئی ہے کہ عود سے خطاب باری ہوا کہ آدم علیہ السلام کی خدمت کے صلے میں تمہیں خوشبو عطا فرمائی گئی ہے جس سے عالم معطر ہو گا لیکن ایک بات یاد رکھو کہ بغیر اجازت کام کرنے کی سزا یہ دی جاتی ہے کہ تمہیں جب تک آگ پر نہ جلایا جائے گا وہ خوشبو ظاہر نہ ہو گی۔

عرائض الثعلبی میں لکھا ہے کہ آدم علیہ السلام کو احکام الٰہی کی بجا آوری میں تساہل پر دس آزمائشوں میں مبتلا فرمایا۔

1- خطاب الٰہی ہوا: الم انھلکما عن تلکما الشجرۃ و اقل لکما ان الشیطان لکما عدو مبین۔ ''کیا میں نے تم کو شجر گندم سے منع نہ کیا تھا اور یہ نہ بتا دیا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔''

2- جنتی لباس اترنا اور ستر عورت کا کھلنا فبدت لھما سوا تھما۔ پس ان دونوں کا ستر ظاہر ہو گیا۔علماء کا متفقہ فتویٰ یہ ہے کہ ستر کا کھلنا ان دونوں کے لئے تھا ورنہ فرشتوں کے سامنے وہ برہنہ نہ تھے اور اس پر یہ قرینہ دلالت کرتا ہے کہ رب کریم نے لفظ لھما ارشاد فرمایا ہے جو اس سلسلہ میں قوی دلیل ہے۔

3- حضرت آدم علیہ السلام کی کھال کو سست اور سیاہ کر دیا گیا جبکہ اس سے پہلے اجلی اور روشن تھی، ناخن کی مانند اور اس کا نمونہ ناخن کی شکل

میں جسم انسانی میں باقی رکھا گیا۔

4- قرب خداوندی سے دور ہوئے تو اس وقت ندا الٰہی آئی۔ یجاوزنی منت عصانی۔

5- جناب آدم و حوا علیہما السلام کے درمیان سو سال اور دوسری روایت کے مطابق دو سو سال تک فرقت رکھی گئی۔

6- آدم و اولاد آدم سے قیام قیامت تک شیطان کی دشمنی ہوگئی۔

7- جناب آدم علیہ السلام کے نام کے ساتھ عاصی کا لفظ بڑھا دیا گیا۔ وعصیٰ ادم ربہ فغویٰ آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور گمراہی میں پڑ گئے۔

8- شیطان کو اولادِ آدم کے معاملات مال و اولاد میں مشارکت دلائی۔ واجلب علیھم نجیلہ و رجلك وشارکھم فی الاموال والاولاد۔

9- دنیا کو ان کی امتحان گاہ بنایا گیا۔ اولاد آدم کو محنت، درد و مشقت بیماری، موسمی تبدیلیوں، سردی گرمی اور دوسری تکالیف میں مبتلا کر کے ابتلاو آزمائش میں ڈال دیا گیا۔

10- کسب معاش کے سلسلہ میں آزمائش اور ابتلاء میں ڈالا گیا تاکہ بغیر جدوجہد کیے اور پیشانی عرق آلود ہوئے ایک لقمہ بھی نہ دلایا۔ آدم علیہ السلام سے معلومات اور ندامت کا اظہار کرانے کے بعد اب حضرت حوا سے دریافت فرمایا کہ تم کہاں ہو۔

انہوں نے عرض کیا، الٰہی ابھی برہنہ اور بے لباس ہوں۔ خطاب الٰہی ہوا کہ سب کچھ اس لغزش کی وجہ سے ہے جو تم سے سرزد ہوئی ہے۔ اے حوا کیا سبب ہے کہ تم خود بھی گمراہ ہوئیں اور آدم (علیہ السلام) کو بھی ورغلایا۔ اپنے اور آدم (علیہ السلام) کی برہنگی کا سبب بنیں۔ حوا نے کہا، الٰہی یہ بات میرے تصور میں بھی نہ تھی کہ تیرا کوئی بندہ تیری جھوٹی قسم لے گا۔ حکم الٰہی ہوا کہ بہشت سے باہر آؤ میں تمہیں پندرہ عقوبتوں میں مبتلا کروں گا اور یہ سزا نہ صرف تمہارے لئے ہوگی بلکہ تمہاری اولاد کو بھی بھگتنی ہوگی۔

حوا کی غلطی تمام عورتوں کی کمزوری کا باعث بنی:

1- نجاست تمہارے شکم و شرمگاہ میں رکھ دی گئی جو (حیض و نفاس کے خون کی شکل میں ظاہر ہوگی۔)

2- نو ماہ حمل کا بوجھ باندھے رکھنا۔

3- ولادت کے ہر موقعہ پر موت کا مزہ چکھنا۔

4- عدت کی مشقت برداشت کرنا۔

5- شوہروں کا محکوم ہونا۔

6- طلاق کے جملہ امور کا اختیار شوہروں کے پاس ہونا۔

7- وراثت میں مردوں کے مقابلہ میں نصف حصہ ملنا۔

8- گواہی میں مردوں کے مقابلہ میں آدھی حیثیت کا ہونا۔

9- عقل میں کم ہونا۔

10- دین میں کم ہونا۔

11- تحیت وسلام سے محرومی۔

12- جمعہ کی حاضری اور جماعت کے اجر سے محرومی۔

13- پیغمبری کے اعزاز سے محرومی۔

14- بادشاہی وسلطنت وحکومت سے محرومی۔

15- جہاد سے محرومی اور بغیر محرم کے سفر پر پابندی۔

شیطان کی سزا:

1- جنت کی مملکت اور زمین وآسمان کے خزانوں سے محروم کر دیا گیا۔

2- قربِ الٰہی سے محروم کر دیا گیا۔

3- پہلے فرشتہ مقرب تھا پھر اس کی صورت مسخ کر کے شیطان رجیم بنا دیا گیا۔

4- اس کا نام عزازیل سے تبدیل کر کے ابلیس رکھ دیا گیا۔ **لانہ ابلیس من لعنة اللّٰہ ای قنط۔**

5- تمام شیطانوں کا پیشوا اور مقتدی بنا دیا گیا۔

6- ابدی ملعون بنا دیا گیا۔

7- معرفت کی صفت اس سے چھین لی گئی۔

8- اس کے لئے توبہ کا دروازہ بند کر دیا گیا۔

9- اس کو رد کر دیا گیا اور نیکی کی صلاحیتیں اس سے واپس لے لی گئیں۔

10- اسے دوزخیوں کا خطیب بنا دیا گیا تا کہ دوزخ میں دوزخیوں کو خطاب کرے انہیں رحمت الٰہی سے مایوس کرے۔

مور کی سزا:

اس کے بعد مور کو یہ سزا دی گئی کہ جناب جبرائیل علیہ السلام نے اس کے سر کے بال پکڑ کر اس کو جنت سے نکال دیا۔ اس دن تک اس کے سر پر چھ سو خوبصورت رنگا رنگ بال تھے لیکن فرشتوں نے انہیں نوچ ڈالا اور یہی دو بال باقی چھوڑ دیے جو آج اس کے سر پر باقی ہیں اور اس کے

پیراس سزامیں مسخ کر دیئے کیونکہ اس نے شیطان کو جنت میں لانے کا ثبوت دیا تھا اور ابدی طور پر بہشت سے نکال دیا گیا۔

سانپ کا زہر:

مور کے بعد سانپ کا نمبر آیا اس دن تک شیر کی طرح اس کے بھی چار پیر تھے۔ لیکن بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ چار پایوں کی طرح اس کا سر زبرجدیں اور اس کا جسم مختلف قسم کے عمدہ رنگوں کا امتزاج تھا جس میں سرخ زرد اور سبز رنگ نمایاں تھے اور اس کا جسم صاف شفاف اور چمکدار تھا اور اس کے دانت سلسلہ وار اور موتی کی طرح سفید تھے اور اس کے دہانہ میں سفید مشکی زبان تھی اس کی کمر سفید چاندی کی طرح اور اس کا پیٹ سرخ موتی کی مانند اس کی گردن زبرجد اور اس کا سر یاقوت کی مانند تھا۔ حاصل کلام یہ کہ اس کا حسین وجمیل وجود مسخ کر دیا گیا اور اس سزا میں کہ وہ اپنے منہ میں شیطان کو رکھ کر جنت میں لے گیا تھا اور اسی کے دانتوں میں زہر ملا کر اسے جنت سے نکال دیا گیا۔

اللہ جل جلالہ نے اپنی صفت جباری کے ساتھ اس کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اس تمام معاملہ میں تیرا کردار ہی اصل رہا ہے لہٰذا اپنے قصور اور فتور کی وجہ سے نگوسار اور قلب زمین کو کاٹ اور خاک تیرا سے غذا حاصل کر اور اسی ذلت کے ساتھ زندگی گزار۔

حضرت آدم جنت سے جاتے ہیں:

ان سزاؤں کے بعد ملائکہ کو حکم ہوا کہ اب آدم (علیہ السلام) کے سر کو اس درخت کی شاخوں سے آزاد کراؤ۔ جب آدم علیہ السلام نے یہ خطاب سنا تو اس ضمن میں ایک لطیفہ قلبی کا مشاہدہ کرتے ہوئے کہا کہ اب خلاصی کا حکم آ رہا ہے تو اس درخت کو ہاتھ سے پکڑ کر عرض کیا، الٰہی تو نے مجھے اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا اگر تو اپنی روح میرے اندر نہ پھونکتا اگر ملائک کو میرے لئے سجدہ کا حکم نہ دیتا اور مجھے بہشت میں سکونت نہ دیتا الٰہی یہ تمام اعزازات جو تو نے مجھے عنایت فرمائے ایک لغزش پر جو مجھ سے بلاقصد صادر ہوئی ان اعزازات کو ضائع نہ فرما اور اس سعادت سے مجھے محروم مت کر۔

لیکن فرشتوں کو خطاب ہوا، اذھبو بعبدی "میرے بندے کو لے جاؤ"۔

تعمیل ارشاد میں فرشتوں نے آدم (علیہ السلام) کو لے جانا چاہا لیکن انہوں نے ہاتھ سے دوسرا درخت پکڑ لیا اور عرض کیا، ابھی میں تیری جدائی کی تاب نہیں رکھتا اور تو مجھے جنت سے نکال رہا ہے۔ تیرے بغیر مجھے سکون وقرار نہ آئے گا، خداوندا مجھ پر رحم فرما۔

لیکن اس عرضداشت کے بعد بھی خطاب الٰہی ہوا، اذھبوا بعبدی لیکن آدم علیہ السلام نے دوسرے درخت کو پکڑ کر فرمایا، الٰہی کیا تو نے یہ وعدہ نہ فرمایا تھا کہ تیری نسل کو بڑھاؤں گا ان میں سے رسول اور انبیاء کو منتخب کروں گا۔ پہلے ادریس علیہ السلام کو مقام اعلیٰ عطا کروں گا اور نوح (علیہ السلام) کو طوفان میں کشتی کے ذریعے نجات دلاؤں گا۔ خداوندا انہیں کی وجہ سے مجھ پر رحمت وبخشش فرما لیکن پھر بھی شنوائی نہ ہوئی اور فرشتوں کو حکم ہوا، اذھبو بعبدی فرشتوں نے جناب آدم علیہ السلام کا بازو پکڑا، لیکن آپ نے پھر ایک درخت کو پکڑا اور عرض گزار ہوئے۔ الٰہی تو نے فرمایا تھا کہ ایک پیغمبر تمہاری نسل میں پیدا کروں اور اسے منصب خلعت پر سرفراز کروں گا اس نبی کے فرزند کو ذبیح بناؤں گا۔ تمہاری نسل سے ایک

اور پیغمبر موسیٰ نامی مبعوث فرماؤں گا اور اسے شرف کلام سے سرفراز کروں گا ان فرزندوں کی وجہ سے مجھ پر رحمت فرما اور میری غریبی پر بخشش فرما، لیکن اس مرتبہ بھی اذھبو بعبدی کا حکم ملا۔ لہٰذا ملائکہ نے پھر کوشش کی لیکن آدم علیہ السلام نے پھر مزاحمت کرتے ہوئے ایک درخت کو پکڑ لیا اور استدعا کی، الٰہی تو نے وعدہ نہ فرمایا تھا کہ تیری نسل سے ایک پیغمبر کو مبعوث فرماؤں گا جن کا نام نامی محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوگا اس کو تو اپنا حبیب بنائے گا اور تمام مخلوق پر فضیلت عطا فرمائے گا۔ الٰہی اس ذات مقدس کی وجہ سے مجھ پر رحم فرما۔

رب العالمین نے فرشتوں سے فرمایا کہ اب میرے مقرب بندے اور نائب کے ساتھ نرمی برتو کیونکہ وہ اب ہماری بارگاہ میں ایسے شفیع کو لایا ہے کہ اس کی برکت سے جو کچھ طلب کرے گا پائے گا۔ اس کے بعد رب العالمین نے نہایت لطف و کرم کے ساتھ ان کو دنیا میں واپسی کے اسباب بتائے اور فرمایا کہ اے آدم ہم نے سرزمین پر تمہیں اس لئے تخلیق فرمایا ہے کہ زمین کی خلافت و امارت اور اس کو آباد کرنے کی ذمہ داری تمہارے سپرد کریں لہٰذا تم زمین پر جاؤ وہاں اقامت گزیں ہو ان باتوں سے آدم (علیہ السلام) نے سمجھ لیا کہ مشیت ایزدی اسی بات کی متقاضی ہے کہ میں بہشت سے جاؤں اور دنیا میں مقیم ہوں لہٰذا قدم بہشت سے بڑھائے۔

اس وقت آدم علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا، الٰہی میں خود جا رہا ہوں لیکن مجھے یہ بتا دے کہ اگر اپنی اصلاح حال کے لئے توبہ استغفار کروں تو اس کو قبول فرما کر مجھے دوبارہ بہشت میں داخلہ کی اجازت مل جائے گی۔ رب تعالیٰ نے فرمایا، ''ہاں'' اے آدم۔

جب آدم علیہ السلام نے بہشت سے زمین کا ارادہ فرمایا تو جبرائیل امین علیہ السلام نے بھی ان کی مشایعت کی تو آدم علیہ السلام نے ان سے دریافت فرمایا، اے جبرائیل مجھے کہاں لے جا رہے ہو۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا اس جگہ جہاں کہ آپ پیدا ہوئے تھے۔ آپ نے دریافت کیا کہ مستقل طور پر یا عارضی، جبرائیل نے جواب دیا کہ یہ بات میرے علم میں نہیں ہے۔ آدم علیہ السلام نے پھر دریافت فرمایا کہ وہاں میرا رفیق تنہائی کون ہوگا۔ جبرائیل نے کہا کہ وہی شخصیت جس کی وجہ سے آپ نے شجرِ ممنوعہ چکھا۔ آدم علیہ السلام یہ سن کر بہت پریشان ہوئے اور فرمایا کہ دوست کا فراق کچھ کم مصیبت نہ تھا کہ دشمن کی رفاقت کی دوسری مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آدم علیہ السلام نے جبرائیل سے کہا کہ ملاء اعلیٰ میں تو میری جنت سے واپسی کی خبر مشہور ہوگئی اب اس خبر کو دنیا میں مشہور کر کے میرے لئے مزید ذلت کا سامان مہیا نہ کرنا۔ جبرائیل نے فرمایا کہ یہ خبر تو ملاء اعلیٰ سے تحت الثریٰ تک پہنچ چکی ہے اور سب نے آپ کی لغزش کو جان لیا ہے۔ یہ سن کر آدم علیہ السلام اتنا روئے کہ پتھروں کا دل بھی اس منظر سے شق ہوگیا۔

اس کے بعد جناب آدم علیہ السلام نے جبرائیل امین سے فرمایا کہ مجھے اتنی مہلت تو دو کہ میں اپنے پروردگار کے ملائکہ کو الوداع تو کہہ لوں۔

کیا معلوم کہ ان سے پھر ملاقات ہو یا نہ ہو لہٰذا آدم علیہ السلام نے نگاہ پھیر کر بڑی دلدوز آواز میں ندا دی۔ علیکم السلام یا ملائکۃ اللہ استودعکم واقرئ علیکم السلام۔ مجھے اب یہاں سے لے جایا جا رہا ہے اور نہ معلوم اب میرے ساتھ کیا معاملہ پیش آئے۔ اب میری تم سے یہ درخواست ہے کہ مجھے عاصی عابد نہیں بلکہ عابد نامی کی طرح یاد کرنا کیونکہ میری لغزش عمداً نہیں بلکہ نسیاں کی وجہ سے تھی، اس وقت یہ صدا سنائی دی۔

اھبطوا منھا جمیعا۔ ان سب کو یہاں سے باہر کر دو لہٰذا جناب آدم و حوا کے علاوہ شیطان مور اور سانپ کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر کے زمین پر بھیج دیا گیا۔

حضرت آدم سراندیپ میں:

آدم علیہ السلام کوسراندیپ پر اتارا گیا۔ یہ ایسا پہاڑ ہے جس کی چوٹی آسمان سے سب سے زیادہ نزدیک ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ابھی آدم علیہ السلام کا پیر پہاڑ کی چوٹی پر ٹکا تھا اوران کا سر آسمان پر ہی تھا کہ وہ فرشتوں کی تسبیح کی آوازیں سن رہے تھے اور تعلق ان کے قلب میں باقی تھا کہ ملائکہ کی دعا کی وجہ سے ان کا قدم ساٹھ گز آگے بڑھ گیا، جس کی وجہ سے ان کا غم واندوہ بڑھ گیا۔ جناب حوا کو جدۂ مور کو حبشہ بعض روایات کے مطابق سرزمین کابل اور سانپ کو سرزمین اصفہان میں چھوڑ دیا گیا۔

شیطان مردود کے سلسلہ میں مورخین نے اختلاف کیا ہے۔ بعض نے بصرہ اور بعض نے کہا ہے کہ اسے سرزمین میسہ میں اتارا گیا اور غالب گمان یہ ہے کہ اس کی کوئی معین جگہ نہ تھی کیونکہ وہ جسم لطیف کا حامل تھا جس کے لیے کسی معین جگہ کی ضرورت نہیں ہے۔

اس طرح قیام قیامت تک ابلیس وابن آدم اور سانپ کے درمیان عداوت پیدا ہوگئی۔ ان مراحل کی تکمیل کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے چاہا کہ اب اپنی منزل کو واپس جائیں تو آدم علیہ السلام بہت رنجیدہ ہوئے اور فرمایا، جبرائیل تم جارہے ہو اور مجھے اس دارالحزن میں تنہا چھوڑے جاتے ہو اب نہ معلوم تمہاری کب واپسی ہو۔ یہ سن کر جبرائیل نے کہا کہ آدم علیہ السلام تم عاصی بندے ہو اور ہم ملائکہ حکم کے تابع۔ ہم وہی کرتے ہیں جس کا ہمیں حکم دیا جاتا ہے۔ یہ کہہ کر وہ نظروں سے غائب ہوگئے اور آدم علیہ السلام کی حالت غم واندوہ سے بدتر سے بدتر ہوتی گئی۔ وہ زمین سے مٹھیاں بھر بھر کر ریت اٹھاتے اور اپنے منہ پر ملتے اور کہتے، الٰہی جبرائیل مجھے تنہا چھوڑ گئے تو مجھے ضائع مت فرمانا۔

وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کوہ سراندیپ پر زمین پر منہ رکھے تین سو سال تک روتے رہے اور ان کی آنکھوں سے نکلے ہوئے آنسوؤں سے کوہ سراندیپ پر چشمے جاری ہوگئے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ چشمے ایسے رواں اور گہرے تھے کہ ان میں کشتی چل سکتی تھی۔

ایک روایت میں ہے کہ آدم علیہ السلام کو اتنا رنج اور افسوس ہوا کہ زانوؤں پر ہاتھ مارتے مارتے ہتھیلیوں اور زانو کا گوشت ختم ہوگیا تھا صرف ہڈیاں ہی باقی رہ گئی تھیں۔

روایت ہے کہ دولت وصال سے محرومی اور نعمتوں کے زائل ہونے کی وجہ سے تین سو سال تک روتے رہے اور اس دوران ایک مرتبہ بھی ندامت کی وجہ سے آسمان کی طرف نظر نہ اٹھائی، کہا جاتا ہے کہ پرندے ان کی آنکھوں سے نکلنے والے آنسوؤں کو پیتے اور آپس میں کہتے کہ اس سے بہتر میٹھا پانی آج تک نہیں پیا تھا۔ چونکہ آدم علیہ السلام پرندوں کی زبان سے واقف تھے لہٰذا ان کی گفتگو سن کر بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ الٰہی اب تو یہ پرندے بھی میری حالت پر افسوس کرتے ہیں۔ فرمان خداوندی ہوا، اے آدم! اپنے عزت وجلال کی قسم میں نے کسی پانی میں اتنی لذت نہیں رکھی جتنی کہ گناہ گاروں کے آنسوؤں میں۔ اس کی آنکھ کے پانی کو تمام پانیوں پر بہترین تخلیق کیا ہے۔

روایت ہے کہ آدم علیہ السلام کی کثرت گریہ وزاری کی وجہ سے جبریل امین زمین پر آئے اور کہا، هذا البكاء على فوت الدار فكيف البكاء لفقدان رب الدار۔ لیکن آدم علیہ السلام کے رونے میں زیادتی ہی ہوئی۔

رب العالمین نے زمین کے وحوش وطیور مار و مور کو حکم دیا کہ وہ آدم علیہ السلام کی عیادت کے لئے جائیں لہٰذا وہ جوق در جوق اور صف در صف آدم علیہ السلام کے پاس آنے لگے اور آدم علیہ السلام سے ہمدردی کے کلمات کہتے، آدم علیہ السلام گردن ڈالے مصروف گریہ تھے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ یہ تمام جانوران سے متنفر ہو کر واپس ہو گئے کہ کہیں ایسا نہ ہوان کی نافرمانی کی وجہ سے ہم پر بھی عتاب الٰہی ہو جائے۔ آدم علیہ السلام نے جب یہ بات سنی تو ان کے رونے میں اور اضافہ ہو گیا اور بارگاہ الٰہی میں عرض گزار ہوئے۔ الٰہی اب تو ساکنان ملاء اعلیٰ ہی کی سرزنش کافی تھی اب ساکناں خطہ ارضی کی بھی باتیں سننی پڑیں گی۔ کہا جاتا ہے کہ جناب باری میں یہ بات قبول ہوگئی اور حق تعالیٰ نے ان پر رحم فرمایا اور ان کی توبہ قبول فرمائی۔

الحدیث فی العرائس عن حذیفة الیمانی رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے تو ان کے جسم پر جنتی پتے لپٹے ہوئے تھے جو ان کی ستر پوشی کر رہے تھے اور دنیا کی ہوا کی وجہ سے وہ پتے خشک ہو گئے ملک ہند میں چاروں طرف پھیل گئے اور ان خشک شدہ پتوں کے اثرات دنیا کے درختوں اور پھلوں میں اثر انداز ہو گئے اور ان کا اثر قیامت تک باقی رہے گا جس سے مختلف قسم کی خوشبو میں مثلاً مشک عنبر وعود آتی رہیں گی۔

مشک وعنبر کی تخلیق:

صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا، یا رسول اللہ مشک تو ہرن کے نافہ سے حاصل کیا جاتا ہے۔ اس میں یہ خوشبو کس طرح پہنچی، حضور ﷺ نے فرمایا، بے شک مشک دینے والا جانور اقسام ہرن سے ہے اس نے ان پتوں میں کچھ کھایا تھا جس کے صلہ میں اللہ نے اس کے نافہ میں مشک پیدا فرما دیا اور اس کی نسل میں آج تک باقی ہے۔ صحابہ نے دریافت فرمایا، یا رسول اللہ مشک خطہ زمین کے کن اطراف میں پیدا ہوتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تین علاقوں کے علاوہ کہیں نہیں پایا جاتا۔ سرزمین ہند اطراف سندھ اور تاتار کے علاقہ میں۔ صحابہ نے عرض کیا کہ عنبر بھی تو بحری جانور سے حاصل ہوتا ہے کیا اس نے بھی بہشت کا پتا کھایا تھا اور بحری جانور کی غذا پتا کس طرح ممکن ہے۔ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا ہے تو ایسا ہی کہ عنبر سمندری جانور سے حاصل ہوتا ہے۔ رہا معاملہ اس پتا کو کھانے کا تو اس سلسلہ میں بات یہ ہے کہ یہ جانور پہلے خشکی کا تھا اور سرزمین ہند کے جنگلوں میں چرتا تھا وہیں اس نے یہ پتا کھایا تھا لیکن بعد میں جناب جرائیل نے اس کو سمندر کی طرف ہانک دیا اور پانی میں ڈال دیا اور اب یہ سمندری جانوروں میں سب سے بڑا جانور ہے۔ چنانچہ اس کے پر ہزار گز لمبے ہیں اور جب کبھی وہ عنبر ڈالتی ہے تو وہ ہزار ہزار اور پانچ پانچ سو رطل ہوتا ہے۔ رطل نصف صاع کی برابر ہوتا۔ واللہ اعلم۔

* * *

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

نواں باب

حضرت آدمؑ بھوک اور دوسری دنیاوی تکالیف کی زد میں

http://kitaabghar.com

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب آدم وحوا رضی اللہ عنہما دوسو سال تک عالم بالا کی نعمتوں کے واپس لئے جانے پر روتے رہے اور سوسال تک ایک دوسرے سے جدا رہے اور چالیس سال تک انہوں نے نہ تو کچھ کھایا اور نہ پیا۔

ایک اور روایت کے مطابق تین سوسال شرم وندامت کی وجہ سے آسمان کی جانب نظر نہ اٹھائی۔ ان مدتوں کے سلسلہ میں مختلف روایتیں ہیں لیکن صحیح روایت یہ ہے کہ سوسال تک ایک دوسرے سے جدا رہے۔ دوسوسال تک روتے رہے۔ تین سوسال تک آسمان کی جانب نظریں نہ اٹھائیں اور چالیس دن تک نہ کچھ کھایا اور نہ پیا۔ اس کے بعد ایک مدت، تن برہنہ بھوکے پیٹ گزاری۔ آب وہوا کی تبدیلی کی وجہ سے جسم متاثر ہونے لگا اور اس سلسلہ میں آپ پریشان ہوئے کیونکہ جنت میں تو ایسی کسی مصیبت سے واسطہ نہ پڑا تھا۔ ایک دن جناب جبرائیل امین حکم خداوندی کے بموجب آدم علیہ السلام کا حال معلوم کرنے آئے اور حالات معلوم کئے۔ آدم علیہ السلام نے اپنی جسمانی کیفیت حکایتاً (شکایتاً بتائی) جبرائیل علیہ السلام کو بتائی۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ جسمانی تکلیف برہنگی کی وجہ سے ہے اور تمام حال بارگاہ احدیت میں جا سنایا۔ حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے لئے چار بہشتی جانوروں کے جوڑے روانہ کئے۔ جن میں دو بھیڑیں، دو بکریاں، دو اونٹ اور دو گائے تھیں۔ تاکہ ان کی افزائش نسل کی جائے۔ اس کے بعد بھیڑ کو ذبح کرنے کا حکم مل گیا۔ اس کا اون جناب حوا نے کاتا اور حضرت آدم علیہ السلام نے اس کو بُن کر اپنے لئے جبہ اور جناب حوا کے لئے کرتہ اور اوڑھنی بُنی۔ یہ کپڑے پہن کر ان کو جنتی لباس یاد آئے اور فرط غم میں رونے لگے۔ یہ واقعہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ لباس کی تیاری جناب حوا سے ملاقات کے بعد ہوئی اور یہ مشہور روایت کے مطابق سوسال کے بعد ہوئی۔ (اللہ تعالیٰ حقیقت کو جاننے والا ہے)۔

ممکن یہ ہے کہ جناب حوا کا کاتنا ایام مفارقت میں ہوا ہو اور اس کی شکل یہ ہوسکتی ہے کہ جناب جبرائیل علیہ السلام نے اون لاکر حضرت حوا کو دے دی ہو۔

حضرت آدم علیہ السلام معیشت کی تگ ودو میں مشغول ہوتے ہیں:

اس سلسلہ میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب آدم علیہ السلام نے گرمی، سردی اور بھوک کی بابت جبرائیل سے ذکر کیا اور جبرائیل سے دوسری کیفیات معلوم کیں تو آپ نے فرمایا کہ میں اضطراب و قلق سے پریشان ہوں، جن کی وجہ سے عبادت بھی ٹھیک طرح نہیں ہوپاتی۔ جبرائیل علیہ السلام نے وجہ معلوم کی تو آدم علیہ السلام نے کہا۔ معلوم ہوتا ہے کہ میری کھال میں باریک کیڑے ہیں جو چلتے پھرتے ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ بھوک ہے، آدم علیہ السلام نے کہا کہ اس سے نجات کس طرح پائی جاسکتی ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا

کہ اس سے نجات کا طریقہ عنقریب معلوم ہو جائے گا۔ یہ کہہ کر آدم علیہ السلام کے پاس سے چلے گئے اور جب واپس آئے تو ان کے ساتھ دو سرخ گائیں اور ایک روایت کے مطابق ایک سرخ اور ایک سیاہ گائے ہتھوڑا۔ اہرن اور لوہاری کا دوسرا سامان لاکر آدم علیہ السلام کے سپرد کیا۔ اس کے ساتھ ہی جہنم کی آگ کی ایک چنگاری لاکر آدم علیہ السلام کے ہاتھ پر رکھ دی لیکن جیسے ہی وہ آدم علیہ السلام کے ہاتھ میں وہ چنگاری آئی اڑ کر پانی میں جاگری۔ جبرائیل علیہ السلام نے اس کو اٹھا کر پھر آدم علیہ السلام کو دیا لیکن پہلے کی طرح پھر وہ پانی میں جاگری۔ اس طرح سات یا ستر مرتبہ ہوا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ان النار کم حزؤ من تسعة و تسعین وفی روایة من سبعة و سبعین جزء من نار جهنم۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا: اغسلت بالماء سبع مرات۔ جب ساتویں مرتبہ آگ آدم علیہ السلام کے ہاتھ میں آئی تو گویا ہوئی کہ اے آدم میں آپ کی اطاعت نہ کروں گی بلکہ آپ کی نافرمان اولاد سے انتقام لوں گی۔ یہ سن کر جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا بات تو ایسی ہے لیکن میں اس کو آپ کے لئے لوہے اور پتھر میں بند کر دوں گا تاکہ آپ اور آپ کی اولاد اس سے مستفیض ہوں لہٰذا جبرائیل علیہ السلام نے آگ کو لوہے اور پتھر میں محفوظ کر دیا۔ اس طرح آدم اور اولاد آدم کو اس سے فائدہ حاصل کرنا ممکن ہو گیا۔ قرآن کریم فرماتا ہے،

افرأیتم النار التی تورون۔

آدم علیہ السلام نے جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ تمہارے ہاتھ کو آگ نہیں جلاتی، اس کی وجہ کیا ہے۔ میرے ہاتھ کو جلا دیتی ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ سے احکام کی بجا آوری میں کوتاہی ہوئی ہے اور مجھ سے ایسا کبھی نہیں ہوا ہے۔ اس کے بعد آدم علیہ السلام نے جبرائیل کی مدد سے کھیتی باڑی کے آلات بنائے۔ آدم علیہ السلام خطہ زمین کے پہلے فرد ہیں جنہوں نے لوہے سے سامان زراعت بنایا۔ اس کے بعد جناب آدم علیہ السلام کو ایک تھیلی دی گئی جس میں گندم کے تین دانے تھے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا، اے آدم علیہ السلام دو دانے اپنے پاس رکھیے اور ایک دانہ حوا کو دیجئے اور اسی سلسلہ میں للذکر مثل حظا الانثیین۔ ناطق ہے ان میں سے ہر دانہ کا وزن ایک لاکھ آٹھ سو درہم تھا اور ایک قول کے مطابق ایک ہزار آٹھ سو درہم تھا۔

آدم علیہ السلام نے گیہوں کے متعلق جبرائیل علیہ السلام سے معلوم کیا کہ کیا ان کو کھا لوں لیکن جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ ان کو محفوظ رکھو یہ تمہاری بھوک رفع کرنے کا سبب ہوں گے۔ آپ اسی دانہ کی وجہ سے جنت سے دنیا میں بھیجے گئے ہیں اور یہ دانہ قیام قیامت تک تمہاری اولاد کے لئے بھی سبب مصیبت رہے گا۔ جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ اس کو اپنے ہاتھ سے پیس کر روٹی پکاؤ۔

دوسری جانب آدم علیہ السلام نے گائے کو ہل کے ساتھ باندھ کر ہل کا لوہا زمین میں گاڑھ کر زمین کو کھودنا شروع کیا تاکہ اس کو کھیتی کے قابل بنایا جائے۔ گائے بہشت میں چونکہ رہی تھی۔ اور ایسی محنت و مشقت نہ اٹھائی تھی لہٰذا ہانپنے لگی اور کام میں سستی کرنے لگی۔ آدم علیہ السلام نے اس کو دو تین لکڑیاں ماریں تو گائے نے کہا کہ اے آدم آپ مجھے کیوں مارتے ہیں۔ آدم علیہ السلام نے کہا کہ تو نافرمانی کرتی ہے۔ گائے نے کہا کہ کیا جو نافرمانی کرتا ہے وہ لکڑیاں کھاتا ہے۔ آدم علیہ السلام نے سمجھ لیا کہ اس کی بات میں طنز پوشیدہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے بھی جنت میں احکام کی نافرمانی کی تھی لیکن خدا تعالیٰ نے بخشش فرمائی اگر میں بھی کوتاہی کروں تو مجھ پر بخشش اور رحم کریں۔

امام ضحاک کے قول کے مطابق گائے اس اثناء میں زمین میں چلی گئی اور جب واپس ہوئی تو اس کی کیفیت عالم بالا کی گائے کی ہو گئی لیکن لکڑی چونکہ عالم دنیا کی گائے نے کھائی تھی لہٰذا آدم علیہ السلام نے اس کے سینگ پر لکڑی ماری۔ گائے نے آسمان کی جانب نظریں اٹھائیں اور آہ و فغاں کی۔ آدم علیہ السلام نے گائے ہانکنے والی لکڑی ہاتھ سے پھینک کر جانے کا ارادہ کیا لیکن اسی وقت جبرائیل آ گئے اور دریافت کرنے لگے، آدم کدھر کا ارادہ ہے۔ آدم (علیہ السلام) نے فرمایا، اے بھائی جبرائیل اس کارخانہ قدرت میں اب میرا کوئی ٹھکانہ نظر نہیں آتا اب تو یہ گائے بھی میرا کہنا نہیں مانتی جبرائیل نے کہا کہ تم نے اس کو ناراض کر دیا اور اس کو تکلیف پہنچائی ہے۔ آدم علیہ السلام نے کہا کہ وہ سیدھی نہیں چلتی تھی۔

اس وقت جبرائیل کو حکم ربی ہوا کہ تم آدم (علیہ السلام) سے کہو کہ تم بھی جنت میں سیدھے نہ رہے لیکن میں نے تم پر مہربانی کی اب تم گائے پر مہربانی کرو کیونکہ تم پیغمبر اور کریم ہو اور کریموں کی صفات میں معاف کرنا بھی شامل ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب گائے نے چلنے میں کوتاہی کی اور آڑی ٹیڑھی چلنے لگی تو آدم علیہ السلام نے اس کو دو لکڑیاں ماریں۔ گائے نے کہا کہ اے آدم مجھے کیوں مارتے ہو۔ آدم علیہ السلام نے کہا کیونکہ تو سیدھی نہیں چلتی اور نافرمانی کرتی ہے، اس نے کہا کہ جو کوئی حکم الٰہی سے سرتابی کرتا ہے یقیناً لکڑی کھاتا ہے۔ یہ سن کر آدم علیہ السلام بہت روئے اور روتے روتے بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو جبرائیل نے فرمایا:

الرب بك السلام و يقول سجدلك الملائكة ابتداء و تهاون لك البقرانتهاء و كان ذلك بسبب عز الموافقة وهذا السبب ذل المخالفة۔

''حق تعالیٰ سلام کے بعد فرماتا ہے کہ ابتداء میں تمہاری عظمت و بزرگی کی وجہ سے فرشتوں نے سجدہ کیا لیکن انتہا یہ ہوئی کہ گائے بھی معاونت میں کوتاہی کرتی ہے اور تمہارا حکم نہیں ماتی۔ وہ سجدہ عزت کی وجہ موافقت کا تھا اور یہ کوتاہی ذلت کے سبب مخالفت ہے۔''

اور جب آدم علیہ السلام غیبی اشارہ پر متنبہ ہوئے تو گائے نے کوتاہی چھوڑ دی اور ٹھیک طرح چلنے لگی اور زمین کو زراعت کے قابل بنا دیا۔ اس کے بعد آدم علیہ السلام نے زمین میں دانے بو دیئے۔ آدم علیہ السلام کے دانوں سے گیہوں اور جناب حوا کے دانے سے جَو اُگے اس سے یہ لطیف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ شریعت میں ادائیگی میں گیہوں اور جَو کے درمیان دُگنے کا توازن رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ صدقہ فطر میں گندم دو سیر اور جَو چار سیر دیئے جاتے ہیں۔

روایت ہے کہ آدم علیہ السلام عرض گزار ہوئے تو جانتا ہے کہ زراعت کرتے وقت دانے ایک پانی، ایک زمین، ایک ہوا، ایک موسم، لیکن میں نے جو بیج ڈالے اس سے گندم پیدا ہوئے اور حوا کے بیجوں سے جَو۔ اس کی وجہ کیا ہے، خطاب الٰہی ہوا کہ لغزش کے معاملہ میں پہل حوا سے ہوئی تھی کیونکہ انہوں نے شیطان کی متابعت میں گندم نما جَو فروشی کی تھی اس لئے گیہوں کی بجائے جو نکلے تاکہ تمام انسانوں کو معلوم ہو جائے کہ جزا عمل پر ملتی ہے۔

قصہ مختصر، بھوک بطن آدم علیہ السلام میں چمکیں مارنے لگی تو انہوں نے جبرائیل سے کہا، کیا اجازت ہو تو گیہوں کے چند خوشہ کھا لوں۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ بھول رہے ہیں۔ اسی گیہوں کے کھانے کی وجہ سے آپ پر یہ مصائب آئے ہیں۔ اب پھر اس کے کھانے میں

عجلت برت رہے ہیں۔ابھی صبر کیجئے ابھی بہت سے کام کرنے ہیں۔

یہ سن کر آدم علیہ السلام رونے لگے اور سمجھ لیا کہ ابھی بہت محنت کرنی ہے اور پروردگار کے حکم کی نافرمانی کی پاداش میں بہت صبر و محنت کرنی ہے لہٰذا صبر کے قدم روک کر تحمل کی آستین پھیلائی تا کہ اس وقت تک انتظار کریں جب تک کہ گیہوں کے خوشہ خشک ہوں۔ایک بار آدم علیہ السلام نے اور کوشش کی کہ اس کو کھا کر اپنی بھوک کو تسکین دیں لیکن پھر صبر کی تلقین کی گئی یہاں تک کہ گیہوں بالوں میں پک گئے پھر جبرائیل علیہ السلام کے مشورہ سے ان کو کاٹا ڈھیر لگا کر ان پر گائے کو چلا کر گھایا اور اس طرح بالوں سے دانے علیحدہ کئے اور دو پتھروں کے درمیان رکھ کر ان کو پیسا۔اس طرح ہر ہر مرحلہ میں آدم علیہ السلام یہ کوشش کرتے رہے کہ اس میں سے کچھ کھالیں لیکن جبرائیل علیہ السلام کے کہنے سے باز رہتے پھر جبرائیل نے ان سے کہا کہ اب گڑھا کھود کر لکڑیاں جمع کر کے آگ جلاؤ اس کے بعد آٹا گوندھ کر آگ پر روٹی پکائی۔کہا گیا ہے کہ اس روٹی کی لمبائی چوڑائی پانچ سو گز تھی۔بعض روایتوں میں آیا ہے کہ چھوٹی چھوٹی روٹیاں بنا کر تنور میں رکھ دی گئیں اور جب انہیں نکالا تو آدم علیہ السلام نے انہیں کھانا چاہا لیکن جبرائیل امین علیہ السلام نے روکدیا کہ ابھی اور صبر کیجئے اور انہیں ٹھنڈا ہونے دیجئے۔آدم علیہ السلام نے کہا سبحان اللہ ایک لقمہ کے لئے اتنی محنت و مشقت برداشت کرنی پڑی ہے تا کہ وہ معدہ کی غذا بنے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب روٹی پک کر تیار ہوئی تو جبرائیل امین علیہ السلام نے فرمایا،اے آدم ابھی تین گھڑی دن باقی رہ گیا ہے اتنا اور صبر کرلو کہ غروب آفتاب ہو جائے اور روزہ کشائی کا وقت ہو جائے اس وقت افطار کرنا۔آدم علیہ السلام نے دریافت کیا کہ اس کا اجر کیا ہے۔جبرائیل نے کہا کہ اس کے تین فوائد حاصل ہوں گے۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

1- اس کے بدلے اللہ کریم مغفرت فرمادے گا اور عذاب نہ کرے گا۔

2- اللہ آپ پر راضی ہو جائے اور عذاب نہ کرے گا۔

3- جنت میں ابدی زندگی مرحمت فرمائے گا۔

آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ میری ہی خصوصیت ہے یا ہر شخص ایسے ہی اجر کا مستحق ہوگا۔جبرائیل نے جواب دیا کہ یہ آپ کی خصوصیت نہیں بلکہ آپ کی اولاد میں سے قیامت تک جو کوئی بھی یہ عمل کرے گا اس کو یہی اجر ملے گا۔جب غروب آفتاب ہو گیا اور آدم علیہ السلام نے کھانا شروع کرنا چاہا اس وقت جبرائیل نے کہا،اے آدم اتنا صبر اور کرو کہ حوا کا حصہ جدا کر کے مجھے دے دو تا کہ میں ان کو پہنچادوں لہٰذا ان کا حصہ لے کر جبرائیل علیہ السلام نے جناب حوا کو پہنچایا اور اس دن سے بیوی کا نفقہ شوہر پر لازم ہو گیا اور یہ سنت آدم ہمیشہ کے لئے قائم ہوگئی۔

کھانا کھانے کے بعد آدم علیہ السلام نے جسم میں کسی اور چیز کی ضرورت محسوس کی،آدم علیہ السلام نے پھر جبرائیل علیہ السلام سے معلوم کیا تو انہوں نے بتایا کہ اب جسم پانی چاہتا ہے۔آدم علیہ السلام نے فرمایا اس کو کس طرح دور کیا جائے۔پھر جبرائیل گئے اور اپنے ساتھ بہشت سے پھاوڑا لے کر آئے اور آدم علیہ السلام سے کہہ کر گھٹنے تک گہرا گڑھا کھدوایا جس کے نتیجے میں پانی کا چشمہ برآمد ہوا جس کا پانی شہد سے میٹھا برف سے زیادہ ٹھنڈا تھا اس کو آدم علیہ السلام نے پیا جس سے راحت قلبی حاصل ہوئی۔

تھوڑی دیر کے بعد پھر جسم میں کوئی کیفیت محسوس ہوئی اور یہ کیفیت پہلی دونوں حالتوں سے مختلف تھی تو آپ نے جبرائیل علیہ السلام سے معلوم کیا کہ اب کیا بات ہے۔ جبرائیل نے بتایا، اس کیفیت کا مجھے علم نہیں اس وقت اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو بھیجا جس نے آدم علیہ السلام کی دونوں ٹانگوں کے درمیان ہاتھ لگایا جس سے وہ تکلیف رفع ہوئی لیکن آدم علیہ السلام کو ناک میں شدید بو آئی اور اس رنج و محن میں وہ مزید ستر سال تک روتے رہے۔

* * *

کیا آپ کتاب چھپوانے کے خواہش مند ہیں؟

اگر آپ شاعر/مصنف/مولف ہیں اور اپنی کتاب چھپوانے کے خواہش مند ہیں تو ملک کے معروف پبلشرز ''علم و عرفان پبلشرز'' کی خدمات حاصل کیجئے، جسے بہت سے شہرت یافتہ مصنفین اور شعراء کی کتب چھاپنے کا اعزاز حاصل ہے۔ خوبصورت دیدہ زیب ٹائٹل اور اغلاط سے پاک کمپوزنگ، معیاری کاغذ، اعلیٰ طباعت اور مناسب دام کے ساتھ ساتھ پاکستان بھر میں پھیلا کتب فروشی کا وسیع نیٹ ورک...... کتاب چھاپنے کے تمام مراحل کی مکمل نگرانی ادارے کی ذمہ داری ہے۔ آپ بس میٹر (مواد) دیجئے اور کتاب لیجئے......

خواتین کے لیے سنہری موقع...... سب کام گھر بیٹھے آپ کی مرضی کے عین مطابق......

ادارہ علم و عرفان پبلشرز ایک ایسا پبلشنگ ہاؤس ہے جو آپ کو ایک بہت مضبوط بنیاد فراہم کرتا ہے کیونکہ ادارہ ہذا پاکستان کے کئی ایک معروف شعراء/مصنفین کی کتب چھاپ رہا ہے جن میں سے چند نام یہ ہیں......

عمیرہ احمد	ماہا ملک	فرحت اشتیاق	رخسانہ نگار عدنان	قیصرہ حیات	انجم انصار
نازیہ کنول نازی	نگہت عبداللہ	رفعت سراج	نبیلہ عزیز	نگہت سیما	میمونہ خورشید علی
اقراء صغیر احمد	ہاشم ندیم	طارق اسماعیل ساگر	ایم۔اے۔راحت	اعتبار ساجد	شیما مجید (تحقیق)
محی الدین نواب	علیم الحق حقی	امجد جاوید	جاوید چوہدری	ایس۔ایم۔ظفر	

مکمل اعتماد کے ساتھ رابطہ کیجئے۔ علم و عرفان پبلشرز، اُردو بازار لاہور ilmoirfanpublishers@yahoo.com

دسواں باب

کتاب گھر کی پیشکش

آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہونا

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

حضرت آدم علیہ السلام تین سو سال تک گریہ و زاری میں مشغول رہے۔ یہاں تک کہ رب تعالیٰ نے قبول توبہ کی بشارت عطا فرمائی۔ فتلقیٰ آدم من ربہٖ کلمات فتاب علیہ انہ ھوالتواب الرحیم۔ اللہ رب العالمین نے آدم علیہ السلام کو قبول توبہ کی بشارت دی۔ بے شک اللہ کریم توبہ کو قبول کرنے اور رحم فرمانے والا ہے۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں محققین نے بہت سی باتیں فرمائی ہیں جن میں سے پانچ کا ذکر بیان کیا جاتا ہے۔ باقی تفصیل تفسیر بحرالدر میں بیان کی گئی ہیں۔

جناب آدم علیہ السلام کی توبہ کے کلمات:

(1) امیر المومنین امام المتقین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ توبہ آدم علیہ السلام کے کلمات یہ ہیں:

لا الہ الا انت سبحانك و بحمدك رب عملت سوء و ظلمت نفسی فاغفرلی فانت خیر الغافرین

لا الہ الا انت سبحانك و بحمدك رب عملت سوء و ظلمت نفسی فاغفرلی فتب علی انك انت التواب الرحیم۔ لا الہ الا انت سبحانك و بحمدك رب عملت سوء و ظلمت نفسی فارحمنی فانت خیر الراحمین۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ملت مسلمہ میں جو کوئی فرد مذکورہ بالا کلمات کو پڑھے گا، اس کے گناہوں کی مغفرت ہو جائے گی۔ اگرچہ اس کے گناہ دنیا بھر کے ریت یا سمندر کے جھاگ کی برابر ہی کیوں نہ ہوں۔

وسیلہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

(2) امیر المومنین قدوۃ الاصحاب جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ آدم علیہ السلام نے دعا کرتے وقت فرمایا تھا: بحق محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان تغفرلی۔ اے رب العالمین بطفیل سید المرسلین میری لغزش سے درگزر فرما۔ خطاب الٰہی ہوا اے آدم تم نے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ اور وسیلہ سے دعا کی ہے۔ تم نے ان کو کہاں سے جانا اور کس طرح پہچانا ہے۔ آدم علیہ السلام نے عرض کیا، الٰہی جس دن تو نے مجھے تخلیق فرمایا اور مجھ میں روح پھونکی اور جب میں نے آنکھ کھولی تو ساق عرش پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ اس وقت مجھے احساس ہوا تھا کہ یہ تیری عظیم ترین مخلوق ہیں کیونکہ تو نے ان کے نام کو اپنے نام کے متصل لکھا ہے۔ فاوحی اللہ تعالیٰ الیہ و عزتی وجلالی انہ آخر النبیین من ذریتك لو لاہ لما خلقتك۔ پر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ

میرے عزت وجلال کی قسم وہ ذات اقدس تمہاری ذریت میں آخرالنبیین ہیں اگر وہ نہ ہوتے تو تمہیں بھی پیدا نہ کیا جاتا اور امتی کی وجہ سے تمہاری دعا قبول تو بہ اور تمہاری سعی مشکور ہوئی ہے۔

(3) سیدنا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ دعائے آدم علیہ السلام کے کلمات یہ تھے۔ **اللھم انك تعلم سری و علانیتی فاقبل معذرتی و تعلم حاجتی فاعطنی سوالی وتعلم مافی نفسی فاغزلی ذنوبی اللھم انی اسئلك ایمانا یباشر قلبی و ایمانا و یقینا دائماصادقاحتی اعلم انه لن یصیبنی الا ما کتبت لی و رضا انما قسمت لی۔** اے خداوندا میں تجھ سے ایسا ایمان طلب کرتا ہوں جس سے میرے قلب کو تسکین اور بشارت حاصل ہو جائے اور ایمان یقین ابدی، صادق جس سے مجھے یہ یقین ہو جائے کہ اب مجھے ان مصائب کا سامنا نہ کرنا پڑے گا جو تو نے میری لغزش پر مقرر فرمائے تھے۔ اسی وقت جناب باری سے خطاب ہوا، اے آدم ہم نے تمہارے گناہ بخش دیئے۔ علاوہ ازیں تمہاری اولاد میں سے جو کوئی ان کلمات کو پڑھ کر طلب مغفرت کرے گا تو اس کے گناہوں کی مغفرت کے علاوہ اس کے غم و اندوہ کو دور کر دوں گا۔ فقر کو دور کر کے دنیا کی فراوانی کروں گا اگرچہ اس نے خواہش نہ بھی کی ہو۔

مغفرت کی دعا:

(4) ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ بارگاہ الٰہی میں مقبول ترین کلام وہ ہے جس سے ابوالبشر آدم علیہ السلام نے مغفرت طلب فرمائی اور وہ کلمات جو آپ نے گناہوں کی مغفرت کے لئے پڑھے تھے یہ ہیں: **سبحانك اللّٰھم و بحمدك و تبارك اسمك و تعالیٰ جدك ولا اله الا انت ظلمت نفسی فاغفرلی فانه لایغفرا لذبوب الا انت۔** پاک ہے تیری ذات اے خدا، اے اللہ تیری ہی حمد، تیرا بزرگ و برتر نام، تیری بلند ذات، تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اے اللہ میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا، پس تو میری مغفرت فرما۔ تیرے سوا کوئی گناہوں کی مغفرت فرمانے والا نہیں ہے۔

اعترافِ گناہ:

(5) حسن بصری، سعید بن جبیر مجاہد و عکرمہ کا قول یہ ہے کہ ان کلمات کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے:

ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفرلنا و ترحمنا لنکونن من الخاسرین۔

"اے اللہ ہم نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے اگر تو ہماری بخشش نہ فرمائے گا تو ہم ٹوٹے (خسارے) والوں میں سے ہو جائیں گے۔"

بیت المعمور:

جب آدم علیہ السلام نے یہ کلمات ترغیب الٰہی سے ادا فرمائے تو رب کریم نے جنتی یاقوتوں میں سے ایک یاقوت کعبہ مقدسہ کی جگہ رکھوایا۔ یہ یاقوت اتنا بڑا تھا جتنی کہ خانہ کعبہ کی عمارت ہے جس میں دو دروازے مشرقی و غربی جانب بنے ہوئے ہیں اور اس میں نورانی قندیلیں بھی

لگی ہوئی تھیں۔ اس یاقوت کو بیت المعمور کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ پھر آدم علیہ السلام سے خطاب الٰہی ہوا کہ اے آدم میرا ایک مکان (حرم) ہے۔ میرے عرش کے محاذات میں جس کا نام کعبہ ہوگا۔ وہاں جا کر اس کا طواف کیا جائے گا جس طرح کہ میرے فرشتے اس کا طواف کرتے ہیں اور وہاں دعا و مناجات کر کے میرا تقرب چاہتے ہیں۔ تم بھی وہاں جا کر اس کا طواف کر کے میرا تقرب حاصل کرو تاکہ تمہاری دعائیں بھی قبول ہوں، تمہاری لغزش معاف، تمہارا حج قبول اور تمہاری سعی مشکور ہو۔

حضرت آدم کا سفرِ کعبہ:

ندا الٰہی سن کر جناب آدم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کے سفر کا ارادہ کیا اور سراندیپ سے روانہ ہوئے۔ ایک فرشتہ راہنما کی حیثیت سے آپ کے ساتھ تھا۔ راستہ میں جہاں بھی آدم علیہ السلام ٹھہرتے وہ علاقہ سرسبز و شاداب ہو جاتا۔ بعض روایتوں کے مطابق راستہ میں جہاں بھی آدم علیہ السلام کا قدم پڑتا وہ جگہ سرسبز و شاداب ہو جاتی اور آپ کے قدموں کی درمیانی جگہ اپنی اصل حالت میں صحرا و بیابان ہی رہتی۔ آپ کے دونوں قدموں کا درمیانی فاصلہ عام انسان کے تین شبانہ روز کی راہ کے برابر ہوتا اور ایک روایت کے مطابق یہ فاصلہ پچاس فرسنگ تھا۔

حضرت آدم وحوا کا سلسلہ توالد و تناسل اور معاشی مسائل

کہا جاتا ہے کہ جب آدم علیہ السلام نے جبرائیل امین علیہ السلام کی رہنمائی میں مناسک حج ادا کیے اور زیارت خانہ کعبہ سے فارغ ہوئے اور جبرائیل کے کہنے کے مطابق جبل عرفات پر گئے۔ اتفاقاً جناب حوا بھی اپنی جگہ جدہ سے روانہ ہوئیں۔ دونوں کو ایک دوسرے سے ملنے کا اشتیاق تھا اور دونوں ایک دوسرے کی جدائی میں بے تاب تھے۔ یہ بھی کوہ عرفات پر آئیں، زمانہ اور حالات کی تبدیلی کی وجہ سے جناب آدم پر زیادہ اثر ہوا تھا لہٰذا جناب حوا انہیں پہچان نہ سکیں۔

عرفات کی وجہ تسمیہ:

اس وقت جبرائیل امین علیہ السلام نے تعارف کنندہ کے فرائض انجام دیے۔ اس دن کو جس میں ان دونوں کی ملاقات ہوئی۔ عرفہ کا دن اور مقام ملاقات کی جگہ کو عرفات کہا جانے لگا اور یہ دن اتنے سال کی محنت و مشقت کے بعد مسرت و شادمانی و وصال کا دن ہو گیا۔

منیٰ کی وجہ تسمیہ:

آدم علیہ السلام سے معلوم کیا، ای شیی تمنیٰ اب آپ کی خواہش کیا ہے، آدم علیہ السلام نے فرمایا، اتمنی المغفرۃ والرحمۃ۔ میں مغفرت و رحمت کی تمنا کرتا ہوں۔ اسی سبب سے اس مقام کو منیٰ کہا جانے لگا۔ آدم علیہ السلام نے اپنی مراد کو حاصل کر لیا اور قبول توبہ سے مشرف ہوئے۔ والحمدللہ علی ذلک۔ اس کے بعد آدم علیہ السلام نے واپسی کی اجازت طلب کی اور اجازت کے بعد مقام سراندیپ علاقہ ہند کو واپس آئے۔ مجاہد کی روایت کے مطابق آدم علیہ السلام سراندیپ سے چالیس مرتبہ خانہ کعبہ کی زیارت کو تشریف لائے اور پاپیادہ چالیس حج کیے۔

مجاہد سے سوال کیا کہ آدم علیہ السلام نے یہ سفر پا پیادہ کیوں کیے اور سواری کیوں اختیار نہ کی۔ مجاہد کہتے ہیں کون سا جانور ایسا تھا جو جناب آدم علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کا بوجھ اٹھا لیتا۔ ان کلمات کے بعد انہوں نے قسم کے ساتھ کہا کہ ان کا ایک قدم تین شبانہ روز کی مسافت پر پڑتا تھا دوسرے یہ کہ ان کے لیے زمین سمٹتی جاتی تھی اس طرح ان کا آمد و رفت کا سفر مکمل ہوتا تھا۔

ان مذکورہ مراحل کی تکمیل کے بعد خدا کے فضل و کرم سے وہ جناب حوا کے ساتھ سکون واطمینان کے زندگی گزارتے رہے اور ہر وقت اطاعت الٰہی پر کمر بستہ رہتے۔ اس دور میں خطہ زمین پر خانہ کعبہ کے علاوہ کوئی عمارت اور ان دونوں کے علاوہ کوئی متنفس نہ تھا۔

خانہ کعبہ کے متعلق یہ روایت بھی ملتی ہے کہ اس کو بیت المعمور کے طرز پر حضرت آدم علیہ السلام نے فرشتوں کی مدد سے تعمیر فرمایا تھا۔ اس سلسلہ میں دوسری روایات کا ذکر بھی تعمیر کعبہ کے باب میں کیا جائے گا۔

اس کے بعد مشیت ربی کے مطابق ان کے یہاں سلسلہ توالد و تناسل شروع ہوا اور شجرۂ نسل انسان بار آور ہونا شروع ہوا اور جناب حوا کے اولاد ہونی شروع ہوئی جس میں اللہ رب العالمین نے برکت دی اور ان کی تعداد کثیر ہوگئی جو بڑے ہونے کے بعد تعمیر امکنہ اور زراعت میں مشغول ہوئے۔

جناب شیث کی ولادت:

کہا گیا ہے کہ جناب حوا انتیس بار حاملہ ہوئیں اور ہر مرتبہ ان کے دو بچے ایک لڑکا اور ایک لڑکی تولد ہوتے لیکن ایک حمل میں صرف شیث (علیہ السلام) پیدا ہوئے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کی اولاد میں نور محمدی علیہ التحیۃ والثناء انہی کو منتقل ہوا تھا اس لیے ان کو اس شرف و عزت سے ہمکنار فرمایا گیا۔

قابیل وہابیل کا قصہ:

ان بچوں کے سن بلوغ کو پہنچنے کے بعد ایک کا دوسرے حمل سے پیدا ہونے والے لڑکے یا لڑکی سے عقد ہوتا تھا سب سے پہلے حمل میں پیدا ہونے والا قابیل اور اس کی بہن اقلیما تھے اور دوسرے حمل میں ہابیل اور اس کی بہن لبود پیدا ہوئے تھے اور حکم الٰہی کے مطابق قابیل کی شادی لبود سے اور ہابیل کی اقلیما سے ہونی تھی۔ لیکن اقلیما حسن و جمال کا شاہکار تھیں اور لبود کا حسن واجبی تھا۔ چنانچہ اس تجویز پر قابیل و ہابیل کے درمیان شکر رنجی پیدا ہوئی اور بڑھتے بڑھتے معاملہ جدال و قتال تک پہنچ گیا۔ یہاں یہ بات عرض کرنی ہے کہ ہم اس باب میں اولاد آدم کی ولادت کا ذکر کر رہے ہیں۔ لہٰذا ان کے مرنے کے واقعات کا ذکر مناسب نہیں ہے۔ اس لیے اس موضوع سے قطع نظر ہم اپنے اصل موضوع کی جانب واپس ہوتے ہیں۔

جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے کہ قابیل و ہابیل کے قضیہ میں معاملہ یہاں تک پہنچا کہ قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا جس کا حضرت آدم علیہ السلام کو سخت صدمہ ہوا۔ اس وقت جناب جبریل تعزیت کے لیے آئے اور اس کے ساتھ ایک بشارت بھی دی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو نعم البدل کے طور پر ایک فرزند عطا فرمائے گا جس کی نسل سے سید الانبیاء اور سید اولاد آدم ہوں گے۔

جناب شیث علیہ السلام کے حالاتِ زندگی

کتاب گھر کی پیشکش

پہلی فصل:

جناب شیث کو اخلاق نور محمدی کی تفویض ہوا اور ان کی اولادوں کی عمر کے تعین کے بیان میں علمائے فن تاریخ کا بیان ہے کہ جناب آدم صفی اللہ اور جناب حوا ایک دن ایک پُر فضا مقام پر بیٹھے تھے کہ وہاں صاف شفاف پانی کا ایک چشمہ رواں دواں نظر آیا۔ یہ پُر فضا مقام اور وہاں جنتی چشمہ نے ایک عجیب سماں پیدا کر دیا۔ اس چشمے کی روانی کے ساتھ جناب جبریل امین بھی ملائکہ کی جماعت کے ساتھ آئے۔ ان ملائکہ کے ہاتھوں میں جنتی میوہ جات وفواکہات سے بھرے ہوئے طبق تھے۔ ان حضرات نے آتے ہی حضرت آدم علیہ السلام کو السلام علیکم یا ابا محمد کہہ کر سلام کیا کیونکہ جناب آدم جنت میں اس کنیت کے ساتھ پکارے جاتے تھے۔

جبریل نے ان طبقوں کی طرف اشارہ کر کے آدم علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آپ ان پھلوں اور فواکہات کو پہچانتے ہیں۔ آدم علیہ السلام نے فرمایا، ہاں یہ جنتی میوے ہیں جن کے بارے میں بارگاہ الٰہی میں عرض کیا تھا کہ مجھے مرنے سے پہلے انہیں عطا فرمایا جائے۔ فرشتوں نے کہا کہ رب تعالیٰ نے اب یہ تمہیں عطا فرمائے ہیں ان کو کھایئے تاکہ نطفہ محمدی علیہ التحیہ والثناء جو آپ کی صلب میں ہے کا نور برہان زیادہ ہو اور اس جوئبار جنت میں غسل فرما کر جناب حوا سے صحبت فرمایئے کیونکہ اب اس نور مقدس کے منتقل ہونے کا وقت آ گیا ہے۔

نورِ محمدی کا منتقل ہونا:

جبریل امین اور دوسرے فرشتوں کے کہنے کے مطابق آدم وحوا علیہما السلام نے عمل کیا۔ پہلے جنتی میوے کھائے جناب حوا سے ہم بستر ہوئے۔ نہر جنت میں غسل کر کے بہشتی خوشبوؤں سے استفادہ کر کے حسن و جمال فضل و کمال اعلیٰ منصب حاصل کیا اور اس نور کے ظہور کی علامت یہ ہوئی کہ شرق سے غرب تک ان کے نور سے منور ہو گیا اور جناب حوا سے صحبت کے نتیجہ میں نور محمدی جناب آدم سے حضرت حوا کو منتقل ہو گیا اور فرشتوں کی توجہ جناب آدم سے حضرت حوا کی طرف منتقل ہو گئی اور تمام اعزاز واکرام حضرت حوا کے حصہ میں آ گئے جب آدم علیہ السلام کے بارگاہ احدیت میں اس رویہ کی شکایت کی تو جواب الٰہی ہوا، اے آدم! یہ مقام شکایت نہیں۔ یہ سب نور محمد ﷺ کے تابع ہیں۔ آج تک یہ نور تمہارے پاس تھا تو سب تمہارے تابع فرمان تھے۔ اب یہ نور رحم حوا میں جلوہ گر ہے تو ملکوت وجبروت کے عالم کے بادشاہ اور رعایا ان کے تابع فرمان ہیں اور صفحہ خاطر پر ان کی صحبت کے نقوش ثبت کر رہے ہیں۔

کہا گیا ہے کہ اس نور سراپا کے منتقل ہونے سے حضرت شیث علیہ السلام کی ولادت تک اور ایک روایت کے مطابق چالیس سال دوسری روایت کے مطابق سو سال تک ابلیس لعین کو سرگرداں اور پردوں کے پیچھے مقید کر دیا گیا۔ اسی طرح ان کی ولادت سے روز بلوغ تک کے لئے بھی اس کو قید کر دیا گیا اور نور نبوی محمد ﷺ ان کی جبیں سعادت سے جمال اقبال کے مطلع سے آفتاب کی طرح چمکتا تھا اور مشرق ان کے فضل و کرم سے روشن تھا۔

آدم علیہ السلام کے یہ فرزند فضل وکمال حسن و جمال مصوری و معنوی محاسن میں اپنے سب بھائی بہنوں پر فوقیت رکھتے تھے اور جناب ابوالبشر کی محبوب ترین اولاد تھے اور ظاہری و باطنی حسن میں اپنے والد کا مرقع تھے۔

شیث کی وجہ تسمیہ:

جناب آدم علیہ السلام نے ان کا نام شیث رکھا تھا، لیکن یہ اوریا کے لقب سے بھی پکارے جاتے تھے۔ سریانی زبان میں شیث کے معنی ہبۃ الٰہی کے ہیں اسی طرح سریانی میں اوریا کے معنی معلم کے ہیں کیونکہ سب سے پہلے فرد جو تعلیم و تعلم سال شرعیہ کی جانب متوجہ ہوئے وہ جناب شیث ہی تھے۔

جناب شیث سے عہد لیا گیا:

جب جناب شیث سن بلوغ کو پہنچے تو وہ فضل وکمال حسن و جمال کا پیکر تھے اور نور محمدی ﷺ ان کی جبیں مبارک میں درخشاں وتاباں تھا ایک دن جناب جبرائیل علیہ السلام نے آ کر آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ کل شیث کو بڑے حوض کے پاس لے کر آئیں۔ میں بھی فرشتوں کے ساتھ وہاں موجود ہوں گا تا کہ ان سے اس نور کامل السرور کے سلسلہ میں عہد و میثاق لیا جائے۔

دوسرے دن آدم علیہ السلام حضرت شیث کو لے کر وہاں آئے۔ روح القدس ستر ہزار ملائک مقربین کے ساتھ وہاں موجود تھے اور ایک عہد نامہ جناب شیث علیہ السلام سے لیا۔ یہ عہد نامہ یاقوتی قلم سے جنتی حریر کے حلہ پر لکھا گیا اور اس پر ملائکہ کی شہادت لی گئی اور اس حریر کو لپیٹ دیا گیا، جس کو جبرائیل امین علیہ السلام نے اپنی مہر سے سربمہر کیا۔

اس عہد نامہ کی تکمیل کے بعد حق تعالٰی نے دو سبز حُلّے اپنی قدرت کاملہ سے جناب شیث کو پہنانے کے لئے مرحمت فرمائے۔ یہ حُلّے اپنی قدرت کاملہ سے جناب شیث کو پہنانے کے لئے مرحمت فرمائے۔ یہ حُلّے ایسے روشن اور منور تھے کہ آفتاب کی روشنی ان کی روشنی کے سامنے ماند پڑ گئی۔ اس عہد نامہ کا مضمون یہ ہے۔

عہد نامہ کا مضمون:

اس نور کی حفاظت میں سعی بلیغ کریں گے اور اس نور کو اصلاب طیبہ اور ارحام طاہرہ کو منتقل کیا جائے گا۔

تابوت سکینہ:

تابوت سکینہ جس میں انبیاء علیہم السلام کی شبیہیں تھیں۔ وہ بہشت سے لا کر حضرت آدم علیہ السلام کو تفویض کیا گیا اور یہ بتایا گیا کہ اس عہد نامہ کو تابوت میں محفوظ کر دیا جائے۔ اور عہد نامہ میں یہ بھی لکھا گیا کہ یہ اسی طرح نسل در نسل لکھا جائے اور ان عہد ناموں کو اسی تابوت میں محفوظ رکھا جائے اور انبیاء و اصفیاء کی تحویل میں رکھا جائے۔ یہ بات واضح ہو جائے کہ اس عہد نامہ کی کتابت جس طرح بیان کیا گیا۔ سلسلہ بہ سلسلہ ہر دور

میں بعد از مصطفےٰ ﷺ سے جناب شیث کے دور سے قیذ ریں اسماعیل علیہ السلام کے دَور تک جاری کیا۔ اور حمل کے سلسلہ میں اصلاب طیبہ اور ارحام طاہرہ کی پابندی قبذر سے جناب عبداللہ بن عبدالمطلب تک رہی اور وصیت کے مطابق عمل ہوتا رہا۔ یہاں یہ بات قابل وضاحت ہے کہ جب بھی یہ نور صلب سے رحم میں منتقل ہوتا تو شیطان کو قید کر دیا جاتا اور یہ سلسلہ اس فرزند گرامی کے سن رشد کو پہنچنے تک رہتا۔ اور یہ امر اعتقادی اور متحقق ہے کہ اس نور مبارک کی منتقلی عقد نکاح کے بعد ہوتی۔ جس طرح کہ آج اسلامی معاشرہ میں مروج ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے آباؤ اجداد یا ان کی بیویوں میں کوئی بھی کسی اخلاقی کمزوری میں ملوث نہیں ہوا اور یہی بات ہر مرحلہ پر مدنظر رکھنی چاہیے۔ اس بات کو مکرر رکھنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

قرآن کریم فرماتا ہے:

و اذ اخذ ربلك من بنی آدم من ظهور هم ذريتهم و اشهد هم علی المسهم الست بربكم قالو ابلی۔ جب باری تعالیٰ نے بنی آدم کی ذریت کو ان کو پشتوں سے نکالا اور انہیں ان کے نفسوں پر گواہ بنا کر دریافت فرمایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں، سب نے کہا "ہاں"۔

اس واقعہ کی تفصیل جو روایات صحیحہ سے ثابت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ان سے معلوم کیا کہ اے آدم **من خلقك** "تمہیں کس نے پیدا کیا" انہوں نے جواب دیا، **انت یارب** "اے رب تو نے"۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا، **فاسجدلی**۔ "مجھے سجدہ کرو" یہ سنتے ہی حضرت آدم سربسجود ہو گئے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا خطاب ہوا۔ میں تم سے عہد لیتا ہوں جو حکمت کے قواعد کے استحکام اور عقد محبت کے دوام کا سبب بنے۔ آدم علیہ السلام کو یہ بات دل و جان سے محبوب ہوئی۔ عرض کرنے لگے کہ یہ جان جو میں رکھتا ہوں تیری راہ میں حاضر ہے۔

حجرِ اسود کی دنیا میں آمد:

رب کریم کے حکم سے حجر اسود کو لایا گیا۔ یہ جنت کے یاقوتوں میں سے تھا جو برف سے زیادہ سفید تھا اور اس کی چمک دمک آفتاب سے زیادہ تھی لیکن یہ اب مشرکین کے ہاتھ لگنے سے سیاہ ہو گیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اگر اس کو مشرکین کے ہاتھ نہ لگتے تو وہ سیاہ نہ ہوتا اور اس میں یہ خاصیت بھی تھی کہ اگر اس کو بیمار مس کرتے تو شفایاب ہو جاتے۔ (شافی مطلق نے اس میں یہ اثر رکھا تھا۔)

اس واقعہ میں ارباب باطن کے لئے ایک تنبیہ ہے کہ ان کے قلوب کے آئینہ پر اغیار کی نظریں نہ پڑتیں تو قلب نورانی رہتا اور اس کی صفائی کدورت میں تبدیل نہ ہوتی۔

القصہ جب فرشتے فرمان الٰہی کے مطابق حجرِ اسود کو بہشت سے لائے اور حق تعالیٰ نے ذریّت آدم کو صلب آدم سے نکالا تو ان سے عہد لیا اور عہد نامہ تحریر فرمایا اور حجر اسود کے سپرد فرمایا، جس کی تفصیل اس طرح ہے کہ آدم علیہ السلام ہر سال طواف کعبہ اور مناسک حج کی ادائیگی کے لئے مکہ تشریف لاتے۔

ایک بار مراسم زیارت ادا کرنے کے بعد کوہ عرفات جو وادیٔ نعمان سے مشہور ہے کے دامن میں آئے، آرام کرنے لگے تو خواب میں دیکھا کہ خداوند تعالیٰ نے اپنے ید قدرت سے حضرت آدم علیہ السلام کے بدن کو چھویا۔ اسی وقت آپ کی ذریات کے اثرات نمایاں ہونے لگے۔ اسی دن سے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے سلسلہ توالد و تناسل کے اثرات ظاہر ہونے لگے۔ حضرت آدم علیہ السلام کا دست طلب اللہ تعالیٰ کے جود و کرم کے دامن تک پھیلنے لگا۔

شیخ ابوبکر قفال شاشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ید قدرت کے ایک ملس سے حضرت آدم علیہ السلام کی تمام اولاد بطناً بعد بطناً جو بھی قیامت تک اس کائنات پر آنے والی ہے۔ بیٹا باپ سے اور باپ دادا سے اور اسی طرح جدِّ امجد حضرت آدم علیہ السلام تک ایک لمحہ میں پوری تربیت کے ساتھ عدم سے وجود تک حضرت آدم کی نگاہوں میں آ گئی۔ حتیٰ کہ ہر ایک فرد کے ایام نطفگی، علقگی، مضغگی سے لے کر بلوغ اور کمال عقل کے تمام مراحل سے متعارف کرا دیا۔ اور آپ تمام منازل کو عبور کرنے لگے۔ چنانچہ ہر انسان اس کی قدرت کی صناعی کو اپنی ذات میں مشاہدہ کر سکتا ہے۔ اسی لئے ظهورهم۔ لیکن ظہورہ نہیں فرمایا۔ چونکہ نسل آدم کا سارا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے جاری ہوا۔ اس لئے تمام نسل انسانی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کے کمالات اور صنع و قدرت کی گواہی کے لئے طلب فرمایا اور کہا الست بربکم۔ تمام مخلوق نے از روئے صدق و یقین گواہی دی اور کہا، قالو ابلیٰ۔ جب یہ لوگ دنیا میں آئے تو اس جہاں کے تعلقات میں الجھ جانے کی وجہ سے اُس جہاں کے عہد و پیمان کو فراموش کرتے گئے۔ ان کے کانوں میں غفلت کے پردے دبیز ہوتے گئے۔ لیکن عارفان حق جو ماسویٰ سے مجرد ہیں۔ ابھی تک اس صدائے حق کو یاد رکھے ہوئے ہیں۔

الغرض اس طرح نسل انسانی کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال۔ جونہی حضرت آدم علیہ السلام اس خواب سے بیدار ہوئے۔ تو آپ نے اپنے دایاں ہاتھ دیکھا تو نورانی چہروں کی صفیں نظر آئیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام وہاں موجود تھے۔ آپ نے ان سے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ اصحاب الیمین جنت میں جانے والے ہیں۔ یہ صاحب عزت لوگ آپ کی نسل سے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آئی: ھؤلاء فی الجنۃ ولا ابالی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے بائیں طرف دیکھا تو سیاہ رو لوگ نظر آئے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ اصحاب الشمال اللہ کی رحمت سے محروم لوگ ہیں۔ اللہ کی طرف سے آواز آئی۔ ھؤلاء فی النار ولا ابالی۔

سرور کائنات ﷺ سے خطاب الٰہی:

حضور اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کو کس نے پیدا کیا۔ حضور ﷺ نے عرض کیا، تیری ہی ذات نے میری تخلیق فرمائی۔ دوسری مرتبہ دریافت کیا گیا کہ آپ کا پروردگار کون ہے۔ حضور ﷺ نے جواب دیا، تیری ذات ہی پروردگار ہے۔ خطاب باری ہوا کہ اپنے پروردگار کو سجدہ کیجئے۔ حضور اکرم ﷺ فوراً بارگاہ احدیت میں سجدہ ریز ہو گئے۔ اس وقت خالق کائنات نے فرمایا، اے حبیب آپ سے ایک عہد و میثاق لینا ہے۔ حضور ﷺ نے عرض کیا، میں عہد و میثاق کے لئے حاضر ہوں۔ حکم ربی ہوا کہ آپ اس پتھر (حجر اسود) پر ہاتھ رکھیں۔ حضور ﷺ نے اس پر اپنا دست مبارک رکھا۔ قرآن کریم فرماتا ہے: وَ اِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ۔

انبیائے کرام سے میثاق:

اس قسم کا عہد حضور ﷺ کے علاوہ تمام انبیاء سے لیا گیا اور یہی سوالات حضرت نوح علیہ السلام سے بھی کیے گئے۔ تمام انبیاء سے سجدہ بھی کرایا گیا اور ان سے حجر اسود پر عہد بھی لیا گیا۔ اس عہد و میثاق کے بعد حضور اکرم ﷺ کا انبیاء سے تعارف کرایا گیا کہ یہ نبی آخر الزمان جناب محمد ﷺ ہیں جنہیں میں آخر زمانہ میں مبعوث فرماؤں گا اور تم ان کا ذکر اپنی کتابوں اور صحیفوں میں دیکھو گے۔ تم سب ان پر ایمان لانا اور ان کی نصرت و مدد کرنا۔ ان سب نے وعدہ کیا اور حجر اسود پر ہاتھ رکھ کر عہد کیا۔ قرآن فرماتا ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّ حِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْھَدُوْا وَ اَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰھِدِیْنَ۔

انبیاء سے عہد و میثاق کے بعد تمام ذریت چیونٹیوں کی مانند امڈ آئی۔ ان سے بھی رب تعالیٰ نے اپنی خالقیت و ربوبیت کے متعلق سوال کیا اور ان سب نے اللہ کی خالقیت کا اقرار کیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ اگر تم اپنے اقرار میں سچے ہو تو میری بارگاہ میں سجدہ کرو سب نے سجدہ کیا، مگر کفار و منافقین کی گردنیں سیدھی رہیں اور سجدہ نہ کر سکے۔

محمد بن عتبہ فرماتے ہیں کہ مومن تو تعمیل ارشاد میں سربسجود ہو گئے لیکن کافر سجدہ نہ کر سکے۔ جب سجدہ کرنے والوں نے سجدہ سے سر اٹھایا تو دیکھا کہ ایک جماعت نے ان کا ساتھ نہیں دیا ہے۔ یہ ساجدین دو گروہ میں تقسیم ہو گئے۔ ایک گروہ نے دوسرا سجدہ شکر ادا کیا اور دوسرے گروہ نے دیکھا کہ ایک جماعت نے سجدہ نہیں کیا ہے تو وہ اپنے پہلے سجدے پر پشیمان ہوئے اور دوسرا سجدہ شکر ادا نہ کیا۔ اسی طرح اس گروہ کے لوگ جو سجدہ نہ کر سکے تھے دو گروہوں میں بٹ گئے۔ ایک تو وہ جو پہلا سجدہ کرنے پر شرمندہ تھے، انہوں نے دوسرے سجدہ میں ساجدین کی موافقت کی اور دوسرا گروہ جو اپنے سجدہ نہ کرنے پر مصر رہا۔

حاصل کلام یہ کہ تمام ذریت چار گروہوں میں تقسیم ہو گئی۔ ایک وہ جنہوں نے دو سجدے کیے، دوسرا وہ جنہوں نے ایک بھی سجدہ میں موافقت کی اور دوسرے میں مخالفت اور چوتھا گروہ جس نے اس کا الٹ کیا۔

روز الست میں مومن اور کافر میں امتیاز:

جنہوں نے دونوں سجدے کیے وہ مومن جئے اور مومن مرے اور جنہوں نے کوئی سجدہ نہ کیا وہ کافر جئے اور کافر مرے اور جنہوں نے پہلا سجدہ کیا اور دوسرا سجدہ نہ کیا وہ مومن ہو کر جئے اور کافر ہو کر مرے لیکن جن لوگوں نے پہلا سجدہ نہ کیا اور دوسرے سجدہ میں ساجدین کا ساتھ دیا۔ وہ ابتدائی زندگی میں کافر رہے لیکن آخر وقت دائرہ اسلام سے وابستہ ہو گئے۔

نماز میں دو سجدوں کی وجہ:

کہا جاتا ہے کہ نماز میں دو سجدوں کی ابتدا بھی یہیں سے ہوئی جو ذریّت آدم (علیہ السلام) نے روز میثاق کیے تھے کہ آدم علیہ السلام نے اپنی ذریت میں بعض کو سفید اور نورانی بعض کو سیاہ و تاریک دیکھا۔ بعض کو تندرست اور بعض کو بیمار، بعض کو خوش و خرم اور بعض کو طول و افسردہ، بعض کو مال دار اور بعض کو فقر و فاقہ کا شکار دیکھا۔ انبیاء علیہم السلام کو چراغوں کی مانند چمکتا پایا اور علماء کو ستاروں کی مانند جگمگاتے دیکھا۔

اصحاب یمین کو سفید اور اصحاب شمال کو سیاہ پایا تو دریافت کیا۔ الٰہی یہ کون لوگ ہیں۔ خطاب الٰہی ہوا کہ یہ جو چراغوں کی طرح چمک رہے ہیں یہ تمہاری ذریت میں پیدا ہونے والے نبی ہیں اور یہ جو ستاروں کی طرح جگمگا رہے ہیں یہ وارث انبیاء تمہاری ذریت میں پیدا ہونے والے علماء ہیں اور یہ سفید نظر آنے والے تمہاری ذریت کے نیک بخت ہیں اور یہ سیاہ اور تاریک اصحاب شمال تمہاری امت کے نافرمان ہیں۔ قرآن کریم فرماتا ہے:

وَ اَصْحَابُ الْمَیْمَنَةِ مَا اَصْحَابُ الْمَشْئَمَةِ مَا اَصْحَابُ الْمَشْئَمَةِ۔

قصص الانبیاء اور دوسری روایتوں کے مطابق جماعت انبیاء میں بعض آفتاب کی مانند، بعض ماہتاب کی طرح، بعض چمکتے دمکتے سیاروں کی طرح، بعض شمع اور بعض چراغ کی مانند تھے۔ ان کی تفصیل اس طرح بیان کی گئی ہے کہ آفتاب سے مراد ذات پاک جناب احمد مجتبےٰ محمد ﷺ کی تھی۔ چاند اور دوسرے بڑے ستاروں سے مراد دیگر انبیاء علیہم السلام تھے۔ شمعیں و چراغ علمائے زہاد و عابدین تھے۔ سفید تمام مسلمان اور سیاہ رو کافر تھے۔ اس کے بعد اہل سعادت کو بشارت دی گئی۔ ھو لاء فی الجنة ولا ابالی اور اہل شقاوت کے لئے فرمایا گیا: ھولاء فی النار ولا ابالی۔

آدم علیہ السلام نے عرض کیا، الٰہی تو نے سب کو یکساں کیوں نہ بنایا۔ خطاب الٰہی ہوا کہ ہماری مشیت اس بات کی متقاضی تھی کہ وہ جو ہماری نعمتوں کا حق دار بنے، ہماری شکر گزاری کرنے والا ہو اور ہم ان پر اپنی نعمتیں اور رحمتیں فرمائیں اور انہیں طرح طرح کی نوازشوں سے آراستہ و پیراستہ کریں۔ اے آدم ہم نے آسمان کو پیدا کیا۔ وہاں رہنے کے لئے ہم نے ملائکہ کو پیدا کیا۔ زمین کو بنایا اس میں بسنے والے پیدا فرمائے، جنت کو بہترین نعمتوں سے مزین فرمایا۔ اس کے ایک گروہ کو نامزد فرمایا، دوزخ میں مختلف قسم کی سزاؤں کا انتظام کیا۔ اس کے لئے ایک گروہ معاندین و منکرین کا بنا۔ آدم علیہ السلام نے عرض کیا، الٰہی تو نے مخلوق کے ہر گروہ کو کسی نہ کسی جگہ کے لئے مقرر فرمایا۔ مجھے کس گروہ میں رکھا ہے۔ خطاب الٰہی ہوا، اے آدم! تجھے ہم نے خاص اپنی ذات قدرت کے لئے پیدا فرمایا تاکہ تو ہمیشہ ہماری یاد میں مشغول رہے اور ہمیں فراموش نہ کرے۔

داؤد علیہ السلام کا مقام نبوت:

منقول ہے کہ روز الست (اصحاب یمین) دائیں بازو والوں میں ایک فرزند جو صورت و سیرت میں دوسروں سے ممتاز تھے اس اعزاز و اکرام کے باوجود مصروف گریہ تھے اور ان کی آنکھوں سے اشکوں کی جھڑیاں لگی تھیں، آدم علیہ السلام جو خود بھی زخم خوردہ تھے۔ انہوں نے جب فرزند جلیل کو روتے دیکھا تو بہت رنجیدہ ہوئے اور جناب جبرائیل علیہ السلام سے ان کی بابت معلوم کیا تو جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ آپ کے جلیل القدر فرزندوں میں سے ہیں جن کا نام داؤد ہے اور پیغمبر مرسل ہیں، آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ ان کے رونے کا سبب کیا ہے۔

جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ ایک لغزش کے سبب ان کی عمر سے چالیس سال کم ہو گئے۔ آدم علیہ السلام نے پوچھا کہ میری عمر کے کتنے سال باقی ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے بتایا، ایک ہزار سال۔ آدم علیہ السلام نے کہا کہ میں اپنی عمر سے انہیں چالیس سال اسے دیتا ہوں اور بارگاہ احدیت میں مصروف دعا ہوئے الٰہی میں نے اپنی اپنی عمر سے اس فرزند جلیل کو چالیس سال دیئے۔ یہ دعا بارگاہ قبول میں مستجاب ہوئی اور خطاب الٰہی ہوا۔ اب ان کی عمر سو(100) سال ہوگی۔

اس سلسلہ میں ایک واقعہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب نوسو ساٹھ سال عمر آدم کے گزرے تو جناب عزرائیل، آدم علیہ السلام کی قبض روح کے لئے آ گئے۔ آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ وعدہ الٰہی میرے لئے ایک ہزار سال مقرر ہے۔ ابھی تو چالیس سال باقی ہیں۔ عزرائیل نے ان کو داؤد علیہ السلام والا واقعہ یاد دلایا، لیکن آدم علیہ السلام کو مزید چالیس سال عطا فرما دیئے اور جناب داؤد کے لئے بھی وہ چالیس سال باقی رکھے لیکن اس کے بعد یہ حکم نافذ ہوا کہ آئندہ نہ کسی کی عمر میں کمی کی جائے نہ زیادتی۔

عاشقانِ الٰہی کی آرزو:

کہا جاتا ہے کہ اس دن مخلوق کو خالق نے حکم فرمایا کہ ہر شخص اپنے لئے جو پیشہ حرفہ مناسب سمجھے، منتخب کرلے اور مال و دولت جاہ و منصب چاہتا ہے طلب کرے اور ہر شخص کو اس کی مرضی کے مطابق جو مانگا ملا لیکن ان میں سے ایک گروہ نے اس اعلان پر کوئی توجہ نہ دی اور جاہ منصب مال و منال پیشہ و حرفہ کچھ طلب نہ کیا جب ان سے دریافت کیا گیا تو کہنے لگے، اے خالق ہمیں دنیا اور اس کے علائق کا کیا کرنا ہے۔ ہمیں اس کی رنگینیوں اور آرائشوں سے محفوظ فرمادے۔ ہمارے لئے تو تیرے در پر پڑا رہنا ہی کافی ہے اور تیرے عرفان کی لذت کے علاوہ ہمارے لئے کوئی چیز اچھی نہیں۔

خطاب الٰہی ہوا، اپنے عزت وجلال کی قسم دنیا میں کوئی فرد ایسا نہ ہوگا جو میری رزاقی سے محروم رہے ہیں۔ زمین و آسمان کو اپنی مخلوق کے رزق کا ضامن بناتا ہوں اور ان کے کھانے اور پینے کی ضروریات بغیر کسی کمی کے اس کو عطا فرماؤں گا۔ مثلاً سب بنتے اور سینے میں میرا بندہ پہنے گا اور دوسرے کنوئیں کھود کر پانی دستیاب کریں گے اور میرا بندہ پانی پئے گا۔

نقل کیا گیا ہے کہ جب اولاد آدم علیہ السلام سے عہد و میثاق لئے گئے اور جانبین میں عشق و محبت کے روابط بڑھے۔ اس کے بعد ایک عہد نامہ لکھا گیا اور حجر اسود پر ہاتھ رکھ کر عہد کرایا گیا، اس دن بھی جسم انسانی میں دو آنکھیں، دو کان اور منہ میں زبان تھی۔ حکم الٰہی ہوا کہ زبان کھولو جب منہ کھولا تو اس میں حجت (دلیل) کو داخل فرمایا گیا اور اس کو حکم دیا گیا جو کوئی اس دار دنیا میں وفا کرے اور بمقتضائے امر الٰہی الجر یمین اللہ اس عہد کا احترام کرے تو روز قیامت اللہ رب العالمین اس کی وفاداری کی گواہی دے اور اس سے نئے عہد و پیمان کی توثیق فرمادے گا۔

انسانوں کو ضروریات زندگی کی ضمانت:

نقل کیا گیا ہے کہ جب فرشتوں نے ذریت آدم علیہ السلام کو دیکھا تو ان کو کثرت اژدہام کی وجہ سے متعجب ہوئے اور بارگاہ الٰہی میں عرض کرنے لگے کہ اس تمام مخلوق کے لئے مکان و باغ دوکان سرائے اور دوسری ضروریات زندگی کی احتیاج ہوگی اور زمین میں ان سب کی

ضروریات کو پورا کرنے کی گنجائش نہیں ہے کہ دنیا میں ان کی آمد بیک وقت نہ ہوگی بلکہ یہ نوبت بہ نوبت دنیا میں آئیں گے۔ایک آئے گا اور ایک جائے گا۔

عزیزوں کی موت کا فلسفہ:

ملائکہ نے عرض کیا کہ پہلوں کا جانا، موجودوں کی موجودگی کو مستفیض کردے گا۔یعنی ماں باپ بھائی اور دوستوں کو دیکھیں گے کہ ان کی زندگانی کا درخت بادِصرصر کے جھونکوں سے اکھڑ جائے۔ان کا عیش مکدر ہو جائے گا۔رب تعالیٰ نے فرمایا کہ میں غفلت اور طول امل کو ان پر مسلط کروں گا تاکہ اپنے قلبی دوستوں اور عزیزوں کو پیوند خاک کردیں اور ذرہ برابر بھی اس سے متاثر نہ ہوں۔

* * *

گلدستہ اولیاء

اللہ کے برگزیدہ بندوں کے حالات وواقعات پر مشتمل ایک گرانقدر تصنیف جو اسلم لودھی کی عالمانہ عرق ریزی کا نتیجہ ہے۔اس کتاب میں، حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا، حضرت خواجہ معین الدین چشتی، حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ قبول اولیا رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سلطان باھو رحمۃ اللہ علیہ، حضرت حافظ محمد عبدالکریم (عیدگاہ شریف)، حضرت خواجہ صوفی نواب الدین (موہری شریف)، حضرت الحاج محمد معصوم (موہری شریف)، حضرت شاہ کمال قادری، حضرت مخدوم حسام الدین ملتانی، حضرت حافظ محمد اسحاق قادری نقشبندی، حضرت سید سلطان احمد شاہ، عاشق رسول حضرت صوفی بندے حسن خان، مبلغ اسلام حضرت مولانا محمد الیاس قادری کے حالات زندگی رقم ہیں۔

گلدستہ اولیاء کتاب گھر پر دستیاب۔جسے **تحقیق و تالیف** سیکشن میں دیکھا جاسکتا ہے۔

گیارہواں باب

حضرت آدم علیہ السلام پر وحی کا نزول اور وفات

وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ جب آدم علیہ السلام کی عمر شریف کے پانچ سو سال گزر گئے اور ان کی اولاد کثیر ہوگئی تو حق تعالیٰ نے انہیں ان کی اپنی اولاد کے لئے مبعوث فرمایا اور ان پر پچاس وقت کی نمازیں اور تین ماہ کے روزے اور غسل جنابت فرض کیے گئے۔ مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور شراب کی مخالفت کی گئی، اکیس اوراق حروف تہجی کے انہیں بھیجے گئے۔

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ چالیس صفحوں پر مشتمل ایک کتاب حضرت آدم علیہ السلام پر نازل کی گئی۔ صاحب تفسیر کشاف نے لکھا ہے کہ آدم علیہ السلام پر دس صحیفے نازل کیے گئے اور ان صحائف کا مضمون اسرار و حکمت طبیعی دواؤں کے فوائد و نقصانات اجنہ اور شیاطین کی تسخیر کے طریقے علم ہندسہ اور حساب پر مشتمل تھے جنہیں معجزات باہرہ سے موید کیا گیا تھا۔ نقل کیا گیا ہے کہ جب قابیل مردود اور راندہ درگاہ بارگاہ آدم علیہ السلام میں گیا تو وہ موجودہ سرزمین پر یمن یا عدن کی جانب چلا گیا وہاں وہ اور اس کی اولاد شیطان کے بہکانے سے آتش پرستی میں مشغول ہو گئے۔ انہوں نے آتش کدے بنا لئے اور تاریخ میں سب سے پہلا آتش پرست بنا۔ اس وقت بارگاہ الٰہی سے آدم علیہ السلام کے پاس وحی آئی کہ سرزمین عدن یمن میں جاؤ اور قابیل اور اس کی قرابت کو راہ راست کی تبلیغ کرو۔ حکم ربی کے مطابق آدم علیہ السلام وہاں تشریف لے گئے، لیکن اس کی ناخلف اولاد نے جناب آدم سے ان کی نبوت پر معجزہ طلب کیا لہٰذا فرمان الٰہی سے ان کے لئے سنگ خارہ سے میٹھے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔ آپ نے درخت کو اپنے پاس بلایا، وہ فوراً آپ کے پاس آ گیا۔ سنگریزوں نے آپ کے ہاتھ میں (جناب آدمؑ) نبوت کی گواہی دی۔ ان کے علاوہ اور بہت سے معجزات آپ سے ظاہر ہوئے جن کی تفصیل تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے کہ آدم علیہ السلام اپنی اولاد کے سامنے شریعت کے احکام بیان فرماتے اور اپنی اولاد کو خداشناسی اور توحید کے احکام سے مطلع فرماتے اگر ان کے درمیان کوئی اختلاف رونما ہوتا تو اس میں فیصلہ کرتے اور آپ کا حکم اس سلسلہ میں ناطق ہوتا۔

آپ نے اپنی اولاد کو ایک ہزار زبانیں (بولیاں) تعلیم فرمائی تھیں اور ان میں ایک جماعت دوسرے کی زبان نہ سمجھتی تھی جب تک ایک دوسرے کی زبان نہ سیکھ لیتی۔ اس طرح آدم علیہ السلام اپنی اولاد میں قیام پذیر رہے۔ یہاں تک کہ آپ کی حیات ابدی (موت) کا وقت قریب آیا۔ کہا جاتا ہے کہ آدم علیہ السلام کی اولاد سے چالیس ہزار افراد موجود تھے جن میں بیٹے، پوتے اور ان کی اولادیں شامل تھیں۔

لیکن محمد بن اسماعیل بخاری کی تحقیق کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کی زندگی میں آپ کی اولاد در اولاد میں ستر ہزار افراد شامل تھے جن میں صرف چالیس افراد آپ کی بیٹیاں تھے، بیس لڑکیاں اور بیس لڑکے۔

بعض مورخین کے مطابق لڑکیاں انیس تھیں (کیونکہ حضرت شیث تنہا پیدا ہوئے تھے) بعض حضرات نے فرمایا، اسی افراد اور ایک

روایت کے مطابق ایک سوبیس افراد تھے۔

جب آپ کی عمر شریف کے ایک ہزار سال مکمل ہوگئے تو آپ کا منشور حیات پروانہ موت سے مبدل ہوگیا اور مکتوب قضا پر لِکُلِّ اُمَّةٍ اَجَل مکتوب کی مہر لگ گئی۔ اور آپ کو مرض الموت لاحق ہوا تو تمام اولاد کو جمع کر کے شیطان کی اطاعت سے بچنے اور حکم الٰہی پر عمل کرنے کی وصیت فرمائی۔

جناب آدم علیہ السلام کی حضرت شیث علیہ السلام کو وصیت:

اپنے انتقال کے وقت آدم علیہ السلام نے حضرت شیث علیہ السلام کو وصیتیں فرمائیں اور اپنی لازوال عطا سے مشرف فرمایا۔ آپ نے جناب شیث سے فرمایا کہ ان پانچ وصیتوں پر خود بھی عمل کرنا اور اپنی اولاد سے بھی ان پر عمل کرانا۔

1- دنیا سے دل نہ لگانا، میں نے جنت سے دل لگایا میرا یہ کام پسند نہ ہوا اور میں حسرت کے ساتھ بہشت سے نکالا گیا۔

2- عورتوں کے کہنے پر عمل نہ کرنا۔ میں نے حوا کے کہنے پر عمل کیا اور مصیبت میں مبتلا ہوا۔

3- کسی کام کو کرنے سے پہلے اس کے عواقب وانجام کو دیکھ لینا اگر میں اپنے کام کے عواقب پر نظر رکھتا تو ان مصائب سے دوچار نہ ہوتا جو بعد میں مجھے برداشت کرنے پڑے۔

4- جس کام پر طبیعت راغب نہ ہو اور اسی کے کرنے سے دل مضطرب ہو اس کو نہ کرنا کیونکہ گیہوں کھاتے وقت میرے دل میں اضطراب پیدا ہوا تھا، لیکن میں نے اس پر توجہ نہ دی اور نتیجتاً یہ مشقت برداشت کی۔

جو کام با مرحلہ پیش آئے اس میں دوستوں سے مشورہ کرو اگر میں بھی ملائکہ سے مشورہ کر لیتا تو ان مصیبتوں سے محفوظ رہتا۔

ان وصیتوں کے بعد نور محمدی علیہ التحیۃ والثناء کی محافظت میں بہت سی باتیں کیں اور اس امانت کے سلسلہ میں مسرت وشادمانی کا اظہار فرمایا اور نبی آخر الزمان ﷺ پر فخر کا اظہار فرمایا۔

شیث علیہ السلام نے عرض کیا، اے پدر بزرگوار میں نے جناب محمد مصطفے ﷺ کا ذکر آپ سے بہت سی مرتبہ سنا ہے میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کا مرتبہ بلند ہے یا ان کا آدم علیہ السلام نے جواب نہ دیا تو شیث علیہ السلام نے دوبارہ سوال کیا لیکن آپ نے پھر جواب نہ دیا۔ تیسری مرتبہ پر زور انداز میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا، اے فرزند، محمد مصطفے ﷺ کا مرتبہ بہت ارفع واعلیٰ ہے کیونکہ خالق عالم نے ان کی امت کو چھ چیزیں عطا فرمائیں جو مجھے بھی نہیں ملیں۔

1- مجھے ایک ہی لغزش کی بناء پر جنت سے نکال دیا گیا حالانکہ امت مسلمہ کو بہت سی لغزشوں کے باوجود جنت عطا کی جائے گی۔

2- میری ایک ہی لغزش کو آشکارا کیا گیا اور رب کریم نے فرمایا، وَعَصٰی آدَمُ رَبَّہٗ۔ لیکن امت مصطفوی (ﷺ) کی لاکھوں لغزشوں کے باوجود ان کے جرائم کی پردہ دری نہ کی جائے گی۔

3- میری ایک لغزش پر حوا (علیہا السلام) کو سو سال تک مجھ سے جدا رکھا گیا لیکن ان کی لاکھوں غلطیوں اور گناہوں کے باوجود اس امت کو

ان کے محبت کرنے والوں سے جدا نہ کیا جائے گا۔

4- میں ایک لغزش پر سو سال تک مصروف گریہ رہا اور توبہ استغفار کرتا رہا جب کہیں میری توبہ قبول ہوئی لیکن انہیں اس کی حاجت نہیں بلکہ صرف اظہار ندامت یا دل میں پشیمانی آتے ہی ان کی خطائیں معاف اور گناہوں سے درگزر فرمایا جائے گا۔ **الندمة توبة**۔ ''ندامت ہی توبہ ہے۔''

5- مجھے ایک ہی لغزش پر برہنہ کر کے دنیا میں بھیج دیا گیا لیکن ان کو کسی بھی گناہ پر باز پرس نہ ہوگی اور نہ ان کی پردہ دری ہوگی نہ ان کو ننگا کیا جائے گا۔

6- میں اپنے کاموں کو درست کرنے کیلئے جب تک عرفات نہ گیا اور وہاں ندامت سے آنسو نہ بہائے میری توبہ قبول نہ ہوئی لیکن انہیں اس کی حاجت نہیں کہ وہ اپنے گھر سے باہر قدم نہ نکالیں اگر وہ صرف اتنا ہی کہہ دیں، اساءت ''میں نے گناہ کیا ہے۔'' اس وقت خطاب الٰہی ہوگا، غفرت ''میں نے تجھ کو بخش دیا۔'' **والحمد للہ علےٰ نعمائه واشکر علی الائه**۔

جب یہ گفتگو اختتام پذیر ہوئی تو آپ نے جناب شیث کو مزید نصیحتیں فرمائیں ان میں پہلی وصیت تجدید ایمان اور اقرار توحید اور لا الہٰ الا اللہ کی شہادت تھی اور آنے والے انبیاء میں سے ہر ایک پر نازل ہونے والے صحیفے (کلام الٰہی) کی تصدیق تھی۔ اس کے بعد جناب شیث نے درخواست کی کہ آنے والے پیغمبروں سے انہیں متعارف کرایا جائے لہٰذا آپ نے ایک سفید صندوق منگوایا اور اس کو کھول کر اس میں سے ایک صحیفہ (سفید کپڑا) نکال کر اس کو کھولا جو شرق سے غرب تک پھیل گیا۔ اس میں تمام انبیاء کی شبیہیں سب کے نام اور صفات ان کی نبوت کی نشانیاں ان کے معجزات ان کے زمانے اور اوقات لکھے تھے آپ نے وہ تصویریں دکھا کر تمام کیفیات سے جناب شیث کو آگاہ فرمایا۔

انبیاء پر ہونے والے انعامات عطایا ان پر آنے والے مصائب وتکالیف کو بیان فرمایا گیا تھا۔ ان انبیاء کے تذکروں میں سب سے پہلا ذکر خود جناب آدم علیہ السلام کا تھا ان کے بعد جناب شیث علیہ السلام کا۔ آدم علیہ السلام کے بعد سے ان سب کا ذکر ترتیب وار بتایا گیا اور اختتام میں حضور اکرم ﷺ کا ذکر تھا۔ ان کے بعد اول خلفاء حضرت شیث کے بیٹے جناب انوش کا ذکر تھا اور آخر خلفاء میں خلفائے راشدین جناب صدیق فاروق عثمان وعلی رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا گیا تھا۔ خلفاء کے ذکر کے بعد حضرات حسنین کریمین کا ذکر کیا گیا تھا۔

حضرت آدم علیہ السلام کی وفات:

شیث علیہ السلام نے انبیاء ومرسلین وسلاطین کے تذکروں میں سب سے ارفع وعلیٰ صاحب جلالت وکمال عظمت وجلال ذکر نبی آخر الزمان جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کا دیکھ کر ان کے لئے نصرت وظفر کی دعائیں کیں۔ اس کے بعد اس صحیفہ کو لپیٹ کر اس صندوق میں بند کر کے آدم علیہ السلام نے جناب شیث سے فرمایا کہ میری موت کا وقت قریب آ گیا ہے۔ مشیت الٰہی اس بات کی متقاضی ہے کہ میں اس دار فنا سے رحلت کروں اور میرے بعد تم خلیفہ ونائب ہو گے لہٰذا تم قصر خلافت کی تعمیر تقویٰ سے کرنا اور جو شریعت خداوند کریم نے مجھ پر نازل فرمائی ہے۔ اس پر عمل

کرنا اور جب کبھی ذات باری کا نام لینا اس نام کے نام اسم محمدی ﷺ کو ملا لینا اور اس میدان محبت کے سپہ سالار سے ہمت کی استمداد کرنا۔

اس کے بعد آپ نے انگشتری جو سعادت و دولت کی ضامن تھی جناب شیث کو عطا فرمائی اور صحیفہ والا صندوق بھی آپ کے سپرد فرمایا۔

جب آدم علیہ السلام پر مرض کا شدید حملہ ہوا تو آپ کو جنت کے زیتون اور زیتوں کی خواہش ہوئی اور ایک روایت کے مطابق آدم علیہ السلام نے جناب شیث سے فرمایا کہ وہ طور سینا جائیں اور بارگاہ احدیت میں میری خواہش پیش کریں۔ تعمیل ارشاد میں شیث علیہ السلام طور سینا آئے اور بارگاہ خداوندی میں اپنے والد کی خواہش کو بیان کرنے کے لئے ہاتھ اٹھا کر عرض کیا۔ الٰہی تیرا بندہ آدم (علیہ السلام) شدید بیمار ہیں اور جنت زیت وزیتون کی خواہش کر رہے ہیں ان کی دعا کے درمیان ندا آئی۔ تعبّد ھات۔ ''اپنا لکڑی کا پیالہ لاؤ'' جب شیث علیہ السلام نے اپنا پیالہ سامنے رکھا تو یہ دونوں چیزیں عالم غیب سے مہیا کی گئیں۔

جناب شیث رب کا شکر کرتے ہوئے یہ دونوں چیزیں لے کر مسرور وشاداں اپنے والد کے پاس آئے اور وہ چیزیں انہیں پیش کیں۔ آدم علیہ السلام نے روغن زیتون اپنے جسم پر ملا اور زیتوں سے کچھ تناول فرمایا، ان دونوں چیزوں کی وجہ سے ان کا مرض فوری طور پر زائل ہو گیا لیکن بعد میں مرض عود کر آیا اور مرض میں جب شدت پیدا ہوئی تو آپ کو جنتی میووں کی خواہش ہوئی تو آپ نے اپنے دوسرے فرزندوں کو ان کی طلب میں روانہ کیا جب یہ تھوڑی ہی دور پہنچے تھے تو فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ جناب جرائیل علیہ السلام ملے جن کے ساتھ جنتی خوشبوئیں اور کفن تھا۔ انہوں نے آدم علیہ السلام کے فرزندوں سے دریافت کیا کہ کہاں اور کس لئے جا رہے ہو۔ انہوں نے ساری بات بتائی تو جناب جرائیل علیہ السلام نے انہیں واپسی کا مشورہ دے کر کہا کہ ہم انہی کے پاس ان کے مقصد کو پورا کرنے جا رہے ہیں لہٰذا وہ خالی ہاتھ واپس ہوئے۔ جب یہ اپنے گھر واپس ہوئے تو ملائکہ کو جناب آدم علیہ السلام کے گرد جمع دیکھا۔ جناب جرائیل آدم علیہ السلام سے ان کا حال دریافت فرما رہے تھے۔ آدم علیہ السلام نے بتایا کہ مرض کا پورا پورا غلبہ ہو چکا ہے اور اس کی تکالیف پوری طرح حاوی ہیں، جن کی وجہ سے عبادت کے لئے کھڑا ہونا ممکن نہیں رہا ہے۔

ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ جناب عزرائیل علیہ السلام ادب واحترام کے ساتھ صلوٰۃ وسلام کے تحائف لے کر تشریف لائے اور عرض کیا، **السلام علیک یا آدم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ ان اللہ تعالیٰ یقرئک السلام و یقرئک فی اولادک اجمعین۔** اے آدم آپ پر سلامتی اور اللہ کی رحمتیں نازل ہوں۔ اللہ رب العالمین آپ پر اور آپ کی اولاد پر سلامتی اور رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ آدم علیہ السلام نے رب کریم کی تحیت وسلام کا جواب عرض کیا اور اس کی تعظیم واحترام بجالائے۔ اس وقت جناب حوا حضرت آدم علیہ السلام کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھیں۔ آدم علیہ السلام نے جناب حوا سے کہا کہ آپ یہاں سے چلی جائیں اور مجھے میرے رب کے نمائندوں کے ساتھ چھوڑ دیں مبادا میں پھر کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاؤں کیونکہ اب تک میں جن مصائب کا شکار رہا ہوں۔ وہ تمہاری وجہ سے آئی ہیں۔ اس کے بعد جرائیل علیہ السلام سے کہا کہ مجھے آپ سے ایک سوال دریافت کرنا ہے کیونکہ اب میرا وقت آخر ہے موت کا مزا چکھنے والا ہوں لہٰذا اپنے پروردگار سے شرم کرتا ہوں اور اپنی لغزش کو یاد کرتا ہوں مجھے یہ معلوم کرنا ہے کہ مجھے آسمان پر عاصی عادی کے لقب سے یاد کیا جائے گا یا تائب باری کے نام سے پکارا جائے گا۔ یہ باتیں سن کر ملک الموت رونے لگے۔ جرائیل علیہ السلام مضطرب ہوئے اور تمام فرشتے بھی رونے لگے۔ اس وقت ہاتف غیبی نے ندا دی کہ اے آدم گردن

اٹھاؤ جب آپ نے گردن اٹھائی تو جنت کو آراستہ و پیراستہ دیکھا۔ آپ کو جنت کے قیام کی جگہ بھی دکھائی گئی۔ یہ مناظر دیکھ کر آدم علیہ السلام نے ملک الموت سے کہا، اے کارخانہ ہیبت کے نگران میدان حشمت کے سپہ سالار اپنا کام جلد از جلد مکمل کرو کیونکہ جان وصال جاناں کی مشتاق ہے اور مرغ روح کو تن وبدن کی قید سے آزاد کراؤ تاکہ قدس کی فضا میں مصروف پرواز ہو۔

قبل ازیں کہ ملک الموت جناب آدم کی روح قبض کریں، تسبیح وتہلیل اور کلمہ شہادت کی تجدید میں مشغول ہوئے اس وقت آدم علیہ السلام بھی ذکر نفی واثبات میں مشغول تھے لیکن جناب جبرائیل نے ملک الموت سے کہا کہ جناب ابوالبشر کی روح کو نہایت آسانی اور محبت کے ساتھ قبض کرنا اور اس کا بھی خیال رکھنا کہ ان کا ادب واحترام لازمی اور ضروری ہے تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے دست قدرت سے بنایا اور ان میں اپنی روح پھونک کر اختصاص واکرام سے سرفراز فرمایا اور تمام ساکنان عالم بالا سے ان کو سجدہ کرایا۔ تم قبض روح کے وقت ان تمام امور کا لحاظ رکھنا۔

جب ملک الموت اپنے کام سے فارغ ہوگئے اور جناب آدم علیہ السلام کی روح قبض کر لی تو جبرائیل امین نے ان پر چادر ڈھانک دی اور جناب شیث کو ان کے غسل دینے کا طریقہ بتایا، غسل وکفن نہانے کے بعد جب نماز جنازہ کا وقت آیا تو شیث علیہ السلام نے جبرئیل امین کو جنازہ پڑھانے کو کہا، لیکن جبرائیل نے انہیں کو نماز جنازہ پڑھانے کی دعوت دی۔ اس طرح جناب شیث نے ایک روایت کے مطابق تین تکبیروں سے اور دوسری روایت کے مطابق چار تکبیروں کے ساتھ جس طرح آج ہمارے مسلک میں پڑھی جاتی ہے۔ جبرائیل امین کے بتانے سے پڑھائی، نماز جنازہ سے فراغت کے بعد جس دم آدم علیہ السلام کو غار کنز میں جو جبل ابوقبیس میں واقع ہے۔ دفن کیا آپ کا جسد مبارک طوفان نوح علیہ السلام تک وہاں دفن رہا۔ طوفان کے وقت نوح علیہ السلام نے ایک تابوت بنا کر اس میں جسد آدم علیہ السلام کو منتقل کیا۔ تابوت کو اپنی کشتی میں لے آئے جب طوفان ختم ہوگیا تو آپ کو دوبارہ سراندیپ میں دفن کر دیا اور یہی جگہ آج بھی مدفن آدم علیہ السلام کے نام سے مشہور ہے۔ حقیقت حال کو اللہ بہتر جانتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی خصوصیات:

رب تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اٹھارہ خصوصیات سے سرفراز فرمایا۔

1- انہیں اپنے دست قدرت سے بنایا۔

2- اپنی روح ان میں پھونکی۔

3- اپنی پسندیدہ صورت پر تخلیق فرمایا یا اپنی صورت کے مطابق تخلیق فرمایا۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خلق اللّٰہ علیٰ صورتہٖ۔

4- بہترین شکل میں تخلیق فرمایا۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۔

5- چھینک آنے کے بعد انہیں حمد کی تلقین فرمائی اور آدم علیہ السلام حمد الٰہی بجالائے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

6- ان کی حمد کے جواب میں یرحمک ربک ''تمہارا رب تم پر رحم فرماتا ہے۔'' یہ اشارہ اس بات کی جانب ہے کہ اس کی رحمت غضب پر سبقت کرتی ہے۔

-7 اسماء کا علم سکھایا۔

-8 ملائکہ سے جناب آدم کو سجدہ کرایا۔

-9 عالم بشریت کو ان سے منسوب فرمایا۔

-10 زمین پر انہیں خلیفہ و نائب بنایا۔

-11 ان کی وجہ سے ابلیس لعین کو مردود لعین قرار دیا۔

-12 ان کی وجہ سے عتاب ملائکہ ہوا۔

-13 سب سے پہلا حمد الٰہی کرنے والا بنایا۔

-14 سب سے پہلا بارگاہ الٰہی میں توبہ کرنے والا بنایا۔

-15 سب سے پہلی منتخب شخصیت قرار دیا۔

-16 دنیا میں سب سے پہلے منصب نبوت پر فائز فرمایا۔

-17 دنیا میں ارواح خبیثہ وطیبہ میں امتیاز کرنے کی صلاحیت سب سے پہلے عطا فرمائی۔

-18 قیامت کے دن اپنی ذریت سے دوزخیوں کو جدا کرنے والے سب سے پہلے فرد جناب آدم علیہ السلام ہی ہوں گے۔ واللہ اعلم۔

***

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

100 نامور خواتین

روبی پبلی کیشنز، لاہور کی خوبصورت پیش کش..... اماں حوا سے بے نظیر بھٹو تک، دُنیا کی 100 نامور خواتین کے حالات زندگی۔ مصنف سلیم شہاب کی شبانہ روز محنت کا نتیجہ۔ کتاب میں شامل ان خواتین کو درج ذیل سیکشن میں تقسیم کیا گیا ہے......

خانوادۂ رسول ﷺ	قرونِ اولیٰ	عظیم مائیں	عظیم بیویاں	فن و ادب
فلاحِ عامہ و خاصہ	قیادت و سیادت	کھیل	رنگ و آہنگ	بدنصیب خواتین

ملنے کا پتہ: روبی پبلی کیشنز، 13۔ الحمد مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور۔ 042-3724330

بارھواں باب

حضرت شیث علیہ السلام کی نبوت اور نور محمد ﷺ کی تفویض

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

اللہ رب العالمین کی مدد و نصرت سے جناب شیث نے علم و حکمت میں دست گاہ کامل حاصل کر کے جن وانس پر اقتدار حاصل کر لیا تو انہیں منصب نبوت پر سرفراز کیا گیا۔ ان کی شریعت کے احکام بھی آدم علیہ السلام کی شریعت کے مطابق تھے۔ ان پر پچاس صحیفے نازل ہوئے جن میں علوم حکمی ریاضی الٰہیات اور مشکل علوم مثلاً اکسیر وغیرہ لکھے تھے۔

جناب شیث کی ولادت چونکہ (موجودہ) سرزمین شام میں ہوئی تھی لہٰذا آپ وہاں زیادہ قیام کرتے تھے۔

جناب شیث نور مصطفوی ﷺ کی محافظت میں نہایت اہتمام کرتے تھے جب آپ کو شادی کا خیال ہوا تو اپنے بھائی بہنوں یا بہ اشارہ جبرائیل امین یا حکم ربی کے مطابق ایک صورتاً سیرتاً حسین و جمیل عورت مخوائلہ کو اپنے حبالہ عقد میں لائے۔ یہ موصوفہ حسن و جمال میں جناب حوا کے مشابہ تھیں۔ ان سے شادی کے بعد شب باشی کے لئے یاقوت زرد کا قبہ بھی بنایا۔ صاحب عرائس کے مطابق رب تعالیٰ نے حضرت شیث کے لئے بے ماں باپ کے ایک حور کو پیدا فرمایا تا کہ ان کا جوڑا بنے۔ جناب شیث کے فرزند انوش اسی حور کے بطن سے پیدا ہوئے۔ اس حور کا نام مخوائلہ تھا اور جناب شیث کی شادی کے لئے حور کی تخصیص اس لئے کی گئی کہ جناب شیث نور محمد ﷺ کے امین و حامل ہونے کی وجہ سے تنہا پیدا ہوئے تھے۔ اس لئے اس نور مبارک کی تعظیم و توقیر کی وجہ سے ان کیلئے خصوصی طور پر ایک حور کو پیدا کیا گیا۔ اس روایت کو صاحب عرائس نے اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حوالہ سے نقل کیا ہے لیکن بعض مورخین نے مخوائلہ کو اجنہ میں سے لکھا ہے، واللہ اعلم۔

جب مخوائلہ حاملہ ہوئیں اور آثار حمل ظاہر ہوئے تو وہ اطراف و جواب سے آنے والی آوازیں سنتی تھیں جن میں تہنیت کے کلمات ہوتے تھے کہ تم نور محمدی ﷺ کی حامل ہو یہ شرف و عزت تمہیں مبارک ہو۔

جب مخوائلہ حاملہ ہوئیں تو انہیں ابلیس کی نظروں سے وضع حمل تک پوشیدہ رکھا گیا اور ابلیس پر پابندی عائد کر دی گئی۔ یہاں تک کہ انوش پیدا ہوئے۔ انوش کے معنی زبان عربی میں صادق کے ہیں۔ نور مصطفوی ان کی پیشانی میں چمکتا تھا۔ دنیا میں کھجور کا درخت لگانے کی انفرادیت ان کو ہی حاصل ہے۔

جب انوش بالغ ہوئے تو جناب شیث نے اسے فرمایا کہ یہ نور جو تمہاری پیشانی میں چمک رہا ہے اس کی حفاظت کے لئے میرے والد نے مجھ سے عہد و میثاق لئے تھے کہ اس کو ارحام طیبہ میں منتقل کیا جائے۔ اب میں تم سے بھی اس معاملہ میں عہد لوں گا کہ یہ نور حلال طریقہ کے علاوہ منتقل نہ کیا جائے۔ انوش نے اس امر پر عہد کیا اور اس عہد و میثاق کی تکمیل کا وعدہ کیا۔

جب انوش کی عمر نوے سال ہوئی تو اللہ نے انہیں ایک فرزند قینان عطا فرمایا۔ (قینان کے معنی غلبہ کے ہیں) ان کی کثیر اولاد ہوئی، ان کی عمر نوسو پانچ سال ہوئی۔ جب قینان کی عمر ستر سال ہوئی تو ان کے گھر فرزند تولد ہوئے جن کا نام مہلائیل رکھا گیا جس کے معنے ممدوح کے ہیں۔ ان کی باختلاف روایت آٹھ سو چالیس سال یا نوسو دس سال ہوئی۔ ان کے دور حیات میں آبادی کی کثرت ہوئی اور آبادی کی اتنی کثرت ہوئی کہ لوگ دور دور ترک وطن کرنے پر مجبور ہو گئے اور مہلائیل شیث علیہ السلام کے خاندان کے ساتھ ارض بابل میں آ گئے اور شہر سوس آباد کیا۔ ان کے دور سے پہلے لوگ غاروں اور جنگلوں میں رہتے تھے۔

جب مہلائیل کی عمر پینسٹھ سال ہوئی تو بارد یا یرد متولد ہوئے ان الفاظ کے معنی زبان عربی میں ضابطہ کے ہیں جب ان کی عمر ایک سو باسٹھ سال ہوئی تو انہوں نے بردرہ نامی عورت سے شادی کی۔ ازدواج کے نتیجہ میں ایک فرزند اخنوع یا خنوع پیدا ہوئے۔ اخنوع یا خنوع حضرت ادریس علیہ السلام کے دوسرے نام ہیں ان کی عمر نوسو باسٹھ سال ہوئی۔ اس دور میں دنیا میں بت پرستی شروع ہوئی اور ان بت پرستوں کو ڈرانے کے لئے جناب ادریس علیہ السلام مبعوث فرمائے گئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

* * *

گلدستہ اولیاء

اللہ کے برگزیدہ بندوں کے حالات وواقعات پر مشتمل ایک گرانقدر تصنیف جو اسلم لودھی کی عالمانہ عرق ریزی کا نتیجہ ہے۔ اس کتاب میں، حضرت رابعہ بصری ؒ، حضرت خواجہ معین الدین چشتی، حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر ؒ، حضرت مولانا جلال الدین رومی ؒ، حضرت شاہ قبول اولیا ؒ، حضرت شاہ عبداللطیف بھٹائی ؒ، حضرت سلطان باھو ؒ، حضرت حافظ محمد عبدالکریم ؒ (موہری شریف)، حضرت خواجہ صوفی نواب الدین (موہری شریف)، حضرت الحاج محمد معصوم ؒ (موہری شریف)، حضرت شاہ کمال ؒ، حضرت مخدوم حسام الدین ؒ ملتانی، حضرت حافظ محمد اسحاق ؒ نقشبندی، حضرت سید سلطان احمد ؒ، عاشق رسول حضرت صوفی بندے حسن خان، مبلغ اسلام حضرت مولانا محمد الیاس قادری کے حالات زندگی رقم ہیں۔

گلدستہ اولیاء کتاب گھر پر دستیاب۔ جسے **تحقیق و تالیف** سیکشن میں دیکھا جا سکتا ہے۔

تیرہواں باب

حضرت ادریس علیہ السلام اور ان سے متعلق واقعات

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

مورخین کے اقوال کے مطابق جناب ادریس علیہ السلام کی پیدائش سرزمین مصر کے علاقہ انیف میں ہوئی۔ وہ پیغمبر سریانی ہیں۔۔اہل عرب ان کو ہرمس ادریس اور مثلث بالنعمہ کہتے ہیں۔ ہرمس سے مطلب عطارد ہے، ستاروں اور سیاروں کی پہچان ان کے پاس اور خواص علم نجوم اور اس کی اصطلاحیں قلم سے لکھنے کی ابتدا اور رقوم کا لکھا جانا یہ تمام باتیں جناب شیث کی خصوصیات سے ہیں اور یہی سبب آپ کے اس نام سے موسوم ہونے کا ہے۔

چونکہ آپ شریعت کی تعلیم دیتے اور آسمانی صحیفوں کی تعلیم کو عام کرتے گزرے ہوئے اور آنے والے انبیاء کے طریقے اور ان کی تعلیمات کا درس دیتے اس لئے ادریس کے لقب سے مشہور ہوئے چونکہ یہ تیسرے نبی وپیغمبر تھے اور علم وحکمت کے جاننے والوں میں ان کا تیسرا نام آتا ہے اس لئے انہیں ادریائے ثالث کہا جاتا ہے۔ چنانچہ ان کا استاد اوغاریموں مصری کو ادریائے ثانی کہا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں چونکہ حکومت و سلطنت میں بھی چونکہ تیسرا مقام حاصل تھا۔ اس لئے مثلث بالنعمہ کے نام سے مشہور ہوگئے۔ بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ انہیں یہ تمام نعمتیں میسر تھیں اس لئے اہل عرب میں اسی نام سے مشہور ہوگئے۔

جناب ادریس علیہ السلام کی خصوصیات:

حضرت ادریس علیہ السلام دس خصوصیات کے حامل تھے۔

1- پیغمبر مرسل تھے۔

2- ان پر تیس صحیفے نازل ہوئے۔

3- علوم نجوم کا اظہار فرمایا۔

4- سب سے پہلے قلم کا استعمال کیا۔

5- خیاطی سلائی کا کام آپ ہی نے شروع کیا۔

6- جنگ کے لئے ہتھیار بنائے۔

7- مسلک توحید کی اشاعت کے لئے جہاد شروع کرایا۔

8- کفار ومشرکین اور ان کے متعلقین کی گرفتاری شروع کی۔

9- اطلس کا لباس ایجاد کیا۔

10- بلند مقام پر فائز کیے گئے۔

کتاب گھر کی پیشکش کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

جناب ادریس کی بعثت:

ان کی بعثت کا واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ حضرت شیث علیہ السلام کے سفر آخرت فرمانے کے بعد لوگ ایمان سے برگشتہ ہونے لگے۔ خصوصیت کے ساتھ قابیل کی اولاد شیطان کے بہکانے سے سب سے زیادہ خباثتیں کرتی۔ انہوں نے نکاح کا سلسلہ ختم کر دیا۔ شدید برائیوں میں مبتلا ہو گئے اور اس طرح جب معاشرہ تباہ ہونے لگا تو اللہ رب العالمین حضرت ادریس علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔

اس سلسلہ میں ایک روایت اس طرح نقل کی گئی ہے کہ خود جناب ادریس کو شرائع اور اس کے احکام معلوم نہ تھے لیکن جب وہ کارخانہ عالم میں زمین وآسمان کے علاوہ دوسری چیزوں کو مصروف عمل پاتے تو یہ سوچتے کہ اس کارخانے کو چلانے والا کوئی ہے لیکن اس صانع عالم کی بارگاہ میں خراج عقیدت (عبادت) کا طریقہ معلوم نہ تھا لہٰذا متفکر رہتے کہ اس کا طریقہ معلوم کریں۔

ایک دن آپ نے اپنی قوم کے چند آدمیوں کو برائیوں سے بچنے کی تلقین کی اور اللہ رب العالمین کی عبادت کا درس دیا۔ ان سب لوگوں نے آپ کی تصدیق کی اس طرح سات آدمی اس خداشناسی میں آپ کے ہمنوا ہوئے پھر بڑھتے بڑھتے یہ تعداد ستر ہوئی اور اس کے بعد سات سو تک پہنچ گئی اور بعد میں یہ تعداد ایک ہزار ہو گئی۔ ایک مرتبہ ادریس علیہ السلام نے اپنی قوم کے لوگوں سے فرمایا کہ ان ہزار میں سے سو منتخب اور باصلاحیت افراد میرے ساتھ آجائیں۔ ان سو افراد میں سے آپ نے ستر منتخب فرمائے اور پھر ان ستر میں سے صرف دس کا انتخاب کیا اور ان دس میں سے بھی صرف سات کو منتخب کیا۔ اس انتخاب کے بعد ان منتخب شدہ سات بہترین افراد کو ساتھ لے کر آپ آبادی سے باہر تشریف لائے اور ان سے فرمایا کہ میں بارگاہ الٰہی میں دعا کرتا ہوں۔ تم سب آمین کہنا تاکہ اللہ تعالیٰ مجھے صاحب شریعت بنا دے اور اپنی عبادت کا صحیح طریقہ ہمیں تعلیم فرما دے۔ ان حضرات نے جنگل میں آکر اپنے ہاتھ زمین پر رکھ کر پھیلا دیئے اور اس وقت تک دین کی طلب کی دعائیں کرتے رہے۔ جب تک وہ بارگاہ قبول میں مستجاب نہ ہوئیں لیکن ابھی ایک کمی باقی رہی کہ طریق عبادت تعلیم نہ کیا گیا، ایک مرتبہ پھر مصروف دعا ہوئے اور اس مرتبہ اللہ کریم نے کرم فرمایا اور تیس صحیفے جن میں احکام الٰہی لکھے تھے نازل ہوئے اور جناب ادریس علیہ السلام منصب نبوت پر سرفراز ہوئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے آپ نے بہتر زبانوں میں تبلیغ دین فرمائی اور سو شہر آباد کیے اور ہر شہر میں وہاں کے ماحول کے مطابق قانون مرتب فرمائے۔

خطہ زمین پر بسنے والے اور جزائر میں رہنے والے آپ کے مطیع اور فرمانبردار ہوئے۔ آپ کی شریعت کے بنیادی اصول اللہ کی توحید، معاشرتی زندگی میں عدل اور انصاف، عبادت الٰہی میں خلوص اور برائیوں سے اجتناب اور آخرت کے عذابوں سے محفوظ رہنے کے لئے اپنے نفسوں کو برائیوں سے پاک وصاف رکھنا۔

جناب ادریس اپنی شریعت کی بنیادی عبادت نماز کی تاکید کرتے اور ہر سہ ماہی میں چند دن روزوں کے لئے مخصوص فرماتے۔

ادائے زکوۃ کا حکم دیتے۔ غسل جنابت اور عورتوں کو ماہواری کے بعد غسل کرنے کا حکم دیتے۔ دشمنان دین سے جہاد کا حکم فرماتے۔ گدھے، خچر، کتے اور خنزیر کے گوشت کے علاوہ ہر اس جانور کے گوشت کو کھانے کی ممانعت فرماتے جو مضر عقل و شعور ہو۔ آفتاب کے ایک برج سے دوسرے برج کی طرف منتقلی رویت ہلال اور کواکب کا اپنے مرکز کی جانب رجوع کے وقت قربانی کا حکم دیتے۔

حضرت ادریس علیہ السلام کا طریقہ عبادت:

آپ کی عبادت کا وطیرہ و طریقہ یہ تھا کہ ہر روز بارہ ہزار مرتبہ اللہ رب العالمین کی تسبیح کرتے جس سے فرشتے بھی رشک کرنے لگے اور ان کی عبادت و ریاضت کو دیکھ کر بارگاہ الٰہی میں ان سے ملاقات کی درخواست کی۔ فرشتے جب ان سے ملاقات کو آئے تو طویل نشست کے بعد انہیں یہ اندازہ ہو گیا کہ جناب ادریس علیہ السلام عالم بالا کی تمام باتوں میں دست گاہ کامل رکھتے ہیں۔

روایت ہے کہ جناب ادریس فرماتے تھے کہ میں تین سال تک زحل کے ساتھ آسمانوں کے گرد گھوما اور عالم بالا و دنیا کے تمام دقائق و حقائق کی معلومات حاصل کیں اور عالم بالا کے اسرار و رموز کی واقفیت حاصل کی۔

مورخین نے لکھا ہے کہ جناب ادریس نے اپنی امت کو اپنے بعد آنے والے تمام انبیاء کے نام بتائے طوفان نوح کی خبریں دیں اور طوفان سے محفوظ رہنے کے طریقے بھی بتائے۔

ان کی حکومت و سلطنت کے ایک رکن نے مصر میں گنبد حرماں تک تعمیرات کا سلسلہ شروع کیا اور جناب ادریس بھی وہیں تشریف لے آئے اور تمام دنیا کی سیر کر کے مصر واپس تشریف لائے اس سفر کے بعد خالق عالم نے انہیں حیات ابدی عطا فرمائی اور وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا۔ ''جنت میں ابدی سکونت عطا فرمائی۔'' اس سلسلہ میں بہت سی روایات نظر سے گزری ہیں۔

صاب عرائس و ثعلبی نے اور قصص التنزیل میں ابو مطیع لکحول نے لکھا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ سیر کے وقت جناب ادریس کو دھوپ کی تمازت سے سخت تکلیف پہنچی تو دل میں خیال ہوا کہ اتنے ہزار سال سے سورج اس آب و تاب کے ساتھ چمکتا ہے جب تھوڑی سی دیر میں دھوپ کی تمازت سے میرا یہ حال ہوا ہے تو وہ فرشتہ جو اس آفتاب عالم تاب پر مقرر ہے اس کا کیا حال ہوگا لہٰذا اس کے بارے میں بارگاہ الٰہی میں عرض کیا: اللهم خفف عن ثقلها و احمل عنه حرها۔ ''اے اللہ اس کے بوجھ کو ہلکا کر اور آفتاب کی حرارت کو اس کے لئے کم فرما دے۔'' اس دعا کی برکت سے اس فرشتہ کے مصائب میں تخفیف ہوگئی اور آفتاب کی شدید حرارت سے سکون حاصل ہوا تو وہ سوچنے لگا کہ آیا یہ تخفیف غضب الٰہی کی وجہ سے ہے یا اس کی رحمت و شفقت کی مظہر ہے لہٰذا اس نے بارگاہ احدیت میں اس کی وجہ معلوم کرنے کی درخواست کی۔ اللہ رب العالمین نے فرمایا کہ یہ سکون میرے بندہ ادریس کی دعا کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے تیرے لئے دعا کی تھی جو مقبول ہوئی۔ اس فرشتہ کو اس بات سے جناب ادریس کی ذات سے عقیدت و محبت پیدا ہوئی اور آپ کی محبت اس کے دل میں راسخ ہوئی۔ اس نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی، الٰہی مجھے ان سے ملاقات کا شرف اور اخوت و دوستی کی عزت عطا فرمائی جائے۔ اللہ کریم نے اس کی

دعا قبول فرمائی اور اس کو اجازت عطا فرمائی۔ اس نے جناب ادریس سے ملاقات کی اور اس نے رشتۂ اخوت ومحبت استوار کیا۔

جناب ادریس کی حیات ابدی کی تمنا:

ایک دن جناب ادریس نے اس فرشتہ سے کہا کہ تمہاری جناب عزرائیل (ملک الموت) سے بہت دوستی ہے اور وہ تمہارا بہت اعزاز و اکرام کرتے ہیں اگر ہو سکے تو تم ان سے میرے بارے میں یہ درخواست کرو کہ وہ میری روح قبض کرنے میں تاخیر کریں تاکہ میں وہ بقیہ زندگی طاعت وعبادت میں گزاروں تاکہ قیامت کے دن پریشان نہ ہوں۔ فرشتے نے کہا کہ اے اللہ کے نبی کیا آپ کو اس بات کا خیال نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ اَجَلُهُمْ۔ ''جب موت کا مقرر وقت آتا ہے تو نہ اس میں کمی ہوتی ہے نہ زیادتی۔'' ادریس علیہ السلام نے فرمایا، یہ بات مجھے معلوم ہے لیکن یہ بات تم ملک الموت سے کرنا۔ آفتاب پر متعین فرشتے نے اللہ رب العالمین سے جناب ادریس علیہ السلام کی گفتگو کے بارے میں کہا تو رب کریم نے فرمایا کہ تو انہیں ملک الموت کے پاس لے جا تاکہ یہ ملک الموت سے خود بات کر لیں اور ملک الموت تو ایسا فرشتہ ہے جو میرے حکم کے بغیر دائیں بائیں جانب دیکھتا بھی نہیں ہے۔ ارشاد خداوندی کے مطابق اس فرشتے نے اپنے پر کھولے اور جناب ادریس علیہ السلام سے عرض کیا، اے نبی مکرم آپ میرے پروں پر آ جائیں۔ اپنے پروں پر بٹھا کر وہ فرشتہ ادریس علیہ السلام کو اپنی منزل (آفتاب) پر لے آیا اور وہاں سے ملک الموت کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے بھائی عزرائیل میری آپ سے درخواست ہے اگر آپ اس کو پورا کریں۔ ملک الموت نے کہا، کہیئے اگر ممکن ہو سکا تو آپ کی مدد کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ ہوگی۔

تب اس فرشتے نے کہا کہ میرے ایک دوست ادریس نامی کی خواہش ہے کہ آپ ان کی روح تاخیر سے قبض کریں۔ ملک الموت نے کہا کہ یہ تو میرے لئے ممکن نہیں البتہ اتنا ممکن ہے کہ میں تمہیں روح قبض کرنے سے پہلے بتا دوں گا۔ اس وقت تم جو کچھ مناسب سمجھیں کریں۔ فرشتے نے کہا یہ مناسب ہے لہٰذا ملک الموت اپنا رجسٹر لے آئے اور اس کو دیکھ کر کہنے لگے، اے میرے بھائی فرشتے تم اب کس کے بارے میں دریافت کر رہے ہو۔ مجھے تعجب ہے کہ وہ اب تک زندہ ہے۔ فرشتہ کہنے لگا، یہ کیسے ممکن ہے ملک الموت نے کہا کہ اس رجسٹر میں لکھا ہے کہ ان کی موت آفتاب کے قریب ہوگی یہ مرتبہ کس کو حاصل ہوگا۔ فرشتہ نے کہا بات تو ایسی ہی ہے۔ فرشتے نے کہا میں نے ہی تو ان کو زمین سے لا کر آفتاب کے قریب چھوڑا ہے اور خود تمہارے پاس آیا ہوں۔ ملک الموت نے کہا جا کر دیکھو تو غالباً وہ فوت ہو چکے ہیں کیونکہ ان کی زندگی باقی نہیں رہی۔ وہ فرشتہ ملک الموت کے پاس سے واپس آیا تو دیکھا کہ جناب ادریس رحلت فرما چکے ہیں اور ان کا طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر چکا ہے اور فرشتوں نے ان کی نماز جنازہ پڑھ کر انہیں بیت المعمور میں دفن بھی کر دیا ہے۔ (جناب ادریس آج تک وہیں دفنا ہیں) وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ۔ اس امر کی جانب شہادت دے رہی ہے۔

جناب ادریس علیہ السلام کی وفات:

وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ جناب ادریس موت کا جام پینے زمین کے اندر دفن ہونے اور صور کے پھونکے جانے اور روز آخرت کے سوالات

دوزخ کے عذاب اور جنت کی بشارت کی طرف سے بہت متفکر رہتے تھے اور اسی لئے وہ کثرت سے عبادت و ریاضت کیا کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی عبادت و ریاضت سا کنان خطہ ارض کی کل عبادت کے مقابلہ میں زیادہ ہوتی اور ملاء اعلیٰ جاتی، اس عبادت کی زیادتی کی وجہ سے ملک الموت کو جناب ادریس علیہ السلام سے ملاقات کا اشتیاق تھا۔ ایک مرتبہ رب العالمین سے اجازت لے کر وہ زمین پر آئے اور جناب ادریس علیہ السلام سے ملاقات کی اور تین دن رات اکیلے ساتھ رہے چونکہ کھاتے پیتے وقت وہ جناب ادریس کا ساتھ نہ دیتے تھے۔ اس لئے ادریس علیہ السلام کو یقین ہو گیا کہ وہ انسانوں میں سے نہیں ہیں اور معلومات کے بعد پتہ چلا کہ یہ فرشتے ہیں پھر ملک الموت نے بھی بتا دیا کہ میں ملک الموت ہوں۔ جناب ادریس نے دریافت کیا کہ روح قبض کرنے آئے ہو یا ملاقات کے لئے، ملک الموت نے جواب دیا کہ ملاقات کیلئے ادریس علیہ السلام نے ملک الموت سے کہا کہ میری خواہش یہ ہے کہ تم میری روح قبض کر کے مجھے موت کی لذت سے آشنا کرو۔ ملک الموت نے جناب باری سے اجازت لے کر ان کی روح قبض کی اور بعد میں روح ان کے بدن میں واپس کر کے معلوم کیا کہ اس سے آپ کا مقصود کیا تھا۔ ادریس علیہ السلام نے جواب دیا کہ میرا مقصد یہ تھا کہ موت کا مزہ چکھنے اور موت کے حصول کے بعد جس طرح چاہوں عمل کروں کیونکہ اس طرح مجھے حیات ابدی حاصل ہو جائے گی اب میری ایک اور خواہش ہے کہ اب آسمانوں کی سیر کروں اور جنت و دوزخ کو دیکھ کر مقام خوف و رجا میں استقامت کروں۔

ملک الموت نے حضرت حق سے اجازت لی اور ان کو آسمان پر لے گئے جب دوزخ کے قریب آئے تو آپ نے ملک الموت سے کہا کہ آپ مالک (دوزخ کا نگران فرشتہ) سے کہیں کہ وہ دوزخ کے دروازے کھولے تا کہ اس کے طبقات کو دیکھوں۔ مالک نے ان کی خواہش کے مطابق دروازے کھول دیئے۔ جب آپ نے دوزخ کے حالات معائنہ فرمائے تو دہشت سے بے ہوش ہو گئے اور ملک الموت نے ان کا سر اپنے زانو پر رکھا جب تھوڑی دیر کے بعد آپ ہوش میں آ گئے تو ملک الموت نے کہا کہ میں آپ کو دوزخ نہیں دکھانا چاہتا تھا لیکن آپ کے اشتیاق کو دیکھ کر خاموش ہو گیا تھا۔ اس وجہ سے آپ کو یہ پریشانی اٹھانی پڑی۔ آپ نے فرمایا، اب ایک خواہش اور ہے ملک الموت نے کہا، وہ بھی بتایئے آپ نے فرمایا کہ دوزخ کے مصائب دیکھنے کے بعد اب جنت کی نعمتیں اور آسائشیں بھی دکھا دو۔ ملک الموت ان کو جنت کے دروازہ پر لائے اور اجازت کے بعد آپ کی خواہش کے مطابق دروازہ جنت کھولا گیا۔ یہاں آنے کے بعد آپ حوران جنت و غلمان بہشتی وہاں پھلوں اور فواکہات میں ایسے مشغول ہوئے کہ دنیا و مافیہا سے غیر متعلق ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب ملک الموت نے کہا کہ اب چلیں تا کہ میں آپ کو آپ کی جگہ واپس پہنچا دوں لیکن آپ نے اس بات پر دھیان نہ دیا۔ جب ملک الموت نے اصرار کیا تو آپ نے فرمایا کہ اب میں حکم ربی کے بغیر نہ آؤں گا۔ اب میں تمہارے اور دوسرے فرشتوں کے کہنے پر عمل نہ کروں گا۔ ادھر خالق کائنات جل وعلا نے ایک فرشتہ کو ان کے معاملہ کو طے کرانے کے لئے بھیج دیا۔ اس فرشتہ نے ملک الموت عزرائیل سے دریافت کیا کہ دو قدم کی کیا بات ہے۔ انہوں نے پوری بات بتائی۔ ملک الموت کی بات سننے کے بعد اس نے جناب ادریس سے کہا اب آپ بتائیں کہ معاملہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا، اے فرشتے تمہیں معلوم ہے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے، کُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَةُ الۡمَوۡتِ۔ "ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔" میں نے موت کا مزہ چکھ لیا ہے اور رب تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے: وَاِنۡ مِّنۡکُمۡ اِلَّا وَارِدُهَا کَانَ عَلٰی رَبِّکَ حَتۡمًا مَّقۡضِیًّا۔ میں نے دوزخ کے حالات بھی دیکھے ہیں۔ دوسری جگہ رب کریم نے فرمایا ہے: مَا هُمۡ عَنۡهَا بِمُخۡرَجِیۡنَ۔ جنت

میں داخلہ کے بعد تم وہاں سے نکالے نہ جاؤ گے۔ اس حکم کے مطابق اب میں بہشت سے نہیں آؤں گا اب میری واپسی حکم ربی کے بعد ہی ممکن ہے۔ رب کریم نے ملک الموت سے فرمایا کہ انہیں یہیں چھوڑ دو کیونکہ یہ میرے حکم کے مطابق بہشت میں آئے ہیں اور ہمارے فرمان واحکام سے دلائل اور حجتیں پیش کر رہے ہیں اور حق انہیں کے ساتھ ہے اب انہیں یہیں رہنے دو۔ وَمَكَانًا عَلِيًّا۔ (بلند مکان) سے جنت کے مکانات مراد ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ جناب ادریس کبھی ساتویں آسمان پر اور کبھی چھٹے آسمان پر آتے ہیں اور فرشتوں کے ساتھ مصروف عبادت رہتے ہیں۔ (واللہ اعلم)

ایک روایت کے مطابق حضرت ادریس علیہ السلام کی آدم علیہ السلام کی رحلت کے وقت سو سال عمر تھی۔ بعض دوسری روایات کے مطابق اس وقت آپ کی عمر تین سو ساٹھ سال تھی۔ ایک سو پانچ سال منصب نبوت پر فائز رہے۔ آپ پر تیس صحیفے نازل ہوئے۔ ان کی شریعت کے احکام جناب آدم علیہ السلام کی شریعت کے مطابق تھے۔

آپ پینسٹھ سال کی عمر میں بروفا نامی ایک عورت کو اپنے حبالہ عقد میں لائے اور اس ازدواج کے نتیجہ میں ایک فرزند متوشلح پیدا ہوئے۔ (اس لفظ کے معنی عربی زبان میں منشرح ہیں) ادریس علیہ السلام سے نور محمدی ﷺ متوشلح کو منتقل ہوا۔

جب متوشلح کی عمر ایک سو پچاسی سال ہوئی تو انہوں نے عریانا نامی ایک عورت سے شادی کی اور ان سے لمک یا لامک پیدا ہوئے **لملك** یا **لاملك** کے معنی عربی میں بزرگ کے ہیں۔

متوشلح کی عمر جب نو سو ساٹھ سال ہوئی تو انہوں نے دار البقا کی طرف سفر اختیار کیا۔ جب **لملك** یا **لاملك** کی عمر ایک سو بیاسی سال ہوئی تو عرائس کی روایت کے مطابق انہوں نے قنوش نامی عورت سے عقد کیا۔ یہ رشتہ میں آپ کی چچا زاد بہن تھیں۔ ان کا سلسلہ نسب آدم علیہ السلام تک ان واسطوں سے ملتا ہے۔ قنوش بنت برکائیل بن متوشلح بن اخنوع بن قینان بن شیث علیہ السلام بن ابوالبشر جناب آدم علیہ السلام اور ان کے بطن سے جناب نوح علیہ السلام کی ولادت ہوئی ان کی ولادت آدم علیہ السلام کی وفات کے ایک سو بیس سال بعد ہوئی۔ جناب نوح علیہ السلام ایک سو پچاس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے اور نو سو پچاس سال تک مصروف تبلیغ رہے اور طوفان کے ساٹھ سال بعد تک حیات رہے۔ اس طرح ان کی مجموعی عمر سترہ سو سال اور ایک روایت کے مطابق پندرہ سو سال ہوئی۔ پندرہ سو سال والی روایت کو مفسرین نے بھی نقل کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

* * *

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

چودھواں باب

حضرت نوحؑ، سیلاب نوح کا آغاز اور اختتام

حضرت نوحؑ کی وجہ تسمیہ:

حضرت نوح علیہ السلام کا سریانی میں یشکر نام تھا۔ اہل عرب ان کو نوح کہتے تھے۔ ان کے القاب آدم ثانی راکب اور شیخ الانبیاء بھی ہیں۔ جناب نوح نجی اللہ کہلائے جاتے ہیں۔ ان کے نوح کے نام سے مشہور ہونے کی بہت سی وجوہ ہیں۔ یہاں صرف تین وجوہ بیان کی جائیں گی۔

1- ایک مرتبہ آپ کا گزر ایک شکاری کتے کے قریب سے ہوا جو زخموں سے چور تھا۔ وہ کتا آپ کے قریب آیا تو آپ نے اس سے فرمایا، اے قبیح دور رہو۔ یہ سن کر کتے نے کہا اگر آپ سے ممکن ہو تو مجھ سے بہتر مخلوق پیدا کر دیں۔ ایک اور روایت کے مطابق کتے نے جواب دیا کہ آپ نقش کو برا کہہ رہے ہیں۔ یا نقاش کو (یعنی مجھے برا کہتے ہیں یا میرے پیدا کرنے والے کو) اس بات کے بعد کتے نے کہا کہ اے نوح زبان کو روکیں کہ آدمیت کا لقب آپ نے خود اختیار نہیں کیا ہے اور وقت کے خریطہ میں نقد نبوت آپ نے خود نہیں بکھیرا ہے (یعنی خود منصب نبوت پر فائز نہیں ہوئے) میرے پیدا کرنے والے میں یہ طاقت ہے کہ وہ میرے جسم سے کتے کی کھال اتار دے اور انسانوں کی پیشانی پر ذلت کا نشان لگا دے۔ نوح علیہ السلام یہ باتیں سن کر مضطرب ہوئے اور کئی سال تک مصروف گریہ رہے۔ یہی سبب آپ کے نوح مشہور ہونے کا ہوا۔

2- جب نوح علیہ السلام طوفان کے بعد کشتی سے باہر آئے تو ابلیس لعین نے ان سے کہا، آپ کی وجہ سے میرا ایک بڑا کام بن گیا ہے۔ یہ بات سن کر حضرت نوح غضب میں آ گئے اور فرمایا، اے لعین میں نے کوئی کام تیری مرضی کے مطابق نہیں کیا ہے اور نہ آئندہ کروں گا۔ میرا کون سا عمل ایسا تھا جو تیرے فائدہ کا سبب ہوا۔ کہنے لگا کہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو آپ کی امت کے افراد کو بہکانے میں بہت محنت کرنا پڑتی تھی۔ جب وہ برے اعمال کر کے مستحق عذاب بنتے تھے اور میں ان کو تا دم مرگ بہکاتا تھا (اور اپنے مرتے دم تک ایسا ہی کرتا رہوں گا) لیکن آپ نے میری اس طرح مدد کی ہے کہ آپ کی ایک ہی بددعا سے سب کے سب مستحق نار ہو گئے ہیں۔ یہ سن کر نوح علیہ السلام اپنی دعا پر پشیمان ہوئے اور فرمانے لگے، کاش میں یہ دعا نہ کرتا۔ اپنی قوم کی بداعمالیوں اور ایذا رسانیوں پر صبر کرتا۔ اس پشیمانی میں آپ چالیس سال مسلسل روتے رہے اور نوح مشہور ہوئے۔

3- اپنے بیٹے کنعان کے بارے میں بارگاہ الٰہی میں عرض کیا: اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ ۔ بے شک میرا بیٹا میرے اہل و عیال میں ہے۔ اس وقت خطاب عتاب آمیز بارگاہ الٰہی سے آیا۔ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ ۔ وہ آپ کے اہل سے نہیں ہے کیونکہ اس کے

اعمال اچھے نہیں ہیں اور یہی خطاب عتاب آمیز سبب گریہ ہوا۔ یہ تینوں قول جو مندرجہ بالا سطور میں بیان کئے گئے ہیں وہ اس اعتبار سے ہیں کہ لفظ نوح عربی زبان کا ہے ورنہ عجمی لفظ سے اشتقاق مناسب نہیں۔ (واللہ اعلم)

جناب نوح کی بعثت ورسالت کے اسباب:

آپ کی بعثت ورسالت کا سبب یہ تھا کہ جناب ادریس کی رحلت کے بعد تو ایک مدت تک کوئی مصلح یا ہادی تبلیغ دین کے لئے نہ آیا اور خطہ زمین پر بسنے والے سب کے سب کافر ومنکر ہوگئے۔ صاحب عرائس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت نقل کی ہے کہ اس زمانہ میں اولاد آدم علیہ السلام دونسلوں میں بٹی ہوئی تھی۔ ایک جماعت قابیل کی نسل سے تھی جو شہروں میں مکان بنا کر رہتے تھے۔ دوسرے لوگ حضرت شیث علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ یہ لوگ پہاڑوں کے دوران مقیم تھے۔

جناب شیث علیہ السلام کی نسل کے مرد وجیہہ وشکیل تھے البتہ اس نسل میں عورتیں شکیل نہ تھیں۔ شیطان قابیل کی نسل کے لوگوں کے پاس انسانی شکل میں آیا اور ان سے کہنے لگا کہ مجھے اپنے پاس رکھ لیں۔ میں آپ کی خدمات انجام دوں گا۔ ان کی خوشامد کر کے وہ ان کے ساتھ رہنے لگا۔ بعد میں اس نے بانسری بنائی اور اس کو بجانے لگا۔ لوگوں نے جب بانسری کی آواز سنی تو بہت متعجب ہوئے کیونکہ انہوں نے اس سے پہلے ایسی آواز نہ سنی تھی۔ لوگ روزانہ اس کے پاس بانسری کی آواز سننے کے لئے جمع ہوجاتے۔ اس طرح وہ روزانہ ان کے سامنے بانسری بجاتا۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ انہوں نے ایک دن جشن کا مقرر کر رکھا تھا۔ اس دن لوگ جمع ہوجاتے اور ابلیس نے ان کی نوازی کرتا رہا۔ ایک مرتبہ پہاڑوں کا بسنے والا (بنی شیث) ایک شخص اس مجمع میں آ گیا اور اس نے جشن دیکھا جس میں عورتیں اور مرد جمع تھے۔ اس نے اس قبیلہ کی حسین وجمیل عورتوں کو بھی دیکھا جن کی مثل ان کے قبیلہ میں نہ تھیں لہٰذا اس نے واپس جا کر اپنے قبیلہ والوں کو ساری کیفیت سنائی اور سال آئندہ سال اس جشن میں شرکت کا پروگرام بنایا۔

اس مجمع میں عورتوں مردوں کے اجتماع کی وجہ سے بہت سی غیر اخلاقی حرکتیں بھی ہوتی تھیں اس لئے قرآن کریم نے فرمایا ہے: وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ ۔ اس اجتماع نے فسق وفجور کے اڈے کی شکل اختیار کرلی تھی۔ لہٰذا حق تعالیٰ نے ان کی اصلاح اور برائیوں پر خوف دلانے کے لئے نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ اِنَّا اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖۤ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔ ”ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی جانب مبعوث فرمایا تا کہ وہ اپنی قوم کو دردناک عذاب سے ڈرائیں۔

دوسری روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت شیث اور ان کی اولاد کو نصیحت فرمائی تھی کہ قابیل کی اولاد سے میل جول نہ رکھیں اور نہ ان کے ساتھ رشتہ مناکحت استوار کریں۔ ان کی تمام اولاد کو آدم علیہ السلام نے پہاڑوں میں بھیج کر ایک محافظ ان پر مقرر کردیا تھا تا کہ ان کی فرزندان قابیل سے حفاظت کرے اور ان کو فرزندان قابیل کے شر سے محفوظ رکھے۔ وہ محافظ ان کے لئے دعا کرتا رہتا اور فرزندان شیث کے گناہوں کی بخشش کے لئے طلب مغفرت کرتا۔ ایک دن حضرت شیث کی اولاد میں سے سو آدمی پہاڑ سے نیچے اترے تا کہ اپنے چچا کی اولاد (فرزندان قابیل) کے حالات سے آگاہی حاصل کریں۔ چونکہ فرزندان شیث نہایت ہی حسین وجمیل تھے اور بنی

قابیل کی عورتیں بھی حسن و جمال کا مرقع تھیں۔ ان عورتوں نے جب حسین وجمیل مردوں کو دیکھا تو طرح طرح کے فریب سے ان مردوں کو قید کر لیا۔ یہ عورتیں ان کی بہت حفاظت کرتیں۔ جب بنوشیث کے آدمی واپس نہ ہوئے تو سو مزید آدمی ان کے حالات معلوم کرنے کے لئے آئے اور وہ بھی پہلے آنے والوں کی طرح ان کے جال میں پھنس گئے جب یہ بھی وہیں رک گئے اور واپس نہ ہوئے تو بقیہ تمام لوگ بھی پہاڑوں سے اتر آئے اور وہیں رہنے لگے۔ اس طرح مل جل کر رہنے کی وجہ سے ان کے تعلقات بنو قابیل سے استوار ہو گئے اور آپس میں سلسلہ مناکحت شروع ہو گیا۔ بنو قابیل تعداد میں بڑھتے گئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے چوتھا خطہ زمین گھیر لیا اور ان کے درمیان کفر و بت پرستی بڑھتی گئی۔

بُت پرستی کی ابتداء:

کہا جاتا ہے کہ بُت پرستی کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ جب جناب آدم علیہ السلام نے رحلت فرمائی تو مسلمانوں نے کافروں (بنو قابیل) کو ان کی زیارت نہ کرنے دی لیکن ابلیس نے انہیں تسلی دے کر کہا کہ میں تمہیں ایسی بات بتاتا ہوں جس کی وجہ سے تمہارا سر فخر سے بلند ہو جائے گا اور تم ان پر فوقیت حاصل کر لو گے سب نے اس سے کہا بتاؤ وہ کیا بات ہے۔ اس نے کہا کہ میں تمہارے لئے آدم علیہ السلام کی شبیہ تیار کر دوں گا تاکہ تم اس کی زیارت اور اس کا طواف بھی کرو۔ ان لوگوں نے ابلیس کے مشورے سے اتفاق کیا اور اس مردود نے ان کے لئے پانچ بت تیار کیے جن کے نام ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر رکھے۔ (ان ناموں کا ذکر قرآن کریم میں بھی موجود ہے) ان بتوں کے بنائے جانے کے بعد یہ لوگ ان بتوں کی عبادت میں مشغول ہو گئے۔ جب بت پرستی انتہا کو پہنچی تو رب تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لئے نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تاکہ وہ انہیں ان بتوں کی عبادت سے روکیں لیکن انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ کا اثر نہ لیا اور بت پرستی اور فواحش کے ارتکاب پر مصر رہے اور طوفان نوح میں یہ بت دب دبا کر کہیں رہ گئے۔ لیکن ابلیس نے کوشش کر کے ان بتوں کو وہاں سے اہل عرب کے لئے نکالا اور ان بدبختوں نے ایک ایک بت کو اپنے لئے منتخب کر لیا قبیلہ خضاء نے اپنے لئے وَدّ کو منتخب کر لیا۔ حمیر نے نسر کو اپنا معبود بنایا۔ ہذیل سواع کے معتقد ہو گئے۔ کہلان نے یعوق کو اپنا خدا بنایا اور اعلم وا نعم نے یعوث کو اپنی عبادت کے لئے مخصوص کر لیا۔

اس طرح تمام سرکردہ قبائل نے اپنے لئے ایک ایک بت کو منتخب کر لیا اور زور شور سے ان کی عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے ادھر مشیت ایزدی نے بعثت مصطفوی علیہ التحیۃ والثناء کو ضروری جانا اور اس ظلمت آباد کے لئے رشد و ہدایت کا چراغ نور مصطفوی علیہ التحیۃ والثناء سے روشناس کرایا۔ حضور اکرم ﷺ نے ان بتوں کو توڑ کر جزائر عرب سے دور پھنکوا دیا۔

نوح علیہ السلام کی خصوصیات

علماء حق نے جناب نوح علیہ السلام کی دس خصوصیات بیان فرمائی ہیں:

1- آپ اولوالعزم رسول تھے یعنی انہوں نے تمام دوسری شریعتوں کے احکام کو منسوخ کر کے اپنے احکام کو جاری و ساری کیا تھا۔ اس سے قبل جناب شیث وادریس علیہما السلام شریعت آدم علیہ السلام پر عمل پیرا تھے۔

2- مخلوق عالم کا سلسلہ نسب ان پر ختم ہو گیا تھا اس لئے آدم ثانی کہلائے۔

3- آپ پہلے نبی تھے جو تمام خطہ زمین پر بسنے والوں کے لئے مبعوث ہوئے۔

4- آپ پہلے نبی تھے جنہوں نے مخلوق کو کفر کے عواقب سے ڈرایا۔

5- آپ کو اس سلسلہ میں اولیت حاصل ہے کہ آپ کی بددعا سے امت ہلاک ہوئی۔

6- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ آپ پہلے فرد ہیں جن کے ذریعہ نشاۃ ثانیہ کرائی گئی۔

7- پیغمبروں میں سب سے زیادہ عمر پائی۔

8- ہزار سال کی طویل عمر میں بھی آپ کا کوئی دانت نہ گرا تھا نہ کوئی بال سفید ہوا تھا اور نہ طاقت وقوت میں ذرہ برابر کمی آئی تھی۔

9- عبادت وریاضت کا یہ عالم تھا کہ دعوت تبلیغ ورشد وہدایت کے باوجود ہر دن ورات میں ہزار رکعت سے زیادہ نماز پڑھتے۔

10- باوجود اس کے کہ ان کی قوم کے لوگ سخت اذیتیں دیتے لیکن آپ ان کے ساتھ حسن سلوک فرماتے اور ان کی خاطرداری میں مشغول رہتے۔ ہر شخص کے گھر جاتے، اس کا حال معلوم کرتے۔ اس کی تکالیف کا مداوا فرماتے لیکن ان بدبختوں پر آپ کی شفقتوں اور نصیحتوں کا کوئی اثر نہ ہوتا۔ آپ دن کو بھی ان کے گھروں پر جا کر تبلیغ کرتے اور انہیں اللہ کی وحدانیت کا درس دیتے۔ آپ کے اس طرز عمل کی وجہ سے لوگ آپ کو مجنوں اور دیوانہ کے لقب سے یاد کرتے اور آپ کو طرح طرح سے ایذائیں دیتے اور مرنے والے اپنی اولاد کو یہ وصیت کرتے کہ آپ کی تکلیف واذیت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں، کیونکہ ان کی آنکھیں حق کو دیکھنے سے اندھی ہو چکی تھیں۔

یہاں تک کہ رب تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا: اَنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ۔ دوسری جگہ فرمایا گیا: اَنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمُ وَاَطْغٰى۔ اس طرح آپ ان میں ساڑھے نو سو سال تک تبلیغ کرتے رہے اور صرف چند لوگ ایمان لائے۔ کافروں اور منکروں کی تکلیفیں دینے کا عمل برابر بڑھتا ہی رہا، لیکن آپ صبر وتحمل کے ساتھ ان تمام مصائب کو برداشت کرتے رہے اور ان کے لئے یہ دعا فرماتے: اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ قَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ "اللہ میری قوم کو ہدایت فرما یہ لوگ کفر کی تاریکی میں پھنسے ہوئے ہیں اور جانتے نہیں ہیں۔" ان کے مظالم اس حد تک بڑھ گئے تھے کہ وہ آپ کو اتنا مارتے کہ جس سے آپ کے اعضا ٹوٹ جاتے اور آپ شدت تکلیف سے بے ہوش ہو جاتے اور وہ بدبخت آپ کو کمبل میں لپیٹ کر گھر ڈال جاتے اور یہ خیال کرتے کہ یہ شدت اذیت سے جانبر نہ ہو سکیں اور سفر آخرت اختیار کر لیں گے لیکن جب رات ہوتی تو شفاخانہ قدرت سے ان کا علاج ہوتا۔ رب تعالیٰ نے قوم نوح کو نقل فرمایا: وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ۔ "جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ مجھے شفا عطا فرماتا ہے۔" یعنی شافی مطلق انہیں شفا عطا فرما دیتا۔ اس طرح کئی مرتبہ ہوا کہ آپ ان کی مجالس پر تشریف لے گئے اور انہیں تبلیغ دین فرمائی لیکن ان سنگدلوں نے آپ پر اتنے پتھر برسائے کہ آپ ان پتھروں میں چھپ گئے اور وہ آپ کو مردہ سمجھ کر چلے گئے۔ رات کو جناب جبرائیل آ کر پتھر علیحدہ کر کے آپ کو وہاں سے نکالتے اور اپنے پروں کو آپ کے جسم سے مل کر زخموں کا علاج کرتے۔ علی الصباح پھر آپ اپنی قوم کے لوگوں کے پاس آ جاتے اور فرماتے: یاقوم قولو الا الہ الا اللّٰہ۔ "اے میری قوم تم لا الہ الا اللہ کہہ کر اللہ کی وحدانیت کا اقرار کر لو۔"

نقل کیا گیا ہے کہ ان کی قوم میں ایک بدبخت بوڑھا جس کا نام قصی تھا، اس نے ایک دن اپنے بیٹے جادو کو وصیت کی کہ اے بیٹے نوح (علیہ السلام) کو اذیت و تکلیف دینے میں امکانی کوشش کرنا اور ان کا تمسخر اڑانے اور ان کی توہین کرنے میں شبہ برابر بھی کمی نہ کرنا۔ بعد میں وہ اس لڑکے کو لے کر نوح علیہ السلام کے پاس آیا اور کہنے لگا، بیٹے میں جس شخص کے بارے میں تجھے بتا رہا تھا (خاکم بدہن) وہ ساحر و کذاب یہی ہے تو اس کی گفتگو سے بھی متاثر نہ ہونا اور باپ دادا کے دین کو کبھی نہ چھوڑنا، ان کی ایذا اور اہانت میں کبھی کمی نہ کرنا کیونکہ میرے آباؤ اجداد نے مجھے بھی یہی سبق دیا تھا۔

بیٹے نے باپ کی باتیں سنیں اور ان پر عمل کرنے میں باپ پر بھی بازی لے گیا اس بدبخت نے اپنے ناہنجار باپ کے ہاتھ سے لاٹھی لی اور اس نیک خصلت پیغمبر خدا علیہ السلام کے سر پر ماردی جسکی وجہ سے آپ کے سر مبارک سے خون بہہ کر پیشانی تک آ گیا اس وقت آپ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا۔ الٰہی تیرے علم میں ہے کہ اس قوم کے لوگ میرے ساتھ اہانت آمیز سلوک کرتے ہیں۔ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّ نَهَارًا فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَاۗءِیْۤ اِلَّا فِرَارًا۔ اے رب میں نے اپنی قوم والوں کو شب و روز ہدایت کا درس دیا، لیکن انہوں نے ہمیشہ راہ حق سے فرار اختیار کی۔ اے رب کریم اگر تو ان پر نظر رحمت فرماتا ہے تو انہیں ہدایت کا راستہ دکھایا، مجھے ان بلاؤں پر صبر عطا فرما، کیونکہ اب طاقت صبر ختم ہوگئی ہے اور ان کی حرکتیں برداشت سے باہر ہوگئی ہیں۔ کاش مجھے یہ علم ہوتا کہ اس قوم سے کوئی بھی ہدایت پالے گا اور میری کوشش اکارت ہو جائے گی۔ اس وقت خطاب باری ہوا کہ اے نوح اس میں سے جسے بھی ایمان لانا تھا وہ لا چکا۔ اب ان میں کوئی بھی ہدایت حاصل کرنے والا نہیں ہے۔ وَ اُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ۔ ہم نے نوح کے پاس وحی بھیجی کہ اب تمہاری قوم میں کوئی ایمان لانے والا نہیں ہے جنہیں ایمان لانا تھا وہ لا چکے۔ اس وحی کے بعد نوح علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی، الٰہی کیا ان کی نسل میں کوئی ایسا ہے جو بعد میں ایمان لے آئے تاکہ اس امید میں اپنی کوشش جاری رکھوں، خطاب باری ہوا۔ یانوح لم یبق من اصلاب الرجال ولا فی الارحام النساء مومن ۔ اے نوح! اب ہدایت پانے والوں میں نہ تو باپ کی صلبوں میں اور نہ ماؤں کے ارحام میں کوئی باقی رہا ہے۔ اب ان کی نسلوں میں کوئی مشرف بہ اسلام ہونے والا باقی نہیں رہا ہے۔ اس بات کو معلوم ہونے کے بعد جناب نوح نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا: رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ دَیَّارًا۔ اے رب خطہ زمین پر کسی کافر کو باقی نہ رکھ یہ دعا مستجاب ہوئی اور ان کے عذاب کا حکم جاری ہو گیا۔ وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ۔ اب ان کے بارے میں جنہوں نے ظلم و ستم توڑے ہیں۔ مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے یہ لوگ غرق کردیئے جائیں گے۔

ان نافرمانوں کو پانی کے عذاب کے ذریعہ آتش دوزخ میں دھکیل دیا جائے گا اور آپ کو مع آپ کے احباب و اہل و عیال کے کشتی کے ذریعہ طوفان سے نجات دلائی جاوے گی۔ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْیُنِنَا وَ وَحْیِنَا۔ آپ ہماری ہدایات کے مطابق کشتی تیار کریں۔

کشتی میں مختلف جانوروں کا قیام:

جب نوح علیہ السلام سے خطاب باری ہوا۔ وَ صْنَعِ الْفُلْكَ۔ آپ کشتی تیار کریں۔ تب نوح علیہ السلام نے دریافت فرمایا، الٰہی

یہ کشتی (فلک) کیا چیز ہے۔ خطاب باری ہوا کہ وہ مکان جو پانی پر چلتا ہے، نوح علیہ السلام نے دوبارہ عرض کیا کونسا پانی۔ خطاب باری ہوا جس کو ہم نازل کریں گے اور اس میں کافر غرق ہو جائیں گے۔ یہ کافر مردے ہیں اور مردوں کو غسل دینا چاہیے۔ وَاِنِّی عَلٰی مَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ۔ اور میں جو چاہوں اس پر قدرت رکھتا ہوں۔ نوح علیہ السلام نے عرض کیا کہ اس کے لئے لکڑی کہاں سے دستیاب ہوگی۔ حکم الٰہی ہوا کہ درخت لگاؤ۔ الغرض جناب جبرائیل نے چند شاخیں ساج (سال) کی لا کر دیں ان کو نوح علیہ السلام نے زمین میں لگایا، چالیس سال کے عرصہ میں وہ تناور درخت بن گئے۔ اس اثناء میں جناب نوح علیہ السلام کی بددعا کے اثر سے یہ کافر مصائب میں گھرے رہے۔ ان کی عورتیں بانجھ ہو گئیں اور اس عرصہ میں آسمان سے ایک قطرہ بارش کا نہ ٹپکا۔ اس اثناء میں نہ تو نوح علیہ السلام نے انہیں تبلیغ کی اور نہ وہ نبی برحق جناب نوح علیہ السلام سے مزاحم ہوئے۔ چالیس سال کے بعد حکم الٰہی ہوا کہ درخت کاٹ کر کشتی بنانے کے لئے تمام سامان مہیا کریں جب تمام سامان مہیا ہو گیا تو جبرائیل امین نے کشتی بنانے کا طریقہ بتا دیا۔ اس طرح نوح علیہ السلام نے کشتی بنانی شروع کر دی۔ لوگ جب آپ کو کشتی بنانے میں مشغول دیکھتے تو آپ کا مذاق اڑاتے کہ دیکھو، منصب نبوت سے ترقی کر کے وردوگری بڑھئی کا کام کرنے لگے ہیں جو ظاہر کرتا ہے کہ تمہارا دماغ (خام بدہن) خراب ہو گیا ہے۔

خطہ زمین پر ایک قطرہ نہیں برستا ہے اور یہ کشتی بنانے میں مصروف ہیں۔ حق تعالیٰ نے ان کی ان خرافات کو قرآن کریم میں ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

کُلَّمَا مَرَّ عَلَیْہِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِہٖ سَخِرُوْا مِنْہُ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْکُمْ کَمَا تَسْخَرُوْنَ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ یَّاْتِیْہِ عَذَابٌ یُّخْزِیْہِ وَ یَحِلُّ عَلَیْہِ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ۔

''جب ان کی قوم کے لوگ ان پر گزرتے تو ان کا مذاق اڑاتے اب ہم ان کا مذاق نہیں اڑائیں گے جیسا کہ وہ پہلے کرتے رہے ہیں۔ اب انہیں معلوم ہوگا کہ ان پر کیسا دردناک عذاب آئے گا اور وہ اس دردناک عذاب کے اثرات ظاہر ہوں گے۔''

خطاب الٰہی ہوا کہ اے نوح کشتی بنانے میں جلدی کرو کیونکہ ہمارا غضب شدت اختیار کر گیا ہے اور یہ ہمارے غضب کے مستحق ہو گئے ہیں۔ نوح علیہ السلام نے مددگار حاصل کرنے کی اجازت لی اور اپنے بیٹوں کو ساتھ لے کر چھ افراد کشتی بنانے میں مصروف ہو گئے۔ جب کشتی تیار ہوئی تو اس کی کیفیت سے متعلق مختلف روایات میں اس طرح ہے۔ ابن عباس کی روایت کے مطابق اس کی لمبائی چھ سو ساٹھ گز اور چوڑائی تین سو تیس گز اور اونچائی تینتیس گز تھی۔ اس میں تین طبق (منزلیں) تھے۔ پہلی منزل میں درندے اور چوپائے، دوسری منزل میں دوسرے جانور اور پرندے اور تیسری بالائی منزل میں نوح علیہ السلام اور ان کے متبعین تھے۔ اس کشتی کی ظاہری شکل پرندہ کی طرح تھی اس کا سر مور کی طرح اور سینہ بطخ کی طرح۔ ایک اور روایت کے مطابق اس کا سینہ کبوتر کی طرح اور اس کی دم مرغ کی طرح اس کے اندر اور باہر تارکول سے رنگ کیا گیا تھا۔

اس کے بعد حکم ہوا کہ اب اپنے جدِ اعلیٰ آدم علیہ السلام کے جسد مبارک کے لئے ایک تابوت بنائیں تاکہ پانی برسے، اور سیلاب کی موجوں کی وجہ سے ان کا جسد مبارک متفرق نہ ہو جائے کیونکہ یہ مناسب نہیں کہ ان کا جسد مبارک اس سیلاب سے متاثر ہو۔ الغرض نوح علیہ السلام

نے ساگوان کی لکڑی سے ایک تابوت تیار کیا جو آپ کے جسد مبارک کے مطابق تھا۔ اور حکم الٰہی کے منتظر رہے یہاں تک کہ آپ کے پاس حکم الٰہی آ گیا: حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ۔ جب وعدہ الٰہی پورا ہوا اور تنور ابلنے لگا تو ہم نے حکم دیا کہ اب کشتی میں سوار ہونے سے پہلے اس میں ہر صنف کے جانوروں کے دو دو جوڑے ساتھ لے لو۔

وَفَارَ التَّنُّوْرُ کے بارے میں مفسرین نے مختلف باتیں بیان کی ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ اس سے نور صبح اور طلوع فجر مراد ہے۔ حسن بصری نے کہا کہ اس سے تنور ہی مراد تھا جس میں روٹی پکائی جاتی تھی۔ اس تنور کے بارے میں بھی کئی قول ہیں۔ بعض نے کہا کہ جناب نوحؑ ایک روٹی والے کی دوکان پر کھڑے تھے جس نے مذاقاً کہا کہ وہ طوفان جس کی آپ خبر دیتے ہیں کہاں ہے اور اس طوفان کا پانی کہاں سے آئے گا۔ یہ سن کر نوح علیہ السلام نے فرمایا، تیرے تنور سے۔ ادھر یہ فقرہ زبان نبی سے ادا ہوا اُدھر تنور سے پانی ابلنا شروع ہو گیا۔ لیکن اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ وہ آدم علیہ السلام کا تنور تھا جو آپکو ورثہ میں ملا تھا اور بعض حضرات نے اس کو لوہے کے ایک ٹکڑے سے تعبیر کیا ہے تو باب الکندہ کے دائیں جانب ہے جو سرزمین کوفہ میں واقع ہے۔ (قبیلہ کندہ کے لوگ کوفہ میں مقیم تھے) اسی طرح بعض مفسرین نے یہ بھی کہا ہے کہ نوح علیہ السلام کی بیوی اپنی بیٹی کے ساتھ گھر میں روٹی پکا رہی تھیں کہ ایک دم تنور سے پانی ابلنے لگا تو وہ اس تحیر آمیز واقعہ کو دیکھ کر نوح علیہ السلام کے پاس بھاگتی ہوئی آئیں اور سارا واقعہ بتایا جس سے آپ نے سمجھ لیا کہ وعدہ الٰہی پورا ہونے کا وقت آ گیا ہے۔

اس وقت حکم الٰہی ہوا کہ جانوروں کی ہر قسم کے جوڑے اپنے ساتھ رکھیں۔ اَحْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ۔ نوح علیہ السلام نے عرض کیا کہ خداوندا روئے زمین کے حیوانات کو میں کس طرح جمع کروں۔ رب تعالیٰ نے ہواؤں کو حکم دیا جس نے مشرق و مغرب، شمال و جنوب سے جانور جمع کر دیئے۔ اب نوح علیہ السلام نے عرض کیا، الٰہی شیر اور گائے کو کس طرح اکٹھا کروں کیونکہ ازل سے ان دونوں کے درمیان عداوت پیدا کر دی گئی ہے۔ رب کریم نے فرمایا کہ یہ عداوت کس نے پیدا کی ہے۔ نوحؑ نے عرض کیا، الٰہی تو نے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا، اب ان کے درمیان محبت والفت پیدا کر دوں گا اور ایک دوسرے کو نقصان نہ پہنچائیں گے۔

نقل ہے کہ رب تعالیٰ نے اس دن سے شیر کو بخار میں مبتلا کر دیا تا کہ وہ کسی دوسرے جانور کو نقصان نہ پہنچائے۔ اس کے بعد حکم الٰہی ہوا کہ کشتی پر کوئی جانور جفتی نہ کرے تو الد و تناسل نہ ہو اور کشتی میں گنجائش کی کمی نہ پڑ جائے۔ اسی طرح کوئی مرد اپنی عورت کے ساتھ کھانا نہ کھائے اور شراب بھی نہ پیئے تا کہ خواہشات نفسانی کا سبب نہ بن جائے۔ نوح علیہ السلام کو یہ بھی حکم ہوا تھا کہ آپ ایک سال کی غذا اپنے ساتھ رکھ لیں۔ بعض روایتوں میں یہ بھی آیا ہے کہ کشتی کی درمیانی منزل میں کھانے اور پینے کا سامان تھا کیونکہ بالائی منزل میں نوح علیہ السلام اور ان کے متبعین کی رہنے کی جگہ تھی۔ حکم ربی یہ ہوا تھا کہ تابوت آدم علیہ السلام کو بالائی حصہ میں رکھیں تا کہ یہ تابوت عورتوں اور مردوں کے درمیان پردہ اور دیوار کا کام کرے۔

حیوانوں میں آپ چیونٹیوں کو اپنے ساتھ بالائی منزل میں لے آئے تھے تا کہ وہ جانوروں کے پیروں میں روندے جانے سے محفوظ ہو جائیں۔

حضرت نوحؑ کے نام سے سانپ اور بچھو کے اثرات زائل ہوتے ہیں:

الغرض جب ہر جانور کے جوڑے آپ نے کشتی میں جمع کر لیے تو سانپ اور بچھو باقی رہ گئے تو آپ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا، ابھی یہ دونوں موذی باقی رہ گئے۔ ان کے بارے میں مجھے تیرے حکم کا انتظار ہے کیونکہ ان دونوں سے دوسروں کو نقصان اور ضرر کا اندیشہ ہے۔ اس وقت رب تعالیٰ نے جبرائیل امین کو بھیجا کہ وہ جا کر سانپ اور بچھو کا زہر نکال لیں اس کے بعد ان دونوں نے حضرت نوح سے عہد کیا کہ آئندہ جو کوئی فرد انسانی آپ کا نام لے کر اس طرح کہے گا، سَلٰمٌ عَلٰی نُوۡحٍ فِی الۡعٰلَمِیۡنَ اِنَّا کَذٰلِکَ نَجۡزِی المحسنین اِنَّهٗ مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُؤۡمِنِیۡنَ۔ تو کوئی بچھو یا سانپ اس کو ضرر نہ پہنچائے گا۔

الغرض نوح علیہ السلام کشتی میں سب سے پہلے چیونٹیوں کو لائے اور اپنے ساتھ بالائی منزل میں رکھا اور سب سے آخر میں دراز گوش (گدھے) کو لایا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ جب گدھے نے اپنے اگلے دو پاؤں کشتی میں رکھے تو شیطان لعین نے اس کے ساتھ حیلہ کیا اور اس کی دم سے لٹک گیا۔ ہر چند کہ نوح علیہ السلام اس کو پکارتے رہے اور گدھا کوشش کرتا رہا لیکن اس کی کوشش بار آور نہ ہو سکی۔ نوح علیہ السلام نے فرط غضب میں فرمایا کہ کشتی میں جلد داخل ہو جا اگر چہ تیرے ساتھ شیطان ہی کیوں نہ ہو۔ یہ کلمات ادا ہوتے ہی گدھا کشتی میں آ گیا۔

شیطان کشتی میں داخل ہوتا ہے:

جب نوح علیہ السلام نے کشتی کا جائزہ لیا تو ابلیس کو ایک گوشہ میں چھپا ہوا دیکھا تو اس سے دریافت فرمایا تو کس کی اجازت سے کشتی میں آیا ہے۔ کہنے لگا آپ کی اجازت سے۔ نوح علیہ السلام نے فرمایا، مجھے تو تیری آمد کا علم نہیں۔ کہنے لگا آپ نے دراز گوش (گدھے) سے نہیں کہا تھا کہ ادخل و ان کان معك الشيطان۔ میں اس وقت اس کی دم سے لٹکا ہوا تھا اور اس کو آنے نہیں دے رہا تھا۔ جب آپ نے اجازت دے دی تو ہم دونوں کشتی میں آ گئے۔ نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کو کشتی سے نکال دیں لیکن اس نے کہا کہ آپ کے لئے میری نگہداشت کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ میں کشتی سے نکلنے والا نہیں ہوں اس وقت وحی آئی کہ اے نوح اس کو چھوڑ دو اس کے یہاں رکھنے میں حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ لہٰذا نوح علیہ السلام نے اس کو نکالنے کا خیال ترک کر کے اس کو نصیحتیں فرمائیں اور اس سے معلوم ہوا کہ وہ کیا وجوہ تھیں جن کی وجہ سے تو نے خود کو مردود ازلی بنایا اور بنی آدم کو ورغلانے اور راہ حق سے بھٹکانے کا کام کیا۔ ایمان و عرفان کی بنیاد اپنے ضمیر سے اکھاڑ پھینکی اور کفر و طغیان کے پرچم لہرا دیئے۔ کہنے لگا اب آپ مجھے کیا کہتے ہیں اگر ان غلطیوں کا تدارک ہو سکتا ہو تو میں حاضر ہوں اور ان باتوں کی اگر تلافی ممکن ہو سکے تو میں تیار ہوں۔ نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ بارگاہ احدیت میں توبہ و استغفار کر شاید کہ ان غلطیوں کی تلافی ہو جائے۔ کہنے لگا ابھی تو یہ بھی معلوم نہیں کہ میری توبہ قبول بھی ہو جائے گی یا نہیں۔ نوح علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا تو جواب ملا اس کی توبہ صرف اس شرط پر قبول ہوگی کہ وہ تابوت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرے۔ نوح علیہ السلام نے ابلیس سے کہا کہ اب سوائے اس کے کوئی چارہ کار نہیں کہ تو تابوت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرے۔ کہنے لگا واہ یہ بھی کوئی بات ہوئی، میں نے اس وقت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا جب وہ حیات تھے اب مردہ مٹی کے ڈھیر کو سجدہ کروں، ناممکن ہے۔

ابو مطیع نسفی فرماتے ہیں کہ جب جانور یکے بعد دیگرے کشتی میں آنے لگے تو بکری نہایت دشواری کے ساتھ سوار ہو رہی تھی۔ اس وقت نوح علیہ السلام نے اس کی دُم پکڑ کر کشتی میں ڈال دیا۔ اس کی دم ٹوٹ گئی اور اس کی شرمگاہ ظاہر ہوگئی اور وہ سلسلہ اس کی نسل میں آج تک جاری ہے۔ اسی طرح بھیڑ کے ساتھ ہوا۔ بھیڑ جب آئی تو اس نے آپ کی اطاعت کی اور سیدھی طرح آسانی کے ساتھ چلنے لگی۔ نوح علیہ السلام نے اس کی دم پر ہاتھ پھیرا۔ اس کی وجہ سے اس کی چکی بڑھ گئی اور شرمگاہ چھپ گئی۔ یہ واقع مطیع و فرمانبردار لوگوں کیلئے بشارت اور نافرمانوں کے لئے عبرت کا مقام ہے۔ (کیونکہ نافرمانی یا تساہل پردہ دری کا سبب بنا ہے جب کہ اطاعت پردہ پوشی کا سبب بن گئی جیسا کہ اوپر والے واقعہ سے ظاہر ہے) نقل کیا گیا ہے کہ جب نوح علیہ السلام اپنی اولاد اہل بیت و متبعین کو کشتی میں لے کر آ رہے تھے جو آپ کا بیٹا کنعان، سام یا بیطون نامی اور آپ کی بیوی واعلہ۔ یہ ماں اور بیٹا دور سے کھڑے ہوئے تماشا دیکھ رہے تھے اور خود کو ان سے الگ کر کے ان کا مذاق اڑا رہے تھے۔ ہر چند نوح علیہ السلام نے بیٹے سے فرمایا: يٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْكٰفِرِيْنَ۔ اے بیٹے ہمارے ساتھ آ جا اور نافرمانوں میں مت شامل ہو تو وہ کہنے لگا: سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ۔ میں پہاڑ پر چلا جاؤں گا اور پانی سے محفوظ ہو جاؤں گا۔ اس کی بات سن کر نوح علیہ السلام نے فرمایا: لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ۔ آج کے دن کوئی بچانے والا نہیں مگر وہ مالک الملک جس پر خود کرم فرما دے ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ ایک موج آئی اور انہیں بہا کر لے گئی۔ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ۔

جب بیٹا جو سید ابرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کے مطابق جگر گوشہ کہلاتا ہے اولادنا اکبادنا۔ بیٹے کو جب نوح علیہ السلام کے سامنے بہا کر لے گئی اس وقت آپ کو بہت افسوس ہوا۔ اور اپنے جگر گوشہ کی واپسی کے لئے بارگاہ احدیت میں عرض گزار ہوئے۔ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ۔ یہ میرا بیٹا میرے اہل وعیال میں سے ہے۔ تو نے میرے اہل وعیال کی نجات کا وعدہ فرمایا ہے۔ اے میرے رب تجھ سے وعدہ خلافی ممکن نہیں ہے۔ فرمان الٰہی آیا، اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ۔ وہ تمہارے اہل وعیال میں سے نہیں ہے۔ کافر کا مسلمان سے کیا کام اس نے اپنے کفر کی وجہ سے سارے رشتہ اور ناطے ختم کر دیئے: فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ۔ ان باتوں کے بارے میں آپ سوال نہ کریں جو امور آپ سے متعلق نہیں اگر آپ نے ان امور کے بارے میں سوالات کئے تو آپ جاہلوں میں شمار ہونے لگیں گے اور اس خطاب عتاب کی وجہ سے آپ متوحش ہوئے۔ آپ نے یہ عہد کیا کہ آئندہ قیام قیامت تک گناہ گاروں معاندین اسلام کی سفارش نہ کریں گے۔

بعض روایتوں کے مطابق جب کنعان نے دیکھا کہ پانی بڑھتا جا رہا ہے تو اس نے اپنے لئے ایک صندوق بنایا اور اس کے جوڑوں اور سوراخوں کو تارکول سے بند کیا اور اس میں پناہ لینے کے لئے بیٹھ گیا۔ صندوق پانی پر تیرنے لگا۔ مشیت الٰہی نے کچھ اور ہی سوچا اور اس پر پیشاب کی بیماری مسلط فرما دی۔ پیشاب صندوق میں بھرتا رہا حتیٰ کہ صندوق پیشاب سے بھر گیا اور اس کی وجہ سے صندوق پانی میں بیٹھ گیا اور اس طرح وہ بھی پیشاب میں ڈوب گیا۔ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ۔ امر الٰہی سے آج کوئی بچنے والا نہیں مگر جس پر کہ وہ ذات باری خود ہی کرم فرمائے۔

یوسف بن مہران نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب پانی چڑھنا شروع ہوا تو عوج بن عنق جو اولاد آدم سے تھا (اس کی ماں

عوق جو جناب آدم علیہ السلام کی بیٹی تھی، اس کے باپ کا نام سیماں تھا لیکن یہ اپنی ماں کی نسبت سے مشہور تھا۔) نوح علیہ السلام کے پاس یہ درخواست لے کر آیا کہ اس کو بھی کشتی میں پناہ دی جائے لیکن نوح علیہ السلام نے انکار کر دیا۔ آپ نے فرمایا، اللہ کی پناہ منکرین اسلام کو کشتی میں پناہ دوں یہ فرما کر واپس کر دیا۔

حاصل کلام یہ کہ کوئی ذی روح سوائے عوج بن عفق کے اس طوفان سے نجات حاصل نہ کر سکا یا اپنے قد کی وجہ سے محفوظ رہا۔

عوج بن عنق کی دراز قامتی:

عوج بن عنق قد میں اتنا بلند تھا جس کو اس طرح خیال کرنا چاہیے کہ طوفان کا پانی بلند پہاڑوں سے بھی چالیس گز بلند ہو گیا......لیکن ابھی اس کے زانوؤں تک پہنچا تھا۔ صاحب عرائس فرماتے ہیں کہ اس کا طول بیس تیس سو اور پونے چار ہزار گز تھا۔ اس گز کے متعلق کہا جاتا ہے کہ مروج گز سے بھی کہیں زیادہ تھا، ابر اس کی کمر تک آتا تھا یہ دریائی تہہ سے مچھلی پکڑنے کے بعد اس کو سورج کی کرنوں سے بھون کر اپنی غذا بناتا تھا۔ اس کی ماں بھی عظیم الجثہ تھی جس جگہ وہ بیٹھ جاتی ایک جریب زمین گھیرتی اس کی انگلیوں کی لمبائی تین گز اور ان کا عرض دو گز تھا۔ اس کی ہر انگلی میں دو ناخن تھے جو نہایت تیز تھے۔ باوجود یہ کہ یہ آدم علیہ السلام کا بیٹا تھا لیکن اس کی یہ ہیئت قابل تعجب تھی۔ دنیا میں ظلم وستم اور غنڈہ گردی کی بنیاد رکھنے والا یہ پہلا شخص تھا اور اپنی شامت اعمال کی وجہ سے وہ عتاب الٰہی میں مبتلا ہوا۔ اس کی ہلاکت میں بھی قدرت نے عجیب طریقہ اختیار فرمایا، اس پر ہاتھی برابر سانپ اونٹ برابر بھیڑیے اور گدھے برابر گدھ مسلط فرمائے۔ انہوں نے عوج بن عنق کو ختم کر کے اس کا گوشت کھا لیا۔

قدرت نے طوفان سے اس کی بقا میں حکمت رکھی تھی۔ یہ زمانہ آدم علیہ السلام میں پیدا ہوا۔ طوفان نوح علیہ السلام دیکھا اور بہت سے انبیاء کے ادوار میں زندہ رہا یہاں تک کہ جناب یونس علیہ السلام کے دور میں کیفر کردار کو پہنچا۔ اس کی عمر تین ہزار چھ سو سال ہوئی۔ اس کی بقا کا سبب اور حکمت یہ تھی کہ اس نے جناب نوح علیہ السلام کو کشتی کے بنانے میں مدد کی تھی جس کی وجہ سے قدرت نے اس کو یہ انعام دیا کہ اس کو طوفان سے نجات عطا فرمائی (قدرت کا طریقہ کار یہ ہے کہ اس کی راہ میں جو کوئی بھی بلا استثناء مسلم و کافر کوئی کام کرتا ہے تو مسلمان کو دنیا و آخرت میں اس کا اجر ملتا ہے لیکن کافر کو اس عمل خیر کا بدلہ دنیا میں دے دیا جاتا ہے۔ سو ایسا ہی عوج کے ساتھ ہوا اور اس کو طوفان سے نجات دے کر دنیا میں نبی وقت کی خدمت کا صلہ دے دیا گیا)۔ (محمد اطہر نعیمی مترجم)

یہاں یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ عوج کو نوح علیہ السلام کی مدد کرنے کا صلہ طوفان سے نجات کی صورت میں مل گیا باوجود اپنی برائیوں کے عذاب سے نجات حاصل کر لی لیکن وہ لوگ جنھوں نے باعث تخلیق عالم جناب محمد مصطفےٰ ﷺ کی خدمت اور مدد کی ہو اگر وہ عذاب سے نجات حاصل کر لیں تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ قرآن کریم نے فرمایا ہے: وتعاونوا علی البر والتقوی۔

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس کے باقی رکھنے میں مصلحت یہ تھی کہ وہ اپنی طویل العمری کی وجہ سے آنے والی نسلوں کو آنکھوں دیکھا حال سنائے اور اس کی کیفیات اور محیر العقول حالات سے باخبر کرے۔

بعض روایات کے مطابق اس کی ہلاکت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں ہوئی اور اس کا سبب یہ بتایا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام عمالقہ کی جنگ کرنے کے لئے تشریف لے گئے تو یہ مسافت ایک فرسنگ دور تھی۔ عوج ایک بڑا پتھر اٹھا کر لایا تا کہ اس کو موسیٰ علیہ السلام کے لشکر پر گرا کر اس کو ختم کر دے لیکن قدرت نے اس کے مکر کے ازالہ کے لئے ایک ہدہد کو متعین فرمایا جس نے اس پتھر میں اپنی چونچ سے سوراخ کر دیا اور وہ پتھر اس کی گردن کا طوق بن گیا۔ اس افتاد کی وجہ سے عوج گر پڑا۔

کہا جاتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا قد دس گز تھا اور دس گز کا عصائے موسوی دس گز آپ نے جست لگائی۔ اس طرح اس کے ٹخنے پر لاٹھی پڑی جس سے اس کو کاری زخم آیا اور یہی زخم اس کی ہلاکت کا سبب بنا۔ موسیٰ علیہ السلام کے لشکر نے اس کو گھیر لیا۔ تلواریں خنجر اور بھالے لے کر اس پر حملہ آور ہوئے اور اس کے سر کو تن سے جدا کر دیا۔

کہا جاتا ہے کہ اس کی ٹانگ کی ہڈی سے دریائے نیل پر پل بنایا گیا تھا جس پر لوگ ایک سال تک چلتے رہے تھے۔

طوفان نوح کے مصائب

جب طوفان آنے کا وقت آیا تو خطاب الٰہی ہوا کہ اے نوح اب طوفان آنے والا ہے اس سے نہ تو گھبرانا اور نہ کسی سے سفارش کرنا۔ وَلَا تُخَاطِبنی فِی الَّذِین ظلموا انهم مغرقون۔ اے نوح اب کشتی میں آ جائیں اور کشتی میں سوار ہوتے وقت یہ کلمات پڑھیں۔ رب انزلنی منزلا مبارکا وانت خیر المنزلین الحمد لِلّٰہِ الذی نجانا مِنَ القوم الظالمین۔ یہ دعا پڑھتے ہوئے نوح علیہ السلام ایمان لانے والوں کو اپنے ساتھ لے کر کشتی میں آ گئے۔

قتادہ فرماتے ہیں کہ یہ ایمان لانے والے آٹھ نفر سے زیادہ نہ تھے خود جناب نوح علیہ السلام ان کے تین بیٹے سام، حام، یافث اور ان کی چار بیویاں۔

کنعان اور اس کی ماں واعلہ جو مشرف بہ اسلام نہ ہوئے تھے، طوفان میں غرق ہو گئے جس کا ذکر اوپر گزر گیا۔ واستثناء والا من سبق علیه القول۔ ان دونوں کے متعلق بتایا گیا ہے۔

محمد بن اسحاق نے کہا ہے کہ کشتی میں دس مرد تھے، چار تو یہ باپ بیٹے اور چھ دوسرے اور ان سب کے ساتھ ان کی عورتیں بھی تھیں اس طرح مردوں اور عورتوں کی کل تعداد بیس تھی۔

مقاتل نے کہا کہ اٹھاسی مرد و عورتیں تھیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ یہ سب اسی افراد تھے۔ بعض نے کہا کہ اسی سے زیادہ نہ تھے اور آٹھ سے کم نہ تھے۔

کہا جاتا ہے کہ کشتی میں آنے والے سب لوگ آ گئے تو انہوں نے اس کے بالائی حصہ شامیانہ تان لیا۔ اور اس کے سوراخوں کو تار کول وغیرہ سے بند کر لیا اور خالق کائنات نے آسمان سے پانیوں کے دھارے چھوڑ دیئے۔ ففتحنا ابواب السماء بماءٍ منهمر۔ اور دست قضا نے

زمین سے چشمے ابال دیئے۔ وفجرنا الارض عیونا۔ غوطہ اکبر (ملک شام میں ایک جگہ کا نام) میں ایک چشمہ سے پانی ابلنا شروع ہوا اور آسمان پر کالے کالے بادل گھر گھر کر آنے لگے اور قہر الٰہی کی مظہر شدید ترین بارش ہونے لگی اور بادسموم کے جھونکے جھکڑ چلنے لگے۔ ایسا شدید اندھیرا چھایا کہ آفتاب کی روشنی سیاہ بادلوں میں چھپ گئی اور اندھیرے میں دن اور رات کا امتیاز ختم ہوگیا۔ فرمان الٰہی کے مطابق ساتوں سیارے برج آبی سرطان میں فوراً جمع ہوگئے۔ کاشفان علم نجوم وسیارگان سرطان کو طالع عالم کہتے ہیں لہٰذا انہوں نے دوسرے سیاروں کا اس کے ساتھ جمع ہونے کا مطلب یہ لیا ہے کہ ایسی شدید بارش ہوئی جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ برسنے والا ایک قطرہ ایک مشک پانی کے برابر ہوگا اور حقیقتاً ایسا ہی ہوا اور ایسی شدید بارش مسلسل چالیس روز برستی رہی۔ علاوہ ازیں زمین کے چشموں سے بھی پانی اُبلتا رہا۔ اس طرح ہر طرف پانی ہی پانی تھا۔ خطہ زمین کے سب سے اونچے پہاڑ کی چوٹی سے بھی چالیس گز بلند پانی کی سطح ہوچکی تھی۔

کشتی نوح (علیہ السلام) بِسْمِ اللّٰهِ مجریها و مرسٰها۔ کوفہ سے تیرتی ہوئی تمام دنیا کا گشت لگا کر جب حرم کعبہ پر آئی تو سات مرتبہ گرد حرم طواف کیا۔ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ سات دن حرم کعبہ کے گرد طواف کرتی رہی۔ ایک اور روایت کے مطابق جہاں آج حرم کعبہ مقدسہ ہے وہاں ایک پہاڑ متعین کردیا گیا تھا تاکہ اس خطہ زمین کو پانی سے نقصان نہ پہنچے۔ یہاں ایک نکتہ قابل توجہ ہے کہ وہ خالق جو مٹی کے گھر عذاب کے پانی سے محفوظ کرتا ہے اور بندہ مومن کا دل جو کعبہ حق ہے اور ذات باری کا حرم محترم وہ یہاں پانی کے طوفان سے کعبہ مقدسہ کو پانی سے محفوظ کردیتا ہے۔ اگر موت کے وقت سکرات موت اور وسواس شیطانی جو زوال ایمان کا سبب بن سکے اگر ان کے ایمان کو محفوظ رکھے تو تعجب کی کیا بات ہے اور یہ کرم اس کے فضل وعنایت سے بعید بھی نہیں ہے۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

کشتی میں ایک عجیب واقعہ:

کشتی کے تمام دریچے سوراخ اور تختوں کے درمیان کی تمام جھریاں تارکول وغیرہ سے بند کردی گئی تھیں اس میں اندھیرا اور حبس ہوگیا تھا۔ اندھیرے کا عالم یہ تھا کہ رات و دن کا امتیاز مشکل تھا۔ جب ایسی دقت ہوئی تو نوح علیہ السلام نے دعا فرمائی، الٰہی روز وشب کو ممیز کرنے کا انتظام کردے۔ رب تعالیٰ نے دو نورانی موتی جنت سے روانہ فرمائے۔ اور نوح علیہ السلام نے ان کو کشتی کی دیوار میں رکھ دیا ان موتیوں کی نورانیت ایسی تھی کہ آفتاب کا نور ان کے آگے ماند پڑ گیا۔ یہ دونوں یکے بعد دیگرے منور و روشن ہوتے۔ ایک موتی آفتاب کی طرح تھا جب تک وہ روشنی دیتا تو کشتی والے یہ سمجھ لیتے۔ ابھی تک دن ہے جب دوسرا موتی روشنی دینے لگتا تو معلوم ہوجاتا کہ اب رات ہوگئی اور انہیں دونوں علامتوں سے پہچان لیتے اور اپنے معمولات انجام دیتے۔ اس سلسلہ میں یہ بات قابل توجہ ہے کہ جب موت کا طوفان آئے گا اور بندہ مومن رب العالمین کے فرمان کے مطابق عشق احد سے لحد کی ظلمت آباد میں آتا ہے اور ظلمت بعضها فوق بعض میں گم ہوکر نوح علیہ السلام کی طرح روح بارگاہ قدس میں مناجی ہوتی ہے تو حضرت حق اپنے فضل وکرم سے قبر میں وہ نور ظاہر کرتا ہے۔ ایک نور وحدانیت کلمہ لا الٰہ الا اللہ اور دوسرا نور محمد علیہ التحیۃ والثناء تاکہ بندہ اس مکان میں جو مار و مور کا مسکن ہوتا کہ ان دونوں نوروں کی برکت سے قبر تیرہ کی تاریکی دور ہوجائے اور کلمہ شمع شبستان بن

جائے۔یثبت اللّٰہ الذین امنوا باالقول الثابت فی الحیٰوۃ الدنیا و فی الاخرہ۔

ایک اور واقعہ:

کشتی میں نجاست وغلاظت کی وجہ سے سخت بدبو اور سڑاند آنے لگی جس کے نتیجہ میں بیماری پھیل گئی۔نوح علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں معاملہ عرض کیا،خطاب الٰہی ہوا کہ ہاتھی کی دم پر ہاتھ پھیر کر ہماری قدرت کا مشاہدہ کرو۔نوح علیہ السلام نے حکم الٰہی پر عمل کیا،ہاتھ پھیرتے ہی ہاتھی کی دم سے خنزیر کا جوڑا برآمد ہوا اور فوراً ہی کشتی کا میل کھانا شروع کر دیا اور اس نے تمام غلاظت ختم کر دی۔اس طرح اہل کشتی نے اس مصیبت سے نجات حاصل کی۔ابلیس کشتی میں بھی اپنی ریشہ دوانیوں سے باز نہ آیا۔اس نے خنزیر کے منہ پر ہاتھ پھیرا اور اس کی ناک سے ایک جوڑا چوہے کا نکلا۔

ایک دوسرا واقعہ:

کشتی میں آنے کے بعد نوح علیہ السلام نے کشتی والوں (انسانوں اور جانوروں) کو حکم دیا تھا کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ مجامعت نہ کریں لیکن چوہے نے اس حکم کا اتباع نہ کیا۔اس طرح اس کی نسل بڑھتی گئی اور کشتی میں کثرت سے چوہے ہوگئے اور کشتی کے تختے کاٹنے لگے۔جناب نوحؑ نے بارگاہ احدیت میں شکایت کی۔خطاب الٰہی ہوا کہ شیر کی پیشانی اور دونوں ابروؤں کے درمیانی حصہ پر ہاتھ پھیرو جیسے ہی کہ آپ نے اس کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا فوراً شیر کو چھینک آئی جس سے اس کی ناک سے ایک بلی نکلی۔اس بلی نے تھوڑے ہی دنوں میں تمام چوہے ختم کر دیئے۔اس طرح کشتی والوں کو اس مصیبت سے نجات مل گئی۔

ایک واقعہ:

بعض روایتوں کے مطابق کتے نے بھی اس حکم کی تعمیل نہ کرتے ہوئے اپنی مادہ کے ساتھ جفتی کی بلی نے دیکھ کر اس کی شکایت نوح علیہ السلام سے کر دی۔نوح علیہ السلام نے اس پر غصہ کا اظہار کیا،لیکن کتے نے انکار کیا اور بلی پر جھوٹ کا الزام لگایا۔چند دن کے بعد پھر اس نے اسی حرکت کا اعادہ کیا اور بلی نے جا کر نوح علیہ السلام کو بتایا۔نوح علیہ السلام نے جب کتے کو بلا کر ڈانٹا تو اس نے حسب سابق انکار کیا اور بلی کو مورد الزام قرار دیا۔جس پر بلی بہت شرمندہ ہوئی۔اس نے فرطِ ندامت سے بارگاہ احدیت میں عرض کیا۔الٰہی تو جانتا ہے کہ دو مرتبہ مجھے کتے کے ہاتھوں ندامت اٹھانی پڑی ہے حالانکہ میں حق پر تھی اور وہ نوح علیہ السلام کی نافرمانی کا مرتکب ہوا تھا لیکن دونوں مرتبہ اس نے مجھے جھوٹا بنا دیا۔اے خدا تو میری مدد فرما بلی کی دعا قبول ہوئی اور قدرت نے کتے کے جوڑے کو ایک دوسرے سے جفت بنا دیا اور ان کی جفتی کی رازداری کا پردہ فاش کر دیا۔لہٰذا کتا جب تیسری مرتبہ اس حرکت کا مرتکب ہوا تو بلی نے فوراً جا کر حضرت نوح (علیہ السلام) کو اطلاع دی اور انہوں نے اس منظر کو خود دیکھ لیا۔اس ذلت ورسوائی کے بعد کتے نے اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں عرض کیا،الٰہی بلی نے مجھے ذلیل کرایا ہے لہٰذا اس کو بھی سزا دے اور اس کو بھی اسی طرح ذلیل کر۔حق تعالیٰ نے اس کی دعا کو شرف قبول عطا فرمایا اور بلی کو چغلی کی سزا یہ دی گئی کہ اس کے بعد جب بھی نر مادہ جفتی کریں گے مادہ

اس قدر شور کرے گی کہ آس پاس کے لوگوں کو پتہ چل جائے گا اور وہ اس معاملہ سے باخبر ہوں گے۔ یہ واقعہ چغل خوروں کے لئے قابل عبرت اور پردہ پوشوں کے لئے بشارت کا سبب ہے۔

طوفان نوحؑ ختم ہوگیا

یہ بات پایہ تحقیق کو پہنچی کہ طوفان کی ابتداء سے انتہا تک چالیس شبانہ روز لگے ہیں لیکن کشتی مختلف روایات کے مطابق پانچ یا چھ ماہ سطح آب پر رہی۔ طوفان ختم ہوتے وقت زمین سے خطاب ہوا: یَا اَرْضُ ابْلَعِیْ مَاءَ کِ۔ اے زمین پانی کو نگل لے آسمان کو حکم دیا گیا۔ یَاسَمَاءُ اَقْلِعِیْ۔ اے آسمان خشک ہوجا، زمین نے فوراً پانی اپنے اندر کھینچ لیا اور آسمان سے بارش رُک گئی۔ کشتی کو کہا گیا کہ اب تو بھی ایک پہاڑ پر ٹھہر جا خطہ زمین کے تمام پہاڑ گردن اٹھا کر دیکھنے لگے کہ اب کشتی اس پر قیام کرے گی۔

تواضع کے لئے حکم ربی اور اس پر انعام:

کوہ جودی جو مقام نصیبین پر خطہ یمن میں واقع ہے وہ جنوں کا مسکن ہے۔ اس نے اپنے آپ کو اس قابل نہ سمجھا اور انکساری سے زمین کی جانب نظر کرلی۔ اس کی ادا رب کریم کو پسند آئی۔ (من تواضع اللّٰہِ رفعه اللّٰه)۔ جس نے اللہ رب العالمین کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے تواضع اختیار کی اس کو اللہ تعالیٰ بلندی عطا فرماتا ہے۔) اور کشتی نوح علیہ السلام کو اس پر ٹھہرایا گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ طوفان سے پہلے تمام پہاڑوں نے اپنی سربلندی کی وجہ سے یہ خیال کیا تھا کہ ہماری بلندی کی وجہ سے سیلاب کا پانی ہم تک نہ آئے گا لیکن جودی نے اس موقع پر اپنی حیثیت کو مدنظر رکھا تھا اور اس کے خیال میں بھی نہ آیا تھا کہ اس تک سیلاب کا پانی نہ آئے گا لہٰذا اس کی یہ تواضع خالق کائنات کو پسند آئی اور اس پہاڑ کو پانی سے محفوظ فرمادیا اور کشتی نوح کو بھی وہیں ٹھہرادیا۔

کشتی کے ٹھہرنے کے بعد نوح علیہ السلام نے اس پر سے سرپوش (شامیانہ) ہٹادیا اور حکم ربی سے کشتی سے باہر آئے۔ ایک ماہ تک کشتی پہاڑ پر رکی رہی۔ اس اثنا میں نوح علیہ السلام نے کوے کو حالات معلوم کرنے کے لئے زمین کی جانب روانہ کیا۔ وہ بدبخت جب زمین پر آیا تو مردار کھانے میں مشغول ہوگیا اور نوح علیہ السلام کو جا کر اطلاع نہ کی۔ یہ دیکھ کر آپ کو جلال آگیا۔ آپ نے اس کے بارے میں فرمایا کہ اس کی خوراک مردار ہوگی اور یہ فرمانا بارگاہ قبول میں مستجاب ہوگیا پھر آپ نے کبوتر کو حالات کا جائزہ لینے اور پانی کی کیفیت معلوم کرنے کے لئے روانہ کیا اور اس سے فرمادیا، دیکھو ایسا نہ ہو کہ تم بھی دانہ دیکھ کر رک جاؤ جب کبوتر زمین پر آیا اس وقت زمین پر اتنا ہی پانی تھا جتنی کہ کبوتر کے پیروں پر سرخی ہے...... بعض لوگوں نے کہا ہے کہ کبوتر سرخ زمین پر اترا اور کبوتر کے پیروں پر اس سرخ زمین کی نشانی قیام قیامت تک کے لئے ثبت ہوگئی کبوتر اپنی آمد کے ثبوت میں زیتون کا ایک پتہ لے کر واپس آگیا۔ نوح علیہ السلام نے اس کی احساس ذمہ داری کی وجہ سے اس کو دعا دی کہ وہ انسانی طبائع کے مطابق رہے اور اس کو ہمیشہ امن و امان حاصل رہے، یہ دعا بھی مستجاب ہوئی۔

قصہ مختصر کہ عاشورہ کے دن (محرم کی دس تاریخ) نوح علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے ساتھ کشتی سے باہر آئے اور اس دن کو اپنے

اور ساتھیوں کے لئے معزز سمجھا۔ اس دن آپ نے روزہ رکھا اور زیب و زینت کی کہ دوسرے انبیاء پر بھی انعامات خداوندی ہوئے ہیں اور ہر نبی نے زحمت سے راحت حاصل کی ہے۔ اس دن اللہ رب العالمین نے دس نبیوں کو فضل و کرم سے ہمکنار فرمایا ہے اور اس دن انہیں خلعت فاخرہ سے نوازا ہے۔ اس لئے نبی آخر الزمان ﷺ نے عاشورہ کے روزہ کی تاکید فرمائی ہے کہ دس محرم کے دن کا روزہ رکھنے کا اجر عظیم ہے۔

سرمہ لگانے کی ابتداء:

نوح علیہ السلام کشتی سے باہر آئے کشتی کی تاریکی سے آنکھیں اندھیرے کی عادی ہو گئی تھیں لہٰذا آفتاب کی تمازت سے آنکھیں خیرہ ہونے لگیں تو حکم الٰہی ہوا کہ اے نوح آنکھوں میں سرمہ لگاؤ۔ نوح علیہ السلام کی یہ دو سنتیں باقی رہیں۔ (آج بھی عاشورہ کے دن روزہ رکھنا اجر عظیم کا سبب ہے اور سرمہ لگانا اجر و ثواب کا باعث ہے۔

طوفان کے بعد پہلی انسانی آبادی:

کشتی سے اترنے کے بعد دامن کوہ میں ایک بستی بسائی گئی اور اس کا نام مدینۃ الثمانین رکھا گیا۔ اس لئے خطہ زمین کی تمام آبادی نوح علیہ السلام کی ذریت سے ہے۔

خطہ زمین کی تقسیم:

مدینۃ الثمانین بنانے کے بعد نوح علیہ السلام نے دنیا کو اپنی اولاد میں اس طرح تقسیم فرمایا۔ شام جزائر، عراق، فارس، خراسان (جو وسط زمین ہے) اپنے افضل وارشد فرزند سام کو عطا فرمائے۔ دیار مغرب انجبار حبشہ ہندوستان حام کو دیئے چین اور ترکستان یافث کو دیئے۔

عرب، روم، فارس اور وسطی دنیا کے بسنے والے سب سام سے نسبت رکھتے ہیں جبکہ تمام ترکستانی قبائل خرز و خرخیز خاقان و خرلخ بربر یاجوج ماجوج یافث تک پہنچتے ہیں۔ اور بقیہ (رنگ کے اعتبار سے کالے) تمام ہندوستانی زنگی حبشی سوڈانی کالے حام کے ساتھ منسوب ہیں۔ حام کی اولاد کی سیاہ روئی کے سلسلہ میں دو روایات منسوب ہیں۔ ایک روایت قتادہ کے حوالہ سے عرائس میں بیان کی گئی ہے کہ جب نوح علیہ السلام نے کشتی والوں کو مجامعت سے منع کر دیا تھا۔ اس ممانعت کے باوجود حام نے اپنی بیوی کے ساتھ مباشرت کی نوح علیہ السلام نے اس کو بہت ملامت کی اور اس کے بارے میں دعا فرمائی کہ اللہ کریم اس کے نطفہ کو متغیر فرما دے۔ اس دعائے بد کے ثمرے میں حام کی پشت میں موجود نطفوں کو سیاہ کر دیا گیا اور قیام قیامت تک کے لئے انکی نسلیں سیاہ ہو گئیں۔

اس دعا کے بعد نوح علیہ السلام کو افسوس بھی ہوا کہ ان کو اتنی سخت سزا دے دی گئی۔ اس بددعا سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ والدین کو چاہیے کہ اپنی اولاد کے حق میں بددعا کرنے سے احتراز کر کے اپنے آپ کو شرمندگی سے محفوظ رکھیں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ نوح علیہ السلام کشتی میں آنے کے بعد علیل ہو گئے اور اس کی وجہ بظاہر یہ تھی کہ کشتی کی متعفن آب و ہوا اور

جانوروں کے سانسوں کی وجہ سے کشتی کی فضا خراب ہوگئی تھی جو کشتی میں روشن دان نہ ہونے کا ردِ عمل تھا۔ ان کے علاج کے لئے شافی مطلق جل وعلیٰ نے فرمایا کہ انگور کی شاخ کو زمین پر گاڑ دیں ہم اس کو سرسبز و شاداب کر کے اس میں تازہ میٹھے انگور پیدا کر دیں گے۔ آپ انگور توڑ کر انہیں نچوڑ کر اس کا عرق پی لیں شفایاب ہوں گے۔ جب نوح علیہ السلام نے کشتی سے لائے ہوئے درختوں کی شاخوں کو تلاش کیا تو اس میں انگور کی شاخ موجود نہ تھی جس کو کہ شیطان نے چھپا دیا تھا۔ نوح علیہ السلام نے چاہا کہ اس کو جا کر کشتی میں تلاش کریں لیکن ایک فرشتے نے ان سے عرض کیا کہ آپ یہاں بیٹھیں تو میں آپ کو پوری بات بتاؤں آپ نے فرمایا، بتاؤ، اس نے کہا کہ اس کا شیرہ نچوڑنے میں آپ کو ایک شریک بنانا ہوگا اور اس کا حصہ پورا پورا دینا بھی ہوگا۔ نوح علیہ السلام نے رضامندی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ سات حصوں میں سے ایک حصہ اس کا اور چھ میرے۔ فرشتہ نے کہا آپ تو نیکوکار ہیں۔ مزید بھلائی کریں۔ آپ نے فرمایا، چھ میں ایک اس کا پانچ میرے۔ اس نے مزید رعایت کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا، پانچ میں سے ایک اس کا اور چار میرے۔ اس طرح فرشتہ مزید سہولت کرتا رہا اور نوح علیہ السلام اس کا حصہ بڑھاتے رہے یہاں تک کہ معاملہ دو تہائی اور ایک تہائی پر طے ہو یعنی دو تہائی شریک کے اور ایک تہائی نوح علیہ السلام کے لئے...... اس سلسلہ میں فقہا نے فرمایا ہے کہ مثلث میں دو خط شیطان کے ہیں جب وہ ختم ہو جائیں تو ایک حصہ پاک صاف باقی رہ جاوے گا۔

نقل ہے کہ جب یہ تقسیم طے پا گئی تو ابلیس شاخ انگور کو اٹھا لایا جب اس کو لگایا گیا تو آپ نے فوراً وہ بار آور بیل کی شکل اختیار کر لی اور اس میں انگور آ گئے۔ نوح علیہ السلام نے ان کو توڑ کر نچوڑا اور اس فشردہ کو پی لیا اس مشروب کو پینے سے ان کو دماغی سکون ملا اور جسم مائل بر استراحت ہوا اور نوح علیہ السلام محو استراحت ہوئے۔ ان کی نیند کے دوران ہوا کے چلنے سے ان کے جسم سے پیراہن کا دامن اڑا اور ستر کھل گیا۔ اتفاقاً ادھر سے حام کا گزر ہوا۔ اس نے جب اپنے والد کا ستر دیکھا تو بجائے اس کے کہ اس کو ڈھانپ دیتا اس نے اس منظر پر مذاق اڑایا، اس کی یہ حرکت بارگاہ احدیت میں ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھی گئی۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ یافث کا گزر ہوا اس نے بھی یہ منظر دیکھا تو نظریں بچا کر ادھر سے گزر گیا، لیکن جب سام ادھر آئے اور انہوں نے یہ حالات دیکھے تو فوراً دامن سیدھا کر کے ستر ڈھانپ کر بھائیوں کو ملامت کی۔ ادھر جب نوح علیہ السلام بیدار ہوئے تو جبرائیل امین نے سارا واقعہ اور تینوں بھائیوں کے طرزِ عمل کے بارے میں نوح علیہ السلام کو بتایا۔ یہ باتیں معلوم کر کے جناب نوح علیہ السلام جلال میں آئے اور نفرت کی نگاہ سے حام کو دیکھا ان کی غضب بھری نگاہ پڑتے ہی وہ کوئلہ کی طرح سیاہ ہو گیا (اللہ تعالیٰ تمام مومنوں کو اپنے غضب سے محفوظ رکھے۔ آمین)

امام عطا نے فرمایا ہے کہ نوح علیہ السلام نے حام پر ناراض ہوتے ہوئے فرمایا کہ تیری اولاد سام کے ملازم اور غلام ہوں گے۔ یافث کے متعلق فرمایا کہ تیرے اور تیری اولاد کے بال کانوں سے نیچے نہ آئیں گے ان دونوں دعاؤں کا اثر آج بھی ظاہر ہے۔

حام نے والد کی بددعا کا اثر جب اپنے اوپر محسوس کیا تو سفر کی ٹھانی اور وہاں سے روانہ ہو گیا۔ راستہ میں ایک دریا کے کنارے اپنی رفیق زندگی سے مباشرت کی اور سودائی خلط ان کے نطفوں میں نفوذ کر گئی اور اس اختلاط کے نتیجے میں حام کی بیوی نے دو بچے جنے جن میں ایک لڑکا ایک لڑکی تھی۔ دونوں باپ کی طرح سیاہ فام تھے۔ ہر چند ان کے علاج کی کوشش کی لیکن رائیگاں گئی اور یہ سیاہی قیامت تک اس کی نسل میں باقی رہ گئی۔

وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ طوفان کے بعد جب ہر طرف امن وامان ہوگیا، زمین سرسبز وشاداب ہوگئی اور کشتی سے آنے والے لوگ آباد ہوگئے تو ابلیس نوح علیہ السلام کے پاس آیا اور ان سے عرض کیا کہ آپ نے میرے اوپر احسان کیا ہے۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرنے اور احسان مندی کے اظہار کے لئے آیا ہوں اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ آج جو بات آپ مجھ سے معلوم کریں گے اس کا میں صحیح جواب دوں گا اور اس جواب میں کوئی خیانت اور جھوٹ نہ ہوگا، لیکن نوح علیہ السلام نے اس کی طرف توجہ نہ دی۔ اس وقت وحی الٰہی آئی کہ آپ اس سے سوال کریں اور ہم اس کی زبان سے کوئی غلط بات نہ نکلوائیں گے۔ نوح علیہ السلام نے ابلیس سے دریافت کیا کہ کس قسم کے لوگوں کو گمراہ کرنا تیرے لئے زیادہ آسان ہوتا ہے۔ کہنے لگا کہ حریص اور بخیل لوگوں کو گمراہ کرنا بنی نوع انسان میں سب سے زیادہ آسان ہوتا ہے ان سے زیادہ گمراہ کسی کو آسانی سے نہیں کیا جاسکتا۔

آپ نے اس سے دوسرا سوال یہ کیا کہ میرا تیرے اوپر کیا احسان ہے۔ کہنے لگا کہ آپ نے قوم کے لئے دعا بد کر کے میرے لئے آسانی کر دی اور سب کے لئے عذاب کی دعا کر کے مجھے مشغولیت سے بچا دیا۔ اس کی یہ بات سن کر نوح علیہ السلام کو اپنی دعا پر افسوس ہوا۔

اس بارے میں تذکرہ سابقہ اوراق میں گزر چکا ہے لیکن اس دعا پر نوح علیہ السلام ہمیشہ افسوس کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ نوح علیہ السلام کو کوزے خم اور کاسے بنانے کا حکم دیا گیا اور تعمیل ارشاد الٰہی میں آپ نے یہ تمام برتن اپنے ہاتھ سے بنائے۔ اس کے بعد ان تمام برتنوں کو توڑنے کا حکم ملا تو آپ نے ایک لکڑی لے کر ان تمام برتنوں کو توڑ دیا لیکن توڑتے وقت دل میں ایک کسک پیدا ہوئی۔ اس وقت عالم الغیب و الشہادۃ نے اپنے علم ازلی سے آپ کے دل کی کسک کو معلوم کر کے اس کا سبب دریافت فرمایا تو نوح علیہ السلام نے کہا، الٰہی ان کے بنانے میں نے بہت محنت کی تھی اب ان کو توڑنے کا افسوس ہے۔ حکم ربی ہوا کہ اے نوحؑ تم تھوڑا عرصہ ان برتنوں کے بنانے میں مشغول رہے جن کے اندر نہ تو حس و حرکت تھی اور نہ ان کے جسم میں جان اور نہ ان کی بیوی نہ بچے۔ غرضیکہ وہ بے جان چیزیں تھیں۔ ان کا کسی سے روحانی رشتہ نہ تھا۔ ان کا کوئی گھر تھا نہ در۔ ان کے اوپر عذاب کی دعا کرتے ہو لیکن ہماری رحمت کب اس امر کی مقتضی ہوگی کہ ایک قوم کو ہلاک کر دے جس کا خمیر ہم نے اپنے دستِ قدرت سے تیار کیا ہو اور ان میں اپنی روح پھونکی ہو اور اب وہ باغ زندگی میں ثمر آور درخت ہیں۔ اور سالوں ہم نے اپنے فضل و کرم سے ان کی پرورش کی۔ ان سب کو ان صفات کے باوجود تمہاری ایک دعا کی وجہ سے ہلاک کر دیا۔ اب ہم قسم سے یاد فرماتے ہیں کہ آئندہ کسی قوم کو اس طرح عذاب سے ہلاک نہ فرمائیں گے۔ ہم نے انسانوں کے درمیان سلسلہ جاری کیا ہے۔ کسی کو لاتے ہیں اور کسی کو واپس لے جاتے ہیں اور ان کے اعمال کی جزا و سزا روز قیامت کے لئے مقرر کر دی ہے۔

اے نوح ہمارے بندوں کی ہلاکت کے درپے نہ ہو یہ لوگ باوجود اس کے کافر ہیں، لیکن یہ بھی ہمارے ہی بندے ہیں۔ خطاب الٰہی سن کر جناب نوح علیہ السلام چار سو سال تک مصروف گریہ رہے اور آپ کو کسی طرح قرار نہ تھا۔ جب رب العالمین نے ان کی یہ حالت دیکھی تو ان سے دوبارہ خطاب فرمایا۔ لیکن جناب نوح علیہ السلام سے یہ خطاب بھی مزید ندامت کا سبب ہوا اور آپ کے قلب مبارک پر غم و اندوہ کے بادل گھرے ہوگئے۔ یہاں تک کہ ان کی وفات کا وقت قریب آ گیا۔

آپ نے اپنی وفات کے وقت اپنے بیٹوں میں سے سام کو اپنا نائب مقرر فرمایا۔ طوفان کے وقت سام کی عمر اٹھانوے سال تھی اور اپنے والد (جناب نوح علیہ السلام) کی وفات کے بعد ذمہ دار اقوال کے مطابق ساڑھے تین سو سال مزید زندگانی پائی۔ اس طرح عمر چار سو اڑتالیس سال (448) ہوئی۔

جناب نوح علیہ السلام نے ان کو نائب مقرر کرتے وقت یہ نصیحتیں فرمائیں۔ آپ نے فرمایا، اے بیٹے میں تمہیں دو باتیں کرنے اور دو سے پرہیز کرنے کا حکم دیتا ہوں اور جن باتوں کے نہ کرنے کا حکم کرتا ہوں۔ وہ امور شرک سے متعلق ہیں جن سے بچنا انتہائی ضروری ہے۔

1- بارگاہ الٰہی میں شرک سے احتراز کریں (اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے) جس کے عمل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی شرک ہو وہ بہشت میں داخل نہ ہوگا۔

2- تکبر سے احتراز کرو کیونکہ بہشت میں داخلہ سے روکنے کا یہ بہت بڑا سبب ہے۔ اسی طرح ان دو باتوں پر عمل کرنے میں کوتاہی نہ کرنا۔

3- کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہنے میں کوتاہی نہ کرنا کیونکہ جو اس کلمہ پر مداوت کرتا ہے وہ تمام مقامات کو پیچھے چھوڑتا ہوا مقام قرب تک چلا جاتا ہے اور وہی اس کی منزل ہوتی ہے۔

اس کی قدر و منزلت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ اگر اس کلمہ کو ترازو کے ایک پلہ میں رکھیں اور دوسرے پلہ میں آسمان و زمین کے طبق (حصے) رکھے جائیں تو کلمہ شریف کا حصہ آسمان و زمین پر بھاری ہوگا۔

4- دوسری بات یہ کہ کلمہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ کی مداومت ہے کہ مخلوق کے لئے اس سے بہتر دعا اور فراخی رزق کے لئے اس سے بہتر اور کوئی کلمہ نہیں ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی وفات:

کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نوح علیہ السلام کی روح قبض کرنے کے لئے ملک الموت آئے اس وقت نوح علیہ السلام سیر کے لئے ایک پہاڑ پر گئے ہوئے تھے۔ ملک الموت وہیں ان سے ملاقات کے لئے گئے اور انہیں موت کے وقت سے آگاہ کیا۔ نوح علیہ السلام نے موت کی تکلیف کا تصور کر کے نعرہ لگایا جس کو سن کر جنگل کے تمام جانور جمع ہو گئے۔ اس وقت جناب نوحؑ نے ملک الموت سے کہا کہ آپ مجھے اتنی مہلت دے دیں کہ جا کر میں اپنی اولاد سے رخصت ہو لوں۔ ملک الموت نے کہا کہ مجھے اس کی اجازت نہیں ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ اس جنگل میں میری نماز جنازہ کون پڑھے گا۔ ملک الموت نے کہا کہ اس کام کے لئے میرے ساتھ جبرائیل امین علیہ السلام اور ملائکہ سفر میں ہیں جو صرف اسی کام کے لئے آرہے ہیں۔ یہ معلوم کر کے آپ وعدہ الٰہی کی تکمیل کے لئے آمادہ ہو گئے۔ اس وقت جبرائیل امین علیہ السلام نے آپ سے دریافت کیا:

یا اطول الانبیاء عمراً کیف وجدت الدنیا قال نوح وجدتہ کدار لہٗ بابان دخلت فی احدھما وخرجت من الاخر۔

"اے انبیاء میں سب سے طویل عمر پانے والے آپ نے دنیا کو کیسے پایا۔ آپ نے فرمایا، اس مکان کی مثال جس میں دو دروازے ہوں ایک سے داخل ہوئے اور دوسرے سے نکل گئے۔"

اس کے بعد ملک الموت نے آپ کی روح قبض کر لی۔ فرشتوں نے غسل دیا اور نماز جنازہ پڑھی۔ کہا جاتا ہے کہ ہفت آسمان کی مخلوق کسی کی موت پر ایسا نہ روئی جیسی کہ آپ کی رحلت پر۔

حضرت نوح علیہ السلام کے سلسلہ میں دس واقعات

پہلا واقعہ:

جب نوح علیہ السلام اپنی قوم کی طرف سے ناامید ہو گئے تو آپ نے بارگاہ الٰہی میں مناجات کی رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا۔ اس وقت جبرائیل امین علیہ السلام آئے اور عرض کیا، اے نبی مکرم آپ ان کی سزا کی دعا کے ساتھ مسلمانوں کی مغفرت کے لئے بھی تو دعا فرمائیں۔ تب آپ نے دعا فرمائی: رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا۔ اے اللہ میری اور میرے والدین اور وہ لوگ جو میرے گھر میں حالت ایمان میں داخل ہوں سب کی مغفرت فرما۔ آپ نے صرف انہیں کلمات پر اکتفا کیا تو جبرائیل امین علیہ السلام نے عرض کیا، اے نبی اللہ: ادع للمومنین و المومنات الذین یکونون من بعدك من انه محمد علیه الصّلوة و السلام۔ آپ نے اپنے کشتی والوں اور خود کے لئے تو دعا کی لیکن وہ مسلمان جو آپ کے بعد دوسرے انبیاء کی امت میں ہوں گے اور ان کے بعد..... حبیب رب العالمین کی امت میں ہوں گے۔ ان کو فراموش نہ کریں۔ جب نوح علیہ السلام نے وللمومنین و المومنات کا اضافہ فرمایا۔ جب نوح علیہ السلام کی دعائے بد سے کوئی کافر نہ بچا اور سب نے موت کی سزا پائی۔ اسی طرح اگر ان کی دعائے مغفرت سے کوئی مسلمان ایسا نہ بچے جس کی مغفرت نہ ہو تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے اور یہ بات کرم خداوندی سے بعید نہیں ہے بلکہ ایک پُر لطف بات یہ ہے کہ دعائے بد سے جناب نوح علیہ السلام کی دعا پر کوئی آمین کہنے والا نہ تھا بلکہ دعائے مغفرت میں تمام انبیاء ملائکہ اور اولیاء متفق ہیں۔

قوم کی ہلاکت غضب کی مظہر ہے جب کہ مغفرت لوازم رحمت سے ہے اور رحمت غضب پر غالب ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ عذاب اس کے غضب سے ہوتا ہے لیکن اس کا نام معذب نہیں جب کہ مغفرت اس کی صفات میں سے ہے اور اس کے اسماء صفات میں غفور و غفار نام شامل ہیں۔ چنانچہ آیہ کریم نبی عبادی انی انا الغفور الرحیم و ان عذابی هو العذاب الالیم۔ میرے بندوں کو بتا دو کہ میں مغفرت و رحمت فرمانے والا ہوں اور میرا عذاب بھی بڑا دردناک ہے۔ اس بنا پر اگر تمام مومنین و مومنات رحمت الٰہی سے حصہ پائیں تو اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔

دوسرا واقعہ:

طوفان نوح کی طرح ایسا طوفان اس کے بعد واقع نہ ہوا کیونکہ جیسا کہ پہلے اوراق میں گزرا کہ رب کریم نے اس کو قسم سے مؤکد فرمایا

تھا کہ آئندہ کسی قوم پر ایسا عذاب نازل نہ کیا جائے گا...... لیکن اس کی رحمت کے دھارے تو دن میں پانچ بار آتے ہیں۔ (پنج وقتہ نماز) چنانچہ ارشاد نبوی: اِنَّ رَبَّکُمْ فِیْ اَیَّامِ دھر کم۔ نغمات میں اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ دنیا میں عذاب کا طوفان ایک بار آتا ہے اور تمام خطہ زمین کو گھیر لیتا ہے۔ جبکہ طوفانِ رحمت ہر روز پانچ مرتبہ آتا ہے جس سے متواتر مغفرت کی بوندیں ٹپکتی رہتی ہیں۔

اگر وہ رب کریم تمام مومنوں کو بلا تخصیص نیک و بد مطیع و عاصی دانی و قاصی کو گناہوں اور برائیوں کے خیل سے پاک و صاف کر دے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ حدیث پاک میں مخبر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: **مثل الصلوٰۃ الخمس کمثل نھر جار۔**

تیسرا واقعہ:

نوح علیہ السلام نے کشتی کے بنانے میں چالیس سال کی مدت صرف فرمائی اور جب وہ مکمل ہوئی تو ہم نے جنگل کے کیڑوں کو اس میں جانے سے منع نہ فرمایا اور نوح علیہ السلام کو حکم دیا: قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ۔ ''ان پر رحم فرمایا اور طوفان میں ان کی نسل کو باقی رکھا اور طوفان کی شدت سے محفوظ کر دیا۔''

نوح علیہ السلام کی صرف ایک کشتی تھی۔ اس کشتی میں پرندوں میں چڑیوں سے لے کر دوسرے تمام پرندے جمع کر دیئے۔ چوپایوں، ہاتھی اور اس کی مثل دوسرے جانور جمع کر دیئے۔ غرضیکہ دنیا میں پائے جانے والے تمام چرند و پرند اور دیگر درندے جمع کر دیئے۔

اگر کل قیامت کے دین حضرت حق جل جلالہٗ لاتعداد جنت کی نعمتوں سے بہشت کو ایک لفظ کن فرما کر آراستہ و پیراستہ فرمادے۔ اس سلسلہ میں یہ امر قابل توجہ ہے کہ قرآن کریم نے اس سلسلہ میں واضح طریقہ ہر ہر چیز کی مدت کا تعین فرما دیا ہے۔ ان سب کو مبرا فرمادے اور اپنے فضل و کرم کی بارش فرمادے تو تعجب کی کیا بات ہے۔ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عرضھا کعرض السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔ کی بشارت اس امر کی جانب دلالت فرما رہی ہے۔

چوتھا واقعہ:

جس دن کہ جانوروں کو کشتی میں سوار کرایا جا رہا تھا جب مور کا نمبر آیا تو حکم ربی ہوا کہ مور بہت کمزور جانور ہے اور دوسرے جانوروں کے چاروں پیر مضبوط اس کی ہلاکت کا خطرہ ہے لہٰذا اس کو اپنے ساتھ بالائی طبقہ میں رکھیں اور اس کی حفاظت بھی کریں۔

اسی طرح رب العالمین صفائے امت کے ساتھ عمل فرماتا ہے، قرآن مجید ان کا ذکر اس طرح فرماتا ہے: **فمنھم ظالم لنفسہ** تاکہ تمہیں اس بات کا علم ہو جائے کہ کریم احسان کے دسترخوان پر پہلے تو طفیلیوں کو بٹھاتے ہیں اور ان کے بعد معزز مہمانوں کو بٹھایا جاتا ہے۔ تم نے سنا ہوگا کہ ایک مرتبہ حاتم نے روسا، قوم کی دعوت کی تھی، اتفاقاً اس وقت ایک فقیر بھی آ گیا۔ حاتم نے اس فقیر کو لے جا کر شہ نشیں پر بٹھا دیا۔ تمام معزز مہمان اس کے اس طرز عمل پر متحیر رہ گئے اور حاتم سے کہنے لگے کہ تم کیا کر رہے ہو۔ حاتم نے ان کی بات سن کر کہا کہ تم تو میرے مہمان اور میری دعوت پر آئے ہو لیکن یہ شخص میری سخاوت کا شہرہ سن کر آیا ہے اور یہ بات میری ذات پر مقدم ہے۔

عزیز گرامی حاتم تو ایک مخلوق ہے جس کے جودوکرم کا شہرہ تمام دنیا میں پھیل چکا تھا۔اس نے ایک گدائے بینوا کو اپنے دسترخوان کرم کے شہ نشین پر بٹھا کر دوسرے مہمانوں پر فوقیت دی۔

حق سبحانہٗ وتعالیٰ جو اکرم الاکرمین اور ارحم الراحمین ہے اگر قیامت کے دن ہم گدایان محمدی اور محتاجان بینوا کو اپنے کرم واحسان کے دسترخوان پر بٹھا کر وَاللّٰهُ يَدْعُوْا اِلٰی دَارِ السَّلَام ہمارے جرائم سے درگزر فرمائے تو کیا عجیب ہے۔

پانچواں واقعہ:

جب کنعان نے کشتی پر آنے سے انکار کیا اور طوفان کی موج اس کو بہا کرلے گئی۔نوح علیہ السلام نے درخواست کی: اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ۔اس وقت جواب الٰہی ہوا: اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ۔

اس واقعہ میں دواشارے ہیں،ایک نذارت اور دوسری بشارت۔

نذارت یہ ہے کہ نوح علیہ السلام کے بیٹے نے اپنی کوتاہی کی وجہ سے اپنی اہلیت کی نسبت کو خراب کیا اور اپنے والد کی نسبت کو قطع کرلیا۔ انہ لیس من اهلك۔ لہٰذا تمہیں ہوشیار رہنا چاہیے کہ تمہاری نسبت کسی بھی صورت میں سرکار دوعالم ﷺ کی ذات بابرکات کے ساتھ منقطع نہ ہو۔

نوح علیہ السلام کا بیٹا بارگاہ خداوندی میں مردود تھا۔آپ نے ہر چند کوشش کی کہ اس کو اہل ثابت کریں لیکن رب تعالیٰ نے فرمادیا: انہ لیس من اهلك۔

قرآن کریم میں جابجا دوسوجگہ تمہارا تعلق اپنی ذات کے ساتھ قائم فرمایا۔ارشاد باری ہوا: يَا عِبَادِیْ۔ اگر قبول ازلی تیرے احوال کا معاون نہ ہوتا تو تجھے کبھی اپنا نہ کہا جاتا۔قُلْ یاعبادی الذین اسرفو اعلیٰ انفسھم لاتقنطوا من رحمة اللّٰه۔

چھٹا واقعہ:

دو پیغمبروں کو پانی سے واسطہ پڑا نوح علیہ السلام کو طوفان سے اور جناب موسیٰ علیہ السلام کو دریائے نیل کے پانی سے وجاوزنا بنی اسرائیل البحر موسیٰ علیہ السلام نے کشتی کے بغیر دریائے نیل کو عبور فرمایا اور جناب نوحؑ کو کشتی کے ذریعہ طوفان کا سامنا کرنا پڑا۔اس بارے میں دو باتیں غور طلب ہیں۔

1- طوفان نوح میں پانی کا آنا اور اس کی تیز اور بڑی موجیں خارق عادت کے طور پر تھیں کہ ان موجوں میں کشتی کو صحیح وسالم حالت میں رکھا اور اصل کشتی کو بغیر کسی تکلیف کے طوفان سے نجات مل گئی۔

2- موسیٰ علیہ السلام کے لئے دریا کا پانی موجود تھا۔آپ نے بغیر کشتی دریا کو عبور فرمالیا۔یہاں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ جہاں ہم کشتی سے کام لیتے ہیں وہاں بغیر کشتی کے بھی اپنی مشیت سے کام چلادیتے ہیں اور اگر کسی کی مغفرت توبہ کی وجہ سے ہوتی ہے تو کسی کو بغیر توبہ بھی بخش دیا جاتا ہے۔

آدم علیہ السلام دوسو سال تک اپنی لغزش کی وجہ سے مصروف گریہ رہے تب کہیں جا کر مغفرت کا انعام ملا۔لیکن اس امت کے دل شکستگان اپنی تھوڑی عمر اور گناہوں کی طویل فہرست کے ساتھ ناامیدی کا شکار ہوئے تو تسلی کے لئے سرور عالم ﷺ نے فرمایا: التائب من الذنب کمن لاذنب له قرآن کریم نے بشارت دی: اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابین۔ بے شک اللہ رب العالمین توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے اور خالق کائنات نے فرمایا کہ دوسو سال کے گناہوں کو میں ایک آن میں بخش دیتا ہوں اور تمہاری ایک گھڑی کی ندامت الندم توبة سے ستر سال کے گناہ بخش دوں گا۔

ساتواں واقعہ:

حق تعالیٰ نے قوم نوح (علیہ السلام) کے لئے آگ سے پانی نکالا۔قرآن فرماتا ہے: وفار التنور۔ فرعون اور اس کے ساتھیوں کے لئے پانی سے آگ کو ظاہر فرمایا۔ اغرقوا فادخلوا نارا۔ موسیٰ علیہ السلام کے لئے پانی میں خشکی پیدا کردی۔ وطریقا فی البحر یبسا۔ اور جناب موسیٰ اور ان کی قوم کے لئے سنگ خارا سے پانی کے سوتے نکال دیئے۔ اضرب بعصاك الحجر۔ اور دوسرے موقعہ پر فرث اور دم سے شیر خالص پیدا فرمایا۔ لبنا خالصًا۔ اگر کل قیامت کے دن اپنے مومن بندوں کے لئے ظلمت معاصی اور لغزشوں سے نور رحمت اور مغفرت کا ظہور فرماوے تو تعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔

کتاب گھر کی پیشکش کتاب گھر کی پیشکش

آٹھواں واقعہ:

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

نوح علیہ السلام اللہ کا نام لے کر کشتی میں بیٹھے بِسْمِ اللّٰہِ مجریھا و مرسٰھا۔ اس نام کی برکت سے کشتی پانی پر تیرتی رہی اور جب آپ نے فرمایا: الحمدِ للّٰہ الّذی نجانا من القوم الظالمین۔ تو اس حمد وثنا کی برکت سے کافروں کے ضرر وایذا سے نجات حاصل کرلی اور کشتی سے صحیح وسلامت باہر آئے۔ یانوح اھبط بسلام منا و برکاتٍ۔ اے عزیز امت محمدیہ علیہ التحیۃ والثنا کے لئے ان تینوں باتوں کی رعایت رکھی گئی ہے۔ پہلے بسم اللہ درمیان میں حمد الٰہی اور آخر میں سلام۔ چنانچہ نوح علیہ السلام نے جس طرح طوفان آب سے نجات حاصل فرمائی تھی۔ اسی طرح بندہ مومن طوفان عذاب سے نجات حاصل کرلے گا۔ وہاں نوح علیہ السلام نے کلمہ الحمدللہ سے کافروں کے ضرر سے نجات حاصل کی تھی یہاں بھی بندہ مومن لواقت کفار دوزخ اور مجالست اشرار سے عالم برزخ میں سورہ الحمد کی برکت سے نجات پاوے گا وہاں نوح علیہ السلام نے سلام کی برکت سے دارالسلام میں امن واستحکام پائیں گے۔ ادخلوھا بسلام آمنین۔

کتاب گھر کی پیشکش کتاب گھر کی پیشکش

نواں واقعہ:

اے درویش! تین چیزوں نے تواضع اختیار کی اور جبین نیاز کو زمین تذلل میں رکھا۔ پہلا جودی پہاڑ اس پر کشتی نوح ٹھہرا کر عزت و افتخار سے ہمکنار کیا اور جودی کی انکساری کی وجہ سے اس کو کشتی کا امین بنایا گیا۔ دوسرا جبل طور جب دوسرے پہاڑوں کو جناب موسیٰ علیہ السلام کے

تکلم اور گفتگو کی خبر ہوتی اور انہوں نے ندا الٰہی سنی۔ وَلٰکِن انظر الی الجبل۔ تو سب نے فخر سے سر اٹھائے اور خود کو محل ظہور نور کا حق دار سمجھنے لگے لیکن طور نے اپنا سر نیچا کر کے بارگاہ احدیت میں عرض کیا۔ الٰہی میں تو تیری بارگاہ عظمت و جلال کا چھوٹا سا ہوں مجھے یہ تاب کہاں کہ تیرے انوار جلال کا مشاہدہ کر سکوں۔ یہ کہہ کر وہ دولت کی گیند سعادت کے میدان سے اٹھا لے گیا۔ فلما تجلی ربہ للجبل۔

تیسری چیز کہ جب خطاب الٰہی ہوا کہ ہماری رحمت مومنوں کے لئے ہے تو محسنین اور مطیع نے گردن بلند کی کہ یہ سعادت ہمارے حصہ میں آئے گی۔ ان رحمت اللہ قریب من المحسنین۔ لیکن گنہگاروں کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں بہنے لگیں اور ندامت سے سر نیچے کر لئے اور ان کے دل میں اس نعمت سے محرومی کا خیال غالب آ گیا تو لطف ازلی نے ان کی دست گیری کی اور ان پر نوازش ہوئی۔ یا عبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم لاتقنطوا من رحمت اللہ۔ کی بشارت سے سوکھے دھانوں میں زندگی پڑ گئی اور کرم بر سر کرم ہوا اور وہ نعمت عظمیٰ حاصل ہوئی جس کا تصور بھی نہ کیا جا سکتا تھا۔ اس طرح اس کریم نے بعد میں آنے والوں کو پہلے آنے والوں پر مقدم کر دیا۔ ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا ظالم لنفسہ۔ اس بشارت میں پہلے عاصیوں کو یاد فرمایا اور دنیا والوں کو بتا دیا کہ ہماری نظر عجز و انکسار پر ہے، عبادت و ریاضت پر نہیں۔ ہماری نظر صدق پر صدقہ پر نہیں۔

دسواں واقعہ:

جب رب تعالیٰ نے جناب نوح علیہ السلام کو اپنی قوم کو ڈرانے کے لئے بھیجا۔ ان انذر قومك۔ جب جناب موسیٰ و ہارونؑ کو فرعون کی جانب بھیجا تو انہیں فرمایا کہ اس کے ساتھ نرمی اختیار کریں۔ فقولا لہ قولا لینا لیکن جب رسالت مآب ﷺ کو قریش کی طرف مبعوث فرمایا تو حکم ربی ہوا کہ ان کے ساتھ سختی کا برتاؤ کریں۔ جاھد الکفار و المنافقین واغلظ علیھم۔ یہ تفاوت کیوں اور یہ طریقہ تینوں کے ساتھ مختلف کیوں اختیار کرنے کا حکم دیا گیا۔ اس سلسلہ میں صاحبان بصیرت نے فرمایا ہے کہ جناب نوح علیہ السلام کے اپنوں کے شجر عبادت طاعت بے ثمر تھے۔ ضلال و انکار کی خشک سالی میں محبت کی کلیاں شاخوں پر نہیں کھلتی تھیں اور ان کی زندگی کے باغ میں توکل کے پھول نہیں کھلتے تھے۔ ایمان کے میوے انسان کی شاخوں پر نظر نہ آتے تھے اور ایسا درخت جو لطافت طراوت نہ رکھتا ہو اور اس میں میٹھے پھل بھی نہ آتے ہوں بے ثمر ہو جائے اس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ وہ آرے اور کلہاڑی کے لائق رہ جاتا ہے۔ پس اے نوح (علیہ السلام) اٹھئے اور ان انذر قومك کا تبر ہاتھ میں لے کر ان بے ثمر درختوں کو جڑ سے اکھاڑ دیجئے۔

لیکن موسیٰ علیہ السلام شراب عشق کے نشے میں مست تھے۔ اس وقت لن ترانی کے قدح شراب عتاب لن ترانی ان کے حلق میں ٹپکائی گئی اور کوہسار اسرار سے وانا اول المسلمین اور جعلہ دکا و خر موسیٰ صعقا۔ گونجی اور جب جام خمار شکن فلما افاق نوش فرمایا تو احتساب کا عصا ہاتھ میں لے کر فرعون کے محل کی طرف متوجہ ہوئے تا کہ اس کے دماغ سے اس کی خدائی کے خناس کو نکال دیں اور اس نجس ناجنس کو یہ قدرت و طاقت و صلاحیت نہ رہے کہ وہ منبر پر جا کر انا ربکم الاعلیٰ کا نعرہ بلند کر سکے اور اس پلید کو یہ طاقت کہ وہ جہالت کی کرسی پر بیٹھ کر ما

علمت لکم من اللہ غیری کے فقرے زبان پر لائے۔ ان کلمات کو سن کر جناب موسیٰ علیہ السلام نے میدان صلابت میں قدم تیز کر دیئے اور سیاست کی تلوار کو غلظت کی سان پر تیز کر کے تبلیغ و ہدایت میں مشغول ہو گئے۔ اس وقت انہیں سختی کرنے کی بجائے نرمی کرنے کی ہدایات موصول ہوئیں۔ فقولا لہ قولا لینا۔

لیکن طالع محمدی علیہ التحیۃ والثناء جو ازل میں روشنائی سے لکھا گیا تھا اور آپ کی طینت کو کرم کے پانی سے دھویا گیا تھا اور ان کی دولت کے منشور کو بارگاہ عزت میں گواہوں کی موجودگی اس طرح افشا کیا گیا تھا۔ وما ارسلنك الا رحمة للعالمين کیونکہ آپ کے عہد کے لوگ کفر کی بیماری میں مبتلا ہیں اور شرک کی حرارت نے ان کے جگروں کو خراب کر دیا ہے اور جب یہ تشخیص ہو جائے کہ جگر میں حرارت پیدا ہو گئی ہے تو طبیب حاذق اس کا علاج کھٹی دواؤں سے کرتے ہیں لہٰذا حکیم ازل نے اپنی لَمْ یَزَل کی حکمت سے یہ معلوم کر کے اگر ان کو لطف کا شہد دیا گیا تو ان کے جگر کی حرارت بڑھ جائے گی لہٰذا حکیم مطلق نے ان کے علاج کے لئے فرمایا، واغلظ علیهم یعنی ان کو شہد کی بجائے اقتلوا المشرکین کے سرکہ کو وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ کے شہد کے ساتھ اس سکنجبین کو اس کفر کے بیمارستان کے مریضوں کو دیا جائے تاکہ وہ صحیح المزاج ہو کر جزاو سزا کے لئے بما کانوا یعملون کے قابل ہو جائیں۔

سوال: اے عزیز غلظت کے حکم کے سلسلہ میں معاملہ کفار کے ساتھ تھا لیکن جب معاملہ مسلمانوں کے ساتھ ہوتا تو حضور اکرم ﷺ تو آپ کو نرمی اور ان کے گناہوں پر مغفرت اور ان کے ساتھ لطف و کرم کا حکم ہوتا جیسا کہ فرمایا گیا: فبما رحمت من اللہ لنت لهم و لو کنت فضا غلیظ القلب لانفضوا من حولك فاعف عنهم واستغفرلهم وشاورهم فی الامر۔

تفاسیر میں ہے کہ جب جبرائیل امین علیہ السلام آیت کریمہ خذالعفووا امر با المعروف واعرض عن الجاهلین لے کر آئے اور حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا، اے نبی مکرم قدم اتیتك بمکارم الاخلاق میں آپ کے پاس مکارم اخلاق لے کر آیا ہوں اور حضور ﷺ نے دریافت فرمایا وہ کیا ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا، رب تعالیٰ فرماتا ہے: وصل من قطعك واعظ من حرمك واعف عمن ظلمك و احسن الی من اتی من اسماء علیك جو آپ سے کٹے آپ اس سے ملیں جو آپ کو محروم کرے۔ آپ اس پر بخشش فرمائیں جو آپ پر ظلم کرے آپ اس کو معاف فرمائیں جو آپ سے برائی کرے۔ آپ اس کے ساتھ حسن سلوک فرمائیں۔ حضور ﷺ نے ان باتوں کو اپنا وطیرہ زندگی بنا لیا اور ان پر عمل پیرا ہو کر اس ثناء کے ساتھ ممدوح ہوئے......

وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلعٰلَمِیْنَ۔

"اے حبیب آپ خلق عظیم کے حامل ہیں اور ہم نے آپ کو سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔"

* * *

پندرھواں باب

حضرت ہود علیہ السلام اور قوم عاد پر عذاب الٰہی

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

جب حضرت ہود علیہ السلام اس دنیا میں تشریف لائے تو چہار دانگ عالم میں آواز گونجی کہ ان کی پیشانی میں نور محمد ﷺ جلوہ گر ہے۔ ان کے فرائض میں بتوں کی تباہی، منکرین کی سزائیں اور باطل کے چراغوں کو بجھانا ہوگا۔ خالق کائنات نے انہیں قوم عاد کی طرف مبعوث فرمایا۔ کتاب ہدایت میں ہے: وَاِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا۔ ''قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو مبعوث کیا گیا۔'' قوم عاد کے متعلق کہا کہ وہ جثہ اور قد وقامت کے اعتبار سے ممتاز تھے۔ ان میں زیادہ سے زیادہ قد ایک سوبیس گز اور کم سے کم اسی گز تھا۔ طاقت وقوت میں بھی وہ اپنی معاصر اقوام میں ممتاز تھے۔ بعض روایات کے مطابق اس قوم کے لئے آدمی کا قد چار سو گز درمیانے آدمی کا تین سو بیس گز اور پستہ قد آدمی ایک سو بیس گز کا تھا۔ ان کی طاقت کا عالم یہ تھا کہ اگر یہ لوگ پتھر پر زور سے قدم رکھتے تو پیر گھٹنے تک زمین میں دھنس جاتا تھا۔ اپنے قد کے برابر پتھر کے ستون بنا کر ان پر محل تعمیر کرتے۔ ان کے سزا دینے کا طریقہ بھی منفرد تھا اگر کسی سے ناراض ہوتے تو اس کو محل پر سے گرا دیتے۔

عاد کی وجہ تسمیہ:

قبیلہ عاد کے لوگ حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ ان کا سلسلہ نسب اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ عاد بن عوص بن ارم بن سام جو جناب نوح کے فرزند ہیں۔ یہ قبیلہ اپنے جد اعلیٰ عاؔد کے نام سے موسوم ہوا۔ یہ قبائل بت پرست تھے اور ان تین بتوں کی عبادت کرتے تھے۔ صدای۔ ثمود اور الہیہ ان کی مادری زبان عربی تھی۔ یہ زبان سلسلہ بہ سلسلہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے سیکھی تھی۔

تبلیغ دین:

جب ان قبائل میں فتنہ وفساد کی کثرت ہوئی تو باری تعالیٰ نے جناب ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ انہوں نے مسلسل پچاس سال اس قوم کو ہدایت فرمائی اور ایمان کی جانب متوجہ کیا۔ اللہ کی وحدانیت کا درس دیا اور کفر وشرک سے باز رہنے کی تبلیغ کی لیکن وہ اپنی طاقت وقوت کے گھمنڈ میں تھے۔ اس لئے سوائے چند لوگوں کے کوئی ایمان نہ لایا اور یہ ایمان لانے والے بھی اپنے ایمان کا برملا اظہار نہ کر سکے۔ اشراف قوم میں مرثد بن سعد بن عقیرہ کے علاوہ کوئی راہ ہدایت کی طرف نہ آیا۔ حضرت ہود علیہ السلام کی تبلیغ سے قوم کے لوگ انتقام میں آ کر ان کے قتل کے درپے ہوئے لیکن جب حضرت کے جان نثاروں کو اس فتنہ پردازی کا علم ہوا تو انہوں نے آ کر آپ کو مطلع کیا۔ لہٰذا آپ نے ہدایت یافتہ لوگوں کی سلامتی اور نافرمانوں کی سزا کے لئے بارگاہ الٰہی میں دعا فرمائی۔ دعا مستجاب ہوئی اور منکرین قحط سالی کا شکار ہو گئے۔ بارانِ رحمت رکی اور آبی وسائل ختم ہوئے

چشمے سوکھے کنوؤں کا پانی زیرزمین چلا گیا۔ سبزہ زار خشک وویراں ہوئے تو انہیں پانی کی تلاش اور پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے غذائی ضروریات کی فراہمی کے لئے بادیہ پیائی کی سوجھی اور یہ سزا ان پر سات سال مسلط رہی۔ ہر چند حضرت ہود علیہ السلام ان کو شفقت سے ایمان کی طرف متوجہ فرماتے لیکن وہ فطری جہالت کی وجہ سے انکار کرتے اور کہہ دیتے کہ ہم آپ کے کہنے سے اپنے معبودوں کی عبادت ترک نہ کریں گے۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

خانہ کعبہ قبولیتِ دعا کی جگہ ہے:

جب قوم عاد مصائب وآلام سے پریشان ہوگئی، بھوک اور پیاس سے جان پر بن آئی اور کوئی چارہ کار نہ رہا تو ایک جماعت کو خانہ کعبہ میں دعا کے لئے بھیجا گیا۔ اس دور میں بھی یہ رواج تھا کہ جب کوئی شدید مصیبت آتی اور اس سے بچ نکلنے کی کوئی صورت نہ رہتی تو خانہ کعبہ میں جاکر دعائیں کی جاتیں۔ اس سے مصیبت رفع ہو جاتی۔ اس دور میں عمارت کی بجائے ایک سنگ سرخ رکھا ہوا تھا وہیں جا کر سب سے دعائیں مانگتے تھے۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

عمالقہ کی وجہ تسمیہ:

اس دور میں مکہ میں عمالقہ نامی قوم رہتی تھی جن کی نسبت عمالیق یا عملیق سے تھی۔ ان کا سلسلہ نسب حضرت نوح علیہ السلام تک ان واسطوں سے جا ملتا تھا۔ عمالق بن عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام۔

مکہ کے سردار معاویہ بن بکر تھے جن کی والدہ کا نام کلمیدہ تھا۔ یہ خبیر کی بیٹی تھیں جن کا تعلق بھی عاد کی اولاد سے تھا۔ عاد کے فرزندوں میں سے پانچ آدمی قبل بن غفیر، نعیم بن ہزال، عثیل بن ضدی عاد بن کبر، مرثد بن سعد ہیں۔ غفیرہ مسلمان ہو چکے تھے لیکن اس کو برملا اظہار کی جرأت نہ ہو سکی تھی۔ جہلہ بن خبیر جو معاویہ بن بکر کا ماموں تھا اس کو بھی بارش کی دعاؤں کے لئے مکہ بھیجا گیا۔ ان کے علاوہ ان کے ہر شخص کے ساتھ ستر افراد تھے۔ یہ سب لوگ مکہ میں آ کر معاویہ بن بکر کے ہاں ٹھہرے۔ معاویہ نے ان لوگوں کے کھانے پینے کا حسب منشا انتظام کیا۔ ان کی دلجمعی کے لئے ایک مغنیہ کا بھی بندوبست کیا۔ اس وفد کے ممبران قحط کے مصائب سے بچ کر مکہ مکرمہ آئے اور سکون کا سانس لیا۔ یہاں عیش وآرام نصیب ہوا تو اصل مقصد یعنی بارش کی دعا کو بھلا بیٹھے اور مسلسل ایک ماہ معاویہ بن بکر کے ہاں قیام پذیر رہے۔ دوسری طرف میزبان مہمانوں کی کثرت اور طول مدت کی وجہ سے پریشان ہوگئے۔ کوئی لفظ زبان پر نہ لائے کہ مبادا ان کا یہ فعل نجات وتنگ دل پر محمول کیا جائے گا لیکن مجبوری حد سے گزری۔ چنانچہ معاویہ نے ایک قطعہ موزوں کر کے اس مغنیہ کو یاد کرا دیا تا کہ وہ گاتے وقت اس قطعہ کو بھی گائے اور انہیں یاد دلائے کہ ان کے آنے کا اصل مقصد عیش وآرام کا حصول نہ تھا بلکہ دوسرے بھائیوں کی تکلیف کے ازالہ کے لئے دعا کرنا تھا۔ وہ قطعہ یہ ہے۔

کتاب گھر کی پیشکش کتاب گھر کی پیشکش

الا یاقیل دیحك قم فیهتم لعل الله یصفی غما ما

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

فیسقی الارض عاد و ان عادا قدا مشوان یتبون کلاما

مرثد بن سعد:

جب مغنیہ نے ان اشعار کو گایا تو انہیں اپنا فرض منصبی یاد آیا اور اپنی غفلت پر ایک دوسرے کو سرزنش وعلامت کرنے لگے اور اس کے بعد دعاؤں کی تیاریوں میں مشغول ہو گئے اور قربانی اور نذرانے کے سامان اکٹھے کئے۔ اس موقع پر مرثد بن سعد (جو مسلمان ہو چکے تھے لیکن اپنے اسلام کو ظاہر نہ کیا تھا) نے کہا کہ جب تک تم نبی وقت پر ایمان نہ لاؤ گے خالق عالم تمہاری دعاؤں کو قبول نہ فرمائے گا۔ اس موقعہ پر انہوں نے چند اشعار بھی پڑھے جن میں کا ایک شعر یہ بھی ہے۔

عصمت عاد رسولهم فأمنوا

عطا شا ما يتلهم السّمآء

ان کی اس گفتگو سے ان لوگوں کو یہ اندازہ ہو گیا کہ ان کے دل میں ایمان کی شمع فروزاں ہے لہٰذا ان سے الگ ہو کر دعا کے لئے چل دیئے اور جلدی جلدی اپنے نذرانے چڑھائے۔ قیل آگے بڑھا اور دعائیہ کلمات کہنے لگا۔ اس دعا کے چند الفاظ اس طرح بیان کئے گئے ہیں۔

اللهم انی المريض لمرض فاذا واحصية به ولا لا سرها وقائه اللهم اسق عادًا اما كنت تسقيه ياالٰهنا ان كان هودًا صادقًا فاسقانا قد اهلكت۔

لیکن مرثد چونکہ مسلمان تھے لہٰذا انہوں نے ان الفاظ میں اپنا اظہار مدعا کیا۔

امهم اعط سوال وحدی ولا تدخلنی فی شی ممايد عوك به وقد عاد۔

قوم عاد پر عذاب الٰہی:

دعا کرتے ہی بادل کے تین ٹکڑے سفید، سرخ وسیاہ رنگ کے ظاہر ہوئے جن سے یہ آواز آئی: يا قيل اختر لنفسك وقومك من هذا السحاب۔ اے قیل ان تینوں میں سے ایک رنگ تو اپنے اور قوم کے لئے پسند کر لے اس وقت قیل نے سیاہ رنگ کو پسند کیا کیونکہ سیاہ رنگ کا ابر پانی زیادہ برساتا ہے۔ قیل نے جواب میں کہا: اخترت سحاب اسود فانها اكثر السحاب ماءً۔ اس منادی نے ان کے جواب میں کہا: اخترت رمادًا رغدًا لايبقى من ال عاد احدًا لايترك والدا ولاولدا۔ تم نے ہلاک کرنے والی ریت کا عذاب مانگا۔ اب قوم عاد کے بڑوں اور چھوٹوں میں سے کوئی بھی نہ بچے گا۔ اس وقت خالق کائنات نے ان بادلوں کو جن کو قیل نے پسند کیا تھا، حکم دیا کہ قوم عاد کی طرف روانہ ہو جائیں۔ دوسری طرف جب وفد کے اراکین نے ابر سیاہ کو دیکھا تو خوشی کے شادیانے بجاتے ہوئے ایک دوسرے کو مبارکباد دینے لگے کہ یہ ابر ہماری خشک کھیتوں کو سیراب کر دے گا اور ہمارے خشک کنوئیں اور چشمے پُر آب ہو جائیں گے اور ہمیں دوبارہ زندگی مل جائے گی۔

فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا۔

لیکن ان کے جواب میں عالم الغیب کے ترجمانوں نے فرمایا: بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ یہ بارش برسانے والا

ابر نہیں ہے بلکہ اس کے برخلاف آتش بار ہوا ہے جس کے تم ایک مدت سے مستحق تھے اور جس کی ضرورت محسوس کر رہے تھے۔ اب وہ پہنچنے والا ہے۔

وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ یہ وہ بے فیض ہوا تھی جو زمین کے چوتھے حصے میں ہزار زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی اور ہر رسی پر ستر ہزار فرشتے محافظت کے لئے مقرر تھے۔ ان فرشتوں کو حکم الٰہی ہوا کہ اس ہوا کا تھوڑا سا حصہ کھول کر قوم عاد کی طرف جانے دیں۔ فرشتوں نے دریافت کیا، بار الہا! وہ مقدار کتنی ہو جتنی کہ گائے کی ناک سے سانس لیتے وقت نکلتی ہے۔ فرشتوں نے عرض کیا، اے معبود اگر اتنی مقدار میں اس ہوا کو چھوڑا گیا تو یہ تمام پہاڑوں کو بھی اکھیڑ کر پھینک دے گی۔ اس وقت حکم ہوا کہ انگوٹھی کے حلقہ برابر ہوا کو چھوڑ دیا جائے۔ جب فرشتوں نے اتنی مقدار میں چھوڑا تو سات شب وروز اس قوم پر ہوا کے جھکڑ چلتے رہے۔ قرآن کریم نے اس کی منظر کشی کرتے فرمایا: سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَ ثَمَانِيَةَ أَيَّامٍ حُسُومًا ای دائماً متتابعۃ۔ ''ہم نے سات شب وروز مسلسل ان پر ہوا کا عذاب مسخر رکھا۔''

سب سے پہلے جس کو اس طوفان کا احساس ہوا وہ ایک عورت تھی جس کا نام مہدہ تھا۔ اس نے جب ہوا کو دیکھا تو چیخ مار کر بے ہوش ہوگئی۔ جب وہ ہوش میں آئی تو لوگوں نے بے ہوشی کی وجہ معلوم کی تو اس نے بتایا کہ مجھے ہوا میں آتشیں زبانیں شعلہ بار نظر آ رہی تھیں جن کے آگے ایک تندرست وتوانا شخص چل رہا تھا ان کے پیچھے ایک جماعت ہوا کو دھکیلتی ہوئی ہماری طرف لا رہی تھی۔ یہ منظر دیکھ کر مجھ کو خود پر قابو نہ رہا، دہشت طاری ہوگئی اور چیخ نکل گئی۔

جب جناب ہود علیہ السلام نے اس سیاہ ابر کو دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ عذاب الٰہی کا مقدمۃ الجیش ہے اس وقت حکم الٰہی ہوا کہ اپنی قوم سے کنارہ کشی کرو اور اپنے متبعین کو لے کر آبادی سے باہر چلے جاؤ۔ الغرض جناب ہود علیہ السلام چار ہزار ساتھیوں کو لے کر لینوع کے چشمے کی طرف چل دیئے وہاں پہنچ کر اپنے ساتھیوں کو ایک جگہ جمع کر کے حصار کھینچ دیا اور فرمایا کہ خبردار کوئی اس حصار سے باہر نہ آئے اور میرے احکام کی خلاف ورزی نہ کرے۔ یہ حصار ان کے لئے روئے زمین پر ایک مضبوط قلعہ ہوگیا اور جناب ہود علیہ السلام کی برکت کی وجہ سے یہ علاقہ مسلمانوں کے لئے امن وعافیت کی جگہ بن گیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عاد علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر ایک جزیرہ میں چلے آئے اور یہی خوفناک ہوا ان کی قوم کے لئے باد شمیم ہوگئی اور ان لوگوں کے لئے سکون وآرام کا سبب بن گئی۔

نافرمانوں کے راستے بند ہوگئے:

جب حضرت ہود علیہ السلام مسلمانوں کو لے کر چلے گئے تو قوم کی عورتوں نے اپنے اموال کو جمع کیا اور لوگوں نے وہاں سے جانے کا ارادہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا راستہ روک دیا اور سانپ بچھو راستہ میں بکھیر دیئے۔ اس طرح وہ اپنی جگہوں سے آگے نہ بڑھ سکے۔ الغرض وہ اسی علاقہ میں ایک گھاٹی میں اکٹھے ہوگئے اور ایک دائرہ کی شکل میں عورتوں کو بٹھا کر مردان کے اطراف ہاتھ سے ہاتھ ملا کر کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے کہ اب ہود کی ہوا ہمیں کیا نقصان پہنچا سکتی ہے۔ ہوا کے پہلے ہی جھکڑ میں ان کی عورتیں بچے سواری کے جانوروں اور مویشیوں کو اڑا کر فضا میں لے گئی

اور پھر ان کو نیچے گرا کر ریزہ ریزہ کر دیا۔ ان کے مکانات اور محلوں کو بھی اڑا کر پاش پاش ہی نہیں بلکہ ریزہ ریزہ کر دیا اور اس خاک کو ان کے سروں پر اڑا دیا اور ان کے مردوں کو بھی اسی جگہ ہلاک کر دیا۔ ان میں سے وہ لوگ جو اپنے گھروں میں رہ گئے تھے ان کو مکانوں سے باہر کھینچ کر نکالا اور پٹخ پٹخ کر مار دیا۔ بعض کی یہ حالت ہوئی کہ تکلیف کی شدت سے ان کے جسم کی کھالیں ادھیڑ دیں، ان کے جسم میں ہوائیں گھس جاتیں اور زمین پر پٹخ دیتیں۔ بعض لوگوں نے خود کو زمین میں کمر تک دھنسا لیا تھا لیکن ان کا بھی یہی حشر ہوا۔

خلجان کی ہلاکت کا واقعہ:

ان کا ایک سردار خلجان بن سعد جو بزرگی مال و دولت کے اعتبار سے اپنی قوم میں معزز حیثیت رکھتا تھا۔ اپنے قبیلہ کے ساتھ ایک غار میں پناہ لئے ہوئے تھا اور حفاظت کے پورے انتظام کر لئے تھے۔ چار دن تک محفوظ رہا لیکن پانچویں دن حضرت ہود ان کے پاس آئے اور فرمایا، تم نے دیکھ لیا کہ دوسروں کے ساتھ کیا ہوا ہے مگر اب بھی تم ایمان لے آؤ تو اس عذاب سے بچ جاؤ گے۔ اس نے ان کی بات نہ سنی اور چھٹے دن ہوا نے اس غار پر آفت ڈھائی اور خلجان کے علاوہ سب لوگ ختم ہو گئے۔ ساتویں دن جناب ہود پھر خلجان کے پاس آئے اور فرمایا کہ تم نے دیکھ لیا کہ تمہارے ساتھیوں پر کیا گزری۔ اب بھی وقت ہے سنبھل جاؤ۔ خلجان کہنے لگا اگر میں ایمان لے آؤں تو تمہارا خدا مجھے کیا دے گا۔ جناب ہود نے فرمایا کہ تجھے جنت میں داخلہ ملے گا اور تیرے بقیہ ساتھی جو کسی نہ کسی طرح سے بچ گئے ہیں اگر تیرے ساتھ ایمان لے آئیں گے، تھوڑی مدت میں ہر شخص کو اللہ تعالیٰ سو اولاد نرینہ عطا فرمائے گا۔ اس طرح قلیل عرصہ میں تمہارا قبیلہ بڑھ جائے گا اور ہلاک ہونے والوں کا بدل ہو جائے گا۔ خلجان کہنے لگا کہ اس ابر مہیب میں بختی اونٹوں کی طرح لوگ نظر آتے ہیں۔ وہ کون ہیں۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ فرشتے ہیں جنہیں خالق عالم نے مسلط فرمایا ہے۔ خلجان کہنے لگا اگر ہم ایمان لے آئیں تو اللہ تعالیٰ ان کو ہمیں قصاص کے طور پر عنایت فرمائے گا۔ ہود علیہ السلام نے فرمایا، تمہاری عقل پر افسوس ہے کہیں ایسا ہوا ہے کہ کسی بادشاہ نے اپنا لشکر جو باغیوں کی سزا کے لئے بھیجا ہو وہ باغیوں کے حوالہ کر دیا ہو۔ القصہ خلجان ایمان نہ لایا اور ہود علیہ السلام واپس تشریف لے آئے اور خلجان غار میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ پھر غار میں بھی ہوا داخل ہوئی اور اس کو بھی ختم کر دیا۔

قصہ مختصر یہ کہ قوم عاد کا کوئی منکر متنفس اس دن کے بعد باقی نہ بچا علاوہ ان لوگوں کے جو مکہ دعا کے لئے گئے ہوئے تھے اور معاویہ بن بکر کے یہاں مقیم تھے۔ نزول بلا کے تین دن گزرنے کے بعد چاندنی رات یہ لوگ مکہ میں معاویہ کے ہاں بیٹھے تھے کہ دور سے ایک شتر سوار آتا نظر آیا اور ان کے قریب آ کر رک گیا۔ ان لوگوں نے اس سے معلوم کیا، کدھر سے آ رہے ہو اور کس قوم سے ہو۔ اس نے جواب دیا قوم عاد سے ہوں اور اسی طرف سے آ رہا ہوں۔ اب مصر کا ارادہ ہے۔ ان لوگوں نے اپنی آبادی کی خیریت دریافت کی تو اس نے جواب دیا کہ بے نیاز و بے پرواہ ہواؤں نے ان کو منتشر اور متفرق کر دیا ہے۔

اس کے بعد انہوں نے حضرت ہود علیہ السلام کے بارے میں سوال کیا تو اس مسافر نے بتایا کہ وہ لوگ دریا کے کنارے امن و عافیت کے ساتھ ہیں۔ قیل اور اس کے ساتھی اپنے قبیلہ والوں کے متعلق معلوم کر کے بہت پریشان ہوئے اور کہنے لگے، اے اللہ ہماری زندگی ان کے بغیر بیکار

ہے۔ ہمیں بھی وہی شربت چکھادے جو ہمارے دوستوں نے پیا ہے یعنی ہمیں بھی اسی طرح موت دے دے جس طرح ہمارے اعزہ واقربا ختم ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم فرمایا اور وہ سب لوگ اسی طرح ہلاک ہوئے جس طرح ان کے احباب ورشتہ دار فوت ہوئے تھے۔ بعض روایات جو قصص التنزیل وغیرہ کتابوں میں منقول ہوئی ہیں۔ ابومطیع کے حوالے بیان کیا ہے کہ ان لوگوں نے حیات ابدی کی تمنا کی تو ایک ندائے غیبی سنی کہ اس جہان فانی میں ہمیشگی اور ابدی حیات امر محال ہے تب انہوں نے کہا اب ہمیں بھی وہی جام پلایا جائے جس کو پی کر ہمارے قبیلہ والے ہلاک ہوئے ہیں۔

لقمان بن عاد کی لمبی عمر:

لقمان بن عاد جوان لوگوں کے ساتھ تھا جو دعا کے لئے آئے تھے اس کی آمد کا عجیب واقعہ ہے کہ یہ وفد کے لوگوں سے الگ مکہ آیا تھا اور دعا میں بھی ان کے ساتھ شریک نہ تھا۔ لہٰذا دعائے ہلاکت میں بھی ان کے ساتھ اتفاق نہ کیا اور اللہ سے دعا کی کہ اس کو سات گِدھوں کی عمر دی جائے۔ اس کو صاحب النسر بھی اسی وجہ سے کہا جاتا ہے اس کی دعا قبول ہوئی۔ لقمان نے سات نر کرگس (گدھ) یکے بعد دیگرے پالے۔ ان میں سے ہر ایک کی عمر اسی سال ہوئی۔ ساتواں جس کا نام لقمان نے لبد رکھا تھا (جس کے معنی اس دور کی لغت میں زمانے کے ہیں) اس کے مرنے کا واقعہ اس طرح بیان ہوا ہے کہ ایک دن پہاڑ کی چوٹی سے گِدھ آرہے تھے لیکن لقمان نے اپنے گدھ کو ان میں نہ دیکھا تو پریشان ہوا اور فوراً اس کی تلاش میں پہاڑ کی چوٹی پر آیا لیکن یہاں آکر اس کو ایسی کمزوری کا احساس ہوا جیسا کہ اس سے قبل نہ ہوا تھا۔ یہاں آکر اس نے دیکھا کہ اس کا گِدھ لبد زمین پر پڑا ہے۔ لقمان نے اس کو بلایا لیکن وہ باوجود کوشش کے اڑ کر نہ آسکا اور وہیں گر کر مر گیا اور لقمان نے بھی وہیں جان جان آفریں کے سپرد کردی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ادھر گدھ زمین پر پنجے ہلا رہا تھا ادھر لقمان سکرات موت میں مبتلا تھا۔ یہاں تک کہ دونوں کی جان ایک ساتھ نکلی۔

محمد بن اسحاق کا بیان ہے کہ جب مرثد بن سعد کو اپنے قبیلہ والوں اور متبعین ہود علیہ السلام کے متعلق حالات معلوم ہوئے تو وہ جلد از جلد حضرت ہود کی خدمت میں آگئے اور مرتے دم تک ان کے ساتھ رہے۔

قوم ہود کی ہلاکت کے بعد کے واقعات:

قوم عاد جب اللہ کے قہر وغضب میں مبتلا ہوئی، ان کے مکانات وغیرہ منہدم ہوگئے، لوگ تباہ وبرباد ہوگئے تو ہود علیہ السلام اپنے متبعین کو لے کر آبادی سے باہر چلے گئے اور حضر موت کے قریب ایک شہر بنا کر وہاں مقیم ہوگئے۔ جب آپ کی عمر شریف چار سو چونسٹھ سال ہوئی تو داعی اجل کو لبیک کہہ کر دنیائے دوں سے راہی عالم بالا ہو کر مقیم دار الرضوان ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضر موت کی پہاڑیوں میں ایک غار ہے جہاں سنگ رخام کا ایک تخت بچھا ہوا ہے۔ یہاں حضرت ہود علیہ السلام کی نعش مبارک رکھی ہے وہیں ایک سنہری تختی ہے جس پر یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ العلی الاعلیٰ انا ہود النبی الرسول رب الارض والسماء الی الملاء مِنْ عاد فرعوتہم الی الایمان وخلع الاصنام تقصونی فاہلکتہم الریح العقیم فاصبحوا کالرمیم۔

http://kitaabghar.com

وفات حضرت ہود علیہ السلام:

لیکن جناب سفیان ثوری عطاء بن ثابت اور عبدالرحمان بن صابط رضی اللہ عنہم کی روایت کے مطابق اس علاقہ کی تباہی و بربادی کے بعد جناب ہود علیہ السلام مکہ تشریف لے آئے اور اپنے آخر وقت تک وہیں مقیم رہے۔ ان کا مزار مقدس دوسرے اٹھانوے انبیاء حضرات شعیب و صالح علیہم السلام کے ساتھ رکن یمانی اور مقام زمزم کے درمیان ہے۔ واللہ اعلم

لیکن وہب ابن نمیہ کی روایت کے مطابق جب جناب ہود علیہ السلام نے حج کے مناسک پورے کئے۔ ایک دن ملک الموت ان کے پاس آئے، ان کے ہاتھ میں ایک جنتی حلّہ تھا۔ جناب ہود علیہ السلام نے اس کو دیکھ کر فرمایا اگر تمہاری اجازت ہو۔ ملک الموت نے وہ حلّہ جناب ہود علیہ السلام کو پیش کیا۔ جناب ہودؑ نے اس کو پہن لیا تو ملک الموت نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کو معلوم ہے کہ میں ملک الموت ہوں اور یہ حلّہ آپ کا کفن ہے۔ میں آپ کی روح قبض کرنے آیا ہوں۔ ہود علیہ السلام گھبرائے اور ان کے اعضاء لرزنے لگے۔ جناب ہود علیہ السلام نے ملک الموت سے فرمایا، اگر مہلت دو تو میں اپنے اہل وعیال میں ہو آؤں۔ ملک الموت نے کہا کہ اتنی بات کی بھی اجازت نہیں کہ آپ یہاں سے قدم بھی اٹھائیں لہٰذا ان کی روح وہیں قبض کی گئی اور جناب جبرائیل علیہ السلام بہشتی خوشبوؤں کے ساتھ ملائکہ کی ایک جماعت لے کر آئے۔ آپ کو غسل دیا گیا۔ نماز جنازہ پڑھی اور صفا مروہ کے درمیان دفن کر دیا گیا۔

کتاب گھر کی پیشکش

حضرت ہود علیہ السلام کا معجزہ:

حضرت ہود علیہ السلام کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہوا کا ہے جو مسلمانوں کے لئے نسیم سحر کی طرح ہے اور کافروں کے عذاب الٰہی اور کل قیامت کے دن حضور ﷺ سے بھی ایسے ہی معجزہ کا ظہور ہو گا۔ جب پل صراط سے گزرتے وقت وادی جہنم سے ہوائیں چلیں گی تو وہ مسلمانوں کے لئے پل صراط کو عبور کرنے کا سبب بنیں گی اور کافروں کے لئے جہنم میں جانے کا سبب ہوگی۔ ہوا کے مزاج کا تغیر دنیا میں بھی چار طرح سے ہوتا ہے کیونکہ ہوا بعض کے لئے کشتی نجات کا سبب بنتی ہے اور موسم خزاں میں پتوں کے گرنے کا سبب بنتی ہیں۔ کبھی آگ ہوا سے سرد ہو جاتی ہے اور کبھی آگ کی تیزی کا سبب بن جاتی ہے۔ ہوا جس طرح ابر کو اڑا کر لاتی ہے۔ اسی طرح ابر باراں کو اڑا کر لے جاتی ہے جس طرح آج دنیا میں ہوا کا اثر مختلف انداز میں ہوتا ہے اسی طرح کل قیامت کے دن بھی ظاہر ہو گا جو کسی کے لئے سبب آرام و آسائش ہو گا تو دوسروں کے لئے اذیت و تکلیف کا سبب ہوگا۔

کلمہ کا حصار مومنین کی نجات کا سبب ہے:

ہود علیہ السلام نے مومنین کے گرد ایک خط کھینچا تھا تاکہ اس کے حصار میں پناہ لے کر ہوا کے عذاب سے محفوظ ہو جائیں جو مسلمان اور متبعین سرکار دو عالم ﷺ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے قلعہ میں داخل ہوئے ہیں۔ کل قیامت کے دن عذاب دوزخ سے نجات حاصل کریں تو تعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔ خالق عالم نے فرمایا: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه حِصنی فمن دخل حصنی آمن من عذابی۔

صاحبن فکر ونظر نے فرمایا ہے کہ تمام ہوائیں ایک جوہر ہیں لیکن جوہر کے اتحاد سے اختلاف اثر انداز ہوتا ہے۔ ایک طرف وہ مفرح روح

ہوتی ہے اور دوسری نسبت سے اجسام کے انتشار کا سبب ہوتی ہے۔ بعض کے لئے خوشی آرام کا سبب تو بعض کے لئے تکلیف و مصیبت کا سبب ہو جاتی ہے۔ اس طرح نفس انسانی کے قلوب کے لئے راحت و آرام تو بعض کے سینوں پر زخم و جراحت جب یہ نفس انسانی کو جو باغستان وجود کے لئے نسیم سحری ہے۔ جس سے مشک و عنبر کی خوشبوئیں نکل کر بالیدگی کا سبب ہوتی ہیں جو روح القدس پر تو ہوتی ہیں اور بوئے جان پرور کے ساتھ یار بانان بھی دلاتی ہے۔

عقل و جان جو حضرت مریم کو بیت المقدس میں عطا کی گئی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے انہیں کلمات میں سے ایک سے استفادہ کیا گیا، کَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَا اِلٰى مَرْيَمَ و روحٌ مِّنْه۔ لیکن جب یہی نفس مغموم شیطانی اثرات کے زیر اثر آتا ہے تو کتے سے بدتر سمجھا جاسکتا ہے۔ نفس اور خواہشات یہ دونوں شیطان گزیدہ کتے کی طرح سے ہیں۔ جب یہ کتے گناہوں اور لغزشوں میں آلودہ لوگوں کو اس وقت سے اس وقت تک کاٹتے رہے ہیں اور یہ اس بدنہاد بدسرشت ساتھی کی وجہ سے ابدی ہلاکت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا نفس کو غنیمت سمجھ کر اس پر اس کو مسلط نہ ہونے دے۔

نور محمدی اولاد ہود علیہ السلام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام تک:

تاریخ دان حضرات کے بقول جناب ہود علیہ السلام کا نام عبرانی میں ماہر ہے۔ انہوں نے ایک عورت لیثا نامی سے شادی کی۔ اس سے شالخ پیدا ہوئے۔ شالخ کے معنی بعض روایات کے مطابق رسول یا وکیل کے ہیں۔ نور نبوی جناب ہود علیہ السلام سے ان کی پیشانی میں منتقل ہوا۔ ان سے قانع کے پاس آیا جن کا عبرانی نام قاسم تھا۔ کہا گیا ہے کہ انہوں نے خطہ زمین کو آپس میں تقسیم کر لیا تھا۔ ان کی والدہ کا شجرہ نسب یہ ہے: غزوہ بنت صفونی ابن عویلم ابن سام ابن نوح۔ قانع سے اشروع یا اشبوع کو منتقل ہوا اور بعض روایات کے مطابق شارع کا نام بھی آیا ہے جو عربی لفظ ہے۔

شارع کی وجہ تسمیہ:

عبرانی میں ان کا نام اشروع ہے۔ شارع کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہ نیکیوں اور اچھے کاموں میں ہمیشہ سبقت کرتے تھے۔ ان کے تمام اوقات عبادت و ریاضت میں بسر ہوتے۔ ان کی والدہ کا نام غروہ ہے جو کوثل کی بیٹی تھیں۔ ان کا سلسلہ نسب یہ ہے: غروہ بنت کوثل بن عویلم بن سام بن نوح علیہ السلام۔

اشروع سے نور پاک ارغواء کو منتقل ہوا، جس کے معنی بھی قاسم کے ہیں۔ اور ان کے پاس نشو و نما پاتا رہا۔ بعض روایات میں ارغوار کی جگہ ناخور بھی آیا ہے جس کے معنی دن کے بیان کئے گئے ہیں۔ ان کی والدہ کا نام تملکہ ہے جو مراحیل کی بیٹی ہیں۔ ان کا شجرہ نسب یہ ہے تملکہ بنت مراحیل بن عویلم بن سام بن نوح علیہ السلام۔

ارغواء نے ایک عورت سے شادی کی جن کا نام سکتسن تھا۔ ان کا شجرہ نسب یہ ہے۔ سکتسن بنت سلمیٰ بنت خویلیا جن کے بیٹے کا نام تارخ ہے۔ سید عالم ﷺ کا نور پاک ارغوا یا ناخور سے تارخ کو منتقل ہوا۔ جمہور مورخین نے تارخ کا نام آزر بھی لکھا ہے۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ تارخ کی شادی اوفی بنت غرور سے ہوئی جن سے حضرت ابراہیم متولد ہوئے۔ ابراہیم کے معنی (اب رحیم) یعنی مہربان باپ ہے۔

* * *

سولہواں باب

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش اور چچا سے مناظرہ

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

مقامِ ولادت حضرت ابراہیم علیہ السلام:

مورخین کا اجماع ہے کہ جناب ابراہیم علیہ السلام کی ولادت نمرود بن کنعان بن سخاریب بن انوش بن عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کے زمانہ میں ہوئی۔ ان کا شماران چار لوگوں میں سے ہے جنہوں نے سارے عالم پر غلبہ حاصل کیا۔ ان چار میں سے دو مسلمان تھے اور وہ مسلمانوں میں حضرت سکندر ذوالقرنین اور دوسرے حضرت سلیمان علیہ السلام تھے۔ دو کافروں میں ایک بخت نصر اور دوسرا نمرود تھا۔ نمرود کے تخت سلطنت پر بیٹھتے ہی اس کی سلطنت کی حدود وسیع ہونی شروع ہوگئی تھیں اور اس کی حکومت کا پرچم ہر طرف لہرانے لگا تھا۔ اس کے عدل وانصاف کے چرچے روز بروز اطراف واکناف میں پھیلنے لگے اور انجام کار یہ ہوا کہ شیطان لعین کی صلاحیتیں ابھرنے لگیں۔ اس کی مفسدانہ وباغیانہ طبیعت میں جولانی آئی اور اس نے اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر نمرود نامسعود کے دماغ میں خدائی کا خیال فاسد ڈال دیا بلکہ خدائی کا یہ خیال روز بروز راسخ ہوتا گیا یہاں تک کہ اس نے تمام لوگوں کو اپنی خدائی کی طرف بلایا۔ اس ننگ انسانیت کے حکم سے اس کے مجسمے تیار کر کے عبادت خانوں میں رکھوا دیئے گئے تا کہ تمام لوگ انہی مجسموں کی عبادت کریں اور خدا پرستی کو چھوڑ دیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ خدا پرستی کی جگہ بت پرستی رائج ہوگئی۔

ایک دن نمرود نے ارکان سلطنت اور درباری نجومیوں اور کاہنوں کو جمع کیا اور ملکی مسائل پر مشورہ کیا۔ اس اجتماع کی تین وجوہ بتائی گئی ہیں۔

1- نمرود نے ایک خوفناک خواب دیکھا تھا کہ آسمان پر ایک ستارہ طلوع ہوا۔ اس کی روشنی آفتاب کی روشنی پر غالب آگئی اور ایک نوبت ایسی آئی کہ آفتاب کی روشنی اس کے سامنے ماند پڑ گئی۔ اس خواب سے نمرود کی کیفیت منقلب ہوگئی۔

2- دوسری وجہ بھی ایک خواب ہی تھا کہ ایک لشکر آیا اور ان میں ایک شخص نے نمرود کے تخت کو لکڑی سے کھٹکھٹانا شروع کیا، یہاں تک کہ اس کا تخت ٹوٹ گیا۔ قابل ولائق نجومیوں نے جو اس کے دربار سے وابستہ تھے بالاتفاق نمرود سے کہا کہ علم نجوم کے اعتبار سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ تمہاری حکومت زوال پذیر ہونے والی ہے اور یہ ایک ایسے فرزند کی وجہ سے ہوگا جو عزت وعظمت میں منفرد ہوگا۔ وہ فرزند اس سال پیدا ہوگا، نئی شریعت عظمیٰ کا پیرو ہوگا۔ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا درس دے کر بتوں کی اطاعت وعبادت سے روکے گا۔ ان کی وجہ سے تمہاری سلطنت کی بنیادیں ہل جائیں گی اور ان کی آمد کی وجہ سے حکومت تیرے ہاتھ سے نکل جائے گی۔

خلید بن عاص جو کاہنوں کا سردار تھا اس نے بڑے زور شور کے ساتھ بادشاہ سے کہا کہ اس خطرہ کا فوری تدارک ضروری ہے اور سیلاب کا پانی آنے سے پہلے بند کا باندھنا ضروری ہے۔ نمرود نے کہا کہ اس سلسلہ میں پہلا اقدام یہ کرنا ہے کہ ہم ایک پولیس فورس بنائیں جو اس امر کی نگرانی کرے کہ کوئی مرد عورت کے پاس نہ جا سکے اور اس سال میں پیدا ہونے والی تمام لڑکیوں کو باقی رکھا جائے اور لڑکوں کو قتل کر دیا جائے۔ یہ مشورہ متفقہ

طور پر منظور ہوگیا اور اٹھارہ ہزار سپاہیوں کے دستے متعین کر دیئے گئے کہ کوئی مرد کسی عورت سے مخالطت نہ کر سکے۔ چونکہ تارخ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد تھے اور نمرود کے دربار کی ایک اہم شخصیت تھے۔ اس لئے ان پر کسی نگران کو متعین نہ کیا گیا۔ اسی طرح نگران عورتوں کی ایک جماعت حاملہ عورتوں پر متعین کر دی گئی تا کہ وہ بے خوف وخطر ہر گھر میں جا کر ولادت اور اولاد نرینہ کی بابت معلومات ونگرانی کر سکیں۔ اس طرح جو بھی عدم سے وجود میں آتا وہ ان عورتوں کی وجہ سے دوبارہ ملک عدم میں چلا جاتا۔ تاریخ سے معلوم ہے کہ اس سال اس بد بخت کی وجہ سے ایک لاکھ بچے اس کے ظلم کا شکار ہوئے لیکن مشیت ایزدی جب اس بات کی متقاضی ہوئی کہ نطفہ جناب ابراہیم مادر سے رحم مادر میں منتقل ہو۔ منجم اور کاہن مجتمع ہو کر نمرود کے پاس آئے، انہوں نے نمرود سے کہا کہ علم نجوم کے حساب سے یہ بات تحقیق کو پہنچ گئی ہے کہ اس مولود کے استقرار حمل کا وقت قریب آ گیا ہے اور وہ آج رات رحم مادر میں منتقل ہو جائیں گے لہٰذا یہ فیصلہ ہوا کہ آئندہ شب کوئی مرد شہر میں نہ رہے اور دن نکلنے تک گھر واپس نہ آئے۔ اس طرح تمام عورتیں شہر میں رہیں اور کسی حالت میں بھی باہر نہ نکلیں۔ دروازوں پر ذمہ دار عہدہ داروں کو حفاظت کے لئے متعین کر دیا گیا۔ ایک دروازہ پر تارخ کی ڈیوٹی لگی۔ نمرود بھی اپنے رفقاء کے ساتھ بستر سے باہر چلا گیا۔ ادھر عورتیں شہر میں آزادی کے ساتھ گھومتی پھر رہی تھیں۔ جب شام ہوئی اور تاریکی شب کا شامیانہ عروسی عالم پر نصب ہوگیا۔ اتفاقاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ ماجدہ گھومتی ہوئی اس دروازہ تک آ گئیں جہاں ان کے شوہر تارخ اپنے فرائض منصبی ادا کر رہے تھے جیسے ہی ان کی نظر اپنی حسین وجمیل بیوی پر پڑی۔ محبت کی آگ دل میں بھڑک گئی اور شہوت کا شعلہ فزوں تر ہوگیا۔ موقع میسر آ گیا اور بیوی سے اختلاط ہوا اور فطری تقاضا کو پورا کیا۔ کارکنان قضا وقدر نے امر الٰہی لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا کی تعمیل کی اور وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا کے وعدہ کو پورا کیا۔ نطفہ ابراہیم صلب تارخ سے رحم مادر میں منتقل ہوا۔

http://kitaabghar.com

حالات ولادت وسیرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام:

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کے دوسرے دن تمام نجومی روتے پیٹتے نمرود کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ جس اندیشہ کے مطابق یہ تمام انتظام کئے گئے جس کے لئے فکر وتدبر میں رہے اور ہزار ہا لڑکوں کو قتل کرا دیا۔ مردوں کو گھروں سے نکالا، عورتوں کو شہر میں مقید کیا لیکن وہ مقصد پورا نہ ہوسکا۔

کتاب گھر کی پیشکش

آج ایک فرزند کی وجہ سے ایک لاکھ فرزندوں کو اس کے طفیل فدیہ کر رہا ہوں تا کہ وہ ذات مقدس سلامت با کرامت رہے اور یہی میری مشیت ہے۔ اگر کل قیامت کے دن بندہ مومن آتش دوزخ سے سلامت رہے اور ان کے بدلے یہودی نصرانی مجوسیوں کو عذاب دے دیا جائے تا کہ مسلمان اس منزل سے ان کے فدیہ کے بدلے نجات حاصل کر لیں اور کافروں کو مومنوں کے بدلے مالک (دوزخ کا نگران فرشتہ) کے سپرد کر دیا جائے۔ یہ رب کریم کی حکمت ورحمت سے بعید نہ ہوگا۔

کتاب گھر کی پیشکش

حفاظت حمل وولادت سیدنا ابراہیم علیہ السلام:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ نے اپنے حمل کو پوشیدہ رکھا لیکن جب اس کا اخفا ممکن نہ رہا تو انہوں نے تارخ کو بتایا کہ میں حاملہ ہوں اگر ہمارے ہاں لڑکا ہوا تو اس کو بادشاہ کی خدمت کے لئے وقف کر دیں گے کیونکہ اس کے احسان ہم پر بہت ہیں۔ اگر ہم نے اس کی یہ

خدمت کی تو اس کے مزید احسان کے حق دار ہو جائیں گے۔ تارخ کو یہ بات مناسب معلوم ہوئی۔ جب ولادت کا مہینہ آیا تو انہوں نے تارخ سے کہا کہ ولادت کے وقت عورتوں کو سخت تکالیف و مصائب کا سامنا ہوتا ہے اور موت سامنے نظر آتی ہے۔ مجھے وہم ہوتا ہے کہ اس وقت مجھے دقتوں کا سامنا نہ کرنا پڑے لہٰذا میری خواہش ہے کہ بت خانہ جا کر بڑے بت کے سامنے میرے لئے دعا کرو تا کہ میں اس مرحلہ سے آسانی سے گزر جاؤں اور جب تک وضع حمل نہ ہو جائے اس سلسلہ دعا کو جاری رکھو۔ القصہ بیوی کی خاطر تارخ متواتر چالیس دن بت خانہ جا کر دعائیں کرتے رہے تا کہ بیوی وضع حمل کے مراحل سے آسانی سے گزر جائے۔ اس دوران حضرت ابراہیم کی والدہ نے مکان کے تہہ خانہ میں ضروریات کا تمام سامان اکٹھا کر لیا تھا۔ وضع حمل کے وقت تہہ خانہ میں چلی گئیں اور قدرت نے فرزند عطا فرمایا۔ وضع حمل کے بعد بت خانہ سے تارخ کو بلایا اور ان سے کہا کہ خدا تمہیں سلامت رکھے لڑکا آیا ہے لیکن اس گفتگو کے وقت بہت رنجیدہ تھیں کیونکہ نمرودی خفیہ پولیس کا خوف طاری تھا۔ تارخ نے تہہ خانہ جا کر بیٹے کو دیکھا آنکھیں ٹھنڈی کیں اور سہولت ولادت پر شکر بجالائے۔

ولادت کے بعد جناب ابراہیم کی پرورش کا سلسلہ اس طرح جاری رہا کہ تارخ کی عدم موجودگی میں جناب ابراہیم علیہ السلام کی والدہ ان کی خبر گیری کرتیں اور انہیں دودھ پلاتیں لیکن اگر والدہ دیر تک تہہ خانہ میں نہ آتیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام انگلیاں منہ میں لے لیتے۔ ان کی انگلیوں سے دودھ اور شہد نکلتا اور جناب ابراہیم علیہ السلام اس سے غذا حاصل کرتے۔

تربیت ابراہیمی:

تیسیر میں لکھا ہے، ایک دن ان کی والدہ نے تفتیش کی کہ یہ حضرت ابراہیم بہت دیر تنہا رہتے ہیں لیکن بھوک پیاس کی وجہ سے روتے نہیں ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے تو معلوم ہوا کہ وہ عادت کے مطابق تین انگلیاں منہ میں لے لیتے ہیں۔ ان کی ایک انگلی سے پانی، دوسری سے دودھ اور تیسری انگلی سے شہد نکلتا تھا۔ منقول ہے کہ آپ کی والدہ محترمہ نے باختلاف روایت مکان کے تہہ خانہ میں یا غار میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تنہا چھوڑ دیا۔ اس وقت جناب جبرائیل علیہ السلام کو حکم ربی ہوا کہ ان کی انگلیوں سے جنت کے چشموں میں سے دودھ و شہد کے چشمے رواں کر دیں کیوں کہ ان کی تربیت عالم قدس سے مقرر کر دی گئی اور انہیں والدین کا رہین منت نہیں بنایا۔

نوٹ: یہاں یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کے نام پر علماء میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ تاریخ اور تورات میں والد کا نام تارخ ہے جبکہ قرآن پاک میں آزر کا نام آیا ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک وہ آپ کا چچا تھا جس نے آپ کی پرورش کی تھی۔ حضرت ابراہیمؑ کے والد تارخ تو آپ کی پیدائش سے پہلے ہی دنیا سے رحلت فرما چکے تھے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بچے علی العموم ہفتہ بھر میں جتنی نشوونما پاتے حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ منزل ایک دن میں طے فرما لیتے اور دوسروں کی طرح ماہانہ بالیدگی ہفتہ بھر میں حاصل کر لیتے اور ایک ماہ میں دوسروں کی طرح سال بھر کی نشوونما حاصل فرماتے۔

جناب ابراہیم علیہ السلام کی پہلی گفتگو:

جب حضرت ابرہیم علیہ السلام نے بولنا سیکھا تو آپ کا قلب مبارک حقائق اسرار کا عارف و واقف بن گیا۔ پہلی گفتگو جو اپنی والدہ سے کی

اس کو اہل سیر نے اس طرح بیان کیا ہے۔

جناب ابراہیم علیہ السلام : ہمارا پروردگار (پالنے والا) کون ہے؟

والدہ: میں تمہاری والدہ

جناب ابراہیم: تمہارا پروردگار کون ہے؟

والدہ: تمہارا والد تارخ

جناب ابراہیم: ان کا پروردگار کون ہے؟

والدہ: بادشاہ وقت

جناب ابراہیم: اور بادشاہ کا پروردگار کون ہے؟

یہ سوال سن کر ان کی والدہ مزید کوئی جواب نہ دے سکیں صرف یہ کہا کہ خاموش رہو۔ بادشاہ رب اعظم ہے اور اس پر کوئی فوقیت نہیں رکھتا۔

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ جناب ابراہیم علیہ السلام نے اپنی والدہ سے دریافت کیا کہ میں خوبصورت ہوں یا آپ؟ انہوں نے جواب دیا کہ تم زیادہ حسین ہو۔ پھر جناب ابراہیم علیہ السلام نے دریافت کیا کہ آپ زیادہ خوبصورت ہیں یا میرے والد؟ انہوں نے جواب دیا کہ میرا حسن تمہارے والد سے زیادہ ہے۔ جناب ابراہیم علیہ السلام نے ایک اور سوال کیا کہ بادشاہ زیادہ خوبصورت ہے یا میرے والد؟ والدہ نے کہا کہ تمہارے والد زیادہ خوبصورت ہیں۔ اس پر انہوں نے یہ سوال کیا کہ اگر میرے والد کا پرودرگار بادشاہ ہے تو اس نے خود سے زیادہ حسین میرے والد کو کیوں کیا۔ اور اگر تارخ تمہارے پروردگار ہیں تو انہوں نے خود پر تم کو حسن و جمال میں کیوں فوقیت دی۔ اسی طرح اگر آپ میری پروردگار ہیں تو مجھے خود پر کیوں ترجیح دی۔ آپ کی والدہ سوالات کے جواب سے عاجز ہو کر جناب ابراہیم علیہ السلام کے والد کے پاس آئیں۔ جب تارخ نے ان کے چہرہ پر تشویش کے آثار دیکھے تو معلوم کیا کہ پریشانی کا سبب کیا ہے۔ اور بہت ہی مجبوری اور لاچاری سے کہا کہ یقین کر لو کہ یہ تمہارا فرزند مسعود بادشاہ کے دین میں تبدیلی کا سبب بنے گا۔ تارخ نے کہا کہ کون سا بیٹا۔ بیوی نے کہا ابراہیم۔ اور استقرار حمل سے ولادت اور پرورش کے تمام مراحل سے تارخ کو تفصیل سے مطلع کر کے اس وقت تک کی تمام گفتگو کا حال سنا دیا۔ بیوی سے سارے واقعات سن کر تارخ کو سخت غصہ آیا اور جوش و غضب میں اس فرزند کے قتل کا ارادہ کر لیا لیکن جیسے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چہرہ تاباں پر نظر پڑی۔ خالق عالم نے ان کی محبت تارخ کے دل میں راسخ کر دی اور وہ اپنے ارادہ فاسد سے باز رہا اور جناب ابراہیم علیہ السلام نے باپ سے سوال کیا کہ اے باپ میرا پروردگار کون ہے؟ کہا تیری ماں۔ آپ نے فرمایا کہ میری ماں کا رب کون ہے؟ کہا میں۔ آپ نے پھر سوال کیا کہ تمہارا پروردگار کون ہے؟ کہا نمرود۔ آپ نے فرمایا اب بتاؤ کہ نمرود کا پروردگار کون ہے؟ تارخ کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا۔ غصہ میں آ کر جناب ابراہیم علیہ السلام کے ایک طمانچہ مارا اور کہا کہ تمہاری یہ گفتگو تمہاری صلاحیتوں سے فزوں تر ہے۔ ابھی تمہارے دودھ کے دانت بھی نہیں ٹوٹے ہیں اور مسئلہ ربوبیت پر گفتگو کرنے لگے ہو اور ارباب دین کے معتقدات کو حرف غلط کی طرح مٹانے پر تلے ہوئے ہو۔ لیکن اس بے علم و کم عقل کو یہ علم نہ تھا کہ ان کو یہ علم عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ کا عطا کردہ ہے۔ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عَالِمِيْنَ۔ اور یہ صلاحیتیں کارخانہ قدرت سے عطا ہوتی ہیں۔ واتخذ اللہ ابراھیم خَلِيْلًا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے چچا سے مناظرہ:

جب آپ کی والدہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو غار سے اپنے گھر لائیں تو آذر نے آپکے احوال وافعال کی نگہداشت کی اوران کی خاطر داری کی۔ ان پر الطاف وانعام تھے۔ یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر تبلیغ دین کے سلسلہ میں احکام الٰہی آتے اور علی الاعلان تبلیغ کا حکم ملا تو اپنے اس فریضہ کی تکمیل کے لئے احکام خداوندی کا برملا اظہار فرمایا۔ آذر چچا ہونے کی حیثیت سے اپنے بھتیجے (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کے حالات کا مطالعہ کرتے رہتے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آبائی دین کی مخالفت شروع کردی ہے تو اپنی استقامت دین کی بناء پر آپ کا یہ فعل آذر کو بہت ناگوار گزرا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی باتیں انہیں کبھی تو بہت تکلیف دیتیں۔ کہیں کوئی کوئی بات بھلی بھی معلوم ہوجاتی۔ آخرکار ایک دن چچا اور بھتیجے میں اس سلسلہ میں مناظرہ ہوا جس کو قرآن کریم میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آذر سے معلوم کیا: یٰاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنكَ شَيْئًا۔ یعنی اے چچا مہربان آپ کو اس بات پر شرم محسوس نہیں ہوتی کہ اس حق آراستہ چہرہ کو لکڑی کے ایک ٹکڑے کے سامنے جھکادیتے ہو یعنی ان کو سجدہ کرتے ہو جو نہ سن سکتے ہیں اور نہ دیکھ سکتے ہیں اور دل جو مہبط و مسکن انوار عالم غیب ہے اس کو چاند تاروں کی محبت میں گنوادیتے ہو۔ اگر یہ چیزیں بااختیار ہوتیں تو آپ کو جہنم کا ایندھن بنائے بغیر نہ چھوڑتیں۔ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ۔ آپ اور دوسرے حوالہ کے سوا غیر کی عبادت کرتے ہیں، جہنم کے ایندھن بنیں گے۔ آج پھر اس ایندھن کو غیرت کے تیر سے توڑنا چاہتا ہوں تاکہ کل جہنم کی تیز آگ کے کام آئے۔ آذر جب ان اعتراضات کا جواب نہ دے سکے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تکلیف واذیت دینی شروع کی۔ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِي يٰاِبْرٰهِيمُ لَئِن لَّمْ تَنتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا۔

بعض حضرات نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آذر کے درمیان مناظرہ کی وجہ یہ تھی کہ آذر بت تراشی کی صنعت میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے اور ان کے تراشے ہوئے بت بہت بہتر سمجھے جاتے تھے اور قیمتی بھی ہوتے۔ روش کے مطابق دوسرے سوداگر اپنے مال کی تعریف کرکے اس کو فروخت کرتے لیکن برادران ابراہیم علیہ السلام کو اس سلسلے میں زیادہ جدوجہد کی ضرورت نہ ہوتی اور ان کے بنائے ہوئے بت گراں قیمت پر فروخت ہوتے۔ ایک دن آذر نے چند بت تیار کیے اور ان کی خوبیاں بتا کر بیٹوں کو دیا تاکہ ان کو بازار لے جاکر فروخت کریں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی ایک بت ملا وہ اس کو اٹھانے کی بجائے رسّی باندھ کر گھسیٹتے ہوئے بازار کی طرف چلے اور راستہ میں آواز دیتے جارہے تھے۔ مَنْ يَشْتَرِيْ مَا لَا يَضُرُّ وَلَا يَنْفَعُ کون ہے جو ایسی چیز کو خریدے جو نہ فائدہ پہنچا سکتی ہے نہ نقصان اس طرح اس کو مٹی و کیچڑ میں کھینچتے ہوئے بازار لائے تاکہ لوگوں کے دلوں میں نفرت پیدا ہوجائے۔ اس دن یہ بت فروخت نہ ہوا اور اس کو فروخت کئے بغیر گھر کی طرف روانہ ہوئے راہ میں ایک چشمہ کے کنارے بت کے سر کو پانی میں ڈال کر فرمایا، "پانی پی لو" یہ فرماتے جاتے اور اس کی طرف دیکھ کر اس کی مجبوری ولاچاری پر ہنستے جاتے۔ اس طرح اس بت کو ذلیل وخوار کرتے ہوئے گھر واپس آئے تو آذر نے معلوم کیا کہ اے ابراہیم تم اپنے والے بت کو فروخت کرکے نہیں آئے حالانکہ تمہارے بھائی اچھی قیمتوں پر بیچ کر کے آئے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ بتوں کا بازار آج کل مندا ہے اور بازار میں ان کی

اٹھان بالکل نہیں ہے۔ آذر نے کہا، اس دور میں جب تک مال کی تعریف نہ کی جائے اس کو کوئی نہیں لیتا اور کوئی اس کی طرف توجہ بھی نہیں دیتا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں ان کی تعریف کس طرح کروں جبکہ بت اس کی اہلیت نہیں رکھتے یہ تو گونگے اور بہرے ہیں اور عاجز و لاچار بھی۔ اگلے جملہ کو قرآن کریم نے اس طرح نقل فرمایا ہے يَاأَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَالَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَدَدَ شَيْئًا۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام بت کو بازار لے گئے اور لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ کوئی شخص ایسی چیز کا خریدار ہے جو کسی کو نہ تو فائدہ پہنچا سکتی ہے اور نہ نقصان۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک عورت سے گفتگو:

بعض لوگوں کا بیان ہے کہ جناب ابراہیم علیہ السلام ایک راستہ سے گزر رہے تھے کہ ایک عورت نے کھڑکی سے منہ نکال کر آپ سے دریافت کیا کہ اے ابراہیم تمہارے چچا کہاں ہیں۔ آپ نے دریافت کیا، ان سے کیا کام ہے۔ اس عورت نے کہا کہ ان سے ایک (معبود) بت خریدنا ہے۔ آپ نے فرمایا مجھ سے کیوں نہیں خرید لیتیں۔ وہ عورت کہنے لگی کہ تم ہمارے ان معبودوں کو بُرا بھلا کہتے ہو جب کہ تمہارے چچا (آذر) ان کی مدح و ستائش کرتے ہیں۔ آپ نے اس عورت سے معلوم فرمایا کہ تیرا پہلا بت کیا ہوا کہنے لگی کہ اس کو رات چور لے گئے۔ آپ نے فرمایا کہ میں بھی تجھ سے اپنے پاس معبود کی تعریف کروں اور تجھے معبود کی صفات سے آگاہ کروں۔ اس عورت نے کہا مناسب ہے۔ تب آپ نے فرمایا کہ معبود ایسا ہونا چاہیے کہ وہ تیرا معین و مددگار ہو۔ اگر تو روٹی پکانا چاہے تو وہ تیرا تنور گرم کرے اور سالن پکانے کا ارادہ ہو تو چولہے میں آگ جلائے اگر تو گھر سے باہر جائے تو گھر میں تیری حفاظت کرے یہ سن کر اس عورت نے شرمندہ ہو کر گردن نیچی کر لی۔ تب آپ نے فرمایا، اگر ایسا معبود نہیں خریدتی تو ایک ایسے معبود کا پتہ بتاؤں اگر تو مصیبت میں ہو تو تیری اعانت کرے۔ اگر تو اسے پکارے تو تیری مدد کرے اور میدان تیہ میں گم گشتہ راہ لوگوں کی طرح ایک نظر ڈال کر ضلالت و گمراہی کی راہ سے ہدایت و رہنمائی کی راہ دکھائے اور ایسے مختار کل کی طرف توجہ کر دے جس کا ذکر زبان کی آرائش اور تن و جان کی آسائش کا سبب ہے۔

اس ضعیفہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ یہ باتیں آپ نمرود سے کیوں نہیں کہتے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نمرود سے کیوں کہوں اس ذات مقدس سے کیوں نہ کہوں جو نمرود اور نمرودیوں ہی کا نہیں بلکہ تمام مخلوق کا رب ہے۔ جب اس ضعیفہ (خریدار) نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی گفتگو سنی تو اس کا انشراح صدر ہو گیا اور اس نے آپ سے عرض کیا کہ ایسی مقدس ذات کے لئے کوئی مفتخر و معظم ہدیہ و تحفہ چاہیے اور میں تو ایک غریب عورت ہوں۔ یہ مرے لئے ممکن نہیں۔ جناب ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا، تم خاطر جمع رکھو وہ ذات اقدس تحفہ و تحائف سے بے نیاز ہے اس کی رحمت و رافت صرف ایک کلمہ کی ادائیگی سے حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ سنتے ہی اس کی مسرت کا ٹھکانہ نہ رہا اور فی الفور اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تلقین کردہ کلمہ پڑھ کر اللہ کی وحدانیت اور جناب ابراہیم علیہ السلام کی رسالت کا اقرار کر کے عرض کیا کہ اب اس آستانہ سے تا زندگی سر نہ پھیروں گی۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اس خریدار ضعیفہ عورت سے گفتگو کر کے گھر تشریف لائے تو دیکھا کہ آذر نے ایک اور بت تراش رکھا ہے اور اس کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نہایت شفقت سے اپنے چچا سے کہا: یَا اَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَالَا یَسْمَعُ وَلَا یُبْصِرُ وَلَا یُغْنِیْ عَنْکَ شَیْئًا۔ اے بزرگوار خود ساختہ چیزیں معبود ہونے کے قابل نہیں ہو سکتیں۔ آذر نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی باتوں سے تنگ آ کر بزعم خود ایسی بات کہی جس کا پورا ہونا امر محال تھا۔ لہٰذا اس نے کہا کہ اگر یہ بت تمہاری رسالت اور تمہارے خدا کی وحدانیت کی گواہی دے دیں تو میں تمہارا دین اختیار کر لوں گا۔ اگرچہ میں تمہارا بزرگ ہوں لیکن اس کے باوجود انکار کی زنار توڑ کر اطاعت کا پٹہ گلے میں ڈال لوں گا۔ یہ سنتے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں دست دعا اٹھائے رحمت الٰہی جوش میں آئی اور دعا بارگاہ قبول میں مستجاب ہوئی اور معبود کہلوانے والے بتوں نے اللہ کی وحدانیت اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نبوت کا برملا اظہار کیا اور زبان حال سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ ابراھیم خلیل اللّٰہ پڑھ کر حقانیت دین ابراہیمی کا اقرار کر لیا۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

وحدانیت و رسالت کا اقرار دفع مصائب کا سبب ہے:

آذر نے جب یہ معجزہ دیکھا تو بیساختہ کہہ اٹھے کہ اے ابراہیم فن بت تراشی میں لوگ میرے ہاتھ چومتے ہیں لیکن میں تمہارا یہ جادو دیکھ کر تمہارے قدم لیتا ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آذر کی یہ بات سن کر مایوسی کے انداز میں کہا کہ اے بزرگوار اپنے تراشے ہوئے یہ بت آپ مجھے دے دیں تاکہ میرے دل کو تسلی ہو جائے چونکہ میں خلیل اللہ ہوں لہٰذا ان کی لکڑی سے خلال کروں، کیونکہ کرم اور بخشش کا ظہور پتھروں سے لائق نہیں اور نہ ان سے توقع کرنا قرین قیاس بھی نہیں ہے۔ یہ سن کر آذر نے کہہ دیا جاؤ یہ بت میں نے تمہیں دے دیئے۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تبر ہاتھ میں لے کر بت خانہ آئے اور بتوں کی بڑائی دور کرنے کے لئے ان کو توڑنے کا ارادہ کر لیا۔ جیسے ہی مارنے کے لئے ہاتھ اٹھایا اسی وقت جناب جبرائیل تشریف لائے اور تبر کا دستہ پکڑ کر کہنے لگے، اے خلیل علیہ السلام ذرا ٹھہر جائیں اور ان پر ضرب نہ ماریں کیونکہ ان بتوں نے پتھر کا ہونے کے باوجود اللہ کی وحدانیت اور آپ کی رسالت کی تصدیق کی ہے اور اس کے اظہار کے لئے کلمہ شہادت پڑھ کر حقانیت اسلام کا اظہار کیا ہے۔ لہٰذا اس کا توڑنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

عزیزان گرامی! یہ بات قابل توجہ ہے کہ کسی پیغمبر کے معجزہ کے اظہار کی وجہ سے اگر کوئی ایک بار بھی کلمہ شہادت ادا کرے تو وہ ٹوٹنے اور پارہ پارہ ہونے یا کسی نقصان پہنچنے سے محفوظ

ہو جائے گا اور وہ مسلمان جس نے مسلسل ستر سال تک خالق کائنات کی وحدانیت کا اقرار کیا ہو اگر کل قیامت کے دن اس پر کرم خداوندی ہو جائے اور وہ ذلت و رسوائی سے محفوظ و مامون ہو جائے تو کیا تعجب ہے۔

* * *

سترہواں باب

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بُت شکنی

نمرود کو دعوت حق اور آتش نمرود

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

حضرت ابراہیم علیہ السلام اسلام کے محاسن وفضائل اور کفر کی برائیوں کے اظہار میں دن رات کوشاں رہتے تھے۔ جب لوگ اپنے خودساختہ معبودوں کے بارے میں آپ سے اہانت آمیز گفتگو سنتے تو جا کر آذر سے شکایت کرتے تو آذر اپنے بھتیجے (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کو سخت سست باتیں سناتا لیکن وہ جو کچھ بھی کہتا اس کا مناسب جواب پاتا۔

ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام سے قوم کے لوگوں نے کہا کہ تم نے یہ کیا دین ایجاد کیا ہے۔ اور اس کی وجہ سے باپ دادا کے دین کو بھی چھوڑ دیا ہے۔ وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْئًا۔ آپ نے فرمایا، تم مجھ سے اس خدا کے وحدہٗ لاشریک کے بارے میں دلیل طلب کرتے ہو۔ جس نے مجھے ہدایت کی راہ دکھائی اور مجھ پر قبولیت کے دروازے کھول دیئے اور مجھے تمہارے معبودان باطل سے مامون ومحفوظ فرمایا اور بتوں کی وجہ سے جو نقصان متوقع تھا وہ صفات وکمال الٰہی کی وجہ سے نہ پہنچ سکا۔ اب مناسب اوقات میں مجھے حکم ربی ملتا ہے کہ اے ابراہیم (علیہ السلام) اللہ کی وحدانیت کا پرچار کرو اور اس کی خوبیوں سے دوسروں کو آگاہ کرو۔

بتوں کو توڑنے کا واقعہ:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کسی ایسے موقع کے منتظر تھے جس میں بادشاہ ورعایا دونوں ایک جگہ جمع ہوں تاکہ تبلیغ دین کا موقع میسر آ جائے۔ حسن اتفاق کو عید مستقبل قریب میں آنے والی تھی لہٰذا آپ نے اس موقع سے پورا فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کر لیا۔

اس معاشرہ کا طریقہ کار یہ تھا کہ عید کے دن انواع واقسام کے پرتکلف کھانے پکاتے اور لباس فاخرہ لے کر بت خانہ جا کر ان کو حصول برکت کے لئے بتوں کے سامنے رکھ دیتے اور وہاں سے عیدگاہ چلے جاتے۔ واپسی میں آ کر اپنے کھانے اور لباس اٹھا لیتے اور ان کھانوں کو اس نیت سے کھاتے کہ یہ امراض سے شفایابی اور صحت میں اضافہ کا سبب ہوں گے۔ اسی طرح لباس کے متعلق ان کا عقیدہ یہ تھا۔ یہ لباس بتوں کی وجہ سے متبرک ہو گئے ہیں اور سال بھر تک ان کی وجہ سے برکتیں حاصل ہوتی رہیں گی۔

چنانچہ جب عید کی صبح آفتاب مسرتوں اور خوشیوں کا پیغام لے کر مطلع پر ظاہر ہوا اور اس کی روشنی سے کائنات عالم منور ہوئی۔ لوگوں نے عقیدت ومحبت کے ساتھ عید کی خوشیاں دوبالا کرنے کے لئے معمول کے مطابق بت خانوں کا رُخ کیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رواج کے مطابق اپنی علالت کا جواز پیش فرما کر ان کے ساتھ جانے سے معذوری کا اظہار فرمایا۔ آپ کو معلوم تھا کہ یہ لوگ شگون کی وجہ سے اپنے ساتھ

نہیں لے جاتے ہیں۔اسی وجہ سے اپنے نہ جانے کی وجہ بیماری بتائی۔

حسن اتفاق سے بت خانوں کے نگران آذر تھے جب انہوں نے دیکھا کہ بھتیجا (حضرت ابراہیم علیہ السلام) عیدگاہ جانے کا ارادہ نہیں رکھتا تو آذر نے بت خانہ کی چابیاں حضرت ابراہیم کے سپرد کیں اور انہیں ہدایت کی کہ وہ بتوں کی بہ تمام وکمال حفاظت کریں۔

ایک جماعت جو عیدگاہ کے لئے نکلی تھی وہ پہلے بت خانہ آئی۔ان سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تمہارے بتوں کی فکر میں ہوں اور ان کے ساتھ کچھ نہ کچھ کروں گا تَاللّٰہِ لَاَ کِیۡدَنَّ اَصۡنَامَکُمۡ بَعۡدَ اَنۡ تُوَلُّوۡا مُدۡبِرِیۡنَ۔ ان لوگوں نے اس بات کو امر محال سمجھ کر اس طرف کچھ توجہ نہ دی۔بعض حضرات نے کہا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات آہستہ کہی تھی لہٰذا انہوں نے یہ بات نہ سنی تھی۔لہٰذا جب بت خانہ خالی ہوگیا تو ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کے سامنے انواع واقسام کے کھانے قسم قسم کی شراب رکھی دیکھی۔تو طنزاً ان بتوں کو مخاطب ہو کر فرمایا: اَلَا تَاۡکُلُوۡنَ؟ یعنی تم کچھ کھاتے پیتے کیوں نہیں ہو۔دوبارہ فرمایا: مَا لَکُمۡ لَا تَنۡطِقُوۡنَ۔تم کس حالت میں ہو کہ بات بھی نہیں کرتے۔یہ بات فرمانے کے بعد آپ نے تبر اٹھایا اور بتوں کے توڑنے کا ارادہ کیا۔پہلے ان کے ہاتھ توڑے اور بعد میں تمام بتوں کو توڑ کر صرف بڑے بت کو چھوڑ دیا۔تبر کو بڑے بت کی گردن پر رکھ دیا تا کہ بعد میں جب سوال وجواب کا موقع آئے تو اس کا حوالہ دیا جائے۔

کہا گیا ہے کہ اس بت خانہ میں 73 بت تھے اور یہ سب کارروائی اس لئے کی کہ جب لوگ عیدگاہ سے آ کر معلوم کریں گے تو کہہ دیا جائے گا کہ تبر جس کے ہاتھ میں ہے،اس سے معلوم کیا جائے۔فَجَعَلَهُمۡ جُذٰذًا اِلَّا کَبِیۡرًا لَّهُمۡ لَعَلَّهُمۡ اِلَیۡهِ یَرۡجِعُوۡنَ۔ اس کارروائی سے فارغ ہو کر حضرت ابراہیم بت خانہ سے باہر تشریف لے آئے اور دروازہ بند کر دیا۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

بڑے بُت کا حلیہ:

بیان کیا گیا ہے کہ یہ بڑا بت سنہری تھا جس پر ہیرے جواہرات کی پچی کاری کی گئی تھی۔اس پر عمدہ قسم کے کپڑے ڈالے گئے تھے اور عزت واحترام کے اظہار پر ایک تخت پر رکھا گیا تھا۔اس مکان میں سنہری زرتار پردے لٹکائے گئے تھے اور اس بت کے ہاتھ پیروں میں قیمتی پردوں سے مزین زیورات پہنائے گئے تھے۔اس کی آنکھوں میں نفیس قسم کا یاقوت لگایا گیا تھا جس کی چمک دمک سے تاریکی دور ہو جاتی تھی۔اس کے قریب رکھے ہوئے بت چاندی کے اور اطراف کے عام لوہے کانسی رانگ اور لکڑی وپتھر کے تھے اور وہ تمام اس ترتیب سے رکھے گئے تھے کہ چھتیس اس بڑے بت کے دائیں جانب تھے اور چھتیس بائیں جانب۔

قصہ مختصر جب لوگ عیدگاہ سے واپس بت خانہ آئے تو دیکھا کہ ان کے معبودان باطل (بت) تبر کی چوٹ سے ریزہ ریزہ ہوگئے ہیں۔اس منظر کی تاب نہ لا کر انہوں نے شور وفغاں مچائی اور کہنے لگے۔مَنۡ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَاۤ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِیۡنَ۔ کون وہ ظالم ہے جس نے ہمارے بتوں کی یہ درگت بنائی ہے وہ لوگ جنہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی گفتگو سنی تھی اور انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ آپ عیدگاہ بھی نہیں گئے ہیں اس لئے انہوں نے یہ یقین کر لیا کہ یہ سب کچھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کیا دھرا ہے لہٰذا وہ نمرود کے پاس گئے اور بتوں کی حالت بیان کی۔نمرود نے ان سے معلوم کیا کہ وہ کون ہے جس نے ہمارے معبودوں کا یہ حشر کیا ہے تب ان لوگوں نے بتایا: سَمِعۡنَا فَتًی

یَذْکُرُھُمْ یُقَالُ لَھُمْ اِبْرَاھِیْم۔ ہم نے ایک نوجوان جن کا نام ابراہیم ہے اپنے خداؤں کو برا کہتے ہوئے سنا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ وہ لوگ تھے جنہیں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وہ جملہ سنا تھا۔ تَاللّٰہِ لَاَکِیْدَنَّ اَصْنَامَکُمْ بَعْدَ اِنْ تَوَلُّوْا مُدْبِرِیْنَ۔ لہٰذا نمرود نے جناب ابراہیم علیہ السلام کی طلبی کے احکام جاری کر دیئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نمرود کے دربار میں:

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نمرود کے دربار میں گئے تو رسم و رواج کے رواج کے مطابق آپ نے سجدہ نہ کیا۔ حالانکہ دربار کا رواج یہ تھا کہ ہر شخص دربار میں آنے کے بعد پہلے سجدہ کرتا۔ اس کے بعد گفت و شنید کرتا لیکن جب ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کو سجدہ نہ کیا تو نمرود نے ان سے سوال کیا کہ آپ نے مجھے سجدہ کیوں نہیں کیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اپنے پروردگار کے علاوہ کسی کو سجدہ نہیں کرتا۔ نمرود نے کہا، تمہارا پروردگار کون ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیِیْ وَ یُمِیْتُ۔ یہ سن کر نمرود نے کہا یہ تو میں بھی کرتا ہوں۔ اَنَا اُحْیِیْ وَ اُمِیْتُ اور اس کے ثبوت میں اس نے دو آدمی قید خانہ سے بلائے۔ ایک کو آزاد کر دیا اور دوسرے کو قتل کرا دیا اور کہنے لگا تم نے دیکھا کہ میں نے ایک کو حیات اور دوسرے کو موت دے دی، لیکن اس نادان نے اس بات کو نہ سمجھا کہ احیاء سے مطلب تخلیق ہے نہ کہ بقاحیات اسی طرح موت سے مراد روح کا نکلنا ہے نہ کہ کسی عمل سے روح و جسم کے تعلق کو منقطع کرنا۔ اس واقعہ کو دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خیال کیا کہ ان کی آنکھیں جوش تعصب میں اندھی، کان بہرے اور قلب مردہ ہو چکے ہیں۔ اب ان کو حق بات سمجھانا سخت مشکل ہے۔ لہٰذا آپ نے پروردگار کی مزید تشریح و توضیح کر کے فرمایا کہ تو نے اپنے اس فعل سے خود کو پروردگار کرنا چاہا ہے لیکن اس کی خصوصیات میں سے ایک صفت یہ بھی ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ المشرق فَاْتِ بِھَا مِنَ الْمَغْرِبِ۔ کہ اللہ تعالیٰ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو مغرب سے نکال دے۔ نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ بات سن تو متحیر رہ گیا۔ فَبُھِتَ الَّذِیْ کَفَرَ۔ اس موقع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس وحی آئی میرے عزت و جلال کی قسم قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک ایک مرتبہ سورج مغرب سے طلوع نہ کروں تا کہ اس نافرمان کا عجز اور میری قدرت کا اظہار ہو جائے۔

ایک روایت کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس اس وقت بحکم الٰہی جبرائیل امین علیہ السلام آئے تا کہ اگر نمرود حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یہ مطالبہ کرے کہ آپ سورج کو مغرب سے نکلوا دیں تو جبرائیل سورج کو مغرب سے نکلوا دیں کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے سورج پھیرایا گیا تھا جب کہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے حامل کی حیثیت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا رتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے بلند تھا۔ چونکہ نمرود حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ بات سن کر مبہوت ہو گیا تھا اس لئے اس نے ایسا کوئی مطالبہ نہ کیا لہٰذا باری تعالیٰ نے اس کو قرب قیامت کے لئے موخر فرما دیا۔ وَاللّٰہُ قَادِرٌ عَلٰی مَا یَشَآءُ۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے۔ جس چیز کو وہ چاہے اس گفتگو کے بعد نمرود نے حاضرین کے سامنے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دریافت کیا۔ مَنْ فَعَلَ ھٰذَا بِاٰلِھَتِنَا یَاِبْرَاھِیْم۔ اے ابراہیم (علیہ السلام) ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کس نے عمل کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: بَلْ فَعَلَهٗ کَبِیْرُھُمْ ھٰذَا۔ ان کے بڑے نے یہ سب کچھ کیا ہے۔ آپ نے مزید فرمایا: فَسْئَلُوْھُمْ اِنْ

كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ۔ اگر وہ (بت) بول سکتے ہوں تو انہی سے معلوم کرلو۔ حاضرین نے کہا کہ آپ جانتے ہی ہیں کہ بت بولتے نہیں ہیں اور کوئی کام بھی نہیں کرسکتے ان کی طرف اس کام کو منسوب کرنا قرین قیاس نہیں ہے۔ یہ سن کر ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَالَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَّلَا يَضُرُّكُمْ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ کیا تم ایسے خداؤں کی عبادت کرتے ہو جن سے نہ نفع ہوسکتا ہے اور نہ نقصان بلکہ وہ تو اپنے اوپر آنے والی مصیبت کو بھی دور نہیں کرسکتے۔ ایسے خداؤں کی عبادت کرنا قرین عقل نہیں ہے۔ مشرکین اس مسکت سوال کا کوئی جواب نہ دے سکے اور ان کی گردنیں شرم کے مارے جھک گئیں اور سب ذلیل وخوار ہوئے۔ اپنی شرم وندامت کو چھپانے اور اپنی بتوں سے نفرت دور کرنے کے بہانے تلاش کرنے لگے اور تجویز کیا گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو (خاکم بدہن) سزا دے کر ان کے فتنوں سے نجات حاصل کی جائے۔ نمرود نے کہا کہ سب سے پہلے تو ابراہیم (علیہ السلام) کو قید کردیا جائے۔ اس کے بعد اس نے اراکین سلطنت سے مشورہ کیا اور مشورہ سے یہ طے پایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جلادیا جائے۔ اس تجویز کو پیش کرنے والا قوم ثمود کا ایک بدبخت جس کا نام ہمیزان (علیہ اللعن) تھا جس پر سب نے اتفاق کیا لیکن وہ قدرت کے انتقام سے نہ بچا اور ذلت کی موت مرا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آتشِ نمرود:

مختلف اقوال کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام سات سال قید خانہ میں رہے۔ ادھر یہ باطل پرست انتہائی بدسلیقگی کے ساتھ اس آگ کو جلانے اور اس کے سلسلہ میں انتظامات میں لگے رہے۔ انہوں نے ایک احاطہ کی چاردیواری کی بنیاد رکھی۔ یہ جگہ ایک پہاڑی کے دامن میں تھی جس کی بلندی ساٹھ گز تھی۔ اس پہاڑ پر ایک منادی ندا دیتا تھا کہ نمرود کے حکم کے مطابق ہر شخص ایک معین مقدار میں ایندھن مہیا کرے اور جو مرد و عورت بڑا اور چھوٹا اس حکم سے سرتابی کرے گا اس کو ابراہیم (علیہ السلام) کے ساتھ آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ قصہ مختصر یہ کہ چالیس یا اس سے بھی زیادہ دن تک ایندھن جمع کیا جاتا رہا۔ بیان کیا گیا ہے کہ کوئی جانور ایندھن کو نہ لے جاتا۔ اگر کسی جانور پر اس کو زبردستی بار کردیا جاتا تو وہ اس کو گرادیتا یا خود گر پڑتا۔ صرف ایک جانور خچر اس کام کو انجام دیتا رہا اسی وجہ سے قدرت الٰہی سے اس کی نسل کو بانجھ کردیا گیا اور وہ نسل نیست ونابود ہوگئی۔

مشرکین کی جماعت کے افراد بعض تو نمرود کے خوف سے بعض حضرت ابراہیم علیہ السلام سے دشمنی کی بناء پر اور بعض اپنے دینی ورد اور ذوق کے مطابق ثواب کے لئے ایندھن جمع کرتے رہے۔

بیان کیا گیا ہے کہ ایک بوڑھی مشرک بیمار عورت نے نذر مانی تھی کہ اگر وہ صحت یاب ہوگئی تو اتنی کثیر لکڑیاں دے گی جو اس پہاڑ کی چوٹی کی اونچائی کے برابر ہوں گی اور یہ عہد اس نے سب سے بڑے بت کے سامنے قسم کھا کر کیا تھا اور اب وہ اپنے عہد کو پورا کرنے سے روگردانی کر رہی تھی۔ اس کی طرح اور بہت سی عورتوں نے اپنے معبودوں کی خوشنودی کی خاطر رسیاں بٹتیں اور ان کو فروخت کرکے لکڑیاں جمع کرتی تھیں۔

لکڑیوں کی مقدار اور آگ کی کیفیت:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلانے کے لئے تقریباً بارہ مربع میل میں لکڑیاں جمع کی جن کی بلندی اس پہاڑ کے برابر تھی۔ آخر کار

انہوں نے اس ڈھیر میں آگ لگائی۔ جس کے شعلے اتنے بلند ہوئے کہ وہ ملک شام میں نظر آتے تھے اور یہ آگ موجودہ شہر کوفہ کے نواح میں جلائی گئی تھی اور اس آگ کی چیخ کی آواز ایک دن کی مسافت کی دوری سے سنی جاتی تھی۔ اس آگ کی شدت کا عالم یہ تھا کہ فضا میں جو پرندہ اوپر سے گزرتا وہ اس کی حدت سے جل بھن کر کباب ہو جاتا۔

طبری کی روایت کے مطابق وہ آتش گاہ دس فرسنگ (ایک فرسنگ چار ہزار گز کا ہوتا ہے) کے احاطہ میں تھی جس کے گرد چہار دیواری کھینچی ہوئی تھی اور اس میں جلانے کے لئے مسلسل ایک سال تک ایندھن جمع کیا گیا تھا۔ جب وہ احاطہ لکڑیوں سے بھرا تھا۔ دوسرے مورخین نے بھی اس کی مثل اپنی روایات بیان کی ہیں۔

حاصل کلام جب آگ خوب روشن ہوگئی تو لوگ اس کو دیکھنے کے لئے آتے اور جوش تعصب میں اظہار مسرت کرتے۔ نمرود نے بھی اس کا نظارہ کرنے کے لئے ایک جگہ بنائی تھی۔

القصہ جب اس کی حدت عالم شباب کو پہنچی تو وہ تاج پہن کر پانچ ہزار فوجی ہندی تلواریں (جن کی چمک آفتاب کی روشنی کو شرمائے کے جلو میں لئے برآمد ہوا۔ اس کے ہزاروں خنجر بکف غلام تھے اور ستر ہزار سپاہی صبار فتار سواریوں پر سوار یاقوتی جوشن پہنے راستہ میں کھڑے تھے۔ اس شان وشکوہ کے ساتھ نمرود کی سواری آتش گاہ کی طرف چلی۔ قریب پہنچ کر نمرود نے دو آدمیوں کو حکم دیا کہ اب ابراہیم (علیہ السلام) کو جیل خانہ سے لے کر آئیں وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس انداز سے مجمع میں لائے کہ آپ کے دست مبارک میں ہتھکڑیاں پیر میں بیڑیاں اور گردن میں طوق پڑا ہوا تھا۔ ادھر حضرت ابراہیم علیہ السلام بے خوف وخطر یقین محکم کے ساتھ طوق وسلاسل سے بے پروا چلتے رہے۔

حاضرین ان کے حال پر متاسف اور رنجیدہ تھے لیکن آپ فرحان وشاداں لوگوں کے دل رنجور لیکن آپ ماحول سے بے پروا خالق و مالک خدائے ذوالجلال کی جانب متوجہ تھے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نمرود کے پاس لائے گئے تو اس مردود نے آپ سے کہا کہ اے نوجوان خود کو کیوں ہلاکت میں ڈالتے ہو بہتر یہ ہوگا کہ اپنے باطل دین کو چھوڑ کر میری خدائی کا اقرار کرلو اور اپنے فاسدہ عقائد کو چھوڑ دو تا کہ تمہیں اس عذاب سے نجات حاصل ہو جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ آگ خالص سونے کو نہیں جلاتی۔

بعض اہل اشارت نے کہا ہے کہ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تبسم کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس وقت اس تصور میں تھے کہ جذبہ وشوق کی جو آگ میرے سینے میں روشن ہے اگر اس کی ایک چنگاری بھی تمہاری اس آگ پر ڈال دی جائے تو وہ اس تمام ہنگامہ کو مع اس آگ کے نیست ونابود کردے۔

شیخ نجدی کا کارنامہ:

جب اس آگ کی لپٹیں نکلنی رک گئیں اور انگارے دھیمے ہونے لگے تو اس سے مشرکین بہت متعجب ہوئے۔ ادھر انہیں یہ بھی فکر تھی کہ اس آگ کے قریب تو کوئی جا نہیں سکتا پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس میں کس طرح ڈالا جائے۔ اس وقت شیخ نجدی (ابلیس لعین) ایک پیر مرد کی

شکل میں بزرگانہ لباس میں ملبوس چادر کاندھے پر ڈالے نمرود کے پاس آیا۔ نمرود نے اس سے دریافت کیا کہ تو کون ہے۔ اس نے کہا کہ میں بیس سال سے تمہارا خدمت گزار ہوں اور اب جنگل میں تمہارے لئے دعائیں کرتا ہوں۔ مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ تمہاری رعیت میں سے ایک جادوگر نے تمہارے دین میں فتنہ گری شروع کی ہے جس کے جلانے کا تم نے انتظام کیا ہے لیکن اس کو آگ میں ڈالنے کا کوئی طریقہ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ چونکہ مجھے اس سلسلہ میں کافی مہارت حاصل ہے لہٰذا میں اس کے لئے طریق کار سے مطلع کرنے حاضر ہوا ہوں۔ نمرود نے شیخ نجدی ابلیس کی آمد کو فال نیک تصور کیا اور بہت خوش ہوا۔

ابلیس نے اپنی سعادت مندی کے دور میں دوزخ میں منجنیق دیکھی تھی اور اس کو اس کے بنانے کا طریقہ بھی معلوم تھا۔ اس لئے اس نے لمبی لمبی لکڑیاں منگائیں۔ رسیاں لنگر اور گوپھیں منگا کر منجنیق بنائی اور اس میں ایک پتھر رکھ کر آگ میں پھینکا۔ اس منظر کو دیکھ کر تمام حاضرین نے داد تحسین دی اور ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کے لئے یہ طریقہ بہت مناسب سمجھا گیا۔ لہٰذا آپ کا لباس اتار کر عریاں کر کے منجنیق کے گوپھن میں رکھ دیا گیا اور ایک جماعت تن و توش والی آگے بڑھی اور گوپھن کی رسی کو کھینچ کر آگ میں پھینکنے کی تیاری کی۔ ادھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قلب مبارک میں عشق الٰہی کی آگ کو تیز تر کیا جس کے آگے مجازی آگ کی لپٹیں ماند پڑ گئیں اور آپ نے خالق عالم کی طرف لو لگائی۔

اسی وقت ساکنان ہفت آسمان وزمین، بحر و بر اجبال و اطراف میں اس خلیل خدا جل جلالہٗ کے نازنین اور خلیل علیہ السلام کے رنج میں آہ و بکا میں مبتلا ہوئے اور بارگاہ الٰہی میں التجا کرنے لگے۔ اے باری تعالیٰ خطہ زمین پر صرف یہی تیرا نام لیوا انسان ہے جو تیری ذات اقدس سے تعلق خاطر رکھتا ہے۔ کیا تو گوارا فرماتا ہے کہ اس کے ساتھ تیرے یہ نافرمان بندے ظلم و ستم کریں اگر تیری اجازت ہو تو ہم اس نیک بندہ کی مدد کریں۔ باری تعالیٰ نے فرمایا اگر وہ تمہاری طرف رجوع ہو تو تم اس کی مدد کر سکتے ہو۔

ملائکہ کی پیشکش رد ہو گئی:

اسی وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ایک فرشتہ حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ اے نبی اللہ میں ہوا کا فرشتہ ہوں اگر آپ فرمائیں تو میں ان پر ہوا کو مسلط کر دوں۔ جس طرح میں نے ہوا کے عذاب سے قوم عاد کو سزا دی تھی ان کو بھی سزا دوں اور یہ نیست و نابود ہو جائیں۔ اور اس آگ کے دہکتے ہوئے کوئلوں کو منتشر کر دوں۔ دوسرے فرشتے نے آ کر عرض کیا کہ میں پانی پر متعین ہوں اگر فرمائیں تو اس آگ کو سرد کر کے ان سب کو غرق کر دوں۔ تیسرے نے عرض کیا میں زمین پر متعین ہوں اگر فرمائیں تو میں اس خطہ زمین کو پلٹ دوں۔ ان فرشتوں کی گفتگو سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: خلوا بینی و بین خلیلی حتی یفعل مایشاء۔ میرے اور میرے معبود کے درمیان حائل نہ ہو میں اس کی مرضی پر صابر و شاکر ہوں۔

اگر وہ ذات اقدس مجھے اس عذاب سے نجات عطا فرمائے تو اس کا فضل و احسان ہوگا لیکن اگر مجھے ہلاکت میں مبتلا فرمائے تو میری خطاؤں کا ثمرہ اور میری طاعت و عبادت میں کمی یا اس میں کسی نقص کا سبب ہوگا اگر وہ اپنی ربوبیت کی مصلحتوں کی وجہ سے مجھے باقی رکھے گا تو اس کا شکر ادا کروں گا اور اگر میری بندگی کی وجوہ سے اس میں مبتلا فرمائے تو صبر کروں گا۔

اے ملائکہ مقربین قبل ازیں کہ نمرود مجھے منجنیق کے ذریعہ اس عقوبت کی آگ میں جلانے کے لئے ڈالے میں نے پہلے ہی اپنے دل کو بندگی کی منجنیق میں رکھ کر محبت کی آگ میں ڈال دیا ہے تاکہ میرا جسم نمرود کے انتقام کی آگ سے جل جائے اور میرا دل اس عالم میں عشق وشوق کی بھڑکتی آگ سے روشن ہو کر محبت کی مجلس میں فروزاں رہے۔

توکل کا شاندار مظاہرہ:

القصہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام منجنیق کی گوپھن سے نکل کر آگ کے قریب آئے تو جناب جبرائیل علیہ السلام آئے اور عرض کیا: **هل لك من حاجة**۔ ''اے ابراہیم کوئی ضرورت ہے۔'' اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جواب قابل توجہ ہے۔ **اما اليك فلا**۔ تم سے کوئی حاجت نہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے یہ سن کر کہا کہ جس سے حاجت رکھتے ہیں تو اس سے طلب کیوں نہیں فرماتے۔ کیونکہ اس سے زیادہ مصیبت کا وقت اور ہولناک مقام کونسا ہوگا۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: **علمه بحالي حسبي من سوالي**۔ اس خالق کو میرے حال کا علم ہے اور وہ میرے سوال سے مستغنی ہے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ماسوی اللہ سے قطع تعلق کر کے صرف مالک ومختار کو تمام امور سپرد کر دیئے تو اس مالک ومختار نے بھی ان کے تمام امور کو باحسن وجوہ انجام دلا دیا اور اس مرحلہ پر آگ کو حکم ہوا: **یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِیْمَ**۔ اے آگ ابراہیم کے لئے سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہو جا۔

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے **علمه بحالي حسبي من سوالي** فرمایا تو جبرائیل امین نے عرض کیا کہ جس سے آپ لو لگائے ہیں اس سے اپنی ضرورت کیوں بیان نہیں کرتے تو آپ نے فرمایا جب دوست دوست کو جلانا ہی چاہتا ہے تو زندگی کس کام کی۔ اسی وقت خطاب ربانی ہوا: **یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا**۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جبرائیل علیہ السلام سے مشورہ کیا کہ اس ذات سے کیا طلب کروں۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا اپنے نفس کو طلب فرمائیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: **نفس معيوبه**۔ ''میرا نفس عیب رکھتا ہے۔'' اور ایسے نفس کا ایسی بے عیب ذات سے طلب کرنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔

جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ روح کو طلب فرمائیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ روح تو اس کی طرف سے عاریت ہے لہٰذا ایسی چیز مانگی نہیں جا سکتی۔

جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ دل کو طلب فرمائیں۔

جناب ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ دل بھی اسی کا دیا ہوا ہے اور اس کے حق کا طلب کرنا مستحسن نہیں معلوم ہوتا۔

جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ آگ سے نجات طلب کریں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کا جواب اس طرح دیا کہ من اوقد نارا۔ آگ کو کس نے جلایا تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا، نمرود نے۔ آپ نے فرمایا کہ نمرود کو کس نے اس کام کی طاقت دی۔ جبرائیل امین نے کہا کہ اللہ کریم نے۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا :الخلیل راض بحکم الجلیل ۔ ''خلیل جلیل کی رضا میں راضی ہے۔'' اس گفتگو کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جبرائیل امین علیہ السلام سے معلوم کیا۔ دوست کو معلوم ہے کہ مجھ پر کیا گزر رہی ہے۔ جبرائیل نے کہا بے شک۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: علمه بحالی حسبی من سوالی الامن النفس دعوی والامن نمرود شکوی ولا من النار بلوی ولا اطلب سری الموالی۔ اس کو میرے حال کا علم ہے وہ میرے سوال سے واقف ہے۔ مجھے اپنے نفس پر کوئی دعویٰ نہیں نہ نمرود سے کوئی شکوہ اور نہ دوزخ سے کوئی شکایت اور میں کس سے اپنے مطلب کی بات اپنے مولیٰ کے سوا کس سے طلب کرتا ہوں۔ اس وقت خطاب آیا، اے آگ جب ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے دل سے سب کچھ نکال کر ماسوی اللہ سے ترک تعلق کر لیا تو بھی اپنی فطرت بدل دے اور اے آگ تو ابراہیم (علیہ السلام) کے لئے سلامتی کے ساتھ سرد ہو جا۔

ایک روایت میں ہے کہ جب جناب جبرائیل علیہ السلام سے عرض کیا: هل لك من حاجة خلیل علیہ السلام نے فرمایا، اے جبرائیل علیہ السلام میں نے خود کو اس کے پاس بیچ ڈالا ہے اور قبولیت کے وقت کا منتظر تھا۔ اب وہ وقت آ گیا ہے اب سوائے اس کے کہ اس کے سپرد تمام امور کر دوں۔ القصہ جب آگ سے یٰنَارُ كُونِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا کا خطاب ہوا اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اپنا پیر آگ پر مارا جس کی وجہ سے باختلاف روایت چالیس یا اسی مربع گز زمین گل و گلزار ہو گئی۔ اس میں نسیم سحر کی طرح پر فضا ہوائیں چلنے لگیں۔ برگ و شجر فرط مسرت سے وجد میں آنے لگے اور زبرجدی تخت نظر آنے لگے ادھر قمریوں نے فانظروا الیٰ آثار رحمت اللہ کے ترانے گانے شروع کر دیئے۔ خوش نوا جانوروں نے تسبیح و تقدیس کے گانے گائے جس کے اثر سے آگ میں نفیس ترین پانی کا جسم نمودار ہوا اور ایک لباس بہشت بریں سے آیا۔ ایک اور روایت کے مطابق دو جنتی لباس حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آئے اور ایک خیمہ جنت سے لا کر اس گلزار میں نصب کیا گیا جس کے گردا گرد پھلواری لگائی گئی اور اس کی ترتیب و تزئین کی گئی۔ ایک تخت بچھایا گیا جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بٹھا کر جبرائیل و میکائیل علیہم السلام ان کے دائیں بائیں کھڑے ہوئے اور ایک فرشتہ جو خلیل علیہ السلام کی شبیہ پر تھا بھیجا گیا جو ایک ہاتھ سے جبین خلیل سے پسینہ صاف کرتا اور دوسرے ہاتھ سے پنکھا جھل رہا تھا۔ ان تمام انتظامات کے علاوہ باری تعالیٰ نے جناب خلیل علیہ السلام اور آگ کے درمیان برف کی دیوار حائل کر دی تاکہ آگ کی حرارت آپ تک نہ آ سکے۔ اسی طرح دونوں وقت بہشتی کھانے حضرت اسرافیل علیہ السلام لاتے رہے۔ اس طرح تین یا سات دن گزرے تو نمرود نے اس جگہ پر جو اس نے آگ کا منظر دیکھنے کے لئے بنائی تھی آ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا۔ کہا گیا ہے کہ اس کو (نمرود) کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حال معلوم کرنے کی ضرورت یوں پیش آئی کہ نمرود نے خواب دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں صحیح سلامت ہیں۔ صبح کو اس نے درباری کاہنوں سے خواب کا ذکر کیا تو وہ کہنے لگے، تعجب کی بات ہے اگر پہاڑ کے مضبوط پتھروں کو اس آگ میں ڈالا جاتا تو وہ بھسم ہو جاتے اور اس کی حدت کی تاب نہ لا سکتے۔ نمرود نے کہا، میرا گمان یہ ہے کہ ابراہیم (علیہ السلام) سلامت ہیں۔ اس گفتگو کے بعد جب نمرود اس بالا خانہ پر آیا اور اس آتشیں احاطہ پر نظر ڈالی تو وہاں ایک نورانی قبہ نظر آیا جہاں ایک تخت پر حضرت ابراہیم علیہ السلام شان و

شکوہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں اوران کا ایک شبیہ ان کی برابر بیٹھا ہوا ہے اوراس خیمہ کے اطراف وجوانب سبزہ اگا ہوا ہے جہاں پھلواری لگی ہے۔ ہر طرف بہار نظر آ رہی ہے اور آب حیات کا چشمہ موجزن ہے۔ نمرود نے جب یہ حالت دیکھی تو اس کو یقین نہ آیا کیونکہ یہ تمام حالات قرین قیاس نہ تھے اور نفس انسان اس ماحول میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ پیش آنے والے واقعات پر یقین کرنے کو تیار نہ تھی لہٰذا اضطراری حالت میں اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پکار کر دریافت کیا کہ اے ابراہیم! تم نے اس ہلاکت خیز ماحول سے کیونکر نجات پائی اور آسائش و آرام کے انتظام کس طرح ہوگئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا: هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ۔ نمرود نے دوبارہ دریافت کیا کہ تمہارے ساتھ دوسرا شخص کون ہے۔ فرمایا، یہ اللہ کا بھیجا ہوا فرشتہ ہے جس کو سایہ کے فرشتہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے میری موانست کے لئے بھیجا ہے۔ یہ سن کر نمرود کہنے لگا بڑا صاحب قدرت معبود رکھتے ہو جس نے اپنی با اختیار حاکمیت کا مظاہرہ اس طرح فرمایا ہے۔ اے ابراہیم (علیہ السلام) کیا تمہارے لئے یہ ممکن ہے کہ تم آگ سے باہر آ جاؤ۔ آپ نے فرمایا، بالکل آسانی کے ساتھ اور اسی وقت قدم مبارک اٹھایا اور دہکتے ہوئے انگاروں میں سے گزرتے ہوئے نمرود کے پاس تشریف لے آئے۔

ایک روایت کے مطابق جب نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معجزہ دیکھا تو اس پر ہیبت و دبدبہ طاری ہو گیا۔ اسے انتہائی تعجب ہوا۔ اسی کیفیت کے زیر اثر وہ خود اپنی نشست سے اٹھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آگے سر بسجود ہو گیا اور کہنے لگا کہ میں تمہارے پروردگار کا تقرب چاہتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں قربانی پیش کرنے کی خواہش رکھتا ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ تقرب الٰہی حاصل کرنے کے لئے قربانی نہیں بلکہ ایمان کی ضرورت ہے اگر تم تقرب الٰہی حاصل کرنا چاہتے ہو تو قربانی دینے سے پہلے میرے دین کا اتباع کرو ورنہ تمہارا کوئی نیک عمل مقبول نہ ہوگا۔ نمرود کہنے لگا کہ میں اپنی سلطنت و دولت و ثروت و راحت سے روگردانی نہ کروں گا لیکن تمہارے ذریعہ اس پروردگار کے آثار قدرت دیکھ کر البتہ اظہار نیازمندی کرتا رہوں گا۔ حضرت ابراہیم کے کہنے کے مطابق اس نے چار ہزار گائیں اور دوسری روایت کے مطابق چالیس ہزار گائیں، چار ہزار بکریاں اور اونٹ اس نے بارگاہ الٰہی میں قربان کئے۔ نمرود کے ایمان سے مشرف ہونے میں اس کے درباری اور حاشیہ نشین مزاحم ہوئے اور اس کو بہکانے لگے۔

ایک روایت کے مطابق نمرود نے ابراہیم علیہ السلام سے کچھ مہلت طلب کر لی اور اپنے ایک معتمد وزیر جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا رشتہ میں چچا بھی لگتا تھا، مشورہ کیا تو وہ کہنے لگا کہ پہلے تم زمینی مخلوق کے معبود تھے اس کے بعد عالم بالا کی مخلوقات کے معبود بھی ہو گئے۔ اب اگر تم اپنے منصب کو چھوڑ کر معبود سے عابدین بن جاؤ تو یہ تمہارے لئے مناسب نہ ہوگا۔ نمرود کو اس کی بات مناسب معلوم ہوئی اور اس نے اپنے ارادہ میں تبدیلی کر لی۔ مہلت کی مدت گزرنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نمرود کے پاس تشریف لے گئے اور ایفائے وعدہ کے لئے فرمایا۔ نمرود آپ کے ساتھ نہایت عزت و احترام کے ساتھ پیش آیا اور کہنے لگا کہ اب ایمان و تصدیق الٰہی میں کچھ توقف ہو گیا ہے اور اس میں مزید وقفہ لگے گا۔ چنانچہ وہ اپنی شیطنت اور بداعمالیوں کی وجہ سے جہنم کے ابدی عذاب میں مبتلا ہونے کے لئے مر گیا۔ ادھر حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بذریعہ وحی مطلع فرمایا کہ وہ اب نمرود کے پاس نہ جائیں۔

جب لوگوں نے ابراہیم علیہ السلام کی یہ شان و شوکت اور نصرت الٰہی کو دیکھا تو ایک جماعت ان کی متبع ہوئی اور دولت ایمان سے مشرف ہوئی۔ اسی دن سارہ خاتون جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی چچازاد بہن تھیں (یاران کی بیٹی) مشرف بہ اسلام ہوئیں اور اسی دن حضرت لوط علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نبوت و رسالت کی تصدیق فرمائی۔ نمرود کے متبعین کی ایک جماعت کے ایمان لانے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب مبارک کو اطمینان ہوا اور نمرود اور اس کی جماعت کا خوف قلب مبارک سے جاتا رہا۔

آتشِ نمرود اور علمی لطائف

آگ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نجات کے سلسلہ میں یہ حکمت بیان کی گئی ہے کہ جب آپ نے ھٰذَا رَبِّیْ فرمایا اس وقت آپ کا قلب مبارک اور باطن نور الٰہی سے منور تھا اور آپ نے اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ فرمایا لہٰذا ظاہر کو آگ سے روشن کیا گیا اور اس آگ کو آپ پر گل و گلزار بنایا گیا۔ دوسری بات یہ کہ جب روز الست ملائکہ نے اپنی تعریف اور دوسروں کی قدح میں کہا تھا۔ وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ہم تیری تسبیح و تحمید و تقدیس کے زیادہ سزاوار ہیں۔ اس لئے رب تعالیٰ کی رحمت اس امر کی متقاضی ہوئی کہ فرشتوں کو انسانوں کے مراتب علیا سے خبردار کیا جائے اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈلوا کر اپنی تسبیح و تحمید سے غافل نہ کیا اور فرشتوں کو بتا دیا کہ تم نوری فضا میں تسبیح و تمہید کرتے ہو دیکھو میری یہ مخلوق آگ میں بھی میری تسبیح سے غافل نہیں اے فرشتو تم خود مشہود میں مصروف تسبیح ہو تو ابراہیم نار نمرود میں مشغول عبادت ہیں۔ اس طرح خالق و مالک نے اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ کی حقیقت کو واضح کر دیا۔

دوسری بات یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں جاتے ہوئے خوف زدہ تھے اور اس وقت زبان مبارک پر لفظ اواہ جاری تھا۔ اسی لئے حق تعالیٰ نے انہیں اس سے خطاب فرمایا۔

1- اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِیْمٌ۔ اس کے بعد انہیں آگ میں داخل کیا اور آگ کو ان پر سرد کر کے یہ بتا دیا کہ خوف آگ سے نہیں بلکہ آگ کو پیدا کرنے والے سے ہے۔

2- آگ کو اللہ تعالیٰ کا حکم الٰہی کے سلسلہ میں یَا نَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر اس حکم میں سلاماً کا لفظ نہ ہوتا تو آگ اتنی سرد ہو جاتی کہ اس کی ٹھنڈک تکلیف کا سبب بن جاتی۔ سلاماً کی وجہ سے وہ حد اعتدال سے نہ بڑھی۔

اے عزیز یہاں یہ نکتہ قابل غور ہے کہ یہاں حرارت و برودت ایک جگہ جمع ہوئیں اسی لئے خطاب الٰہی اس طرح ہوا: یَا نَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ۔ یہ قاعدہ ہے کہ جب حرارت و برودت ایک جگہ اکٹھی ہو جاتی ہیں تو ماحول معتدل ہو جاتا ہے اور یہی اعتدال نشو و نما کا سبب بنتا ہے لہٰذا آس پاس کی وہ تمام شاخیں جو جھلس گئی تھیں سرسبز و شاداب ہو گئیں اور درختوں کے پتے اور پھل جو خشک ہو گئے تھے تر و تازہ ہو گئے۔ بندہ مومن کا دل بھی اسی طرح اجتماع ضدین ہے۔ ایک خوف جو آتش دوزخ کی حرارت کی نشان دہی کرتا ہے، دوسرا رجا کہ اس کی ٹھنڈک

اور مسرت جنت کی پُر کیف اور حیات بخش ہواؤں کی حکایت بیان کرتی ہے۔ چنانچہ روز قیامت جب یَوۡمَ تُبۡلَی السَّرَآئِرُ کا اظہار ہوگا اور بندہ مومن کو وَاِنۡ مِّنۡکُمۡ اِلَّا وَارِدُھَا کی بشارت ملے گی لیکن جب عالم برزخ میں دوزخ کے عذاب کا تصور اور وہاں سے گزر ہوگا اس وقت خوف کی حرارت اور رجا کی ٹھنڈک مجتمع ہو کر اس کو دوزخ کی آگ میں جلنے سے باز رکھیں اور وہ آگ حقیقت میں گلستان میں تبدیل ہو جائے گی اور دوزخ بہشت کی طرح روح وریحان میں تبدیل ہو جائے گی۔

3- ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے لوگوں کے خود ساختہ معبودوں کو عیب دار کیا تھا لہٰذا اس دن (آگ میں ڈالے جانے کے دن) ان کے تمام متبعین بدلہ لینے کے لئے میدان عمل میں آ گئے اور اپنے باطل دین کے تحفظ کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دی۔

لیکن وہ بندہ موحد مومن جس نے پچاس سال تک اللہ کی وحدانیت کا اقرار کیا ہو اگر اس کو سزا کے طور پر ایک دن عذاب نار کا سامنا کرنا پڑے اس دن اللہ کے تمام فرشتے اور نبی اس ذات کی شفاعت کے لئے میدان میں آ جائیں کیونکہ یہ تمام اس کے دین کی بقا اور تحفظ کے لئے سرگرم عمل رہے تھے اور دین اسلام کی ترویج وترقی کے لئے کوشش کرتے تھے اور اس کی سفارش کے سلسلہ میں بارگاہ احدیت میں معروضات بھی پیش کریں گے لہٰذا اللہ تعالیٰ ان کے معروضات کو بندہ مومن کے حق میں قبول فرمالے گا اور بندہ مخلص کو عذاب نار سے نجات عطا فرما دے گا اور یہ نعمت رب کریم کی لاکھوں دوسری نعمتوں کے علاوہ اگر نصیب ہو جائے تو کیا تعجب کی بات ہے۔

4- منقول ہے کہ جب آگ سے یٰنَارُ کُوۡنِیۡ بَرۡدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤی اِبۡرٰهِیۡمَ فرمایا گیا تو ایک قول کے مطابق شب وروز دوسری روایتوں کے مطابق چالیس یا ستر دن تک دنیاوی آگ میں سے حرارت ختم ہو گئی۔ آگ تو موجود تھی لیکن اس کی اصل صفت جلانا اس سے معدوم ہو گئی تھی۔ اس وقت خالق کائنات کی حاکمیت کا ایک اور اندازہ ہوا جب کہ خالق عالم صرف اس آگ سے فرمایا جس کو نمرود نے بلوایا تھا لیکن اس کے علاوہ دنیا میں جلنے والی تمام آگ بھی نار نمرود کی طرح سرد ہو گئی کہ رنگ تو باقی رہ گیا لیکن اصل ماہیت ختم ہو گئی۔

5- بیان کیا گیا ہے کہ نمرود کے ساتھیوں نے جب ابراہیم علیہ السلام کو سخت بندشوں میں جکڑ کر اور زنجیروں میں باندھ کر آگ میں ڈالا تھا اس وقت آگ سے رب تعالیٰ نے فرمایا تھا: یا نار خذ من ابراہیم نصیب اعداہ ولا تعرضیلی۔ اے آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دشمنوں سے بدلہ لے اور میرے خلیل سے تعرض نہ کر۔ اے آگ وہ پھندے اور زنجیریں جو جسد ابراہیم علیہ السلام پر کسی گئی ہیں انہیں نہ ہلا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بالکل تکلیف نہ پہنچا اور ان کے بارے میں کوئی تعرض اور تصرف نہ کر۔ سرور کائنات نبی آخر الزمان ﷺ نے فرمایا: نصیب امتی من نار جهنم كنصيب ابراهيم من نار۔ نمرود بن کنعان میری امت آگ کے عذاب سے ایسے ہی نجات حاصل کرے گی جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نار نمرود سے ہوئی تھی۔

اس دن جب بندہ مومن متبع ملت محمدیہ ﷺ کو دوزخ میں ڈالنے کے لئے لایا جائے گا اس وقت آگ کو حکم ہوگا کہ جسم مومن پر شیطان کے مکر وفریب کی وجہ سے جو یہ پھندے کسے ہوئے ہیں ان سے زیادہ تعرض نہ کرنا اور میرے بندے جلانے اور اس کو جدا کرنے کے لئے ہاتھ نہ بڑھانا بلکہ اس ہاتھ کو تنگ کرنا تاکہ بندہ مومن دوزخ سے نجات حاصل کرے۔ اس کے تمام گناہ جل جائیں اور اس کو کوئی تکلیف واذیت نہ ہو۔

6- کہا گیا ہے نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے سے قبل گھوڑے کے بالوں کی رسّی سے باندھ لیا لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس بندش کو نبوت کی خداداد طاقت سے توڑ دیا۔ نمرود نے کہا اب ریشمیں ڈوریوں سے باندھا جائے گا لہٰذ جب ریشمیں ڈوریوں سے باندھا گیا تو اس کو بھی آپ نے توڑ دیا۔ تیسری مرتبہ آپ کو گائے کی کچی کھال کی رسی کاٹ کر اس سے باندھا گیا اور آپ کو دھوپ میں بٹھا دیا، لیکن آپ نے اس کو بھی پارہ پارہ کر دیا۔ یہ حالات دیکھنے کے بعد فولادی زنجیر بنائی گئی لیکن ایک ہی جھٹکے میں اس کو بھی توڑ ڈالا۔ اس وقت جناب شیخ نجدی ابلیس لعین نے نمرود سے کہا کہ اگر انہیں روئے زمین کے تمام باندھنے والے سامان سے باندھ دیا جائے تب بھی وہ اسے اپنے زور بازو سے **فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا**۔ اس کو توڑ دیں گے۔ تب نمرود نے اپنے مشیر اعلیٰ ابلیس سے دریافت کیا، بتاؤ اب ان کو باندھنے کی سبیل کیا ہوگی۔ اس سلسلہ میں دو قول ہیں۔ پہلا یہ کہ ان کو جس سے چاہو باندھو اور باندھتے وقت یہ کہہ دینا کہ وہ مرتبہ خلت جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حاصل ہے یہ بندشیں آزاد نہ ہوں۔ الغرض ایسا ہی کیا گیا اور وہ بندشیں نہ ٹوٹ سکیں۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی، الٰہی یہ بندشیں میری خلت کے واسطہ باندھی گئی تھیں۔ اس وقت ندا آئی کہ اگر خلت کے نام پر باندھی گئی ہیں تو اسی منصب وعزت کی وجہ سے کشادہ بھی ہو جائیں گی۔ **یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ**۔ تقریب یہ ہے کہ کافر احکام شرعیہ کے پابند اور جواب دہ نہیں ہیں بلکہ شرعی ذمہ داریاں اور اس کے احکام کی بازپرس سب اہل ایمان کے لئے ہے۔ **کان العبد یقول**۔ الٰہی یہ تمام اوامر ونواہی ایمان کی وجہ سے مجھ پر عائد ہوئے اور کوتاہیوں اور کمزوریوں کی وجہ سے جن گناہوں کا ارتکاب ہوا۔ **العیاذ باللہ**۔ میں سزا کا مستوجب قرار دیا گیا۔ اس وقت ندا غیبی ہوئی کہ اگر ایمان کی وجہ سے پابندی کا سامنا کرنا پڑا ہے تو ایمان کے واسطہ وسیلہ سے آزادی بھی میسر آ جائے گی۔ **جر یا مومن فان نورك اطفاء لهبي**۔

دوسری روایت کے مطابق ابلیس نے نمرود کو مشورہ دیا کہ انہیں ان کے بالوں سے باندھو کیونکہ نبی کے بال عزت وحرمت والے ہوتے ہیں اور انبیاء سے متعلق اشیاء شکست وریخت سے محفوظ ہوتی ہیں اسی لئے ان کے بال بھی نہ ٹوٹیں گے اور وہ آزاد بھی نہ ہوں گے۔ الغرض آپ کے بال تراش کر اس کی رسّی تیار کی گئی اور اس سے باندھ کر دھوپ میں ڈال دیا گیا۔ جب دھوپ میں تیزی آئی اور تمازت بڑھی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر پیاس کا غلبہ ہوا۔ اس وقت آپ نے نمرود سے کہا کہ ساقی سے سرد پانی کے لئے کہو نمرود نے ساقی کو حکم دیا کہ تعمیل ارشاد کی جائے۔ حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ یہ عجیب فلسفہ ہے کہ باندھ کر دھوپ میں لٹا دیا اور اب ٹھنڈا پانی پلایا جا رہا ہے۔ نمرود نے کہا باوجود یہ کہ ابراہیم (علیہ السلام) ہمارے دشمن ہیں لیکن مجھ پر ان کا حق ہے کیونکہ انہوں نے مجھے مناظرہ میں ساکت کر دیا تھا۔ **فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ**۔ اس ایک ہی بات کو جان کر مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہو گئی تھی اور ان کا حق مجھ پر ثابت ہو گیا تھا اب میں ان حقوق سے بری الذمہ ہو رہا ہوں۔ نمرود کی اس گفتگو میں دو اشارے ہیں۔ ایک تو ابلیس کا بالوں کی رسّی سے باندھنے کا مشورہ (کیونکہ نبی کے بال توڑے نہیں جا سکتے) اے درویش جبکہ پیغمبر کے بال اتنے مضبوط ہوں کہ توڑنے سے نہ ٹوٹ سکیں تو اس بندہ مومن کا کیا حال ہوگا جس کا ایمان انبیاء اور خدائے تعالیٰ کے ساتھ مستحکم ہو۔

جب نمرود نے اپنے ترکش کے سارے تیر حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آزما لئے اور ان کا کچھ نہ بگاڑ سکا تو اس کے ذہن میں ایک

اور نئی بات آئی اور اس نے آسمان کے خالق کو بزعم خود ختم کرنے کا پروگرام بنایا لہٰذا خطا کے تیر کو جفا کی کمان سے پھینکا اور اپنے باطل گمان کے مطابق آسمان کی طرف چھوڑ دیا۔ حق تعالیٰ نے جناب جبرائیل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ فلاں دریا سے مچھلی لے کر اس کے تیر کی نوک پر لگا دی جائے اور خون کے چند قطرے اس تیر پر لگائے جائیں تاکہ یہ بدعقیدہ ناامید نہ ہو اور غلط فہمی میں مبتلا ہو جائے۔ اس موقعہ پر فرشتوں نے بارگاہ احدیت میں عرض کیا کہ اے بارالٰہا کہ یہ منکر خدا اس باطل دعویٰ کے ساتھ میدان عمل میں آیا ہے اور تو نے جبرائیل امین علیہ السلام کو جو حکم دیا ہے اس کی مصلحت کیا ہے بلکہ مناسب تو یہ تھا کہ اس کے زعم باطل کو ختم کیا جائے۔ حکم ربی ہوا کہ ایک مرتبہ پیاس کے وقت اس نے ہمارے دوست ابراہیم (علیہ السلام) کو ٹھنڈا پانی پلوایا تھا۔ آج اس احسان کا بدلہ دیا جا رہا ہے۔

ایک اور روایت کے مطابق رب کریم نے فرشتوں سے فرمایا اگرچہ نمرود کافر ہے لیکن وہ وطن سے دور ہوا کے تھپیڑے کھا رہا ہے۔ غریب الوطن ہے اور اس کی ذات سے ملک کو کوئی خطرہ بھی نہیں ہے لہٰذا ہم اس کو دل شکستہ اور مغموم واپس کرنا نہیں چاہتے۔ لہٰذا کافر اور منکر اگر بارگاہ احدیت میں منکر یا معاند کی حیثیت سے آتا ہے اور اس کے ساتھ رب کریم انعام و اکرام فرماتا ہے تو اس مومن مخلص کے بارے میں کیا خیال ہے جو اللہ کی رضامندی و خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ماں باپ آل اولاد کو چھوڑ کر صرف اس ذات باری کی طرف لو لگاتا ہے علائق دنیوی سے قطع تعلق کر لیتا ہے اور مَنْ رَّبُّكَ کے جواب میں برملا کہتا ہے۔ رَبِّیَ اللّٰہ۔ ''میرا تو پروردگار اللہ رب العالمین ہے۔'' بندہ کی اس اظہار عبدیت و اطاعت پر اگر خالق و مالک اس کی مغفرت اور بخشش فرما دے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔

7- شرح تصرف میں ہے کہ جب خطاب الٰہی یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ ہوا تو آگ سرد ہو گئی اور جناب ابراہیم علیہ السلام مصروف گریہ ہوئے تو سوال کیا گیا کہ اے ابراہیم رب تعالیٰ نے آپ پر ایسی شدید آگ کو سرد کر دیا ہے اور آپ پر ایسی زبردست نعمت کا اظہار فرمایا ہے اب رونے کا سبب کیا ہے تو آپ نے فرمایا تھا کہ رنج و محنت میں برداشت کروں۔ بلائیں مجھ پر ہوں اور خطاب الٰہی کا شرف آگ کو حاصل ہو۔ باللہِ عذبتنی بنار الارض والسمآء ثم تادیتنی کان احب الیّ من نعم الدنیا۔ ''خدا کی قسم اگر وہ مجھے دنیا اور آخرت کے برابر عذاب دے کر مجھے پکارتا تو وہ مجھے زیادہ محبوب ہوتا اور تمام نعمتیں اس پکار کے آگے ہیچ ہو جاتیں۔''

آگ کو خطاب کی وجہ:

اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خطاب ہوا کہ اے ابراہیم آگ کی کیا حیثیت اس کو کس کی وجہ سے خطاب کیا گیا ہے۔ اگر آپ کی خلقت کا واسطہ نہ ہوتا تو آگ کو خطاب کا شرف ہرگز نہ ملتا اور اس کو ہرگز مخاطب نہ کیا جاتا۔

8- زہرۃ الریاض میں ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ جناب خلیل علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آب کوثر کے دو قطرہ پانی لا کر اس پر ڈال دیا جس کی وجہ سے وہ آگ ٹھنڈی ہو گئی اور اس کے بعد دو قطرہ پانی چار حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ ایک قطرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے گرا اور اس سے ایک درخت بید کا پیدا ہوا اور ایک قطرہ آپ کے پس پشت گرا اور اس سے عرعر (چیڑ) کا درخت پیدا ہوا۔ ایک قطرہ آپ کی دائیں جانب گرا جس سے ایک پھول دار درخت پیدا ہوا اور ایک

قطرہ بائیں جانب آیا جس سے امرود کا درخت اُگ آیا اور اس بائیں جانب والے درخت کا میوہ قدِ آدم کے مساوی تھا اور یہ درخت اس وقت تک بارآور رہا جب تک عیسائیوں نے جناب عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہا۔ دوسری ناگفتنی باتیں جو نصاریٰ کی زبانوں سے سنی گئیں ان کی وجہ سے وہ درخت سرسبز و شاداب اور بارآور نہ رہا۔ اسی طرح درخت گل کا میوہ ککڑی کی طرح تھا اور اس کی خاصیت یہ تھی کہ کوئی درد سے بے تاب مریض اگر اس کے پھل کو استعمال کرتا تو اس کو سکون حاصل ہو جاتا۔

جب مجوسیوں نے حق تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا اور خالق خیر و شر یزداں و اہرمن تجویز کر لئے تو دوسرے درختوں کے پھل بھی ان کی شامت اعمال کی وجہ سے ختم کر دیئے گئے اور درخت گرا دیئے گئے اور اس ککڑی کی بجائے دس ہزار کانٹے پیدا ہو گئے اور یہ کانٹے اس قوم کے لئے اذیت کا سبب بن گئے۔ اسی طرح درخت بید کا میوہ نہایت شیریں جو کھجور کی مثل تھا لیکن بعد میں آنے والی امتوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے اس درخت میں پھل آنے بند ہو گئے لیکن جب قریش نے ملائکہ کو اللہ کی بیٹیاں کہا تو جو میوے اس درخت میں لگے ہوئے تھے وہ بھی گر گئے۔ اسی طرح درخت عرعرہ میں خربوزہ کی مانند پھل آتے تھے۔ جب یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہا تو اس درخت میں پھل ختم ہو گئے اور تا قیام قیامت اس درخت سے میوہ کی دولت چھن گئی۔

اے درویش تیرے اصل شجر میں طاعت و عبادت کے میوے لگتے ہیں لہٰذا تیرے لئے لازم ہے کہ تو افعال ناپسندیدہ اور اقوال ناشائستہ سے احتیاط برتے تا کہ اِنَّ الْحَسَنَاتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّئَاتِ کے فرمان کے مطابق تیرا شجر عبادت بھی بارآور ہوتا رہے اور وَقَدِمْنَا اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنْثُوْرًا کی بشارت کے مطابق تجھے سعادت حاصل رہے۔

9- حسن عقیدت پر جزا:

تکملۃ اللطائف میں منقول ہے کہ جس وقت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا اس وقت آسمان کے فرشتے اور فضا کے پرندوں پر گریہ وزاری طاری ہوئی اور پرندوں میں سے ایک کمزور پرندے نے خود کو آگ میں گرا دیا جس کا یہ فعل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تقلید میں تھا۔ اس موقع پر جناب باری نے جبرائیل سے فرمایا کہ قبل ازیں کہ یہ پرندہ آگ تک پہنچے اس کو اٹھا لو، یہ آگ تک نہ پہنچنے پائے اور اس سے معلوم کرو کہ یہ تیرا فعل کس وجہ سے ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے پلک جھپکنے میں سدرۃ المنتہیٰ سے آ کر اس کو فضا ہی سے اٹھا لیا اور آگ میں نہ گرنے دیا اور زمین پر رکھ کر اس سے گرنے کی وجہ دریافت کی تو اس پرندے نے جواب دیا کہ اے جبرائیل، تمہیں معلوم نہیں کہ رب کریم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا ہے، میرے لئے یہ تو ممکن نہیں کہ میں ان کو اس مصیبت سے بچا سکوں لہٰذا ان کی متابعت میں کم از کم اتنا ہی کر دوں کہ ان کی طرح خود بھی آگ میں گر جاؤں۔ جبرائیل علیہ السلام نے اس کا یہ معروضہ بارگاہ الٰہی میں عرض کیا تو رب کریم نے فرمایا کہ اے جبرائیل علیہ السلام اب اس مرغ کو یہ بشارت دے دو کہ تم نے جو اخلاص ذات خلیل (علیہ السلام) سے ظاہر کیا ہے اس کے صلہ میں ہمارے خزانہ کرم سے تمہاری ہزار تمنائیں پوری کی جائیں گی۔ اب جو مانگنا چاہتے ہو مانگ لو۔ اس مرغ نے کہا کہ مجھے دنیا کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ میری تمنا تو صرف اتنی ہے کہ اس خالق و مالک کی یاد میں مشغول رہوں اور اس کا نام میرے وردِ زباں رہے۔ اے جبرائیل علیہ السلام میں نے سنا ہے کہ اس ذات احدیت کے

ایک ہزار ایک نام ہیں ان میں سے سو صفاتی نام مجھے یاد ہیں۔ بقیہ یاد ہونے کی تمنا رکھتا ہوں تا کہ ان کو بھی ورد زبان رکھوں۔ رب کریم نے اس کی تمنا کو قبول فرمایا تا کہ وہ شب و روز گلشن میں رب کے نام کی مالا جپتا رہے۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس پرندے کا نام کیا ہے؟ اس کو عربی میں عندلیب (بلبل) اور فارسی میں ہزارداستان کہتے ہیں۔ بیان کیا گیا ہے کہ جب اس کو سمائے صفات کی تعلیم کی گئی تو اس وقت آگ کو سرد کر دیا گیا اور اس کو گل و گلزار میں تبدیل کر کے اس بلبل کو اس میں نغمہ سنجی کے لئے چھوڑ دیا گیا اور اسی دن سے اس پرند کو گل و گلزار سے عشق ہو گیا۔

ایک اور روایت سے معلوم ہوا کہ اس دن شہد کی مکھی نے بھی عقیدت و محبت کا اظہار کرتے ہوئے اپنے منہ میں پانی بھرا اور آگ کے گرد گھومنے لگی تا کہ اس کو مناسب جگہ چھڑک کر آتش نمرود کو سرد کر دے۔ اس کی یہ ادا مقبول ہوئی اور اس کو بھی نواز دیا گیا اور اس کے منہ میں جو پانی تھا اس کو شہد میں بدل دیا گیا اور یہ بشارت عطا ہوئی۔ عَسَلٍ مُّصَفًّی فِیْهِ شِفَاءٌ اور شہد میں شفا عطا فرمائی گئی اور یہ انعام اس لئے دیا گیا تا کہ اس امر کا اظہار ہو جائے کہ عقیدت مند کو کوئی نقصان نہیں ہوتا بلکہ اس کو انعام عطا ہوتا ہے۔

10- زهرة الرّیاض میں نقل کیا گیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا اس وقت مشیت کا تقاضا تھا کہ یا تو آگ کو ختم کر دیا جائے یا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ کی بجائے کسی اور جگہ پہنچا دیا جائے لیکن ایسا نہ ہوا تا کہ دشمنوں کے کہنے کی گنجائش باقی نہ رہے۔ کیونکہ وہ کہتے کہ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے جاتے تو یقیناً جل جاتے لہٰذا ان کو آگ میں پہنچا کر آگ سے محفوظ رکھا تا کہ قدرت الٰہی میں کسی کو شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔ اس جگہ اہل بصیرت نے دو باتیں بیان کی ہیں اور ان کی تحقیق یہ ہے کہ مرضی الٰہی یہ ہے کہ مومن کو پورے طور پر گناہوں سے پاک کر دے۔ دوم یہ کہ انہیں معصوم بنا کر مصائب میں مبتلا کرنے کے بعد ان پر نظر رحمت فرمائے تا کہ اس ذات باری کی رحمت و شفقت میں کسی کو شک و شبہ باقی نہ رہے۔

دوسری تحقیق یہ کہ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا کے مصداق دوزخ سے بچا کر انہیں جنت میں داخل فرماوے یا بعضوں کو عذاب دوزخ میں مبتلا فرما کر دوسروں کو اس عذاب سے محفوظ فرماوے لیکن ایسا نہ ہوا۔ یہ اس لئے کیا گیا تا کہ سب کو اس کی قدرت کا احساس ہو جائے کہ اس کو یہ قدرت حاصل ہے کہ بغیر پانی کے آگ کی طبیعت کو بدل دے۔ بعینہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہوا کہ عذاب نار کو گل و گلزار میں بدل دیا اور یَانَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰۤی اِبْرَاهِیْمَ فرما کر آگ کو سلامتی کے ساتھ سرد کر دیا۔ اسی طرح قوم نوح علیہ السلام پر پانی کے مصائب کو ختم کیا اور فرعون کو پانی میں غرق کر کے دوزخ کا مستحق بنایا۔ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا فرمادیا۔

11- انبیاء کی وجہ سے دوسروں کے مصائب ختم ہوتے ہیں!

کہا گیا ہے کہ آگ کو بھڑکاتے وقت نمرود کے خزانہ کا ایک قیمتی موتی کھو گیا اور جس پر شک تھا اس سے اقرار جرم کرنے کی کوشش کی گئی لیکن اس نے اقرار نہ کیا۔ لہٰذا اس کو مجرم قرار دے کر یہ سزا دی گئی کہ اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے آگ میں ڈال دیا جائے۔ غلام نے بہت واویلا مچایا لیکن نمرود اور اس کے مشیروں پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اس نے مایوس ہو کر بتوں سے مدد چاہی لیکن بت اس کی مدد کو نہ آئے۔ زمین و آسمان

پر اس کی صدائیں بے کار گئیں اور اس کو رہائی نہ مل سکی۔ جب اس کو منجنیق میں رکھ کر آگ میں ڈالنا چاہا اور وہ فضا میں معلق ہوا تو اس نے کہا، اے خدا میری مدد فرما۔ جبرائیل علیہ السلام کو حکم ربی ملا کہ جاؤ اور میرے بندے کی مدد کرو۔ جبرائیل علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ الٰہی تو واقف ہے کہ وہ بندہ تو کافر ہے اور کافروں کا غلام بھی ہے۔ رب کریم نے فرمایا، باوجودیکہ وہ کافر ہے لیکن اس نے مجھے پکارا ہے اور میری ربوبیت کا اقرار کیا ہے لہٰذا میری رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ میں اس کو مایوس نہ کروں۔

نکتہ۔ اے درویش جب کہ ایک کافر اضطراری حالت میں اللہ رب العالمین کا نام زبان پر لاتا ہے تو نمرود کی سزا سے خلاصی حاصل کر لیتا ہے۔ ایک مسلمان جو سالہا سال تک اللہ کا نام لیتا ہے اگر عذاب دوزخ سے نجات حاصل کرے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔

12- آگ کا استفسار:

بیان کیا گیا ہے کہ حکم الٰہی کے مطابق جب آگ ان دونوں (حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اس غلام پر) پر گل و گلزار ہو گئی تب اس نے حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے الہ العالمین جو کوئی تیرے احکام کی نافرمانی کرتا ہے اس کو تو آگ کا عذاب دیتا ہے لیکن اگر میں تیرے احکام کی نافرمانی کروں تو مجھے کس طرح عذاب دے گا۔ اس وقت فرمان الٰہی آیا اے آگ **لو عصیتنی عذبتك بنا ر قلوب المحبین۔** اگر تو میرے احکام کی خلاف ورزی کرے گی تو میں تجھے محبین کے دلوں کی آگ میں جلاؤں گا۔

خالق عالم نے آگ سے فرمایا کہ اپنے عزت و جلال کی قسم تجھے ایسا عذاب دوں گا جیسا اس سے قبل کسی کو نہ دیا ہو اگر اپنے محبوبوں کو دوزخ کی آگ میں ڈال دوں گا تاکہ دوزخ کی آگ ان کے مقابلہ میں ختم ہو جائے اور ٹھکریاں بیڑایاں فنا ہو جائیں اور دوزخ بھی پکار اٹھے اور رحم کی درخواست کرے۔ اس وقت حق تعالیٰ اپنے محبوبوں کو وہاں سے نکالنے کا حکم دے گا اور اس کے بعد ہزاروں سال دوزخ کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہیں گے۔

حدیث میں ہے کہ جب مومن دوزخ سے گزریں گے اس وقت پکارے گی۔ **یارب ان اردت من تعذبنی بمعرفت قلوب العارفین فانی لا اطفاھا۔** اے خالق مجھے جس عذاب میں بھی تو مبتلا فرمائے گا تیری مرضی ہے لیکن میری درخواست ہے کہ اس نور معرفت سے جو تو نے اپنے عارفوں کے دلوں میں امانت رکھا ہے عذاب نہ دے کیونکہ میرے اندر اس کی برداشت کی طاقت نہیں ہے۔

آتشِ نمرود سے نجات:

علمائے سیر اور ارباب تاریخ نے لکھا ہے کہ اللہ رب العالمین نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود کی جلائی ہوئی آگ سے محفوظ فرمایا اور اس کی ہلاکت خیزیوں سے آپ کو کوئی نقصان نہ ہوا تو اس واقعہ سے بہت سے لوگ نمرود سے منحرف ہو کر دامن ابراہیمی سے وابستہ ہوئے اور دین حق کو قبول کر لیا۔ انہیں میں سے آپ کے برادرزادہ حضرت لوط علیہ السلام تھے۔ یہ تارخ کے بیٹے باران کے نور نظر تھے ان کے ساتھ باران اکبر کی بیٹی (حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا) حضرت سارہ بھی ہدایت سے مشرف ہو گئیں جناب لوط علیہ السلام کے والد اور حضرت

سارہ کے والد ہم نام تھے اور امتیاز کے لئے حضرت سارہ کے والد کو باراں اکبر کہا جاتا تھا۔ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ سارہ شاہ حران کی بیٹی تھی اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حاران کی طرف ہجرت کی تھی۔ اس وقت وہ آپ کے نکاح میں آئی تھیں (اللہ حقیقت کا جاننے والا ہے) مسلمان ہونے والوں میں رعفہ خاتون بھی جو نمرود کی بیٹی تھیں شامل ہوئیں۔

بابل سے شام کو ہجرت:

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام سلامتی کے ساتھ نمرود کی لگائی آگ سے باہر تشریف لائے تو بہت سے لوگ آپ کے اس معجزہ کو دیکھ کر ایمان لے آئے اور یہ واقعہ زبان زد عام ہوگیا اور ملت ابراہیمی روز بروز ترقی کرتی گئی۔ یہ دیکھ کر نمرود بہت پریشان ہوا اور اس نے ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تنہائی میں بلا کر کہا کہ اس واقعہ اور تمہارے دین کی روز بروز ترقی سے میرا ملکی نظام تباہ و برباد ہو رہا ہے۔ میری سلطنت کی بنیادیں ہل رہی ہیں لہٰذا تم اپنے متبعین کو لے کر میری مملکت سے باہر چلے جاؤ کیونکہ تمہارے عقیدہ کے مطابق تمہارا خدا ہر جگہ تمہارا حافظ و ناصر ہوگا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس سے گفتگو کے بعد اپنے متبعین کے ساتھ سرزمین بابل سے ہجرت کر کے عازم ملک شام ہوئے۔

ایک روایت کے مطابق جب نمرودیوں نے دیکھا کہ ملت ابراہیمی روز بروز ترقی پذیر ہے تو انہیں یہ بات بہت ناگوار گزری اور انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ اس وقت بعض لوگوں نے کہا کہ یہ کام پایہ تکمیل کو نہ پہنچے گا کیونکہ جس طرح تم ان کے جلانے سے عاجز رہے اسی طرح ان کا قتل بھی ممکن نہ ہوگا۔ الغرض یہ طے ہوا جناب ابراہیم علیہ السلام کو اپنے علاقہ سے باہر بھیج دیا جائے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس منصوبہ کا علم ہوا تو آپ حضرت سارہ اور حضرت لوط علیہ السلام کو ساتھ لے کر روانہ ہوگئے۔ ابھی ایک منزل سفر کیا تھا کہ حکم ربی ہوا کہ سارہ کو اپنے نکاح میں لاؤ اور یہی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر پہلی وحی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت سارہ نہایت حسین و جمیل تھیں۔ بعض لوگوں نے کہا کہ حسن یوسفی جمال سارہ کا دوسرا حصہ تھا۔ کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ وہ جنت کی حور تھیں صرف اتنا فرق تھا کہ وہ دنیاوی لباس میں تھیں اور ماہواری جیسے عوارض نسوانی انہیں لاحق تھے اور یہ بات تحقیقی ہے کہ خطہ زمین پر ان سے زیادہ حسین کوئی دوسرا فرد نہ تھا۔

نکاح کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیس درہم میں ایک دراز گوش خرید کر حضرت سارہ کو اس پر سوار کر دیا اور جس دن آپ حران پہنچے اس دن آپ کی عمر شریف اڑتیس سال ہوئی تھی۔ یہاں آپ نے چند دن قیام کیا اور وہاں سے عازم مصر ہوئے۔ اس زمانہ میں مصر کا حاکم صاذو بن صادون تھا جو قبیلہ قبط سے تھا اس کے ظلم وستم سے رعایا عاجز اور مصائب کا شکار تھی۔ اس نے ملک میں اعلان کرایا تھا کہ تمام عورتیں شادی کے وقت اس کے پاس پیش ہوں اس کے بعد وہ شوہر کے پاس جاسکتی تھیں...... اگر کوئی عورت اس کو پسند آجاتی تو وہ اسے اپنے لئے روک لیتا تھا اور اس کی یہ خباثت اس حالت کو پہنچ چکی تھی کہ اس نے راستے کی چوکیوں پر اپنے گماشتے مقرر کر رکھے تھے کہ اگر کوئی حسین عورت آجائے تو اس کو پکڑ کر لے آئیں۔

زبدۃ الریاض میں لکھا ہے کہ جب آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مصر کے قریب پہنچے تو جناب لوط علیہ السلام نے موتفکات کے مقام پر قیام فرمایا اور اپنے چچا سے علیحدہ ہوگئے یہیں آپ منصب نبوت پر فائز ہوئے اور اس علاقہ کے لوگوں کی ہدایت کا فرض آپ کے سپرد کر دیا گیا۔ القصہ

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بادشاہ کی حرکات اور شاہی گماشتوں کی اطلاع ملی تو غیرت وحمیت کے تقاضوں کے مطابق آپ نے ایک صندوق تیار کرایا اور اس میں حضرت سارہ کو بٹھا یا لٹا کر مصر کی جانب روانہ ہوئے۔ جب مصر کے قریب پہنچے تو قافلہ کے سامان کی تلاشی لینے والے اہلکاروں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامان کی تلاشی لیتے وقت اس صندوق کے بارے میں معلوم کیا لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مختلف باتوں سے انہیں ٹالنا چاہا اور ان سے کہا کہ اس میں دیبا وحریر ہے اور اس کا مناسب ٹیکس جو دسواں حصہ ہوتا ہے لے لو۔ لیکن انہوں نے منظور نہ کیا۔ جب ان سے کہا گیا کہ اس کی برابر درہم تول کر لو یعنی روپیہ لے لو لیکن وہ اس پر بھی راضی نہ ہوئے جب ان سے یہ کہا گیا کہ اس میں قیمتی موتی ہیں اس کو نہ کھلواؤ لیکن انہوں نے اس پر بھی اعتبار نہ کیا۔ الغرض انہوں نے صندوق کو کھلوایا جب ان کی نظر جناب سارہ کے حسن وجمال پر پڑی تو آنکھیں خیرہ ہوگئیں گویا آفتاب آسمان سے زمین پر اتر آیا ہے جس سے ماہتاب کی روشنی بھی خیرہ ہوگئی ہے۔ جمال سارہ کو دیکھ کر وہ سرکاری کارندے مبہوت ہوگئے اور تمام واقعہ بادشاہ سے بیان کیا۔ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ کو شاہی محل میں بلوالیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے معلوم کیا کہ اس خاتون سے آپ کا کیا رشتہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مصلحتاً کہا اگر بادشاہ کو یہ بتایا کہ یہ میری بیوی ہیں تو معمول کے مطابق ان کو روک لے گا یا مجھ پر ان کو طلاق دینے کے لئے زور دے گا۔ فرمایا کہ یہ میری بہن ہے اور نیت یہ کی دینی اعتبار سے واقعی بہن ہی ہوتی ہیں۔ بادشاہ نے آپ کا جواب سن کر کہا کہ ان کو میری تحویل میں دے دو میں تم کو کثیر مال و دولت دوں گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ ان کی شادی ان کے والد کی اجازت پر موقوف ہے۔ جب بادشاہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جوابات سے مایوس ہو گیا تو مجبوراً اس نے حضرت سارہ پر دست درازی کرنی چاہی ادھر اس باعصمت خاتون نے دعا فرمائی کہ اے خالق ومالک مجھے اس ظالم وجابر اور بدکار کی دستبرد سے محفوظ فرمادے ادھر ان کی زبان سے یہ الفاظ نکلے ادھر بارگاہ الٰہی میں مستجاب ہوئے اور بادشاہ کے دونوں ہاتھ شل ہوگئے اور حرکت نہ کر سکے۔

ایک روایت میں ہے کہ شاہی کارندے حضرت سارہ کو شاہی حرم سرا میں لے گئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو باہر روک لیا۔ اس وقت آپ کی غیرت کو جوش آیا اور دو رکعت نماز کی نیت باندھ کر مصروف عبادت ہوگئے۔ قدرت الٰہی سے محل کے در و دیوار آئینہ کی طرح صاف شفاف ہوگئے تاکہ جناب ابراہیم علیہ السلام اندر کے تمام حالات سے واقف رہیں اور ان کے قلب میں کسی قسم کا شبہ نہ پیدا ہو سکے۔ اس طرح جو کچھ اس کے محل کے اندرونی حصہ میں ہو رہا تھا اس کو جناب ابراہیم علیہ السلام دیکھ رہے تھے۔ جیسے ہی اس ظالم نے جناب سارہ کی طرف ہاتھ بڑھایا اس کے ہاتھ شل ہوگئے اور اس کی بینائی جاتی رہی۔ جسم پر لرزہ طاری ہو گیا اور اس کا حال خراب ہو گیا۔ محل میں زلزلہ آ گیا اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ اب گرنے ہی والا ہے۔ اس بدبخت پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ وہ اس کمرہ سے نکل کر بھاگا اور جناب سارہ کو اپنے پاس بلا کر حالات معلوم کئے تب جناب سارہ نے فرمایا کہ میں اس مرد بزرگ کی بیوی ہوں اور یہ اس خالق کائنات کے دوست ہیں جس نے یہ دنیا بنائی ہے اور ہمارا عقیدہ ہے کہ خالق کائنات اپنے دوستوں کی مدد فرماتا ہے اور ان کی حفاظت فرماتا ہے وہ کس طرح یہ بات گوارا فرمائے گا کہ اس کے دوست کی بیوی پر کوئی بری نظر ڈالے۔ یہ سن کر بادشاہ نے کہا، کیا یہ ممکن ہے کہ تم اپنے خدا سے دعا کرو کہ وہ مجھے اس مصیبت سے نجات عطا فرمائے۔ ہاتھ اور آنکھیں ٹھیک ہو جائیں میں تمہاری طرف سے بے نیاز ہوتا ہوں۔ جناب سارہ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور اس کی حالت ٹھیک ہوگئی لیکن اس بدباطن نے پھر اسی حرکت کا

اعادہ کیا پھر اس کے ہاتھ شل اور آنکھیں بے نور ہوگئیں۔ اس طرح تین مرتبہ ہوا۔ آخر کار مجبور ہو کر اس نے دل سے حضرت سارہ کا خیال نکال دیا اور ان کا احترام اس کے دل میں جاگزین ہوگیا۔ پھر اس نے ایک نہایت حسین وجمیل کنیز آپ کی خدمت میں پیش کی اور کہا، ھَا اَجْرُكِ عَلٰی دعَائِكِ۔ یہ تمہاری دعا کا صلہ ہے۔ اسی مناسبت سے وہ کنیز ہاجرہ کے نام سے موسوم ہوگئیں۔ اس کے علاوہ بادشاہ مصر نے آپ کی خدمت میں گائے اور بکریاں بھی پیش کیں۔ شاہی حرم سرا سے جناب سارہ تیزی سے باہر آئیں تاکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تمام پیش آنے والے واقعات سے خبردار کریں لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے کچھ کہنے سے پہلے ہی شکر الٰہی ادا کرنا شروع کر دیا۔

شیخ ابن حجر نے شرح بخاری میں بیان کیا ہے کہ جب جناب سارہ باہر تشریف لائیں اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام مصروف نماز تھے۔ آپ نے ہاتھ کے اشارہ سے بتایا مہیم اور یہ لفظ فرمانے والے آپ پہلے شخص ہیں۔ اس لفظ کے معنیٰ "ما اظہر یعنی کیا بات ہے۔" جناب سارہ نے جواب دیا کہ حق تعالیٰ نے مجھے ظالم کے مکر سے محفوظ رکھا ہے۔

سوال: یہاں مذکورہ بالا واقعہ کی روشنی میں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مرتبہ میں تمام انبیاء پر فضیلت رکھتے ہیں جب کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے مصری بادشاہ کے محل کی تمام دیواریں شفاف کر دی گئیں تاکہ وہ اندر کے حالات کا معائنہ کر سکیں تو حضور ﷺ کو افک کے واقعہ میں تمام حالات کا معائنہ کیوں نہ کرایا گیا۔ اس سلسلہ میں یہ جواب دیا جاتا ہے کہ اگر افک کے موقع پر حجاب نگاہ مصطفوی علیہ التحیۃ والثناء سے اٹھ جائے تو وہ حضور ﷺ کی معلومات کے لیے ہوتا جب کہ خداوند کریم نے برأت عائشہ صدیقہؓ کے لئے آیت قرآنی نازل فرما کر ان کے اعزاز و اکرام کو بڑھا دیا اور حجابات نہ اٹھائے۔ دوم یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نگاہوں سے حجابات اٹھانے کی وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے حرم کی خود نگہداشت فرمائیں جب کہ حضور ﷺ کا معاملہ آیا تو خالق نے فرمایا، اے حبیب تم آرام کرو میں تمہارے اہل کا نگہبان ہوں۔ جناب سارہ کے پاسبان حضرت خلیل تھے اور حرم مصطفےٰ علیہ السلام کا محافظ رب جلیل۔

مندرجہ بالا جملہ معترضہ کے بعد ہم اصل قصہ کی طرف آتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی سارہ اس مقام اتہام سے باعصمت تشریف لے آئیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب مبارک میں اس جگہ سے تکدر پیدا ہوا اور آپ وہاں سے سرزمین فلسطین کی طرف تشریف لائے۔ یہ جگہ ملحقات دمشق میں سے ہے اس وقت نہ تو اس مقام پر پانی تھا اور نہ سبزہ بے آب وگیاہ علاقہ لہٰذا آپ نے وہاں ایک کنواں کھودا جس کی شہرت روئے زمین پر پھیل گئی ادھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جو کھانے پینے کی چیزیں تھیں وہ ختم ہوگئیں۔ آبادی بہت فاصلہ پر تھی جہاں سے سامان خوراک دستیاب ہو سکتا تھا۔ لہٰذا جناب ابراہیم علیہ السلام نے سامان لانے کے لئے تھیلہ اٹھایا اور روانہ ہوگئے لیکن جب قطع مسافت کرتے ہوئے بیابان پہنچے تو یہ احساس ہوا کہ جیب تو خالی ہے خریداری کیسے کی جائے گی۔ آخر کار اپنے تھیلہ کو ریت سے بھرا اور واپس گھر تشریف لے آئے اور یہ کام اس لئے کیا کہ گھر والے انہیں خالی ہاتھ آتا ہوا نہ دیکھیں اور انہیں فوری طور پر تسلی ہو جائے۔ گھر میں داخل ہوتے ہی دل تنگی اور کوفت کی وجہ سے فوراً آرام کے لئے لیٹے اور سو گئے۔ جناب سارہؓ نے حضرت حاجرہؓ سے کہا کہ ذرا تھیلہ کو تو دیکھو کہ اس میں کیا لائے ہیں جب انہوں نے اسے کھولا تو اس کو گیہوں سے بھرا پایا۔ ان دونوں خواتین نے ان میں سے تھوڑے گیہوں پیس کر روٹی پکائی۔ جب حضرت ابراہیم

علیہ السلام بیدار ہوئے تو رفیقہ حیات جناب سارہ وہاجرہ نے کھانے کے لئے کہا تو آپ نے فرمایا کہ کیا چیز ہے لاؤ توان پاک بیبیوں نے فرمایا کہ اسی گیہوں کی روٹی پکائی ہے جو آپ لائے تھے۔ اس بات کو سنتے ہی کہ ریت کو اللہ تعالیٰ نے گیہوں میں بدل دیا ہے آپ سجدہ شکر بجالائے۔

اس عطاء الٰہی میں سے کچھ گیہوں تو آپ نے کھانے کے لئے روک لئے اور بقیہ زراعت کے لئے بیج کے طور پر محفوظ کردیئے۔ حق تعالیٰ نے اس کنوئیں کے پانی میں برکت عطا فرمائی جس کو جناب ابراہیم علیہ السلام نے کھودا تھا۔ اس کنوئیں کا شہرہ اطراف واکناف عالم میں ہوا۔ عرب کے تشنہ لبوں کو جب اس متبرک کنوئیں کی اطلاع ملی تو کشاں کشاں اس آبادی کے اطراف میں آکر مقیم ہوئے اور وہاں اچھی خاصی آبادی ہوگئی اور وہ بستی آج تک (مولف کتاب کے زمانہ تک) ابراہیم آباد کے نام سے مشہور ہے۔

کچھ عرصہ کے بعد وہاں کے لوگ سرکشی پر آمادہ ہوگئے اور ابراہیم علیہ السلام کی مخالفت شروع کردی۔ ان کی اس حرکت سے آپ کو سخت صدمہ ہوا اور آپ نے وہاں سے بھی منتقل ہونے کا ارادہ کرلیا اور ایک دن وہاں سے روانہ ہوئے اور سفر کرتے ہوئے مقام قسط میں آکر مقیم ہوگئے۔ یہ جگہ رملہ اور ایلیات کے درمیان واقع ہے۔ ایلیا بیت المقدس کا دوسرا نام ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وہاں سے روانگی کے بعد اس کنوئیں کی حالت خراب ہوگئی اور اس کی سابقہ کیفیت باقی نہ رہی۔ اس وقت وہاں کے رہنے والوں کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور انہیں اب پشیمانی ہوئی کہ ہم نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو ناراض کرکے یہاں سے جانے دیا لیکن اب کیا ہوسکتا تھا۔ اب وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے اور بہت تضرع اور زاری کی کہ آپ کسی طرح واپس تشریف چلیں لیکن آپ راضی نہ ہوئے تو انہوں نے عرض کیا کہ ہماری کنوئیں کی حالت خراب ہوگئی اور اس میں پانی کی وہ فراوانی نہیں جو آپ کے سامنے تھی۔ آپ نے درخواست کو قبول فرماتے ہوئے درگاہ الٰہی میں دست دعا اٹھائے اور دعا کی کہ اس کنوئیں کے پانی میں برکت دے دے۔ لیکن آپ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ آئندہ اس بات کا خیال رکھنا کہ کوئی حائضہ عورت اس کنوئیں سے پانی نہ نکالے۔ عرصہ دراز تک یہ کیفیت جاری رہی لیکن ایک دن ایک حائضہ عورت نے اس کنوئیں سے پانی نکالا اس دن سے کنوئیں میں پانی کی فراوانی ختم ہوگئی اور اس کے بعد بغیر ڈول اور اس کے اس کنوئیں سے پانی حاصل نہیں کیا جاسکا۔ قسط کے قیام کے بعد آپ نے کسی جگہ کو اپنے مستقل قیام کے لئے مخصوص نہ کیا یہاں تک کہ آپ اس دنیائے فانی سے عازم ملک جاودانی ہوئے۔

نمرود کی بیٹی:

زہرۃ الریاض میں لکھا ہے کہ نمرود کی ایک لڑکی رعضہ نامی تھی جو عقل وفراست میں یکتائے روزگار تھی جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا گیا۔ اس کے چند دن بعد اس نے نمرود سے کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں ابراہیم (علیہ السلام) کے حال سے واقفیت حاصل کروں اور اس جگہ جہاں سے نام نہاد شرفاء وقت نے جناب ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا تھا جا کر دیکھوں۔ نمرود نے بیٹی سے کہا کہ اے نور نظر کئی روز گذر چکے ہیں جب کہ اتنی شدید اور بھڑکتی آگ میں ان کو ڈالا گیا تھا اب وہاں کیا رکھا ہوگا جو تو ان کی خبر معلوم کرنا چاہتی ہے اب تو وہ جل کر راکھ ہوگئے ہوں گے لیکن بیٹی نے اصرار کیا کہ میں تو ان کے حال سے باخبر ہونا چاہتی ہوں۔ جب نمرود نے اپنی بیٹی کا اصرار دیکھا تو اجازت دے

دی جب وہ اس مچان پر آئی تو دیکھا کہ اس آگ میں ایک باغ لگا ہوا ہے اور ایک جنتی تخت پر حضرت ابراہیم علیہ السلام رونق افروز ہیں۔

رعضہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو تعجب سے دریافت کیا کہ اے ابراہیم آپ کس حال میں ہیں اور تعجب کی بات یہ ہے کہ آپ کو آگ نے نہیں جلایا بلکہ اس کے برخلاف آپ کی قدر و منزلت میں اضافہ ہوا اور آپ کے لئے یہ باغ گل و گلزار لہلہاتا نظر آ رہا ہے۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: من کان فی قلبه معرفة الله لاتحرقه النار۔ جس کے قلب میں معرفت الٰہی موجزن ہوتی ہے اس کو آگ نہیں جلاتی۔ یہ سن کر رعضہ نے درخواست کی کہ مجھے اجازت ہے کہ میں بھی آپ کے پاس آ جاؤں تب جناب ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا بشرطیکہ تو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِبْرَاهِیْمُ خَلِیْلُ اللّٰهِ کا اقرار کرے تو اس کے بعد اس آگ میں قدم رکھ سکتی ہے اور بے خوف و خطر یہاں آ سکتی ہے۔ یہ سن کر رعضہ مچان سے اتری اور محل سے دوڑتی ہوئی بلند آواز سے کلمہ ابراہیمی پڑھتی ہوئی آگ میں چلی آئی جیسے ہی اس نے آگ میں قدم رکھا اس کے قدموں کے نیچے آگ سرد ہوتی گئی اور وہ قدم اٹھاتی ہوئی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچ گئی اور وہاں سے اپنے باپ نمرود کے پاس واپس آ گئی جیسے ہی نمرود نے اس کو صحیح و سلامت دیکھا اور اس کے ایمان لانے کی بابت معلوم ہوا تو اس نے اپنی مملکت کی فلاح و بقا کی خاطر لڑکی کو دین اسلام سے ورغلانے میں سعی بلیغ کی، پہلے تو اس کو بہت سمجھایا لیکن جب کوئی نصیحت کارگر نہ ہوئی تو اس کو ڈرایا دھمکایا اور آخر میں یہ طے ہوا کہ اس لڑکی کو سخت تکلیفیں اور اذیتیں دی جائیں۔ اس میں پہلی سزا یہ تجویز ہوئی کہ اس کے ہاتھ پیروں میں میخیں گاڑ کر بازار میں لٹکا دیا جائے۔ ادھر انہوں نے اپنی تجویز پر عمل کیا ادھر رب کریم نے جناب جبرائیل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ جاؤ اس نیک صالح لڑکی کو اس مصیبت سے نجات دلا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچا دو۔ لہٰذا حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس کو وہاں سے اٹھا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچا دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس لڑکی رعضہ کی شادی اپنے بیٹے مدین کے ساتھ کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس لڑکی کے بطن سے بیس لڑکے پیدا فرمائے اور وہ تمام منصب نبوت پر فائز ہوئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مُردوں کو زندہ کرنا:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب رب کریم سے درخواست کی رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی ''اے رب مجھے دکھا تو کس طرح مُردوں میں جان ڈال دیتا ہے۔'' اس واقعہ میں کئی حکمتیں ظاہر ہوئی ہیں۔

1۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس سوال میں کیا حکمت تھی کہ آپ نے احیاء موتی کے سلسلہ میں رب کریم سے درخواست کی۔ علماء نے اس سلسلہ میں چند اقوال بیان فرمائے ہیں:

عبدالرحمان، قتادہ اور ضحاک نے کہا ہے کہ ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام دریا کے کنارے تشریف لے جا رہے تھے کہ آپ نے ایک چوپایہ کو مرا ہوا دیکھا۔ اس کی لاش آدھی پانی میں تھی اور آدھی خشکی پر۔ پانی والے حصہ کو دریائی جانور کھا رہے تھے اور خشکی پر پڑے ہوئے حصہ کو جنگلی جانور اور پرندے کھا رہے تھے۔ اس وقت آپ کے دل میں خیال آیا کہ اس جانور کے زندہ کرنے کی کیفیت کیا ہوگی۔ اس وقت آپ

نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی جو کچھ میں علم الیقین سے جانتا ہوں اسے عین الیقین سے دکھا دے۔ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی۔

دوسرا قول سدی، سعید، جبیر اور مجاہد نے کہا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو منصب خلّت پر سرفراز فرمایا گیا تو کسی فرشتہ یا حضرت عزرائیل علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے عرض کیا، الٰہی کیا یہ بشارت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہنچائی جائے گی۔ رب کریم نے فرمایا، ہاں۔ الغرض جب یہ بشارت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ملی تو آپ نے عرض کیا، الٰہی مجھے کوئی انہونی بات دکھائی جائے تاکہ یہ بشارت متحقق اس منصب کی تائید اور اس بشارت کی تصدیق ہو جائے۔ حکم ربی ہوا اے خلیل کیسی حجت چاہتے ہو۔ آپ نے فرمایا کہ منصب خلّت کی بشارت کا مطلب دوست کی طرف سے دوست کی فرمانبرداری کی اطلاع ہے اور یہ بشارت ہے کہ بندہ کی کوئی بات معبود رد نہ فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے ابراہیم تمہاری کونسی دعا ایسی ہے جو مقبول نہ ہوئی ہو۔ آپ نے فرمایا کہ جس وقت میں نے اپنے دشمن نمرود کے سامنے تیری صفات بیان کی تھیں۔ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیِیْ وَ یُمِیْتُ موت کا منظر تو میں نے دیکھ لیا اور اس کی کیفیات اور ہیبت میرے دل میں اب تک باقی ہے اب میری خواہش یہ ہے کہ مجھے زندہ کرنے کا منظر بھی دکھا دے تاکہ تیرے کمال قدرت کا نظارہ کر لوں اور نمرود کا عجز بھی واضح ہو جائے۔ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی۔

تیسرا قول امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ وہ فرماتے ہیں کہ بہشت میں بہت ہی خوبصورت پرندے ہیں وہ قد و قامت میں بختی اونٹوں کے برابر ہیں جو فضاء جنت میں اڑتے رہتے ہیں، کسی ایک درخت سے دوسرے پر ایک شاخ سے دوسری شاخ پر منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ اہل جنت کے دل میں خیال آئے گا کہ آیا ان کا ذائقہ کیسا ہو گا وہ فوراً قدرت الٰہی سے ذبح ہو کر شوق کی آگ میں بریان ہو کر اخلاص کے طباق میں سجائے جائیں گے اور اہل جنت کو پیش کر دیئے جائیں گے۔ وہ خواہش کرنے والا اپنے ذوق و ضرورت کے مطابق کھائے گا۔ جب وہ کھا چکے گا تو وہ مرغ اپنی اصل حالت میں آ کر حسب معمول بہشت کے درختوں کی شاخوں پر اڑتا چلا جائے گا۔ ابراہیم علیہ السلام نے جب عالم دنیا سے یہ منظر دیکھا تو استدعا کی: رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی۔

چوتھا قول اس سلسلہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس وحی الٰہی آتی کہ اے ابراہیم! ہم نے تمہیں خلّت کی مسند پر بٹھایا اور تمہارے لئے وَاتَّخَذَ اللّٰہُ اِبْرٰھِیْمَ خَلِیْلًا کا خطبہ نبوت کے منبر اور رسالت کی کرسی پر پڑھوایا۔ آپ نے عرض کیا، الٰہی یہ وہ وقت ہے جو میرے خیال میں میری حیثیت سے زیادہ ہے اور میری خدمات سے زیادہ کا صلہ ہے۔ اس مقام اعلیٰ پر فائز ہوا ہوں اس کی بلندی ایسی ہے جو میرے فہم و ادراک سے ماوراء ہے اور تیری کبریائی رفعت بلا تمثیل و تشبیہ اتنی بلند ہے کہ خواہشات کی کمند کی وہاں تک رسائی نہیں۔ اے خدا اس عطیہ کے سلسلہ میں کسی دلیل کا اظہار فرما دے تاکہ مجھے معلوم ہو جائے کہ میں منصب خلّت پر کس لئے فائز ہوا ہوں۔ بشارت خداوندی ہوئی کہ اس کی پہچان یہ ہے کہ نور محمد علیہ التحیۃ والثناء جو عرصہ سے پردہ اخفاء میں تھا تمہاری پیشانی میں نمایاں و درخشاں ہو گا۔ اس وقت خلّت کی خلعت کو نبوت کے لباس پر پہناؤں گا اور تمہاری بزرگی کے پرچم کو امامت کے جھنڈے کے ساتھ سب کے سامنے لہراؤں گا جو اس آیت کے مصداق ہو گا۔ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا۔

احیاء موتی کا واقعہ:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ اب اس نور محمدی کے ظہور کی علامت کیا اور کب ہوگی۔ حکم الٰہی ہوا کہ یہ اس دن ظاہر ہوگا جس دن تمہاری دعا سے مردے زندہ ہوں گے۔ تب جناب ابراہیم علیہ السلام نے استدعا کی۔ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِی الْمَوْتٰی۔ ارشاد باری ہوا: اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ۔ کیا تم ایمان نہیں رکھتے۔ آپ نے فرمایا، بے شک میں ایمان رکھتا ہوں لیکن یہ سب کچھ اطمینان قلب کے لئے ہے تاکہ علم الیقین سے عین الیقین حاصل ہو جائے۔ باوجودیکہ میرا اعتقاد تیری ذات کے ساتھ درست ہے لیکن عاشقوں کو انتظار کی تاب نہیں ہوتی وہ ایک لمحہ کے فوری وصال کو ایک سال کے وعدہ پر ترجیح دیتے ہیں۔ محبوب کی یہ بات محبّ کو پسند آئی لہٰذا خطاب ہوا۔ فَخُذْ اَرْبَعَۃً مِّنَ الطَّیْرِ۔ چار پرندوں کو لے کر ذبح کرو اور چاروں کے گوشت کا قیمہ کر کے آپس میں مخلوط کر دو اور چار پہاڑیوں پر اس گوشت کو رکھ دو اور اس کے بعد قدرت خداوندی کا کرشمہ دیکھو۔ چاروں جانوروں کا گوشت علٰیحدہ علٰیحدہ ہو کر اپنی اصل ہیئت میں آ جائے گا۔ اکثر مفسرین نے فرمایا ہے کہ وہ چاروں پرندے مرغ، کوا، مور اور بطخ تھے۔

جناب ابراہیم علیہ السلام نے حسب ہدایت ان چاروں جانوروں کو ذبح کر کے ان کا قیمہ کیا اور گوشت کو آپس میں ملا کر چار پہاڑیوں پر رکھ دیا اور ان پرندوں کے سر اپنے پاس رکھ لئے اور بعد میں ان جانوروں کو بلایا۔ آپ کے فرماتے ہی وہ گوشت اڑ اڑ کر علٰیحدہ ہوا اور اپنے بقیہ اجزا سے جا کر مل گیا اور ایک جسم و جان ہو کر وہ جانور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آ گئے اور وہ سر جو آپ کے پاس رکھے ہوئے ان کے جسموں سے لگ گئے اور بعد میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے اپنی اصل حالت میں آ کر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ لَقَدْ اتَّخَذَ اللّٰہُ اِبْرٰھِیْمَ خَلِیْلًا پڑھتے ہوئے مصروف پرواز ہو گئے۔ جناب ابراہیم علیہ السلام اس منظر کو دیکھنے میں مشغول تھے۔ اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کے پاس آئے اور دریافت فرمایا۔ آپ نے کیا دیکھا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ ’’اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔‘‘

جانوروں کا انتخاب:

ان چار پرندوں کو جنہیں ذبح کے بعد دوبارہ حیات تو بخشی گئی۔ کیا وجہ تھی کہ یہی جانور اس کام کے لئے منتخب کئے گئے۔ اس سلسلہ میں اہل بصیرت نے فرمایا ہے کہ ان چاروں پرندوں کو مخلوق الٰہی میں ان چار اصناف سے جو مکلّف یعنی اپنے اعمال کی جوابدہی کے ذمہ دار قرار دیئے گئے ہیں ایک قسم کی قدر مشترک یا مماثلت ہے۔ وہ چار اصناف یہ بتائی گئی ہیں۔ انسان، اجنہ، شیاطین اور مخلوق عالم بالا ملائکہ چنانچہ مور جو تمام پرندوں میں خوبصورت ترین پرندہ خیال کیا جاتا ہے۔ وہ انسان کی طرح ہے کیونکہ انسان تمام حیوانات میں افضل و اعلیٰ ہے۔ قرآن فرماتا ہے: لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۔ ’’بے شک ہم نے انسان کو نیک ساعت میں تخلیق فرمایا ہے۔‘‘ دوسرا کوا جو تمام پرندوں میں طویل عمر رکھتا ہے اس کی مثال اجنہ سے دی گئی کیونکہ ان کی عمریں بھی طویل ہوتی ہیں۔ اسی طرح تیسرا جانور مرغ جو تمرد سرکش اور خواہشات کے اتباع میں سرفہرست

ہے۔اس کی مثال شیاطین سے دی گئی کیونکہ یہ جنس بھی تمرد و سرکشی میں اپنی مثال آپ ہے۔ چوتھا پرندہ بطخ اس کی تشبیہ ملائکہ سے دی گئی کیونکہ اس کی بے قراری ضرب المثل کی حیثیت رکھتی ہے۔اسی طرح ملائکہ بھی طاعت وعبادت الٰہی میں بے قرار رہتے ہیں۔

جس طرح آج ہم نے طاؤس (مور) کو حیات نو عطا کی ہے کل روز قیامت انسان کو (جو اشرف ترین مخلوق ہے) اسی طرح زندہ کریں گے۔آج کوے کو حیات نو ملی اسی کی طرح اجنہ کو بھی زندگی عطا کی جائے گی۔مرغ جو شہوات وخواہشات کا غلام ہے اس کے بدن میں جان ڈالی گئی ہے۔اسی کی طرح شیاطین کے جسم میں جان ڈال دی جائے گی اور جس طرح بے قرار بطخ کو زندگی کا لباس پہنایا گیا ہے اسی طرح مقربین بارگاہ الٰہی یعنی ملائکہ کو ان کی طاعت وعبادت کے ساتھ دوبارہ اٹھایا جائے گا جس طرح یہ چاروں پرندے آج حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بلانے سے آئے۔کل یہ چاروں اقوام بھی حضرت اسرافیل کے صور پھونکنے پر حاضر ہو جائیں گے۔

پرندوں کے انتخاب کی وجہ:

تمام حیوانات میں پرندوں کے انتخاب کی وجہ کیا ہے؟اس سلسلہ میں بعض حضرات کا خیال ہے کہ تمام حیوان جسم اور روح کا مجموعہ ہیں اور پرندوں کی روح کو ایک طرح کی خصوصیت یہ حاصل ہے کہ وہ جسمانی ہونے کے باوجود زمین اور فضا میں یکساں طور پر گھومتے ہیں۔ان کے برخلاف دوسرے حیوان صرف زمین پر ہی گھوم سکتے ہیں۔فضا تک ان کی رسائی نہیں اس وجہ سے ان کی روحانیت قوت جسمی پر غالب ہے اور پرندوں کے انتخاب کی منجملہ اور وجوہ کے ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے۔انہیں چاروں پرندوں کے انتخاب کی وجہ کیا ہے؟

اس سلسلہ میں بعض حضرات نے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ ان میں ہر پرندہ کے ساتھ کوئی نہ کوئی واقعہ وابستہ ہے۔

1-مور نے حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ خیانت کی اور ابلیس کو جنت میں لے آیا۔کوے نے حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ بے ایمانی کی اسے اس کام کے لئے بھیجا گیا تھا کہ جا کر طوفان کے پانی کی بابت معلومات کر کے آؤ لیکن وہ مردار کھانے میں لگ گیا اور خبر لے کر واپس نہ آیا۔بطخ نے حضرت یونس علیہ السلام کے ساتھ خیانت کی کہ ان کے کپڑوں کو چیتھڑے چیتھڑے کر دیا۔الغرض ان تمام جانوروں نے انبیاء علیہم السلام کی اہانت کی تھی اور ان کی بددعا کی وجہ سے مبتلائے مصیبت ہوئے۔مور حضرت آدم علیہ السلام کی بددعا کے نتیجہ میں سرزمین ہند پر ڈالا گیا اور کوے کا رزق مردار پہ چیزیں مقرر کر دی گئیں۔مرغ کے درمیان جنگ ودیعت کر دی گئی اور بطخ کو حضرت یونس علیہ السلام کی بددعا کے نتیجہ میں بے سکوں اور آوارہ کر دیا گیا اور بعد میں انہیں حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے ہاتھوں ذبح کرایا گیا۔

ان چاروں پرندوں میں کوئی نہ کوئی بری خصلت پائی جاتی ہے اور یہی وجہ ان کے ذبح کرائے جانے کی ہے۔مثلاً مرغ خواہشات نفسانی کا پیکر ہے جب کہ بطخ پیٹ کی بندی۔کوا لالچی اور لمبی امیدیں باندھنے والا اور مور اپنے حسن وجمال میں بدمست۔

اس تمہید کے بعد اے طالب راہ طریقت اور حقیقت کی زندگی کے متلاشی فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً کے طلب گار اپنی جان کے گریبان کو پکڑ کر اس میں سے مرغ کی شہوت کو نکال کوے کی حرص اور بے جا امیدوں کو علیحدہ کر بطخ کی شکم پروری کی عادت سے اپنے آپ کو شکم پروری سے بچا اور مور کی رعنائی کے غرور کو عالم فضا میں ڈال دے۔

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

کیونکہ جو خواہشات کا غلام ہو جاتا ہے وہ حیات ابدی سے حصہ حاصل نہیں کرتا اور اس کی موت زندگی سے بہتر ہوتی ہے اور جو درازی عمر کی تمنا کرتا ہے اس کی فنا بقا سے بہتر ہوتی ہے اور جو بھی شکم پروری کا شکار ہو جاتا ہے اس کے معاملہ کی ابتدا ہی قطع کرنی بہتر ہوتی ہے اور جو عاشق نمائش وزیبائش کا دلدادہ ہو جاتا ہے اس کے وجود کو ختم کرنا ہی بہتر ہوتا۔

ایک اور اشارہ:

ابراہیم علیہ السلام کے ذبح کردہ پرند چار کیفیتوں میں مبتلا تھے۔ خون آلودہ ہو کر جان جان آفریں کے سپرد کی۔ ہر ایک کے اعضاء علیحٰدہ علیحٰدہ ہوئے پھر یہ تمام اجزا ایک دوسرے کے ساتھ مخلوط ہو گئے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت اور حکم ربی مجتمع ہو گئے وہ جانرو آلائش سے پاک صاف ایک دوسرے کا گوشت مخلوط شدہ مختلف پہاڑوں پر رکھا تھا۔ جیسے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بحکم ربی انہیں پکارا ان کے گوشت علیحٰدہ ہوئے اور حسب سابق اپنے اجسام میں تبدیل ہو گئے۔ لیکن ان پر ایک کیفیت اور طاری ہوگی جس سے اپنے بیگانے اور عزیز قریب غیروں کا سارو یہ اختیار کریں گے وہ یوم الحساب یا روز قیامت ہوگا۔ اس دن لوگ چار کیفیات سے دوچار ہوں گے۔ پہلا گناہوں کی آلودگی، دوسرے شرف دیدار الٰہی سے دوری۔ تیسری عرصہ محشر میں بے یارومددگار گھومتے پھریں گے۔ اور اس وقت ایک دوسرے کی شکل سے بیزار ہوں گے وہ کافروں اور بیگانوں سے ملیں گے لیکن جب رحمت عالم ﷺ کی شفاعت رحمت الٰہی کی وجہ سے حاصل ہو جائے گی تو تمام آلودگیوں سے پاک ہوں گے اور انہیں آسودگی حاصل ہو جائے گی۔ تن کی سے آزاد ہو کر دل شاد ہوں گے۔ عذاب سے خلاصی حاصل کر کے جنت میں مہمان ہوں گے اور پھر انہیں دنیا و آخرت کی نعمت عظمٰی یعنی رویت الٰہی میسر ہو جائے گی۔

* * *

اللہ والے

اللہ کے برگزیدہ بندوں کے حالات وواقعات پر مشتمل ایک گرانقدر تصنیف جو خالد پرویز کی عالمانہ عرق ریزی کا نتیجہ ہے۔ اس کتاب میں، حضرت خواجہ معین الدین چشتی ؒ، حضرت جنید بغدادی، حضرت بایزید بسطامی، حضرت بہاء الدین زکریا، حضرت داتا گنج بخش، حضرت بابا فرید الدین گنج شکر، حضرت نظام الدین اولیاء، حضرت میاں میر کے حالات زندگی رقم ہیں۔

گلدستہ اولیاء کتاب گھر پر دستیاب۔ جسے **تحقیق و تالیف** سیکشن میں دیکھا جا سکتا ہے۔

اٹھارہواں باب

کتاب گھر کی پیشکش کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

ولادت حضرت اسماعیل علیہ السلام اور قربانی

تاریخ نگاروں نے اپنے شہ پاروں میں لکھا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دنیاوی آسودگی حاصل ہوئی۔ مال اور مویشی کثرت سے جمع ہوگئے۔ اس وقت قلب مبارک میں آیا کہ رب کریم نے دنیا کی تمام نعمتیں عطا فرما دی ہیں لیکن اگر خالق عالم ایک انعام اور عطا فرمائے اور اولاد نرینہ سے سرفراز فرمائے تاکہ وہ منصب نبوت اور منصب رسالت پر متمکن ہو تو وہ امت کو جادہ مستقیم کی طرف بلائے تو یہ اس کا ایک اور انعام ہوگا۔

قضائے ربانی سے جناب سارہ لاولد تھیں اور ان سے اولاد ہونے کی توقع بھی نہ تھی جب انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس خواہش کا علم ہوا اور ان کے ذوق وشوق کا اندازہ ہوا تو ان کے دل میں یہ آیا کہ ہاجرہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دیں تاکہ ان کی اولاد نرینہ کی تمنا پوری ہو جائے۔ جناب ہاجرہ نوعمر اور حسین وجمیل تھیں جب وہ جناب ابراہیم علیہ السلام کی مصاحبت سے مشرف ہوئیں۔ اسی شب نطفہ صلب پدر (حضرت ابراہیم علیہ السلام) سے رحم ہاجرہ میں منتقل ہوگیا اور نور محمدی ﷺ رحم ہاجرہ میں جلوہ افروز ہوگیا اور مدت حمل پورا ہونے پر حسب تمنا فرزند تولد ہوا۔ یہ فرزند ایسے تھے کہ اب تک نہ تو آسمان نے ایسی ہستی کو دیکھا تھا اور نہ روئے زمین پر ایسی ہستی جلوہ افروز ہوئی تھی۔ شفیق باپ نے عبرانی زبان میں ان کا نام اشمویئل رکھا اور بعد میں کثرت استعمال سے اشمویئل سے اسماعیل ہوگیا۔ نور محمدی ﷺ کی امامت کی وجہ سے جناب اسماعیل کی ذات مقدس ایسی مرجع خلائق ہوئی جو کوئی انہیں دیکھتا تو دیکھتا ہی رہ جاتا اور ان کی محبت اس دیکھنے والے کے قلب میں جاگزین ہو جاتی۔ خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کی محبت کا یہ عالم تھا کہ دو گھڑی بھی اپنے سے جدا نہ کرتے اور اپنی گود یا کاندھوں پر لئے رہتے۔ فطرت انسانی کے ماتحت جناب سارہ کو اس انداز محبت سے رشک پیدا ہوا کیونکہ ان کی بھی یہ خواہش تھی کہ یہ شرف ان کی اولاد کو حاصل ہوتا اور نور محمدی علیہ السلام کا شرف ان کی نسل کو ملتا۔ ایک دن فرط قلق سے مجبور ہو کر انہوں نے قسم کھائی کہ ہاجرہ کا کوئی عضو قطع کر کے ان کی حالت کو بدل دیں گی۔ جب ہاجرہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو وہ وہاں سے چلی گئیں اور آس پاس کے علاقہ میں گھومتی رہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ سے سفارش کی کہ وہ ہاجرہ سے اپنا دل صاف کر لیں اور اپنی قسم کو پورا کرنے کے لئے جناب ہاجرہ کے کان چھید دیں اور ان کے اندام نہاں سے کچھ حصہ بھی کاٹیں۔ لہٰذا جناب سارہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مشورہ پر عمل کیا اور صفائی قلب کے بعد ان کے کان چھید ے۔ (اس طرح یہ رسم عورتوں میں جاری ہوگئی) لیکن اس کے باوجود ان کے دل میں خلش باقی رہی۔ ادھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حق زوجیت کی وجہ سے اور جناب سارہ کے حق ملکیت کی وجہ سے خدمت گزاری جناب ہاجرہ کو مشغول رکھتی اور یہی خدمت گزاری اس بات کا موجب ہوئی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان خدمات کے

اعتراف کی وجہ سے ان کی طرف انعطاف توجہ زیادہ فرماتے۔ایک دن حضرت سارہؓ کی امید بر آئی ان کی دعائیں بارگاہ قبول میں مستجاب ہوئیں اور جناب ابراہیم علیہ السلام کو حکم ملا کہ وہ جناب سارہ کی خواہش کے مطابق عمل کریں۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سارہ سے دریافت فرمایا،آپ کیا چاہتی ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ میری خواہش یہ ہے کہ ان دونوں ماں اور بیٹے کو ایسی جگہ چھوڑا جائے جہاں نہ پانی ہو نہ سایہ بے آب وگیاہ۔بنجر علاقہ اور مزید برآں آبادیوں سے دور بھی ہونا چاہیے۔وہاں آپ ان کو چھوڑ کر فوراً واپس آ جائیں۔حضرت سارہؓ کی مرضی کے مطابق عمل کرنے کے لیے جناب ابراہیم علیہ السلام غور فرما رہے تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام بہشت سے ایک برق رفتار سواری جنت سے لے آئے۔لہٰذا ابراہیم علیہ السلام نے ان دونوں (حضرت اسماعیل وہاجرہ) کو اپنے پیچھے براق پر بٹھایا اور جبرائیل علیہ السلام کی معیت میں سرزمین مکہ کی جانب روانہ ہو گئے۔قطع مسافت کے بعد جب (وادی ام القریٰ) سرزمین حرم میں آئے تو جبرائیل علیہ السلام کے مشورہ سے وہاں سواری سے اترے اور چاہ زمزم کے مقام پر کھڑے ہو گئے۔جبرائیل امین علیہ السلام نے بتایا کہ مشیت ایزدی یہ ہے کہ ان کو یہاں چھوڑ دیا جائے۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

حضرت اسماعیل علیہ السلام مکہ میں:

اس دور میں مکہ مکرمہ پتھر کی طرح سخت اور عاشقوں کے سینہ کی طرح تپتا ہوا مقام تھا۔اس کی ہوائیں کو اثیر کا نمونہ اور اس کی زمین کبریت احمر کے مناظر پیش کرتی تھیں۔اس علاقہ کا تپتا ہوا ریت یاقوت سرخ کا سماں پیش کر رہا تھا۔اس علاقہ میں نہ کوئی گھر تھا نہ کوئی رفیق وغم گسار نہ یار ومددگار۔

وبلدة لیس بها انیس
الا الیعافیر والعیس
کان لم یکن بین الحجران الی الصفا
انیس ولم یسمر بمکه سامر

اس علاقہ کی یہ فضا اور ایسا ماحول تھا،چنانچہ اس جگہ جناب جبرائیل علیہ السلام نے ان نفوس قدسیہ کو ٹھہرنے کا مشورہ دیا اور خود وہاں سے چوتھے آسمان پر چلے گئے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں مقام زمزم کے عقب میں مسجد حرام کی جگہ دونوں ماں اور بیٹے کو بٹھایا۔تھوڑی کھجوریں اور پانی کا برتن ان کے پاس رکھا اور وہاں سے روانہ ہو گئے۔جب جناب حاجرہ نے انہیں جاتے ہوئے دیکھا تو ان کو روکنے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔جب ابراہیم علیہ السلام دور چلے گئے تو وہ ان کے پیچھے بھاگیں لیکن پھر بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے توجہ نہ دی۔جب ہاجرہؓ نے ان کا یہ طرز عمل دیکھا تو بہت پریشان ہوئیں۔لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے وعدہ کی پاسداری میں جو انہوں نے جناب سارہؓ سے کیا تھا،کوئی جواب نہ دیا تو جناب ہاجرہؓ نے ان سے دریافت فرمایا کہ اے ابراہیم علیہ السلام!اس خدائے عزوجل کا واسطہ جس نے آپ کو منصب خلافت عطا فرمایا ہے،معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ آیا آپ ہمیں اس بیابان مقام پر اس خالق مالک کے حکم کے مطابق چھوڑے جا رہے ہیں؟ حضرت

ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا "ہاں" یہ سنتے ہی حضرت ہاجرہؓ الٹے قدم واپس ہوگئیں اور اپنے قلب کو تسلی دی۔ اذا الایصعبنا رضیت باللّٰہ ربا و حسبی اللّٰہ علیہ توکلت۔ اب ہمیں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ ہم اپنے رب کی رضا میں راضی ہیں وہی ہمارے لئے کافی ہے اور اسی پر ہمارا بھروسہ ہے۔ ان الفاظ سے اپنے دل کو تسلی دی اور اس رب کریم کی طرف لَو لگائی۔ وہاں سے روانہ ہو کر حضرت ابراہیم ثنیہ آئے یہاں سے حضرت ہاجرہؓ نظر نہیں آرہی تھیں لہٰذا دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور بارگاہ الٰہی میں مناجات کی۔ جس کے الفاظ قرآن کریم نے اس طرح بیان فرمائے ہیں۔ رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ۔ (آخر آیت تک) یہ دعا کرنے کے بعد وہاں سے حضرت سارہؓ کے مکان کی طرف حسرت ویاس کا پیکر بنے واپس ہوگئے۔

حضرت ہاجرہؓ صفا و مروہ پر:

ادھر اس ویران مقام پر حضرت ہاجرہؓ اپنے شیر خوار فرزند کے ساتھ بے یار و مددگار علائق زندگی سے بے تعلق تن تنہا اس جگہ بیٹھ رہیں۔ ماں بیٹے کے چہرہ کو دیکھتیں اور بیٹا ماں کے چہرہ پر نظر ڈالتا اور روتا۔ حضرت ہاجرہؓ ضرورت کے وقت کھجوریں کھاتیں اور شدت پیاس کے وقت پانی پی لیتیں۔ بھوک کے وقت فرزند شیر خوار کو دودھ پلاتی رہیں۔ یہاں تک کہ کھجوریں اور پانی ختم ہوگیا اب نہ کھانے کو کھجور اور نہ پینے کو پانی رہا تو بھوک پیاس کا غلبہ ہوا اور حضرت اسمٰعیلؑ کے لئے چھاتیوں میں دودھ نہ رہا اور وہ بھوک پیاس کی شدت سے بے تاب ہوئے اور زمین پر لیٹتے تڑپتے رہے۔ اس وقت شفقت مادری جوش میں آئی اور زندگی کے لئے جدوجہد کرنی شروع کی۔ لہٰذا وہاں سے انہیں اور کوہ صفا جو نزدیک ہی تھا چڑھیں لیکن کوئی متنفس نظر نہ آیا لہٰذا وہاں سے اتر آئیں اور وادی میں گھومنے لگیں اور وہاں سے چلتی ہوئیں کوہ مروہ تک آئیں۔ اس طرح فرط پریشانی میں دونوں پہاڑوں کے درمیان ہر مرتبہ اپنے نونہال کی خبر گیری کے لئے آتی رہیں تاکہ یہ دیکھتی رہیں کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ کسی جنگلی جانور نے آکر بچہ کو اذیت دی ہو۔ آخری پھیرے پر جب وہ مروہ آئیں تو ایک آواز سنی تو خیال ہوا کہ کسی نے آواز دی ہے، لیکن آواز دینے والا کوئی نظر نہ آیا۔ وہ آواز دینے والے منادی غیب جناب جبرائیل علیہ السلام تھے۔ اس وقت جناب ہاجرہؓ زبان حال سے کہہ رہی تھیں۔

اے منادی اگر تم مدد کرنا چاہتے ہو تو یہی مدد کا وقت ہے۔

چشمۂ زمزم ابل پڑا:

دوبارہ آواز آئی کہ اے حاجرہ اپنے قیام کی جگہ آجاؤ اللہ تعالیٰ تمہارے فرزند کی حفاظت فرمائے گا اور وہ اس دنیا میں باقی رہیں گے۔ یہاں وہ اپنے والد کے ساتھ بیت اللہ کی تعمیر کریں گے اور اس خطہ کو اللہ تعالیٰ خیر و برکت عطا فرمائے گا۔ جناب ہاجرہؓ جب یہ باتیں سنتی ہوئی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس آئیں تو چاہ زمزم کی جگہ حضرت جبرائیل علیہ السلام موجود تھے۔ جبرائیل امین علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ اے نیک خاتون آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا، اسماعیل کی ماں۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی۔ جبرائیل امین علیہ السلام نے سوال کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تمہیں یہاں کیوں اور کس کے بھروسہ پر چھوڑا ہے۔ ہاجرہؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور اسی کے بھروسہ پر چھوڑا ہے۔

جبرائیل امین علیہ السلام نے فرمایا کہ جب اس کے بھروسہ پر چھوڑا ہے تو اس کا بھروسہ بہت کافی ہے۔ اسی گفتگو کے درمیان ایک مرتبہ جو جناب ہاجرہؓ کی نظر اٹھی تو دیکھا کہ قریب میں پانی کا چشمہ ابل رہا ہے۔ مصنف علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ میں نے چشمہ زمزم کے سلسلہ میں مختلف روایات دیکھی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام جب شدت تشنگی سے زمین پر پیر مار رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ایڑیوں کی ضرب سے یہ چشمہ جاری فرمایا تھا۔ ایک اور روایت کے مطابق جناب جبرائیل علیہ السلام نے زمین پر ٹھوکر ماری تھی جس سے یہ چشمہ ظاہر ہوا تھا۔ تیسری روایت کے مطابق جناب جبرائیل علیہ السلام نے زمین پر پیر مارا جس سے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔ اس وقت جناب ہاجرہؓ کی مسرت قابل دید تھی۔ خود بھی سیراب ہوئیں اور بیٹے کو بھی پلایا اور اس طرح بھوک اور پیاس سے نجات حاصل کی۔ اس وقت آپ نے چاہا کہ پانی کی چھاگل بھر لیں لیکن حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ اس کو بھرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ پانی ختم نہ ہوگا اور آپ کی ضروریات کو پورا کرتا رہے گا۔

حضرت ہاجرہؓ نے پتھر اور مٹی جمع کر کے اس پانی کے چاروں طرف منیڈھ (آڑ) بنائی تا کہ پانی جمع ہو جائے اور دور تک پھیل کر ضائع نہ ہو۔ اس وقت ایک ندا غیبی سنی کہ پانی کے ضائع ہونے کا خوف نہ کرو اور اس کی روانی سے متفکر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ پانی تمہارے مبارک فرزند کے لئے جاری فرمایا ہے وہ اس میں برکت عطا فرمائے گا اور وہی خالق و مالک تمہارے بیٹے کو نبوت سے سرفراز فرمائے گا اور یہ فرزند اس جگہ اپنے والد کی مدد سے ایک مکان اللہ کے لئے بنائیں گے اور اطراف و اکناف عالم سے لوگ اس کی زیارت کو آیا کریں گے اور وہ آنے والے اس متبرک پانی کو پئیں گے۔ یہ خوشخبری سن کر حضرت ہاجرہؓ کی مسرت کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔

رسول خدا ﷺ نے فرمایا: رحم اللّٰہ ام اسمٰعیل لو ترکت لکان زمزم ماء معینا۔ "اگر ہاجرہؓ اس پانی کو نہ روکتیں تو قیامت تک یہ پانی جاری رہتا اور سارا عالم اس سے مستفیض ہوتا۔"

مکہ آباد ہونے لگا:

حاصل کلام یہ کہ جب اس علاقہ میں پانی دستیاب ہو گیا اور جناب ہاجرہؓ اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ضروریات کی کفالت ہونے لگی اس طرح وقت گزرتا رہا اور ایک موقعہ ایسا بھی آیا کہ ایک قبیلہ جرہم کا ایک قافلہ بالائے مکہ کی طرف سے آیا اور وادی کے زیریں حصہ میں مقیم ہوا۔ یہ قبیلہ جناب ابراہیم علیہ السلام کے بنی اعمام (چچا کی اولاد) میں سے تھا جو سرزمین یمن میں مقیم تھے لیکن تجارت کے لئے یمن سے براہ مکہ شام کی طرف جا رہے تھے۔ اس دور میں ایک عادت یہ تھی کہ جو قافلہ اس راستہ سے گزرتا وہ وادی مکہ سے جلد سے جلد گزرنے کی کوشش کرتا کیونکہ اس علاقہ میں پانی نہ تھا۔ اس وجہ سے اہل قافلہ کو سخت مصائب کا سامنا کرنا پڑتا۔ اس مرتبہ بھی قافلہ والوں کے پاس پانی ختم ہو گیا۔ ضروریات تو علیحدہ شدت پیاس کی وجہ سارا قافلہ پریشان تھا۔ بھوک اور پیاس کی شدت کی وجہ سے اس قدر نقاہت ہوئی کہ آگے جانے کی ہمت ہی نہ رہی اور تھک کر وہیں رک گئے۔ اتفاقاً قافلہ والوں نے پرندوں کا ایک غول اس علاقہ میں اڑتا ہوا دیکھا اور اپنے تجربہ کی بناء پر سوچنے لگے کہ پرندے اس علاقہ میں نظر آتے ہیں جہاں پانی دستیاب ہو۔ لیکن اس وادی میں پانی کہاں، سخت تعجب ہوا۔ کچھ لوگ کہنے لگے کہ اس وادی میں تو

پانی کا کہیں نام ونشان نہ تھا لیکن پرندوں کا وجود اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ یہاں پانی کا کوئی چشمہ نکل آیا ہے لہٰذا دو آدمیوں کو پانی کی تلاش اور پرندوں کی موجودگی کی وجہ کا پتہ لگانے کے لئے روانہ کیا۔ وہ تلاش کرتے کرتے اس چشمہ کے قریب آئے تو دیکھا کہ ایک خاتون شیر خوار بچے کو لئے ہوئے پانی کے چشمہ کے پاس بیٹھی ہیں۔ ان لوگوں کو بہت تعجب ہوا اور انہوں نے جناب ہاجرہؓ سے دریافت کیا کہ آپ کا تعلق انسانوں سے ہے یا آپ جنوں کے قبیلہ سے ہیں۔ جناب ہاجرہؓ نے سارا واقعہ بتا کر کہا کہ رب تعالیٰ نے یہ چشمہ میرے اور میرے نور نظر کے لئے جاری فرمایا ہے اور یہ ہمارے اور آنے والی نسلوں کے کام آئے گا۔ ان لوگوں نے اس پانی کو پیا تو نہایت خوش ذائقہ پایا۔ پانی پینے کے بعد حضرت ہاجرہؓ سے دریافت کیا کہ آپ کے علاوہ کسی اور کا اس پانی پر حق ہے۔ حضرت ہاجرہؓ نے فرمایا نہیں۔ ان لوگوں نے اس علاقہ کو اپنے اور اپنے مویشیوں کے لئے بہت پسند کیا اور واپس آ کر اپنے ساتھیوں کو حضرت ہاجرہؓ اور ان کے صاحبزادہ کے متعلق باتیں بتائیں۔ وہ سب لوگ وہاں سے پانی کے قریب آ گئے اور خوب شکم سیر ہو کر پانی پیا اور جانوروں کو پلایا۔ اس کے بعد قبیلہ جرہم کے لوگوں نے جناب ہاجرہؓ سے درخواست کی کہ اگر آپ اجازت دیں تو آپ کے ساتھ یہاں مقیم ہو جائیں اور آپ کی خدمت گزاری کریں۔ جناب ہاجرہؓ نے فرمایا، اس شرط پر کہ اس پانی پر تمہارا کوئی دعویٰ نہ ہوگا۔ ان لوگوں نے اس شرط کو قبول کر لیا اور وہاں سے یمن واپس آئے۔ بعد میں اپنے قبلہ ساز و سامان اور مویشیوں کو لے کر وہاں آ گئے۔ انہوں نے اپنے بنی اعمام (چچا کی اولاد) کو بھی ساتھ لے لیا۔ یہ لوگ قطورا کے نام سے مشہور تھے۔

بنی جرہم کا سردار مضاص بن عمرو تھا اور قطورا کے سردار سمیدع بن عامر تھے۔ مضاص نے بالائی مکہ اور سمیدع نے زیریں حصہ میں قیام کیا اور اور اپنے رہنے کے لئے مکانات بنائے۔ ان دونوں قبیلوں نے جناب ہاجرہ و اسماعیل کی دلجوئی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ ادھر ان دونوں کو ان قبیلوں کی وجہ سے سکون واطمینان حاصل ہو گیا۔ جناب اسماعیل علیہ السلام نے انہیں قبیلے والوں میں نشو و نما پائی اور انہیں سے زبان عربی سیکھی۔

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ جناب اسماعیل علیہ السلام وہ پہلے فرد ہیں جو فصاحت و بلاغت اور روانی کے ساتھ عربی بولتے تھے۔ منجملہ تمام صفات و کمالات کے والد محترم کی تمام خوبیاں جناب اسماعیل علیہ السلام میں بدرجہ اتم موجود تھیں اور ان کی یہ خوبیاں سیرت کی کتابوں میں بیان کی گئی ہیں جن کی سند حد تواتر کو پہنچ چکی ہے۔

اسماعیل کے معنی عربی زبان میں مطیع اللہ، اللہ کی اطاعت کرنے والے کے ہیں۔ مورخین نے لکھا ہے کہ یہ بات تصدیق کے ساتھ کہی جاتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ہفتہ اور بعض روایات کے مطابق ہر مہینہ صبح کے وقت براق پر سوار ہو کر ملک شام سے روانہ ہوتے اور چاشت کے وقت مکہ پہنچ جاتے اور جناب ہاجرہ و اسماعیل علیہ السلام کی خیریت معلوم کر کے تھوڑی دیر ٹھہرنے کے بعد پھر واپس شام تشریف لے آتے۔ فوری واپسی کی وجہ یہ تھی کہ آپ نے جناب سارہؓ سے یہ وعدہ کر رکھا تھا کہ وہ جناب ہاجرہؓ کے پاس زیادہ دیر قیام نہ کریں گے۔ اور ان کی خیریت معلوم کر کے فوراً واپس آ جایا کریں گے۔ القصہ یہ سلسلہ سالہا سال تک جاری رہا۔ یہاں تک کہ جناب اسماعیل علیہ السلام کی عمر شریف سولہ سال ہوئی اور سبزہ نوجوانی ان کے خد و خال سے نمایاں ہوا۔ اس زمانہ میں جب ابراہیم علیہ السلام ان کی خیریت معلوم کرنے آتے تو کبھی رات کو قیام بھی کر لیتے اور کبھی ایک دو روز ٹھہر بھی جاتے۔ اسی دوران ان کو بیٹے کی قربانی کا حکم ملا۔ اگرچہ فرزند کے تعین میں بعض مورخین نے

اختلاف کیا ہے کہ وہ بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے یا اسحاق علیہم السلام۔ ہر مورخ نے اپنے قول کے ثبوت میں دلائل پیش کیے ہیں لیکن حضور اکرم ﷺ کی حدیث...... انا ابن الذبیحین اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ اس فرزند سے جناب اسماعیل علیہ السلام کی ذات گرامی مراد ہے اور اکثریت بھی اس قول کی تائید کرتی ہے اور مصنف نے بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذکر میں اس موضوع کو وضاحت سے بیان کیا ہے۔ واللہ اعلم

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی:

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اِنِّيْ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى۔ اس آیت کریمہ کے سلسلہ میں علماء نے اختلاف کیا ہے کہ بُنَیّ کا مصداق حضرت اسمٰعیل ہیں یا اسحاق علیہم السلام۔

صحابہ کرام کی ایک جماعت مثلاً حضرات عمر فاروق، علی مرتضٰی تابعین اور تبع تابعین مثلاً کعب احبار، سعید بن جبیر، قاسم بن ابی بکر، مسروق، عبدالرحمان بن سابط۔ ابوالہذیل زہری کا فرمان ہے کہ اس سے حضرت اسحاق علیہ السلام کی ذات مراد ہے اور دوسری جماعت جن میں عبدالرحمان بن عباس، عبداللہ بن عمر، عمرو بن العاص، ابوالطفیل عامر بن واصلہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ امام جعفر صادق، سعید بن میتب، یوسف بن مہران، مجاہد شعبی رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ بُنَیّ کا مصداق حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں، ان میں ہر گروہ نے جو دلائل پیش کیے ہیں وہ تفسیر اور تاریخ کی کتابوں میں وضاحت کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔

چونکہ اس کتاب میں سید عالم ﷺ کے آباؤ اجداد کا ذکر کیا گیا ہے اس لئے دوسرے قول کو ترجیح دی گئی ہے اور بُنَیّ کا مصداق حضرت اسماعیل علیہ السلام کو تسلیم کیا گیا ہے۔

قربانی کا حکم:

کہا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نذر مانی تھی کہ اگر خداوند قدوس انہیں اولاد نرینہ عطا فرمائے گا تو اسے اللہ کی راہ میں قربان کریں گے۔ قدرت الٰہی سے انہیں دو فرزند حضرات اسماعیل و اسحاق علیہم السلام عطا ہوئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی نذر ادا کرنا بھول گئے۔ ایک رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ مکہ کی قربان گاہ میں ایک شخص ان سے کہہ رہا ہے کہ نذر کے مطابق اپنے بیٹے کی قربانی کیجئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ایک گائے تھی اور اس کا ایک نہایت خوبصورت بچھڑا تھا جس سے ہر شخص پیار کرتا تھا اور خاندان ابراہیمی کی نظروں کا تارا تھا۔ اس کے چاروں پیروں کو مہندی لگائی جاتی اور اس کی خوبصورتی کے اضافہ کیلئے طرح طرح کی کوشش کی جاتی تھی۔ اس گائے کو بھی اپنے بچے سے بہت محبت تھی۔ اگر بچہ سامنے نہ ہوتا تو وہ دانہ چارہ نہ کھاتی۔ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس کچھ مہمان آئے گھر میں کچھ کھانے کو نہ تھا اور آپ کو مہمانوں کی خاطر کرنی ضروری تھی۔ حکم ربی لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ پیش نظر تھا لہٰذا آپ نے اس گوسالہ کو ذبح کر کے جلدی سے کھانا تیار کر کے مہمانوں کے سامنے کھانے کے لئے رکھ دیا۔ اس گائے نے اپنے بچے کے ذبح ہونے کا منظر دیکھا تھا اور

اس کے دردِ دل کی کیفیت کا اندازہ خالق کائنات کو ہوا۔ لہٰذا اس خالق عالم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ جس طرح تم نے اس گوسالہ کو ذبح کیا ہے اپنے بیٹے کو بھی قربان کرو۔

ایک عجیب واقعہ:

اس سلسلہ میں ایک واقعہ دلچسپی کا باعث ہوگا کہ ایک شخص نے ایک گوسالہ کو اس کی ماں کے سامنے ذبح کر دیا۔ رب تعالیٰ نے اس کی ماں کی محبت کی خاطر اس شخص کے داہنے ہاتھ کو جس سے اس نے اس گوسالہ کو ذبح کیا تھا، خشک کر دیا۔ ایک دن وہ آدمی راستہ میں جا رہا تھا اس نے دیکھا کہ ایک پرندہ کا بچہ گھونسلے سے گر پڑا ہے۔ اس نے ازراہ ہمدردی اٹھا کر گھونسلہ میں رکھ دیا اسی لمحہ اس کا ہاتھ ٹھیک ہوگیا اور ایک نداء سنی کہ رحمت فرحمناك قسوت فعذبناك تو نے جذبہ رحم کا اظہار کیا تھا تو ہم نے تجھ پر رحم کیا اور جب تو نے سنگ دلی کا ثبوت دیا تھا تو ہم نے تجھ پر عذاب کیا تھا اور سزا دی تھی۔

ایک اور امتحان:

جب حق تعالیٰ نے جناب ابراہیم علیہ السلام کو منصب خلّت پر سرفراز فرمایا، اس وقت ملائکہ نے کہا کہ اے رب کریم اس بندہ کو تو نے مال و زر، فرزند و زن، صحت و تندرستی تمام نعمتوں سے سرفراز فرما دیا۔ اس تمام نعمتوں پر ان کی آزمائش ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، بے شک یہ تمام نعمتیں ان کو ملی ہیں لیکن یہ تمام نعمتیں انہیں ہماری محبت سے باز نہیں رکھ سکیں اور یہ ہماری محبت کی راہ میں رکاوٹ نہیں ہیں۔ جاؤ اور ابراہیم کو آزما لو۔ لہٰذا یہ دونوں مقرب فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس مہمان کی حیثیت سے شکل انسانی میں آئے۔ ابراہیم علیہ السلام نے مہمانوں کی پذیرائی کی اور ان کے لئے کھانا لائے اور ان سے فرمایا کہ بسم اللہ کھانا تناول فرمائیں۔ ان مہمانوں نے کہا کہ ہم بغیر قیمت یا بدلہ دیئے نہ کھائیں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کا بدلہ قیمت یا اجرت یہ ہے کہ آپ کھانے سے پہلے حق تعالیٰ کا نام لے کر شروع کریں۔ اور آخر میں فراغت کے بعد اس کا شکر ادا کریں۔ یہ سن کر ان حضرات نے فرمایا: حق لك ان یتخذ اللّٰہ خلیلا۔ آپ اس بات کے مستحق ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دوست ہوں..... ان مہمانوں کو گھر میں چھوڑ کر ابراہیم علیہ السلام ریوڑ چرانے چلے گئے لیکن یہ دونوں مہمان حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تلاش میں جنگل کی طرف چل دیئے۔ کہا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بارہ ہزار ریوڑ تھے جن کی حفاظت بارہ ہزار کتے کرتے تھے اور ہر کتے کے گلے ہزار مثقال وزنی سونے کا پٹہ تھا۔ ایک دن ان سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ نے کتوں کے گلے میں اتنے وزنی طلائی پٹے کس لئے ڈالے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ دنیا مردار ہے اور مردار کتوں کی خوراک ہے اس لئے یہ کام کیا گیا ہے۔ القصہ جبرائیل علیہ السلام ایک سائل کی صورت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے آئے اور کہا کہ یہ ریوڑ کس کے ہیں۔ آپ نے فرمایا، اللہ کی امانت میرے پاس ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ ان میں کچھ کو بیچتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ دوست کا نام لو اور تہائی لے جاؤ۔ جبرائیل علیہ السلام نے رب تعالیٰ کے اس کے صفات میں سے حلیم کا نام لیا اور ایک روایت کے مطابق لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہا اور ایک روایت کے مطابق سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوس کہا۔ موسوی روایت کے مطابق

سبحانہ ما اعظمہ من عظیم ماا قدمہ من قدیم وما اکرمہ من کریم ما احلمہٗ من حلیم ما رحمہ من رحیم۔ جب جبرائیل علیہ السلام کی زبان سے یہ کلمات سنے، آتش شوق محبت بھڑک اٹھی اور فرمایا، اے دوست ایک مرتبہ اس ذات کا نام اور دہراؤ اور ایک تہائی ریوڑ اور لے لو۔ جبرائیل امین علیہ السلام نے دوسری مرتبہ ان کلمات کو دہرایا تو حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا، ایک مرتبہ اور دوست کا نام لے دو اور بقیہ تمام مال و دولت لے جاؤ۔ اس طرح انہوں نے تین مرتبہ رب تعالیٰ کا نام سن کر سارے ریوڑ دے دیئے تو پھر کہا کہ ایک مرتبہ اور اس کا نام لے دو اور کتوں کے گلے میں جو پٹے ہیں وہ بھی تمہارے ہو جائیں گے۔ اس طرح یہ مرحلہ بھی مکمل ہوا لیکن آتش شوق ہر مرتبہ تیز تر ہوتی رہی تو جناب ابراہیم نے فرمایا کہ پیارے آقا کا نام ایک مرتبہ اور سنا دو اور میری آزادی بھی ختم کر دو اور مجھے اپنا غلام بنا لو تاکہ اس کے نام پر یہ سلسلہ بھی ختم ہو جائے۔ اس وقت جبرائیل علیہ السلام کو خطاب ہوا، اے جبرائیل تم نے میرے خلیل کو دیکھا۔

اس تمام گفتگو کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام سے اپنا تعارف کرایا اور اللہ کی مرضی سے آپ کا امتحان لینے آیا تھا۔ اب مجھے آپ کے ریوڑ اور دولت کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ آپ کو یہ مال مبارک ہو۔ اس میں آپ حسب سابق تصرف کریں لیکن اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا، اے جبرائیل جو مال میں اللہ کے لئے دے چکا ہوں اس کو واپس نہیں لے سکتا۔

اولاد کی قربانی:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جانی و مالی امتحان کے بعد اولاد کے سلسلہ میں امتحان لیا گیا۔ اس کا واقعہ اس طرح بیان ہوا ہے کہ 8 ذی الحجہ کی آنے والی شب کو جناب ابراہیم محراب مناجات میں قیامت میں استقامت کی دعا فرما رہے تھے اور واحد دیکھنا معبود کی تسبیح و تقدیس میں مشغول تھے۔ اس اثناء میں ان کی دماغی پرواز شروع ہوئی اور نور بصیرت نے بصارت کو متوجہ کیا اور بعد میں نظر بندی کی کیفیت پیدا ہوگئی اور دوسری منزل ایسی آئی کہ مدہوشی کا احساس ہونے لگا۔ احساس و تخلی کی پرواز رکتی معلوم ہوئی اور جناب ابراہیم علیہ السلام کو خواب کی کیفیت میں یہ محسوس ہوا کہ ایک فرشتہ ان کے سرہانے کھڑا ہے اور جناب اسمٰعیل ان کی گود میں ہیں وہ فرشتہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہہ رہا ہے کہ میں تمہارے پروردگار کا فرستادہ ہوں۔ رب تعالیٰ کی مشیت یہ ہے کہ اس فرزند کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیجئے۔ یہ سنتے ہی آپ نیند سے اضطراری حالت میں بیدار ہوئے اور اس خواب کو شیطانی وسواس خیال فرماتے ہوئے لَاحَوْلَ پڑھنی شروع کی اور بقیہ رات مصروف عبادت رہے۔ دوسرے تمام دن متفکر رہے کہ رات کا خواب شیطانی وسواس کا نتیجہ تھا یا بشارت الٰہی۔

چونکہ آٹھویں ذی الحجہ کو آپ تمام دن بحر تفکر میں غرق رہے تھے اس لئے اس کو یوم الترویہ کہا جانے لگا۔ دوسری رات کو پھر آپ نے ویسا ہی خواب دیکھا جس میں بشارت ملی کہ آپ اپنے بیٹے کو مرضی الٰہی کے مطابق قربانی کے لئے پیش فرمائیں۔ دوسرے دن یعنی نویں تاریخ کو ایسی ہی کیفیت تھی لیکن رجحان قلب اس طرف ہو گیا کہ یہ خواب حکم الٰہی کی طرف توجہ دلا رہا ہے اس لئے نوی ذی الحجہ یوم العرفہ کہلایا۔ تیسری رات یعنی ذی الحجہ کی دسویں رات آپ نے اس فرشتہ کو دیکھا لیکن آج پہلی راتوں کے برخلاف اس کے پاس شعلے نکلتی ہوئی آگ تھی۔ اس نے حضرت ابراہیم

علیہ السلام سے کہا کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے، اٹھیے اور اپنے بیٹے کو راہ خدا میں قربان کر دیجئے اور یہ بات یاد رکھئے کہ اللہ تعالیٰ گناہ کی جانب نہیں بلکہ اپنی طاعت وفرمانبرداری کا حکم دیتا ہے۔ اس گفتگو کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یقین مستحکم ہو گیا اور آپ کو یقین واثق ہو گیا کہ مشیت الٰہی فرزند دلبند کی قربانی کی مقتضی ہے اور قربانی کا وقت آ گیا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں ایک فرشتہ نے بتایا: قم فقرب القربان لرب العالمین اٹھیے اور رب العالمین کی بارگاہ میں تقرب حاصل کرنے کے لئے قربانی کیجئے۔ دوسرے دن اٹھ کر آپ نے سو بکریوں کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جا کر قربان کر دیا۔ معمول کے مطابق آگ آئی اور یہ قربانی قبول ہو گئی لیکن دوسری رات پھر آپ نے ایسا ہی خواب دیکھا جس میں حکم ملا کہ تقرب الٰہی حاصل کرنے کے لئے قربانی کیجئے۔ دوسرے دن آپ نے سو عمدہ اونٹ منتخب کر کے قربان کر دیئے۔ آگ آئی جو اس بات کا ثبوت تھی کہ یہ قربانی بھی قبول ہو گئی۔

حضرت اسماعیل قربانی کے لئے تیار ہیں!

تیسری رات جب یہی حکم ملا تو آپ نے استفسار کیا کہ دو زانوں سے مجھے قربانی کا حکم مل رہا ہے اور میں قربانی پیش کر رہا ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ میں کس چیز کی قربانی کروں اس پر فرشتہ نے جواب دیا، ولدك اسماعيل اپنے بیٹے اسماعیل کی قربانی پیش کریں یعنی آپ کو مامور کیا گیا ہے کہ اپنے بیٹے اسماعیل کو قربان کریں۔ دوسرے دن علی الصباح 10 ذی الحجہ کو آپ نے بی بی ہاجرہؓ سے فرمایا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا سر دھوئیں کنگھی کریں، تیل لگائیں اور عمدہ لباس پہنا دیں۔ ہاجرہ نے دریافت کیا کہ اس اہتمام کی کیا ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک دوست کی ملاقات کے لئے جانا ہے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرزند دلبند اسماعیل سے فرمایا کہ رسی اور چھری اپنے ساتھ رکھ لو۔ ایک روایت میں ہے کہ جب آپ سے چھری اور رسی کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنے ریوڑ کی طرف جاؤں گا۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ رب العالمین کی بارگاہ میں قربانی کروں۔ والد کے حکم کی تعمیل میں حضرت اسماعیل علیہ السلام نے چھری اور رسی ساتھ لے لی۔

راستہ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے والد سے باتیں کرتے رہے۔ انہوں نے معلوم کیا، بابا جان آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے ایک دوست کے یہاں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ایک اور سوال کیا کہ آپ کے دوست کا مکان کہاں ہے تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ ہمارا دوست گھر اور جگہ سے بے نیاز ہے آسمان کو اس نے شامیانہ اور زمین کو فرش کی طرح بچھا دیا ہے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ایک اور سوال کیا کہ اے پدر بزرگوار کیا وہ مہربان دوست ہمارے ساتھ طبق میں کھاتے وقت شریک ہوگا۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کی بقا کھانے اور پینے سے بے نیاز ہے۔ وهو يطعم ولا يطعم وہ دوست کھلاتا ہے لیکن خود نہیں کھاتا۔ اسماعیل علیہ السلام نے ایک اور سوال کر دیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا دوست مال دار ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا، بے شک زمین وآسمان کے خزانے سب اسی کی مملکت ہیں۔ ابھی ان دونوں نے تھوڑی مسافت ہی طے کی تھی کہ ابلیس اپنی روایتی مکاری کے ساتھ میدان عمل میں آئے اور کہنے لگے اب میں ان تینوں ماں باپ اور بیٹے کو فتنہ میں ڈالتا ہوں ابھی تو وقت ہے اگر یہ وقت نکل گیا تو یہ میری دستبرد سے باہر ہو جائیں گے۔

شیطانی ترغیب:

لہٰذا پہلے تو وہ ایک ضعیف العمر شخص کی شکل بنا کر جناب ہاجرہؓ کے پاس آئے اور ان سے معلوم کیا کہ ابراہیم (علیہ السلام) بیٹے کو لے کر کہاں گئے ہیں۔ ہاجرہ نے فرمایا، اپنے ایک دوست سے ملانے۔ یہ سن کر ابلیس لعین نے کہا، غلط بلکہ وہ تو انہیں ذبح کرنے لے گئے ہیں۔ جناب ہاجرہؓ نے فرمایا کہ باپ اپنے بیٹے پر بہت مہربان ہیں لہٰذا یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اس کو ذبح کریں گے۔ شیطان نے کہا انہیں گمان یہ ہے کہ حکم ربی یہ ہے کہ بیٹے کو اللہ کی راہ میں قربان کیا جائے۔ یہ سن کر ہاجرہؓ نے فرمایا اگر یہ مرضی الٰہی ہے تو حکم الٰہی پر ہماری گردن تسلیم خم ہے اور اس کی رضا پر میں راضی ہیں۔ اور دل و جان سے حکم الٰہی کی تعمیل میں حاضر ہیں اور اللہ کی فرمانبرداری سے بہتر اور کونسا کام ہو سکتا ہے یہ سن کر۔ ابلیس لعین ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے چلا گیا۔ بعض روایات کے مطابق اس وقت ابلیس ایک سفید پرندہ کی شکل میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قریب آ کر کہنے لگا۔ اے اسماعیل تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے والد تمہیں کہاں لئے جا رہے ہیں۔ اسماعیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ اپنے کسی دوست سے ملاقات کرانے۔ ابلیس نے کہا، نہیں بلکہ خدا کی قسم تمہیں قتل کرنے کے لئے جا رہے ہیں۔ اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا، غلط تم نے کہیں دیکھا یا سنا ہے کہ باپ نے کہیں بیٹے کو قتل کیا ہو۔ ابلیس نے کہا کہ انہیں گمان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس بات کا حکم دیا ہے۔ یہ سنتے ہی اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا اگر یہ حکم خداوندی ہے تو **سمعاً و طاعةً لامر اللہ** حکم الٰہی پر گردن اطاعت خم ہے۔

جب ابلیس ماں اور بیٹے کی طرف سے مایوس ہو گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف توجہ کی اور کہنے لگا کہ اے بزرگ اس بچہ کو کہاں لے کر جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ایک ضروری کام سے فلاں گھاٹی تک جا رہا ہوں۔ کہنے لگا کہ آپ اس فرزند کو ذبح کرنے کے لئے لے جا رہے ہیں اور یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کا حکم دیا ہے۔ یہ خیال غلط ہے اور یہ شیطانی وسواس میں سے ہے جو خواب میں نظر آتے ہیں جس میں اپنے فرزندوں کو قربان کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ خبردار ہرگز ایسا نہ کرنا ورنہ بعد میں پشیمانی اٹھانی پڑے گی جو اس وقت بیکار ہوگی۔ یہ بات سنتے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام پہچان لیا کہ یہ کارنامہ جناب ابلیس کا ہی ہے جو اپنا ورغلانے کا مشن پورا کرنے کے لئے آیا ہے۔ آپ نے اس کو ڈانٹا۔ چنانچہ شیطان اس دروازے سے بھی دھتکارے گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت یقین کامل کے ساتھ فرمایا، اسی خدا کی قسم جس نے مجھے اس امر عظیم کا حکم دیا۔ بھاگ جا مجھ سے اور میری اولاد سے تیرا مقصد پورا نہ ہوگا۔ وہاں سے بھاگ کر انہوں (ابلیس) نے ایک پہاڑ میں پناہ لی اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے کہا کہ اے اسماعیل اب تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام تمہارا خون بہائیں گے اور تمہاری قبر میرے اندر بنے گی۔ جب آپ کے کان میں یہ آواز آئی تو آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے عرض کیا کہ پہاڑ سے میں نے یہ آواز سنی ہے مجھے تعجب ہے کہ پہاڑ گفتگو کر رہا ہے۔ آپ نے فرمایا، اے نور چشم یہ شیطان ہے جو تمہیں طرح طرح سے بہکا رہا ہے اس طرف توجہ مت کرو۔ جب یہ دونوں حضرات پہاڑ کے قریب آئے تو ساتوں آسمانوں کے فرشتے رونے لگے۔ **سبحان اللہ نبی یو قد لبیا لیذبحہ**۔ تعجب کی بات ہے ایک نبی دوسرے کو ذبح کرنے کے لئے جا رہے ہیں۔

فانظر ماذا تریٰ:

جب یہ دونوں حضرات دامن کوہ پر آئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ راز حضرت اسماعیل علیہ السلام پر ظاہر کیا۔ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی۔ مجھے خواب میں تمہیں ذبح کرنے کا حکم ملا ہے تمہاری کیا رائے ہے۔ اس مشورہ کے سلسلے میں اہل بصیرت نے فرمایا ہے کہ اس مشورہ کی غرض یہ تھی کہ فرزند کا امتحان لیں کہ اور اس آزمائش کے وقت ان کے تاثرات دیکھیں کہ وہ صبر کا اظہار کرتے ہیں تاکہ باپ کے دل کو سکون و اطمینان حاصل ہو جائے یا جزع فزع کرتے ہیں کہ باپ تلقین صبر کریں۔

اس وقت اسماعیل علیہ السلام نے دریافت فرمایا، اے پدر بزرگوار کیا مجھے ذبح کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے؟ آپ نے فرمایا بیشک۔ وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ جب اسماعیل علیہ السلام نے یہ بات اپنے والد کی زبان سے سنی تو بے حد اظہار مسرت فرمایا۔ یہ دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے بیٹے میں نے تمہیں ذبح کرنے کی خبر سنائی اور تم اس پر اظہار مسرت کر رہے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ والد محترم میں اس موقع پر کیوں نہ اظہار مسرت کروں کہ اس کی رضا اور حکم کی وجہ سے لقائے دولت سے مشرف ہوں گا اور اس کی عنایات بے پایاں کی وجہ سے بہشت بریں کی نعمتوں کا مستحق ہو جاؤں گا اگر تمام عمر سخت مصائب اور پریشانیوں میں گزرے اور اس کے بدلے میں رضا الٰہی حاصل ہو تو میں تمام عمر کے مصائب خندہ پیشانی سے قبول کر لوں گا اور فرط مسرت سے اس عالم میں پھولا نہ سماؤں گا۔ پھر کس طرح اس نعمت کو جو نہایت آسانی سے میسر آ رہی ہے چھوڑ دوں۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

یٰاَبَتِ افْعَلْ مَاتُؤْمَرُ:

اے بابا جان آپ کو حکم ملا ہے اس کی بخوشی تعمیل کریں اور جس طرح بھی حکم ملا بعینہ اس کو کر گزریں۔ آپ اپنے فرزند کو قربان کریں اور یہ میرے لئے اعزاز ہے کہ میں اس کی رضا میں راضی ہوں کہ اس کی بقا کے لئے جان دے دوں۔

اے والد مہربان جس وقت آپ کو نمرود آگ میں ڈال رہا تھا اس وقت آپ نے صبر کیا تاکہ دوست آپ سے راضی ہو جائے۔ اب آج وقت ذبح صبر کا مظاہرہ کر کے اس رب کریم کی رضا مندی اور خوشنودی کا حقدار بنوں گا۔ سَتَجِدُنِیْ اِنْشَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ۔ انشاءاللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

مشیت الٰہی کی وجہ سے اگر میں آپ سے جدا ہوں گا تو اسی کے فضل سے اس کے رحمت رضوان میں ہوں گا اگر دنیاوی نعمتیں مجھے حاصل نہ ہوں گی تو کوئی بات نہیں میں جنت اور آخرت کی نعمتیں حاصل کر لوں گا۔ اے بابا ذبح کی تکلیف ایک گھڑی سے زیادہ نہ ہوگی اور اس کا برداشت کرنا مجھے مشکل نہ ہوگا اور میرے لئے صبر کرنا آسان ہوگا لیکن مجھے فکر اس بات کی ہے کہ آپ اس صدمہ کو کس طرح برداشت کریں گے اور ساری عمر تکلیف و اذیت میں گزاریں گے۔ ابا جان خلیل کو نیند کہاں جس میں بیٹے کو ذبح کا حکم کیا جائے۔ کیا آپ کو خیال نہیں کہ بلاؤں کی منزل کا دروازہ نیند ہے۔ بلاؤں کے قافلے اور مصیبتوں کے قفل اس عالم دنیا میں عالم خواب میں کھلتے نظر آتے ہیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنے والد سے کہا کہ اگر آپ گھر سے چلتے وقت مجھے اس بارے میں بتا دیتے تو میں اپنی والدہ محترمہ کے گلے میں بانہیں ڈال کر دو آنسو بہا لیتا۔

کتاب گھر کی پیشکش کتاب گھر کی پیشکش

چند تجاویز:

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ بیٹا میں نے تمہیں گھر سے چلتے وقت اس وجہ سے نہیں بتایا تھا کہ تمہاری ماں اپنی محبت کی وجہ اس راہ میں حائل نہ ہو جاتیں اور تعمیل ارشاد ربانی نہ ہو سکنے کی وجہ سے مجھ سے مواخذہ شرعی ہو جاتا۔ باپ کی بات سن کر حضرت اسماعیل علیہ السلام نے عرض کیا، والد بزرگوار میری صرف یہی خواہش ہے کہ ہر حال میں آپ کا مطیع و فرمانبردار رہوں اور باپ کا جو منصب ہے اس کے مطابق ادب و احترام بجالاؤں اور یہ ایسا کام ہے جس سے آپ کی اور رب العالمین کی بھی رضامندی حاصل ہو جائے گی۔ میں نے اس کے احکام کی تعمیل اور اس کی رضامندی کے حصول کا عہد کر رکھا ہے۔ میری جسارت پر کچھ خیال فرمائیں، مجھے اب چند باتیں (وصیتیں) عرض کرنی ہیں۔

1- ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا، جان پدر بتاؤ وہ کیا باتیں ہیں۔ جناب اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ ذبح کے وقت میرے ہاتھ پیر رسی سے مضبوطی کے ساتھ باندھ دیں تاکہ میں وقتِ ذبح ہاتھ پیر نہ ماروں (کیونکہ جان کنی کی تکلیف سخت ہوتی ہے)۔

2- یہ کہ ذبح کرتے وقت اپنے کپڑوں کو سمیٹ لیں تاکہ میرے خون کے دھبے آپ کے کپڑوں پر نہ آئیں جس کی وجہ سے آپ کو کسی پریشانی کا سامنا ہو۔

3- ذبح کرتے وقت چھری کو خوب تیز کر لیں تاکہ آسانی سے ذبح ہو جس سے نہ تو مجھے تکلیف اور نہ آپ کو زیادہ محنت اور پریشانی اٹھانی پڑے۔

4- ذبح کے وقت میرا چہرہ زمین کی طرف کر دیں تاکہ آپ کی نظر میرے چہرے پر نہ پڑے۔ مبادا شفقت پدری غالب آ جائے اور آپ سے امر الٰہی کے پورا کرنے میں کوئی کمی رہ جائے۔

بیٹے کی یہ چار باتیں سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: **نعم العون انت علیٰ امر اللہِ تعالیٰ۔** اے بیٹے امر الٰہی کو پورا کرنے کے سلسلہ میں تم نے اچھی باتیں کہی ہیں۔ اس گفتگو کے بعد حضرت اسماعیل علیہ السلام نے دو باتیں اور کہیں۔

5- اے والد محترم ایک گزارش یہ ہے کہ میرے زائد کپڑے اتار دیں تاکہ وہ خون آلود نہ ہو جائیں اور میرا کرتہ لے جا کر میری والدہ کو دے دیں جو میرے فراق میں بے چین اور بے قرار ہوں گی تاکہ اس کو دیکھ کر ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک مل جائے اور ان کے دل کو سکون ہو جائے۔ ان سے آپ یہ بھی فرما دیں کہ تمہارے بیٹے نے التجا کی ہے کہ اس موقع پر پریشان نہ ہوں اور یہ اللہ تعالیٰ سے پیش فرستادہ (یعنی میری وجہ سے) کے واسطہ سے خیر طلب فرمائیں اور بھلائی کے علاوہ اور کوئی کام نہ کریں۔ علاوہ ازیں یہ کام آپ کے لئے اطمینان و سکون کا سبب ہو گا نہ کہ تعزیت اور رنج و غم کی وجہ۔ اور مجھے رب کریم سے یہ توقع ہے کہ وہ میری توقعات کو پورا فرمائے گا اور مجھے مایوس و ناامید نہ فرمائے گا۔

6- اور میری چھٹی وصیت یہ ہے کہ جب کبھی کسی نوخیز لڑکے کو دیکھیں کہ وہ بچپن کی حدود کو پار کرنے والا ہے اور اس کے خدوخال پر سبزہ اگنے والا ہے تو اس کو دیکھ کر میری ایسی ہی کیفیت کو یاد کر لیں اور بہار کے موسم میں دریا پر گزر ہو جب اس کے رواں دواں پانی کو دیکھیں تو میرے آنسوؤں کو یاد کر لینا اور اگر باغ کی جانب آپ کا گزر اور وہاں گل لالہ پر نظر پڑ جائے تو میرے خون آلود رخساروں کی یاد سے غافل نہ ہونا اور باغ میں گل سوسن کی تلاش میں ہوں تو میرے چہرہ نگاریں کو یاد کر لیں۔ اور اگر باغ کے گوشہ میں بنفشہ کے پھولوں کو سرنگوں دیکھیں تو اپنے شکستہ دل خستہ بیٹے کو یاد کر لیں۔

جب جناب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے دل شکستہ بیٹے سے ایسی دل گداز باتیں سنیں تو آپ کے قلب مبارک سے آہ نکلی اور آزردہ خاطر ہو کر ذات بیکس پناہ سے رجوع کیا اور دو رکعت نماز میں جبین نیاز کو جھکا دیا اور بعد میں اس خالق و مالک سے دعا کی۔ ارحم ضعفی و کبر سنی ۔ اے خالق و مالک میرے ضعف اور کبر سن پر رحم فرما اور زبان حال سے فرمایا، الٰہی لئن لم ترحمتی بشوم ذنبی فارحم هذا الصبی الصغیر الذی لاذنب له۔" اگر میرے گناہوں پر نظر نہیں ہو سکتی تو میرے اس فرزند پر رحم فرما جس کا کوئی گناہ نہیں ہے۔" ادھر جناب ابراہیم بارگاہ الٰہی میں عرض معروض میں مشغول تھے۔ ادھر جناب اسماعیل نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا۔ اے باری تعالیٰ تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس آزمائش میں مجھے ثابت قدم فرما۔ دعا کے بعد والد بزرگوار سے عرض کیا کہ آپ نہیں دیکھ رہے کہ آسمان کے دروازے کیسے کھلے ہیں اور ملاء اعلیٰ کے فرشتے کس حیرت و استعجاب سے ہمیں دیکھ رہے ہیں۔ اسی طرح فضاء آسمانی کے پرندے ہمارے حال پر تعجب کرتے ہوئے بارگاہ احدیت میں تسبیح کر رہے ہیں اور پہاڑ اس واقعہ کی کیفیت سے لرز رہے ہیں اور ہم پر بیتنے والے واقعہ پر پریشان ہیں۔ فرشتے بارگاہ احدیت میں معروض کناں ہیں کہ اے باری تعالیٰ تیرے دو پیغمبر مقام ابتلا میں ہیں۔ ایک نے عجز و انکساری سے تیری رضا میں اپنے چہرہ کو خاک پر رکھا ہے۔ دوسرے چھرے ہاتھ میں لئے منتظر ہیں کہ تیری رضامندی حاصل کرنے کے لئے بیٹے کو قربان کریں۔ الٰہی اپنے ان دونوں بندوں کے حال پر رحم فرما اور انہیں اس مقام ابتلاء و آزمائش میں کامیاب و کامران فرما۔

جناب ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کی جب یہ باتیں سنیں، محبت کی آگ دل میں بھڑک اٹھی اور ضبط کے بندھن ہاتھ سے چھوٹ گئے اور ایسا روئے کہ آسمان، زمین، پہاڑ، عرش و کرسی، ملائکہ انہیں روتا دیکھ کر ضبط نہ کر سکے اور ان کے ساتھ رونے لگے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام قربان گاہ میں:

جناب اسماعیل نے جب یہ مناظر دیکھے تو والد بزرگوار سے فرمایا، اس کار خیر میں تاخیر نہ فرمائیں۔ اب انتظار کا وقت نہیں رہا اور علاوہ ازیں محبت کا تقاضا بھی یہ ہے کہ محبوب کی رضامندی و خوشنودی حاصل کرنے میں سبقت کرنی چاہیے۔ یٰاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھری کو پتھر پر اتنا رگڑا کہ اس سے چنگاریاں نکلنے لگیں۔ چھری تیز کر کے آپ بیٹے کے سرہانے آئے اور فرمایا: هذا ولدی و زینة قلبی و قرة عینی۔ الٰہی یہ میرا بیٹا میری آنکھوں کا نور اور دل کا سرور ہے تو نے مجھے بیٹے کی قربانی کا حکم فرمایا ہے۔ اس لئے خلوص نیت کے ساتھ میں اس کو تیری بارگاہ میں قربان کر رہا ہوں اور ایسے وقت میں بھی کلمات تحمید و تشکر ادا کر رہا ہوں۔ اے اللہ اس فرزند کی قربانی پر مجھے صبر جمیل عطا فرما اور چھری حلقوم

اسماعیل پر رکھتے ہوئے یہ کلمات زبان پر لائے۔ بسم اللّٰہ و باللّٰہ تقبلہ منی و اوفی وعدی فیہ بیوم لقائک۔ پھر فرط محبت سے پیشانی اسماعیل پر بوسہ دیتے ہوئے فرمایا، تمہیں خراج تحسین پیش کر کے قیامت تک کے لئے رخصت کرتا ہوں اور جدائی کے لمحات روز قیامت ختم ہوں گے اور اس وقت تمہاری صورت سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کروں گا۔ ابراہیم علیہ السلام کی آنکھوں سے اس وقت آنسوؤں کی جھڑیاں لگی ہوئی تھیں۔ اسماعیل علیہ السلام نے کہا کہ ابا جان ان باتوں کو چھوڑیئے اور تعمیل حکم خداوندی میں عجلت نہ کیجئے اور جس کام سے دوست راضی ہو اس کو جلد کرنا ہی بہتر ہے لہٰذا اس کام میں تاخیر نہ کریں کیونکہ میں عتاب الٰہی سے ڈرتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت اسماعیل علیہ السلام نے فرمایا:

یا رب فدیت لک نفسی و رضیت بقضائک فتقبل منی۔

''اے اللہ ہم نے اپنی جان تیری رضا کے لئے پیش کر دی تو اس کو قبول فرمالے۔'' پھر ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ بلا تردد چھری چلا دیجئے۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ اللہ رب العالمین نے حلقوم اسماعیل پر ایک سخت چیز پیدا فرما دی جس کی وجہ سے چھری نہ چل سکی۔ ہر چند کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کوشش کی لیکن چھری نہ چلی۔ اس وقت اسماعیل علیہ السلام نے کہا، ابا جان معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی نظر میرے چہرہ پر پڑ جاتی ہے جس کی وجہ سے ہاتھ پوری طرح نہیں چلتا اس لئے میرا رخ تبدیل کر دیجئے تا کہ آپ یکسوئی کے ساتھ اپنا کام کر سکیں اور اپنے فرض سے قاصر نہ رہیں۔ فَلَمَّا اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ۔ لیکن کوشش کے باوجود چھری نہ چلی بلکہ اس کی دھار الٹ گئی۔ اس وقت اسماعیل علیہ السلام نے والد سے کہا کہ اب چھری کی نوک میری شہ رگ پر رکھ کر دبا دیں تا کہ شہ رگ کٹ جائے لہٰذا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا زانو چھری پر رکھ کر دبایا اس وقت چھری زبان حال سے گویا ہوئی کہ جناب ابراہیم جس وقت آپ کو آگ میں ڈالا گیا تھا اس وقت آپ کو آگ نے نقصان کیوں نہ پہنچایا۔ آپ نے فرمایا کہ آگ کو یہ حکم تھا کہ مجھے نہ جلائے۔ چھری نے کہا کہ آگ کو نہ جلانے کا ایک مرتبہ حکم ملا تھا لیکن مجھے ستر مرتبہ حکم مل چکا ہے کہ میں حلقوم اسماعیل پر نہ چلوں اور آپ غضب کرتے ہیں کہ مجھے کاٹنے کا حکم دے رہے ہیں لیکن مجھے منع کرنے والے کے حکم کی تعمیل ضروری ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چھری سے یہ باتیں سنیں تو متحیر رہ گئے۔ اسماعیل علیہ السلام نے جب یہ منظر دیکھا تو کہنے لگے، ابا جان کیا بات ہے آپ رک کیوں گئے اور تعمیل حکم ربی میں سستی کیوں کر رہے ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ اس تاخیر کی وجہ سے آپ کا دامن عفت ملوث نہ ہو جائے پھر کوشش کریں ایسا نہ ہو کہ ہم پر کوئی عذاب نازل ہو جائے۔ اپنی باتوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام حیرانی کا اظہار کر رہے تھے۔ اسی وقت ایک ندائے غیبی سنی جس کی وجہ سے تمام شکوک وتردد ختم ہو گئے۔ وہ آواز اس مفہوم کو ظاہر کرتی تھی: قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ۔ اے ابراہیم تم نے اپنا خواب صحیح کر دکھایا اور جو کچھ تم سے ممکن تھا وہ تم نے کیا۔ اب ہماری رحمت وعنایت کا وقت ہے ذرا اپنے پیچھے نظر ڈالیں اور جو کچھ نظر آئے اس کو ذبح کر دیں اور یہی آپ کے بیٹے کا فدیہ ہے۔ جب آپ نے عقب میں نظر ڈالی تو دیکھا کہ پہاڑ کی طرف سے ایک مینڈھا چلا آ رہا ہے۔ کچھ لوگوں نے مینڈھے کی بجائے بکری لکھا ہے جو چالیس ہزار سال یا اسی ہزار سال تک جنت کے مرغزاروں میں چرتی رہی تھی اور دوسری روایت کے مطابق وہ بکری ہابیل کی قربان کی ہوئی تھی اور اس کی اس وقت تک اللہ تعالیٰ نے جنت میں پرورش کرائی تھی۔ ایک اور روایت کے مطابق

اس وقت حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا کہ وہ بکری نیچے آئی۔ بعض لوگوں نے کہا کہ فرشتے اسی کو اٹھائے ہوئے نیچے لائے تھے اور اس بات کی تفصیل آئندہ سطور میں بیان کی جائے گی۔

حاصل کلام یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیٹے کو اسی طرح بندھا چھوڑ کر مینڈھے کی طرف متوجہ ہوئے وہ انہیں دیکھ بھاگا اور جمرہ اولیٰ کے قریب آ کر رکا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کا پیچھا کیا اور اس کو کنکریں ماریں۔ وہاں سے وہ بھاگ کر جمرہ وسطیٰ پر آیا یہاں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کا پیچھا کر کے اس کو سات کنکر مارے اور جمرہ عقبیٰ پر آ کر اس کو پکڑا اور وہاں سے اس کو منیٰ لے آئے (جو قربان گاہ تھی) اور لا کر اس کو ذبح کر دیا۔ اس دن یہاں سے سال بسال قربانی کرنا قیام قیامت تک کے لئے سنت ابراہیمی قرار دے دیا گیا۔

وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ:

روایت ہے کہ جب جبرائیل مینڈھے کو لے کر جنت سے روانہ ہوئے تو انہوں نے اللہ اکبر اللہ اکبر پڑھا۔ جبرائیل کی صدا سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر کہا۔ اسماعیل علیہ السلام نے آنکھیں کھول کر جب فدیہ کے طور پر آئے ہوئے مینڈھے کو دیکھا تو فرمایا: اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْد۔ حق تعالیٰ کو یہ کلمات پسند آئے اور ان ایام (یعنی ایام تشریق) میں ان کلمات کا پڑھنا نماز باجماعت کے بعد مسلمانوں پر واجب قرار دیا گیا تاکہ ان کلمات کے پڑھنے کا ثواب نہ صرف جناب ابراہیم، اسماعیل، جبرائیل علیہم السلام کو بلکہ تمام امت مسلمہ کو ملتا رہے۔ اس اثناء میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جناب اسماعیل علیہ السلام کے ہاتھ پیر کھول ڈالے اور ان سے فرمایا، اے اسماعیل رب کریم فرماتا ہے جو تمنا دل میں ہو مانگ لو کیونکہ یہ وقت قبولیت کا ہے۔ اسماعیل علیہ السلام نے زمین پر لیٹے ہوئے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی الٰہی جس مسلمان مومن یا میری توحید کا اقرار کرنے والے نے سفر آخرت اختیار کیا ہو ان سب کی بخشش فرما دے اور ان کی فرد جرم کو مغفرت کے پانی سے دھو دے۔ ارشاد باری ہوا کہ ہم نے سب کی بخشش کر دی۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے تمام مراحل سے فارغ ہو کر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ہاتھ پیر کھلے دیکھے اور دریافت کیا کہ تمہیں کس نے کھولا۔ آپ نے فرمایا کہ جس نے ذبح ہونے سے رہائی دلائی اور میرے لئے فدیہ بھیجا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا: وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ۔

یہاں اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے فدیہ کے طور پر بکری بھیجی اور گائے یا اونٹ نہ بھیجا، اس میں کیا حکمت تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب جناب ابراہیم نے حضرت ہاجرہ سے چھری اور رسی ساتھ لیتے وقت فرمایا تھا کہ شاید بکری کی قربانی کریں۔ اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول کی صداقت کے لئے بکری یا اس کی قسم کا جانور بھیج دیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ فقراء (غریب لوگ) بکری خریدنے کی استطاعت رکھنے میں اور اونٹ یا گائے ان کی دسترس سے باہر ہے کیونکہ ان کی قیمت زیادہ ہوتی ہے اور ایک جواب یہ بھی ہے کہ ایک شخص کے لئے بکری ہی کافی ہوتی ہے اس لئے بکری یا اس کی مثل جانور بھیجا گیا۔

ایک اور روایت:

روضۃ الصفا میں مناہج الطالبین کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اپنے آباؤ اجداد کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ذبح سے منع کیا گیا تو آپ نے رب تعالیٰ سے وجہ معلوم کی تو رب کریم نے فرمایا کہ میں نے نوری محمد (علیہ التحیۃ والثناء) کی وجہ سے حضرت اسماعیل کی حفاظت کی ہے۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے درخواست کی کہ مرتبہ ختم الانبیاء علیہ السلام سے مطلع کیا جائے تو رب تعالیٰ نے ان کی نظروں سے حجابات اٹھوا دیئے اور انہوں نے (ابراہیم علیہ السلام) ختم المرسلین علیہ السلام کی امت اور آل و اصحاب کے مراتب کو دیکھا۔ ابراہیم علیہ السلام کو بتایا گیا کہ یہ سب اسماعیل (علیہ السلام) کی اولاد میں سے ہیں ان فرزندان میں جب جناب حسین رضی اللہ عنہ ان کی شہادت کی وجہ سے ان کے منازل و مقاصد کو دیکھا تو رب تعالیٰ سے عرض کیا کہ محمد ﷺ کی اولاد میں ایسے مرتبے رکھنے والے ہیں..... رب کریم نے فرمایا کہ یہ بھی اسماعیل (علیہ السلام) کی اولاد سے ہیں اور یہ رسول خدا ﷺ کے نواسہ ہیں جن کا نام حسین ہے۔ جناب ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا، مرتبے میں انہیں اسماعیل سے بھی زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔ رب کریم نے فرمایا کہ میں نے ان کو اسماعیل کے فدیہ کے طور پر قبول کیا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اس بکرے یا مینڈھے کو ذبح کر کے پہلے اس کے جگر کو بھون کر اس میں سے تھوڑا سا تناول فرمایا۔ اس کے بعد یہ مناسب خیال کیا کہ جناب حاجرہؑ کو بھی تمام حالات سے باخبر کر دیا جائے۔ جب یہ دونوں باپ بیٹے گھر واپس لوٹے تو دیکھا کہ جناب ہاجرہ مضطرب و پریشان دروازہ پر کھڑی ہوئیں ان کا انتظار کر رہی ہیں۔ جب شفیق ماں نے بیٹے کو اور سعادت مند بیٹے نے ماں کو دیکھا تو بیٹا (جناب اسماعیل) اپنی آنکھوں پر قابو نہ رکھ سکے اور بے ساختہ آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ جناب ابراہیم اور ہاجرہ بیٹے کے رونے سے بہت متاثر ہوئے اور والدہ محترمہ نے بڑھ کر بیٹے کو خوش آمدید کہا اور حالات معلوم کیے تو جناب اسماعیل نے فرمایا کہ والد بزرگوار حکم الٰہی کی تعمیل میں مجھے قربان کرنے لے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور فدیہ روانہ فرمایا۔ حضرت ہاجرہ نے فرط مسرت سے بیٹے کو سینے سے لگایا اور بلائیں لیں اور اللہ تعالیٰ کا بے پناہ شکر ادا کیا۔

http://kitaabghar.com   http://kitaabghar.com

* * *

کتاب گھر کی پیشکش   کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com   http://kitaabghar.com

انیسواں باب

خانہ کعبہ کی تعمیر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا انتقال

خانہ کعبہ روئے زمین کی اصل آفرینش ہے۔ قرآن فرماتا ہے: اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ۔ اسی لئے مکہ مکرمہ کو اُمُّ القُریٰ کہا جاتا ہے اور اس کی تحقیق و تفصیل حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے۔ مفسرین نے ص، وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّکْرِ کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہم کا ایک قول نقل کیا ہے کہ ص ایک دریا کا نام ہے جو آسمان و زمین کی تخلیق سے قبل رواں دواں تھا اور اسی جگہ سطح آب پر عرش مجید تھا۔ قرآن مجید فرماتا ہے: وَکَانَ عرشہٗ علی الماء اور عرش ابھی پانی پر تھا۔ یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ عرش مجدی جو جہاں اب قرار گزیں ہے اس کو کھودا جائے تو اس کے گرداگرد پانی ہی پانی تھا لیکن عرش مجید کے اعزاز و احترام میں پانی نے اس کو اٹھانے کی جگہ دے دی اور اس کی یہ ادا رب کریم کو پسند آئی اور اس کو عزت و احترام عطا ہوا اور اس کو بقا عطا کی گئی۔ اس کے بعد وہاں خانہ کعبہ کی زمین کو ظاہر کیا گیا اور اس کی سطح زمین پر ظاہر کر دیا گیا اور تمام زمین اس سے پھیلی۔

ایک روایت کے مطابق وہ جوہر یا مادہ جو زمین و آسمان کا اصل خلقت تھا جب نظر قدرت نے اس کو پگھلایا تو وہ نصف آگ اور بقیہ نصف نے پانی کی شکل اختیار کر لی اور آگ کے دھوئیں اور پانی کے جھاگ نے آسمان و زمین کی شکل اختیار کر لی۔ القصہ جب یہ جھاگ سطح آب کے اس حصہ سے جہاں اب خانہ کعبہ ہے اور اس جگہ سے زمین کو بچھانے کا سلسلہ شروع ہوا۔ زمانہ آدم علیہ السلام میں یہ جگہ سرخ تھی اور فرشتے اس کی زیارت اور اس جگہ کا طواف کرنے آیا کرتے تھے اور یہ سلسلہ اس دن سے اہمیت اختیار کر گیا جس وقت کہ جناب باری نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی۔

آدم علیہ السلام کا خانہ کعبہ میں قیام:

جب حضرت آدم علیہ السلام نے سرزمین سراندیپ سے خانہ کعبہ کی زیارت کا ارادہ فرمایا اور وہاں سے روانہ ہو کر مقام ابطح پر پہنچے تو فرشتوں کی ایک جماعت ان کے استقبال کے لئے آئی اور بارگاہ نبوی میں عرض گزار ہوئی کہ آپ کی پیدائش سے دو ہزار سال قبل سے ہم یہاں ہیں اور ہر سال حج کی سعادت حاصل کرتے ہیں اور آپ کی تشریف آوری کے منتظر ہیں تا کہ جب آپ یہاں تشریف لائیں تو ہمارے عزت و اکرام میں اضافہ ہو۔ آدم علیہ السلام نے فرشتوں کی رہنمائی میں طواف کعبہ کیا اور حج کے مناسک ادا کئے جو ان کی توبہ کی قبولیت اور ان کی لغزش کا مداوا ثابت ہوئے۔ ان ارکان سے فراغت کے بعد ان کے لئے بیت المعمور اتارا گیا اور اسی جگہ رکھا گیا تا کہ آدم علیہ السلام کی اس خواہش کی

تکمیل ہو کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ ملائکہ کی تسبیح و تہلیل سنیں اور ان کی معیت میں اس مقدس حصہ کی عبادت کریں اور اس طرح اس فرض کی تکمیل ہوجائے کہ جو ان کے لئے اس مقدس مقام کی عبادت کے لئے مقرر فرمایا گیا تھا۔ اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام پر بیت المعمور کی عبادت فرشتوں کی عبادت کی طرح مقرر کی گئی۔

بیت المعمور کی اصلیت:

بیت المعمور یاقوت سرخ کے ایک دانہ سے بنایا گیا تھا جس کے دو دروازے تھے۔ ایک جانب مشرق اور دوسرا جانب مغرب۔ یہ دونوں دروازے زمرد، سرخ و زرد سے بنے ہوئے تھے، جس میں دس ہزار قندیلیں زمرد سرخ سے بنی ہوئی روشن رہتی تھیں جن کی روشنی آفتاب و ماہتاب سے زیادہ ہوتی تھی اور اس عمارت میں حجر اسود تھا جو جنت کے سفید موتیوں میں سے ایک عمدہ قسم کا موتی تھا جو پہلے حضرت آدم علیہ السلام کی کرسی کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔

تیسیر میں لکھا ہے کہ حجر اسود حضرت آدم علیہ السلام اور فرشتوں کے آنسوؤں کو جذب کرنے کے لئے رکھا گیا تھا جو وہاں مصروف عبادت رہتے تھے اور ان فرشتوں کے ذمہ یہ کام بھی تھا کہ وہ بیت المعمور کو اجنہ اور شیاطین کی آنکھوں سے پوشیدہ رکھتے تھے کیونکہ بہشت ابھی اس امر کی متقاضی تھی کہ جنتی چیزوں کی حفاظت بھی اہل جنت سے ہی کرائی جائے کیونکہ اگر کسی کی نظر اس جنتی چیز پر پڑ جائے تو وہ بھی اہل جنت سے ہوجاتا ہے۔ اب اس مومن کے بارے میں کیا خیال ہے کہ جو صفائے قلب کے ساتھ ایمان اور معرفت توحید الٰہی کو مدنظر رکھ کر بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوتا ہے اور اللہ کی وحدانیت کی شہادت دیتا ہے کیا وہ دیدار الٰہی اور حصول جنت کا حق دار نہ ہوگا اور یہ بات تعجب خیز بھی نہیں ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی وفات اور بیت المعمور:

جب حضرت آدم علیہ السلام اس عالم فانی سے راہی ملک بقا ہوئے تو اس مقدس عمارت کو آسمان کی جانب اٹھا لیا گیا اور بحکم خداوندی خانہ کعبہ کی دوبارہ تعمیر کی گئی اور یہ عمارت طوفان نوح علیہ السلام تک باقی رہی پھر اس وقت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ تک پوشیدہ رہی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت آدمؑ نے بحکم خداوندی فرشتوں کی مدد سے خانہ کعبہ کی تعمیر فرمائی۔ فرشتے آپ کو تعمیر کے لئے پتھر مہیا کرتے تھے جو وزن و حجم میں اتنے بڑے ہوتے تھے کہ تیس آدمی بھی اس کو نہ اٹھا سکتے تھے اس طرح آدم علیہ السلام نے اس عمارت کو مکمل فرمایا۔ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا میں اس جانب اشارہ کیا گیا ہے۔

کعبہ کی زیارت کی تمنا سبب مغفرت ہے:

کہا گیا ہے کہ جب آدم علیہ السلام بناء کعبہ سے فارغ ہوئے تو بارگاہ الٰہی میں عرض کیا، الٰہی ہر کام کرنے والا جو اس عمارت کی تعمیر میں شامل رہا اس کو مزدوری عطا فرمائیں گے۔ حالانکہ وہ مزدوری کیا ہوگی؟ اللہ کریم نے فرمایا، بے شک وہ اجر کا حق دار ہے اور اس کی مزدوری یہ ہے کہ

جو شخص تمہاری اولاد میں سے اس مکان مقدس کی زیارت اور طواف کرے گا ہم نے اس کو بخش دیا۔ جناب آدم نے فرمایا، باری تعالیٰ اس میں کچھ زیادتی فرمائی جائے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا، جو شخص خانہ کعبہ کی حاضری کی تمنا رکھتا ہو اور وہ یہاں حاضری نہ دے سکے تو اس کو اس تمنا اور آرزو کی وجہ سے بخش دیا جائے گا اور یہ بخشش ان آنے والوں کی دعاؤں اور زیارت کے بدلے میں ہوگی اور وہ حاضری نہ دینے والے ان زائرین کے اجر و ثواب میں حصہ دار ہوں گے اور زائرین کی طرح ان کے گناہوں کی بھی مغفرت فرمائی جائے گی۔ یہ معلوم کر کے ابوالبشر آدم علیہ السلام نے فرمایا، اے پروردگار تیرا یہ انعام کافی ہے۔

تعمیر خانہ کعبہ سے متعلق ایک اور واقعہ:

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان (لنکا) سے چالیس بار حرم کعبہ کی زیارت کے لئے تشریف لائے۔ اس سفر میں جدھر بھی آپ کا گزر ہوتا اور جس سرزمین پر آپ کے قدم مبارک پڑتے وہ سرسبز و شاداب ہو جاتے اور اس علاقہ میں آبادی ہو جاتی۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا ایک قدم تین شبانہ روز کی مسافت پر پڑتا تھا اور دوسری روایت کے مطابق ان کے ایک قدم کی مسافت پچاس فرسنگ تھی۔

خانہ کعبہ آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کے لئے عبادت کا گھر رہا اور یہ سلسلہ طوفان نوح تک جاری رہا جب طوفان کا وقت قریب ہوا تو حکم ربی ہوا کہ اے فرشتو اس مکان میں حجر اسود اور دوسرے پتھر جو جناب آدم و شیث علیہم السلام نے بناء کعبہ میں استعمال کئے تھے وہ وہاں سے اٹھا کر پہاڑوں میں محفوظ کر دیئے جائیں۔ طوفان کے بعد اس زمین کی رنگت سرخ ہو گئی تھی اور تمام مخلوق الٰہی اطراف و اکناف سے آتی اور اس جگہ کا طواف کر کے تقرب الٰہی حاصل کرتی اور یہاں اپنی ضروریات کے لئے بارگاہ الٰہی میں دعائیں کرتی اور ان کی قبولیت تمناؤں اور آرزوؤں کے پورا ہونے کا اثر ان پر ظاہر ہو جاتا تھا۔ یہ سلسلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تک قائم رہا۔

زمانہ خلیل علیہ السلام میں جب حضرت حق تعالیٰ نے اس مکان مقدس کی دوبارہ تعمیر کے سلسلہ میں ملت ابراہیمی کو شرف بخشنا چاہا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو یہ فرض تفویض ہوا کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ شام سے مکہ آئیں اور تعمیر کعبہ میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی مدد کریں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام شام سے مکہ تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام دامن کوہ میں بیٹھے ہوئے تیر چھیل رہے تھے۔ معزز باپ نے اپنے بیٹے کو مشیت الٰہی سے آگاہ فرمایا تو جناب اسماعیل نے اس سلسلہ میں تمام و کمال امداد و اعانت کا یقین دلایا لیکن اس کام میں پہلی دشواری یہ پیش آئی کہ خانہ کعبہ کی حدود طوفان نوح کی وجہ سے معدوم ہو گئی تھیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اس سلسلہ میں ربانی ہدایت کے منتظر تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس امر پر مطلع فرمایا۔ اس ذیل میں کئی روایتیں منقول ہیں۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ ایک ابر آسمان پر نمودار ہوا جس سے شیر کی شکل ظاہر ہوئی اور وہ انسانوں کی طرح کہنے لگا کہ جہاں اس ابر کا سایہ پڑے اس جگہ بتمام و کمال نشان لگالیں۔

دوسری روایت میں ایک واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ اس ابر سے حق تعالیٰ نے فرمایا چونکہ تو نے ہمارے خلیل کی رہنمائی کی ہے لہٰذا تمہاری یہ محنت رائیگاں نہ جائے گی۔ تم فضا مکہ میں اس وقت تک ٹھہرو جب تک کہ سید عالم ﷺ کا ظہور ہو اور تم ان پر بھی اسی طرح سایہ فگن ہونا جس طرح حدود کعبہ معین کرنے کے سلسلہ میں کیا تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم دیا کہ اس جگہ کو جہاں بیت المعمور تھا، صاف کر دے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام میرا گھر تعمیر کریں گے خس و خاشاک کے ہٹانے کے علاوہ ہوا کو یہ بھی حکم ملا تھا کہ وہ اطراف مکہ میں اس وقت تک ٹھہرے جب تک کہ اس مکان کے مالک و مختار تشریف لے آئیں اور جب اس سرزمین کے نافرمان اور بدکردار مشرک و کافر باعث تخلیق عالم سرور کائنات ﷺ کو پریشان کریں اور اذیت پہنچائیں اور حضور علیہ السلام بدر کے دن ان کافروں پر وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۔ ایک مشت خاک پھینکیں تو اس وقت تمہارا کام یہ ہوگا کہ اس وقت اس مشت خاک کو ان کافروں کے منہ پر ڈال دینا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ رب تعالیٰ نے ایک مکڑی کو مامور فرمایا کہ وہ حدود خانہ کعبہ کے گرداگرد اپنے لعاب سے ایک حصار بنائے اور اس سلسلہ میں اس مکڑی سے کہا گیا چونکہ تو نے حدود کعبہ متعین کی ہے لہٰذا تمہیں اس کا اجر یہ دیا جائے کہ جب سید ابرار ﷺ غار ثور میں مقیم ہوں گے تو تجھے اس غار کی پردہ داری کا فرض ادا کرنے پر دنیا و آخرت کی سرخروئی عطا کی جائے گی۔

ایک روایت میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خانہ کعبہ کا حدود اربعہ متعین کر کے بتایا اور اس کی تعمیر کے سلسلہ میں حکم ربی بتایا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر میں مشغول ہو گئے۔ اس کام میں اسماعیل (علیہ السلام) اپنے والد محترم کی مدد پتھر اٹھا کر اور گارا لا کر کرتے رہے لیکن جب دیواریں بلند ہوئیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چنائی کرنے میں دشواری پیش آنے لگی۔ آخر کار ایک پتھر تلاش کر کے اس پر کھڑے ہو کر آپ نے کام شروع کر دیا۔ اس پتھر پر کھڑے ہونے کی وجہ سے اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشانات پڑ گئے جس کی وجہ سے وہ پتھر مقام ابراہیم کے نام سے موسوم ہوا۔ قرآنی زبان سے اس طرح کہا جائے: وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ۔

دوسری روایت کے مطابق ملائکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی پتھر لانے میں مدد کرتے رہے تھے اور ان ہی کی معاونت سے یہ تعمیر مکمل ہوئی اور ان تعمیر کرنے والوں سے ذات باری تعالیٰ نے سعی مشکور کو قبول فرمانے کے لئے استدعا کی جس کو اس ذات پاک نے قبول فرمالیا۔
اس سلسلہ میں قرآن مجید نے ارشاد فرمایا: اِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۔

جب حضرات اسماعیل و ابراہیم علیہم السلام نے خانہ کعبہ کی دیواریں بنائیں اور اس کی تعمیر کو مکمل کیا اس کے بعد بارگاہ احدیت میں دعا کی، اے اللہ ہماری اس جدوجہد کو قبول اور اس دعا کا ثمرہ اس طرح ملا کہ جناب جبرائیل علیہ السلام اس دعا کی قبولیت کی بشارت لے کر آئے اور حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہم السلام کو مناسک طواف قیام منیٰ وقوف عرفہ رمی سعی قربانی اور متعلقات حج کی تعلیم فرمائی، اسی طرح آج ان مناسک پر عمل کیا جاتا ہے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اس جگہ پہنچے جہاں اب خانہ کعبہ ہے تو آپ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے فرمایا کہ اس کے نشان کے لئے ایک پتھر لاؤ۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام ایک پتھر اٹھا کر لائے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے ناپسند فرمایا اور کہا کہ کوئی

دوسرا پتھر لاؤ۔ لہٰذا حضرت اسماعیل علیہ السلام دوبارہ گئے تو جبل ابوقبیس سے آواز آئی میرے اندر آپ کی ایک امانت موجود ہے اور حجر اسود (جناب جبرائیل علیہ السلام نے طوفان نوح کے وقت اسے ابوقبیس کے پہاڑ میں امانت کے طور پر رکھا تھا) جناب اسماعیل علیہ السلام کے سپرد کر دیا تا کہ اسے اس کی جگہ پر لگا دیا جائے۔

زہرۃ الریاض میں کہا گیا ہے کہ ابوقبیس نامی پہاڑ خراسان میں تھا جب حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے والد کے فرمان کے مطابق مناسب پتھر کی تلاش میں نکلے تو پہاڑ نے بارگاہ ایزدی میں عرض کی کہ اے بارالٰہا مجھے اجازت عطا ہو تا کہ میں اس امانت کو جو میرے پاس طوفان نوح کے وقت سے ہے اسماعیل علیہ السلام کی سپرد کر دوں۔ لہٰذا جب اسے اجازت مل گئی تو وہ وہاں سے رواں ہو کر مکہ میں اس جگہ آ کر رک گیا جہاں آج موجود ہے۔ ادھر جناب جبرائیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تمام واقعہ کی اطلاع دے دی اور وہ پتھر وہاں سے لے کر اس کی جگہ نصب کر دیا اس کے بعد ابوقبیس پہاڑ نے حضرت ابراہیم سے درخواست کی کہ اپ میری سفارش فرمائیں کہ مجھے یہاں سے نہ ہٹایا جائے۔ ابراہیم علیہ السلام نے حق تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی درخواست کو پیش فرمایا اور اس کو اس بات کی ضمانت مل گئی کہ اسے یہاں سے ہٹا کر خراسان نہ بھیجا جائے گا۔

خطہ ارض کا پہلا پہاڑ:

بیان کیا گیا ہے کہ خطہ زمین پر جو پہلا پہاڑ عالم وجود میں آیا وہ جبل ابوقبیس ہی تھا اور ایک روایت زہرۃ الریاض میں نقل کی گئی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ خانہ کعبہ کو پانچ پہاڑوں کے پتھروں سے تعمیر کیا جائے۔ طور سینا، طور زیتا، کوہ لبنان، جودی، حرا، خانہ کعبہ کی بنیادیں کوہ حرا کے پتھروں سے بنائی گئی تھیں اور یہ روایت کشاف سے لی گئی ہے۔

تعمیر کعبہ میں پانچ پہاڑوں کے پتھروں کا استعمال:

مندرجہ بالا پہاڑوں میں سے کچھ تو اطراف مکہ سے دور تھے۔ لیکن ملائکہ کی مدد سے ان پہاڑوں سے پتھر لائے گئے جن سے خانہ کعبہ تعمیر ہوا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ پانچ پہاڑوں کے پتھروں سے تعمیر کا فلسفہ یہ تھا کہ بندگان خدا اس عمارت کی طرف متوجہ ہو کر نماز ادا کریں گے تو انہیں ان پہاڑوں کے برابر اجر و ثواب حاصل ہوگا۔

پانچ پہاڑوں کے پتھر اور اسلام کے پانچ رکن:

بعض لوگوں نے اس سلسلہ میں ایک اور نکتہ کا اظہار کیا ہے کہ ایک ظاہری کعبہ ہے جو پہاڑوں کے پتھروں سے تعمیر کیا گیا ہے۔ اسی طرح باطنی کعبہ کی تعمیر بھی پانچ ستونوں پر کی گئی ہے جو اساس دین ہیں اور یہ اس لئے کہا گیا کہ بناء اور استحکام اور یقین انہی پانچ بنیادی اصولوں پر منحصر ہے لیکن اس سلسلہ میں بعض اہل بصیرت کا خیال ہے کہ یہ پانچ پہاڑ کسی نہ کسی شرف اور تاریخی واقعہ سے منسلک ہیں جن میں سے بعض کے بارے میں تفصیلی واقعات کتابوں میں بیان کر دیئے گئے ہیں جیسا کہ کہ جودی کے سلسلہ میں بتایا گیا ہے کہ اسے سیدنا نوح علیہ السلام کے طوفان سے ایک

نکتہ خاص ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے، وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ۔ (کشتی نوح جودی پہاڑ پر پڑی تھی) کوہ سینا، کا سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے تعلق پیدا ہوا: آنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ نَارًا۔ کوہ طور پر آگ کی لپٹ نظر آئی لیکن طور زینا کو باری تعالیٰ کی قسم یاد دلانے سے رابطہ قائم ہوا۔ قرآن کریم ناطق ہے۔ وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ وَطُورِ سِينِينَ۔ ان تین پہاڑوں کے متعلق تو مذکورہ بالا سطور سے معلوم ہوا لیکن دوسرے پہاڑوں سے متعلق بتایا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول کوہ لبنان پر ہوگا اور حرا وہ پہاڑ ہے جو علاقہ سراندیپ میں واقع ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کی قیام گاہ تھی۔

خانہ کعبہ کی تولیت:

ارض کعبہ کی تعمیر مکمل ہونے کے بعد ان دونوں باپ بیٹوں نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور مناسک حج ادا کرنے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس مبارک مکان کی تولیت اپنے سعادت مند اور خدا رسیدہ بیٹے اسماعیل علیہ السلام کے سپرد فرمائی اور اس کی حفاظت کی تلقین کرکے اپنے دوسرے گھر ملک شام کی جانب روانہ ہونے سے پہلے کوہ عرفات پر چڑھے اور ملک شام کی جانب نظر اٹھائی۔ دوسری مرتبہ پہاڑ سے مکہ کی جانب نظر اٹھائی۔ اس وقت آپ کے دل میں خلش پیدا ہوئی کہ حضرت اسمٰعیل کی نسل جو اس علاقہ میں ہوگی وہ اس بے آب و گیاہ علاقہ میں ان لوگوں کے مقابلہ میں جو سرزمین شام میں آباد ہیں اور دنیاوی عیش و آرام سرسبز زمین، انواع واقسام کے پھل اور فواکہات سے بہرہ مند ہیں۔ ان تمام سے محروم رہیں گے۔ یہ تصور کرکے ان پر رقت طاری ہوگئی اور بارگاہ احدیت میں دست بدعا ہوئے اور اولاد اسماعیل علیہ السلام کی سہولت و مرفع الحالی کے لئے دعائیں کیں۔ ان سے فارغ ہو کر اپنی سواری کی رکاب میں پیر رکھنے والے تھے کہ وحی الٰہی آئی کہ اے ابراہیم (علیہ السلام) تمام دنیا کو اس خانہ کعبہ کی زیارت کی دعوت دو۔ وَاَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ۔ چونکہ خانہ کعبہ کی تعمیر تمہارے ہاتھوں انجام پائی ہے لہٰذا عالم انسانیت کو اس کی زیارت کی دعوت بھی تمہیں دو۔

کعبہ میں عبادت کے لئے دعوت ابراہیمی:

ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ الٰہی میری آواز کہاں تک پہنچے گی۔ خطاب باری ہوا کہ تمہارا کام ندا کرنا ہے اور اس آواز کو تمام دنیا تک پہنچانا ہماری ذمہ داری ہے۔

الغرض ابراہیم علیہ السلام اس ذمہ داری سے سبکدوش ہونے کے لئے ایسی جگہ آئے جہاں دعا فرما رہے تھے۔ (کہا جاتا ہے کہ مقام ابراہیم (علیہ السلام) ان کے قدم مبارک کی برکت سے بڑا ہونا شروع ہوگا اور اتنا بڑا ہوا کہ ایک پہاڑ کی مانند ہوگیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام یمن کی طرف منہ کرکے کھڑے ہوئے اور لوگوں کو آواز دی کہ یَاَیُّهَا النَّاسُ اَلَا اِنَّ رَبَّكُمْ بَنٰى بنا وَ اَمَرَكُمْ ان تحجوه فحجوه۔ توجہ سے سنو کہ تمہارے رب نے ایک مکان بنوایا ہے اور حکم الٰہی ہے کہ تم سب وہاں حج کے لئے جاؤ۔ اب تمہارا فریضہ ہے کہ حکم الٰہی کی تکمیل میں اس مکان مقدس جاؤ اور شرف حج حاصل کرو تاکہ تمہاری حاضری بارگاہ الٰہی میں مقبول ہو اور تمہاری جدوجہد مستحسن و مشکور رہو اور تمہارے گناہوں کی مغفرت

ہو جائے۔ اس کے بعد جانب مشرق متوجہ ہو کر یہی کلمات فرمائے، حق تعالیٰ نے ان کی آواز دائیں بائیں شمال و جنوب میں پہنچا دی اور تمام مخلوق نے ان کی آواز پر لبیک کہا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق تمام عالم انسانیت کے بسنے والوں نے اور وہ لوگ جواب تک رحم مادر یا صلب پدر میں تھے آپ کی آواز پر لبیک کہا اور وعدہ کیا کہ وہ اس سعادت سے بہرہ افروز ہوں گے۔ کہا گیا ہے جو ایک مرتبہ سعادت حاصل کرے گا اس نے ایک بار لبیک کہا تھا اور جو یہ سعادت ایک مرتبہ سے زیادہ حاصل کرے گا اس نے اتنی ہی بار لبیک کہا ہو گا۔

القصہ جناب ابراہیم علیہ السلام ندا سے فارغ ہو کر خانہ کعبہ کی تولیت کی طرف متوجہ ہوئے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو خانہ کعبہ کا متولی بنا کر خود عازم ملک شام ہوئے اور دوسرے سال حضرت اسحاق علیہ السلام اور جناب سارہ کی معیت میں خانہ کعبہ تشریف لائے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ان حضرات کی مہمانداری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا اور جناب سارہ کی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ کی جس کی وجہ سے حضرت سارہ بہت خوش ہوئیں۔ حضرت اسحاق علیہ السلام ہر سال مکہ تشریف لاتے اور اسماعیل کے ساتھ رشتہ اخوت استوار کرتے اور حج کے بعد والدین کے پاس واپس ہوتے۔

کہا جاتا ہے کہ جب حضرت سارہ کی عمر ایک سو ستائیس سال ایک اور روایت کے مطابق ایک سو تیس سال ہوئی تو وہ راہی ملک بقا ہوئیں اور مقام جبرون میں آسودۂ خاک ہوئیں۔

خانہ کعبہ کی تعمیر سنگ وخشت سے کیوں ہوئی:

خانہ کعبہ جو کہ بیت اللہ کہا جاتا ہے اس کی تعمیر میں سنگ وخشت استعمال کیا گیا، جس طرح مکانوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اس میں اور مکانوں کے برعکس زر و جواہر کیوں نہ استعمال کیے گئے؟ اس کا جواب اہل بصیرت نے اس طرح دیا ہے کہ عزت و حرمت کا معیار خوبصورتی یا اس کی قیمت سے نہیں ہے بلکہ معیار شرف و عزت وہ ہے جس کو خالق کائنات نوازے نہ کہ اہل دنیا اس کے رطب اللسان ہوں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ نے خاک سے پیدا فرمایا: لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَان من سَلالَةٍ مِنْ طِيْن۔ اور اس کے بعد اس کو شرف و عزت سے ہم کنار فرمایا۔ وَ لَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ۔ ہم نے بنی آدم کو شرف و عزت سے ہم کنار فرمایا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے وجود انسانی کو نور سے منور فرمایا اور نوری مخلوق فرشتوں کا اس کو مسجود بنایا تا کہ تمام مخلوق کو پتہ چل جائے کہ بزرگی اور عزت وحرمت کا معیار سیرت ہے صورت نہیں ہے۔

مکہ کی سرزمین کیوں منتخب ہوئی:

اس میں کیا حکمت تھی کہ اس سنگلاخ اور بے آب و گیاہ علاقہ کو بیت اللہ کے لئے مقرر کیا گیا جب کہ نہایت سرسبز و شاداب اور پر فضا مقامات بھی موجود تھے۔

اس کا سبب یہ ہے کہ زائرین کے خلوص و محبت و عقیدت کا امتحان لیا جائے کہ پریشان حال شوریدہ بال سفر کی صعوبتوں سے نڈھال اطراف و جوانب سے لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ پکارتے ہوئے کشاں کشاں چلے آتے ہیں۔ انہیں نہ کھانے کی پروا، نہ پینے کی، نہ آرام کا خیال، نہ

بیوی کی فکر، نہ بچوں کا خیال۔ اس عالم میں جذبات میں بھرے ہوتے ہیں کہ اس راہ کے پتھر لعل و جواہر اور کانٹے گل وگلزار معلوم ہوتے ہیں۔

تعمیر کعبہ کی اہمیت:

اللہ رب العالمین نے حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہم السلام سے فرمایا کہ میرا گھر بے آب و گیاہ علاقے میں بناؤ جس کے ایک طرف وسیع و عریض بری علاقہ اور دوسری طرف طویل و عریض بحر بے کراں ہو اور ایسے علاقہ میں وہ عزت و حرمت والا مکان موسوم بہ بیت اللہ ہو کہ جس کے ذوق نظارہ میں عاشق مست ہوں اور ہم ان کے ذوق و شوق کو دیکھیں کہ ایک پتھر کی عمارت کی زیارت کی خاطر ہزاروں میل کے سفر کی ہزاروں دقتیں برداشت کرتے راہ کے پتھروں کو پیروں سے ہٹاتے ذوق و شوق میں لبیک کا والہانہ ورد کرتے ہوئے آتش شوق کو بھڑکاتے ہوئے آئیں۔

کعبہ اور بہشت:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مخلوق الٰہی کے حج کے لئے بلانے کے سلسلے میں خطاب الٰہی ہوا کہ خانہ کعبہ کی طرف بلانے کے لئے ان کو بلایا گیا لیکن بہشت میں بلانے کے لئے کسی کو حکم نہ فرمایا بلکہ بندوں کو بہشت میں خود بلایا۔ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دارالسلام (بہشت) کی طرف بلاتا ہے۔ کیونکہ خانہ کعبہ کی طرف بلانے کی ایک وجہ تھی کہ وہ علاقہ بے برگ و شجر اور بے آب و گیاہ تھا اس لئے ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا تم بلاؤ اور بہشت میں آرام ہی آرام اور عیش ہی عیش ہے نہ کوئی رنج اور نہ غم اس لئے اس ذات بے نیاز نے بندوں کو خود دعوت بہشت دی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خصائص

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بعض خصوصیات جو کتابوں میں بیان کی گئی ہیں، 17 ہیں۔

1- خُلَّتْ: یعنی وہ محبت جو دل کی گہرائیوں میں ہو اور خلیل وہ محبوب ہوتا ہے جس کے دل میں محبت کی ایک جھلک نمودار ہوئی ہو یا ایک رمق بھی آئی ہو اور حبیب وہ ہے جو محبوب کی طرح ہو جو صفت محبوبیت کے ساتھ محبت کی وادی میں گامزن ہو۔ قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا کی طرح مزید محبت والفت کا طلب گار ہے۔

2- ضیافت: اس کی مثال یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہمیشہ مہمانوں کی تلاش میں رہتے اور کبھی تنہا کھانا نہ کھاتے۔

واقعہ:

جناب ابراہیم علیہ السلام ایک مرتبہ مہمانوں کی تلاش میں گئے ہوئے تھے تاکہ ان کے ساتھ کھانا کھائیں۔ بڑی تلاش کے بعد ایک پیر مرد کے پاس پہنچے جب اس کو اپنے گھر لائے اور اس سے احوال معلوم کیے تو اس کو بے دین پایا۔ امکانی کوشش کی کہ اس کو ہدایت کی راہ دکھائیں لیکن وہ ضعیف العمر اپنی روش میں سختی سے قائم رہا اور ان طریقوں کو اختیار نہ کیا جو ملت ابراہیمی میں رائج و جاری تھے۔ مثلاً ناخون کا کاٹنا اور مونچھوں کو تراشنا

اس بوڑھے شخص پر حضرت ابراہیم کی تبلیغ کا اثر نہ ہوا اور وہ ملول وافسردہ کر ابراہیم علیہ السلام کے دستر خوان سے اٹھ گیا اور ابراہیم علیہ السلام نے بھی اس کی طرف اس کے کفر اور ضد کی وجہ سے کوئی توجہ نہ دی۔

اس شخص کے چلے جانے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم الٰہی بہ انداز عتاب ملا کہ اے ابراہیم اس کی بداعمالیوں، برائیوں اور ضد کے باوجود برسوں سے ہم روزی دے رہے ہیں۔ آج ایک وقت (دوپہر کو) وہ تمہارے دستر خوان سے بھوکا اٹھ گیا اور تم نے اس کو جانے دیا۔ یہ سنتے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کے تعاقب میں گئے اور اس کو پکڑ لائے اور بوڑھے شخص نے حضرت ابراہیم سے اس رویہ یعنی پہلے جانے دینے اور بعد میں بلانے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے اسے تمام کیفیت بتائی جس سے وہ بہت متاثر ہوا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور زبان حال سے گویا ہوا، اے کریم تیرے کرم کے قربان جو اپنے دشمنوں کی وجہ سے دوستوں پر بھی عتاب فرماتا ہے۔

اے خلیل رب جلیل مجھے ایمان کی تلقین فرماتا ہے کیونکہ اب ایسے معبود برحق سے انحراف ممکن نہیں لہٰذا اس نے ملت ابراہیمی کو اختیار کیا اور مقربین بارگاہ میں شامل ہو گیا۔

مہمانوں کی کثرت:

ایک مرتبہ مہمانوں کی زیادتی کی وجہ سے حضرت ابراہیم کے گھر میں سامان خورد ونوش کی کمی ہو گئی۔ جب مہمانوں نے حضرت ابراہیم سے رجوع کیا آپ نے ملازموں سے فرمایا کہ اونٹ لے کر فلاں دوست کے پاس جاؤ اور اس کے پاس سے ادھار غلہ لے آؤ۔ ملازم حسب فرمان اس شخص کے پاس گئے تو اس نے جواب دیا کہ میرے پاس تو اتنا سامان خوراک نہیں ہے اس کی واپسی تک تو میں بھی محتاج اور ضرورت مند ہو جاؤں گا۔ لہٰذا میرے لئے یہ ممکن نہیں کہ میں تمہاری کچھ مدد کر سکوں۔ ملازموں نے کہا کہ ہمیں گھر سے نکلے بہت وقت ہو گیا، غرباء ومہمان ہمارے منتظر ہوں گے۔ اب ہمارا خالی جانا بہت برا ہوگا لیکن اس بات کا بھی اس پر اثر نہ ہوا اور وہ لوگ وہاں سے خالی ہاتھ واپس ہوئے۔ راستہ میں انہیں خیال آیا کہ خالی ہاتھ جانا مناسب نہیں لہٰذا اونٹوں پر ریت لادلی اور شہر کی طرف روانہ ہوئے اور گھر آ گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس وقت آرام کر رہے تھے۔ ایک کنیز نے ایک اونٹ پر لدے ہوئے تھیلے کو کھولا، اس میں سے آٹا نکال کر روٹی پکائی اور آپ کی خدمت میں لا رکھی۔ جب روٹی کی خوشبو حضرت ابراہیم کی ناک میں آئی تو دریافت کیا کہ یہ آٹا کہاں سے آیا، خدام نے جواب دیا کہ مصری دوست کے یہاں سے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس علم کے ذریعہ جو رب جلیل کی جانب سے عطا ہوا تھا معلوم کر لیا کہ یہ سامان خوراک خلیل مصری کے یہاں سے نہیں بلکہ خلیل آسمانی کی جانب سے آیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خصوصیات:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خصوصیات یہ تھیں کہ آپ ناخن تراشتے، مونچھیں پست کرتے، بغل اور غیر ضروری بال صاف کرنے والی پہلی شخصیت تھے۔ اسی طرح مسواک، کلی اور پانی سے استنجا بھی سب سے پہلے آپ ہی نے کیا۔ سب سے پہلے آپ ہی کے ریش مبارک میں سفید

بال نمودار ہوئے۔ آپ سے پہلے کسی کی داڑھی میں سفید بال نہ تھے۔ جب آپ نے ریش مبارک میں سفید بال دیکھے تو بارگاہ الٰہی میں عرض کیا، الٰہی یہ کیا بات ہے جس سے تو نے مجھے دوچار کیا ہے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا، یہ وقار اور بزرگی ہے۔ یہ معلوم کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی۔ رَبِّ زِدْنِیْ وَقَارًا اور ایک روایت کے مطابق آپ نے فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ بَیَّضَ الْقَاءَ وَ سَمَاہُ وَقَارًا۔

http://kitaabghar.com

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بال سفید ہوگئے:

فردوس الاخبار کی روایت کے مطابق حضرت علیؓ نے حضور اکرم ﷺ کا ایک قول نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے جس شخصیت نے بارگاہ الٰہی میں التجاو مناجات کی، وہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی ذات بابرکات تھی۔ ایک اور روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی داڑھی میں سفید بال دیکھے تو بارگاہ الٰہی میں عرض گزار ہوئے۔ الٰہی یہ کیا نئی چیز ہے جس سے تو نے اپنے خلیل کو دوچار فرمایا ہے۔ جواب باری تعالیٰ ہوا کہ یہ علم حلم و وقار کی دولت ہے اور ایمان واسلام کا نور ہے اور اپنے عزت وجلال کی قسم میں کسی کو مخلوق کو یہ دولت اس وقت تک عطا نہ کروں گا جب تک وہ میری وحدانیت کی شہادت نہ دے اور میرے کرم سے یہ بعید ہے کہ پھر بھی میں اس کو دوزخ کی آگ میں جلاؤں یا اس کے لئے میزان عمل قائم کروں یا اس کے لئے مسند عدالت وانصاف بچھاؤں۔ یہ کلمات سن کر جناب ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: رَبِّ زِدْنِیْ وَقَارًا۔ اس دعا کے بعد جب آپ دوسری صبح بیدار ہوئے تو آپ کا سر مبارک ثغامہ (ایک پہاڑی سفید گھانس جس کا پھول سفید ہوتا ہے) کی طرح سفید تھا۔

ایک اور روایت کے مطابق جناب ابراہیم علیہ السلام کے بالوں کی سفیدی اس وجہ سے تھی کہ جب حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو اس وقت اپ کی عمر مبارک سو سال سے زیادہ تھی۔ اس عمر میں لوگوں کو اس امر پر شک ہوا اور کہنے لگے دیکھو تعجب کی بات ہے کہ یہ ضعیف العمر مرد اور بوڑھی عورت نہ معلوم کہاں سے اس لڑکے کو لے آئے ہیں اور اس کو اپنا بیٹا کہتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے حضرت اسحاق کو جناب ابراہیم سے اتنا مشابہ کر دیا کہ دونوں کی پہچان ممکن نہ رہی۔ لہٰذا باپ بیٹے میں امتیاز کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بال سفید کر دیئے گئے۔

ختنہ کی ابتدا:

ان ابراھیم الختتن باالقدوم وھوا بن ثمانین سنۃ۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام ملک شام کے مقام قدوم میں تشریف لائے۔ اس وقت عمر مبارک اسی سال تھی وہاں تشریف لا کر اپ نے ختنہ فرمایا۔ تاریخ میں اپ کی شخصیت انفرادیت کی حامل ہے کیونکہ سب سے پہلے آپ نے ہی ختنہ ایجاد فرمایا۔

علامہ ابن حجر نے بخاری کی شرح میں لکھا ہے کہ قدوم سے مراد تیشہ یا وہ کاٹنے کا آلہ مراد ہے جس سے ختنہ کیا جاتا ہے اس طرح حدیث کا مفہوم اس طرح ہوگا کہ سب سے پہلے جس نے ختنہ کروایا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے جن کی عمر اس وقت اسی سال تھی۔

یہ بھی منقول ہے کہ ختنہ کے بعد ابراہیم نے شدید تکلیف اٹھائی، اس وقت وحی الٰہی آئی۔ اے ابراہیم تم نے احکام ملنے سے پہلے ختنہ کرنے میں جلدی کی جو مناسب نہ تھا اسی وجہ سے تکلیف ہوئی۔ آپ نے فرمایا، بے شک ایسا ہوا لیکن اس میں حسن نیت کارفرما تھی۔ میرے دل نے کہا کہ کار خیر میں تاخیر نہیں بلکہ تعجیل مناسب ہے۔

پاجامہ اور جوتی پہننے کی ابتدا:

سب سے پہلے جس شخصیت نے پاجامہ اور جوتے پہنے وہ جناب ابراہیم علیہ السلام ہی تھے اور ان کے پہننے کا سبب عرائس میں امام ثعلبی نے اس طرح بیان کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس وحی ربانی آئی کہ اے ابراہیم (علیہ السلام) جب تم سجدہ کرو تو زمین اور تمہارے ستر کے درمیان کوئی شے حائل ہونی چاہیے تاکہ زمین کو تمہارا ستر نظر نہ آئے۔ لہٰذا آپ نے پاجامہ سلوا کر پہنا۔ علاوہ ازیں جناب ابراہیم علیہ السلام کو بہت سی چیزوں پر سبقت کا شرف حاصل ہوا۔

1- مال غنیمت کو سب سے پہلے آپ نے ہی تقسیم فرمایا۔

2- راہ حق میں سب سے پہلے ہجرت کرنے والی شخصیت آپ کی ہی تھی۔

3- قیامت کے دن ردائے رحمت سب سے پہلے آپ کو ہی اڑھائی جائے گی۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: من یکسی یوم القیمة ابراھیم علیه السلام اور یہ اس بات کا بدلہ تھا کہ نار نمرود میں ڈالتے وقت آپ کو برہنہ کیا گیا تھا۔ لہٰذا اس اعزاز سے نوازا گیا اور آپ کے قیام کی جگہ کو عزت دی گئی۔ قرآن کریم فرماتا ہے: وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰھِیْمَ مُصَلًّی۔ اس اعزاز کے بعد آپ کو انسانوں کی امامت کے فرائض تفویض ہوئے۔ قرآن کریم میں آیا: اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا۔ حضور اکرم ﷺ کو بھی انہیں (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کے اتباع کا حکم فرمایا گیا۔ وَاتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا۔ ملت حنیف ابراہیم کا اتباع کرو۔

حضرت خلیل اللہ کا عہد نامہ

ادیان سابقہ کی کتابوں کے بموجب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر شریف ایک سو پچھتر سال ہوئی اور صاحب معارف قرطبی کے مطابق دو سو سال ہوئی اور مسعودی نے ایک سو پچانوے سال بیان کی ہے۔ مورخین نے مسعودی کے قول کی تائید کی ہے لیکن محدثین نے دو سو سال کے قول کو ترجیح دی ہے۔

جب عمر شریف کا آخری دور آیا اس وقت آپ نے تابوت سکینہ جو آپ کو حضرت آدم علیہ السلام سے ذریعہ بذریعہ ملا تھا، یہ ایک صندوق تھا جس میں مختلف خانے بنے ہوئے تھے اور ہر خانہ ایک نبی کے لئے مخصوص تھا۔ یہ خانے سبز زبرجدیں تھے اور اس میں آخری خانہ جناب رسالت مآب نبی آخر الزمان ﷺ کے ساتھ تھا۔ اس خانہ کا ایک ذیلی حصہ تھا جس کا رنگ سرخ تھا، جس میں شبیہ مبارک نقش تھی اور شبیہ مبارک دائیں جانب ایک جوان عمر شخص کی شبیہ تھی۔ یہ شبیہ حضرت ابوبکر کی تھی ان کی پیشانی پر لکھا تھا کہ سب سے پہلے جو در یتیم نبی آخر الزمان کی تصدیق کریں گے وہ یہی شخصیت ہوں گے۔ شبیہ نبوی کے بائیں جانب حضرت عمر فاروق اعظم کی شبیہ تھی۔ جس کی پیشانی پر تحریر تھا کہ یہ دینی معاملات میں لوہے کی طرح سخت ہوں گے اور نا عاقبت اندیش ملامت کرنے والوں سے مطلق خوف زدہ نہ ہوں گے۔ ان کی شبیہ کے عقب میں حضرت عثمان ذی النورین کی شبیہ تھی جہاں لکھا تھا کہ یہ تیسرے خلیفہ ہوں گے۔ ان کی شبیہ کے سامنے حضرت علیؓ کی شبیہ تھی کہ یہ

حملہ کرنے والے شیر ہیں جو مقابلہ سے نہیں بھاگتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتے ہیں اور اللہ اور اس کا رسول اس کو دوست رکھتے ہیں اور ان شبیہوں کے اطراف میں اکابر مہاجر و انصار صحابہ کی تصویریں تھیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ تمام تصویریں اپنی اولاد کو دکھائیں جس سے معلوم ہوا کہ مستقبل میں تمام نبی حضرت اسحاق (فرزند ابراہیم علیہ السلام) کی اولاد سے ہیں اور نبی آخر الزمان ﷺ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہوں گے۔ اس وقت آپ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے فرمایا کہ مجھے یہ حکم ربی ہے کہ میں تم سے ایک عہد لوں اور وہ یہ ہے کہ نور محمدی ﷺ جو تمہارے پاس امانت ہے وہ تمہاری اولاد میں صرف اس شکل میں منتقل ہو جہاں کسی برائی کا شائبہ بھی نہ ہو۔ یہ مطہرات کو نکاح کے ذریعہ منتقل کیا جائے۔ اس عہد کے لئے آپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ کوہ مبشرہ پر تشریف لے گئے۔ اس وقت وہاں ابر کا ایک ٹکڑا آ گیا جس کے سایہ میں باپ نے بیٹے سے عہد لیا اور عہد نامہ لکھا کر تابوت سکینہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے سپرد کر دیا۔ اس کارروائی کے دوران آسمان سے مشک و عنبر کی بارش ہوتی رہی۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام خطہ قدس کی جانب واپس آ گئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا انتقال:

بعض روایات میں ہے کہ یہ عہد تعمیر کعبہ سے فراغت کے بعد لیا گیا تھا۔ اللہ حقیقت حال کا زیادہ علم رکھنے والا ہے۔ کعب احبار کی روایت کے مطابق ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مہمان کی تلاش میں گھر سے صحرا کی جانب آئے۔ بیابان جنگل میں ایک پیر مرد کو جاتے دیکھ کر اس کے لئے سواری بھیج دی اس کو لے کر گھر آئے۔ اس کے سامنے کھانا رکھا جب اس نے کھانا شروع کیا تو اس کے طرز عمل سے یہ آشکارا ہوا کہ وہ رعشہ کا مریض ہے کبھی لقمہ کان کی طرف لے جاتا اور کبھی ناک کی جانب۔ اس کے بعد وہ لقمہ منہ میں رکھتے لیکن وہ لقمہ ہضم نہ ہوتا اور حلق سے واپس آ جاتا۔ یہ کیفیت دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت پریشان ہوئے اور ان سے دریافت کیا کہ آپ کی یہ حالت کیسے ہوئی۔ مہمان نے جواب دیا کہ عمر کی زیادتی کی وجہ سے۔ آپ نے دریافت فرمایا، آپ کی کتنی عمر ہو گئی ہے۔ اس ضعیف العمر نے جواب دیا کہ اتنے سال اور اس بات کا خیال رکھا کہ حضرت ابراہیم کی عمر سے دو سال زیادہ تھے اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ دو سال میں میری بھی یہی کیفیت ہو جائے گی۔ مہمان نے جواب دیا بے شک۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے دعا کی تھی، الٰہی جب تک میں موت کی تمنا نہ کروں اس وقت تک ملک الموت کو میرے پاس نہ بھیجا جائے۔

دوران گفتگو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس مرد مہمان کو پہچان لیا تھا کہ یہ حضرت عزرائیل علیہ السلام ہیں۔ لہٰذا ان سے کہا کہ آپ میری روح قبض کر لیں۔ قبل اس کے کہ میں اس منزل کو پہنچوں، ملک الموت اٹھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی روح قبض کر لی۔

ملک الموت سے ملاقات کا واقعہ دوسرے انداز میں:

جناب ابراہیم مقام جبرون میں حضرت سارہ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ یہ روایت عداس ثعلبی کی تھی لیکن امام غزالی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ آپ نے اپنے مکان میں عبادت کے لئے ایک کمرہ مخصوص فرمالیا تھا جو فارغ اوقات میں مقفل رہتا تھا۔ ایک دن جب آپ نے کمرہ کا دروازہ کھلا تو ایک شخص کو کھڑا دیکھا جس کے چہرے سے غیریت نمایاں تھی۔ آپ نے اس شخص سے دریافت فرمایا کہ آپ کو یہاں کون لایا۔ اس نے جواب دیا کہ اس گھر کا مالک، آپ نے فرمایا کہ یہ تو میرا گھر ہے اور میں تو آپ کو نہیں لایا ہوں۔ اس شخص نے جواب دیا کہ اس کی مالک تو وہ ذات ہے جس کا اس مکان پر تصرف آپ سے اور مجھ سے زیادہ ہے۔ ابراہیم علیہ السلام نے سمجھ لیا کہ یہ فرشتہ ہے لیکن یقین نہ ہوا کہ کونسا فرشتہ ہے اور کیا نام ہے۔ لہٰذا آپ نے نام دریافت فرمایا تو اس نے بتایا کہ میں ملک الموت ہوں۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے منسوب فرشتے، مجھے وہ شکل دکھاؤ جس میں تم مسلمانوں کی روح قبض کرتے ہو۔ ملک الموت نے کہا کہ ایک لحہ کو دوسری طرف دیکھیں، جب آپ نے دوبارہ نظر اٹھائی تو دیکھا کہ ایک جوان عمر خوبصورت شخص عمدہ لباس پہنے (جس کے چہرہ سے وجاہت ٹپک رہی ہے اور جسم سے خوشبوؤں کے بلے آرہے ہیں جن کے دیکھنے سے قلب کو سکون واطمینان حاصل ہو) کھڑے ہیں...... یہ دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ملک الموت اگر نزع کے وقت کسی کے پاس کچھ عمل نہ ہو تو اُن کے لئے صرف تمہارا دیکھ لینا ہی کافی ہے۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک الموت سے فرمایا، اے ملک مقرب کیا یہ ممکن ہے کہ آپ مجھے وہ شکل بھی دکھائیں جس میں کہ کافروں کی روح قبض کیا کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا، ممکن تو ہے لیکن شاید آپ میں اس کو دیکھنے کی تاب ہو پھر بھی آپ ذرا دوسری طرف دیکھیں۔ آپ نے اپنی نظر دوسری طرف کی لیکن بعد میں جب نظریں گھمائیں تو دیکھا کہ ایک شخص مہیب صورت والا سیاہ فام (جس کے تمام بدن پر بال اگے ہوئے ہیں۔ سیاہ کپڑوں میں ملبوس اور بدن سے سخت بدبو آرہی ہے اور ان کی ناک اور کان سے کیڑے نکل رہے ہیں)، کھڑے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام بے ہوش ہوگئے۔ جب ہوش آیا تو دیکھا کہ جناب عزرائیل علیہ السلام اپنی اصلی حالت میں کھڑے ہیں۔ ان سے گفتگو کرتے ہوئے جناب نبی خلیل نے فرمایا، اگر کسی گنہ گار کو وقت مرگ کوئی عذاب نہ بھی ہو تب آپ کو اس حال میں دیکھنا عذاب سے کم نہیں ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک الموت سے دریافت کیا کہ آپ ملاقات کے لئے آئے ہیں یا روح قبض کرنے کے لئے۔ ملک الموت نے کہا، یہ آپ کی اجازت پر منحصر ہے۔ آپ نے فرمایا: هل رایت خلیلا یقبض روح خلیله۔ کیا آپ نے کسی ایسے دوست کو دیکھا ہے جو دوست کی روح قبض کرتا ہو۔ ملک الموت نے کہا، اس کا جواب تو میں رب تعالیٰ سے معلوم کر کے بتاؤں گا۔ ملک الموت گئے، رب تعالیٰ سے معلوم کر کے آئے اور کہا کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے: هل رایت خلیلا لا یرید لقاء خلیله۔ کیا آپ نے ایسے دوست کو دیکھا ہے جو اپنے دوست سے ملنے کی خواہش نہ رکھتا ہو۔ یہ سنتے ہی ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا، جلدی کرو کیونکہ اس سے بڑی بشارت اور کون سی ہوگی۔

***

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

بیسواں باب

نورِ محمدی، عبدالمطلب تک منتقل ہونے کے واقعات

حضرت اسماعیل علیہ السلام جناب ابراہیم کی اولاد میں سب سے بڑے تھے۔ انہیں ابوالعرب کہا جاتا تھا اور ان کا لقب اعراق الثریست تھا۔ آپ کی ولادت ملک شام میں ہوئی، لیکن بچپن ہی میں ہجرت کی تکالیف سے دوچار ہونا پڑا اور سرزمین مکہ پر رہ کر جوانی کی حدود میں قدم رکھا۔ آپ نے بچپن ہی میں فن تیراندازی میں کمال حاصل کر لیا تھا۔

مکان کی دہلیز تبدیل ہوگئی:

ایک مرتبہ قبیلہ جرہم والوں نے جو آپ کے ساتھ سرزمین حرم پر آباد تھے، سات بکریوں کے سر آپ کی خدمت تحفتاً بھیجے۔ رب کریم کو ان کی یہ ادا پسند آئی اور اس نے ان کی بکریوں میں اتنی برکت عطا فرمائی کہ ان کا شمار ممکن نہ رہا۔

جب حضرت اسماعیل علیہ السلام سن بلوغ کو پہنچے تو آپ کی والدہ حضرت ہاجرہ نے سفر آخرت اختیار کیا اور آپ تنہا رہ گئے۔ قبیلہ کے لوگوں نے آپ کی تنہائی اور تکالیف کا خیال کرتے ہوئے آپ سے خلوص و محبت کے اظہار کے طور پر عمارہ بنت سعد بن اسامہ جرہمہ سے آپ کی شادی کرا دی۔ یہ محترمہ اپنی خودرائی اور عادتوں کی وجہ سے اس نور کی دولت کی حامل نہ ہو سکیں جو اسماعیل علیہ السلام کے پاس امانت تھا اور حضرت اسماعیل کے حبالہ عقد سے نکل آئیں اور اس سلسلہ میں منجملہ اور عوامل کے ایک وجہ اور بھی ہوئی کہ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت اسماعیل سے ملنے مکہ تشریف لائے۔ آپ اس وقت گھر سے باہر شکار کے لئے گئے ہوئے تھے۔ آپ نے دروازہ کھٹکھٹایا، ایک عورت باہر آئی۔ آپ نے ان سے حضرت اسماعیل کے بارے میں دریافت کیا، اس نے جواب دیا کہ باہر گئے ہوئے ہیں۔ آپ نے گھر کے حال احوال دریافت کئے تو اس عورت نے تنگ دستی کی شکایت کی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بیٹھنے کو بھی نہ کہا، اور نہ کوئی توجہ دی۔ ابراہیم علیہ السلام نے واپسی کا ارادہ فرمایا اور چلتے وقت اس عورت سے فرمایا کہ اپنے شوہر کو میرا سلام کہنا اور کہہ دینا کہ مکان کی چوکھٹ تبدیل کر لیں واپس ملک شام کی جانب روانہ ہو گئے۔ شام کو جب اسماعیل علیہ السلام گھر میں آئے تو ایک مانوس خوشبو محسوس کی اپنی بیوی عمارہ سے دریافت کیا کہ میری عدم موجودگی میں میرے کوئی عزیز ملنے کے لئے آئے تھے۔ عمارہ نے کہا، ہاں ایک بزرگ تشریف لائے تھے۔ آپ کے حالات معلوم کر رہے تھے۔ میں نے تمام حالات بتائے وہ آپ کو سلام کہتے ہوئے رخصت ہوتے وقت یہ بھی کہہ گئے ہیں کہ مکان کی چوکھٹ تبدیل کر لیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنی بیوی عمارہ سے کہا کہ وہ میرے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور وہ مجھ سے یہ فرما گئے ہیں

کہ تم سے علیحدگی اختیار کرلوں لہٰذا میں تمہیں طلاق دیتا ہوں تم اپنے رشتہ داروں کے پاس چلی جاؤ۔

اس کے بعد جناب اسماعیل علیہ السلام نے ہالہ بنت حارث جو اپنے قبیلہ کی حسین ترین عورت تھیں سے نکاح کیا۔ ان کے ساتھ زندگی اچھی طرح گزرتی رہی۔ ایک دن پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے۔ اتفاقاً اس دن بھی اسماعیل علیہ السلام شکار کے لئے گئے ہوئے تھے۔ آپ نے ہالہ سے حالات معلوم کئے تو انہوں نے تمام حالات آپ کے گوش گزار کیے۔ آپ نے فرمایا، تمہارے شوہر کہاں ہیں۔ ہالہ نے بتایا کہ شکار کے لئے گئے ہیں۔ آپ نے مزید دریافت کیا کہ گزر کیسی ہو رہی ہے ہالہ نے کہا، اللہ کا شکر ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے درخواست کی کہ اپنے قدم رنجہ سے ہمارے گھر کو مشرف فرمائیں۔

ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اترنے کی مہلت نہیں ہے۔ ہالہ نے کہا کہ آپ کے بال الجھے اور غبار آلود ہیں۔ آپ اگر اجازت دیں تو میں انہیں دھو کر تیل لگا کر کنگھی کر دوں۔ ابراہیم علیہ السلام نے اجازت دی۔ ہالہ ایک پتھر اٹھا کر لائیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنا ایک پاؤں اس پتھر پر رکھا اور دوسرا رکاب میں رہنے دیا۔ اس طرح سلیقہ مند بہو نے پہلے آپ کا سر داہنی طرف اور پھر بائیں طرف سے دھویا۔

ہالہ جب آپ کے بال دھو کر فارغ ہوئیں تو ایک طبق میں پنیر رکھ کر لائیں اور طبق اس وقت تک دونوں ہاتھوں سے پکڑے رہیں جب تک حضرت ابراہیم کھاتے رہے۔ ابراہیم علیہ السلام کو ان کی یہ عادات بہت پسند آئیں اور آپ ان سے بہت خوش ہوئے۔ جاتے وقت ہالہ سے کہا کہ اپنے شوہر کو میرا اسلام کہنا اور یہ بتا دینا کہ چوکھٹ کو باقی رکھیں، یہ نہایت مناسب ہے۔

ہالہ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بتایا کہ اس بزرگ نے اس پتھر پر قدم رکھا تھا جس کا اثر پتھر پر نمایاں ہے۔ اسماعیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ صفات رکھنے والی شخصیت یقیناً میرے والد بزرگوار کی ہے۔ آپ نے قبیلہ جرہم کے لوگوں کو جمع کیا اور نشان قدم ابراہیمی کی زیارت کرائی اور مصروف گریہ ہو گئے اور اس نشان قدم سے برکت حاصل کر رہے تھے۔ ہالہ نے ابراہیم علیہ السلام کا سلام اور باتیں حضرت اسماعیل کو بتائیں۔ ہالہ نے کہا کہ وہ مرد بزرگ فرما گئے ہیں کہ اب مکان کی چوکھٹ اچھی ہے اس کی تبدیلی کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ سن کر اسماعیل علیہ السلام نے ہالہ سے کہا، مبارک ہو وہ مکان کی چوکھٹ تمہیں ہو میرے والد تم سے خوش ہو کر گئے ہیں۔ اب تمام عزت و افتخار جو اس خانوادہ کے لئے مخصوص ہے تمہی کو ملے گا اور وہ نور بہجت سرور جو میرے پاس امانت ہے تمہارے حصہ میں آئے گا۔

اس طرح زندگی کے ایام گزرتے رہے اور یہ نور صلب اسماعیل علیہ السلام سے رحم ہالہ میں منتقل ہوا۔

بہر حال وہ نور ان سے منتقل ہو کر صلب قیذار میں آیا۔ قیذار کی پیدائش کے وقت وہ نور ان کی پیشانی میں چمک رہا تھا۔

قیذار کو اللہ تعالیٰ نے سات صفات عطا فرمائیں جو اس دور میں کسی دوسرے شخص کو نہ ملی تھیں۔

1- آپ مایہ ناز شکاری تھے، ہرن کو بھاگ کر پکڑ لیتے تھے۔

2- قادر تیر انداز تھے، ان کا تیر کبھی نشانہ سے خطا نہ ہوتا تھا۔

3- بہترین شہ سوار تھے۔

4- آپ کی پکڑ نہایت سخت تھی۔

5- چہرہ نہایت پر ہیبت تھا۔

6- بڑے بہادر تھے۔

7- قوت مردی کا یہ عالم تھا کہ شب و روز میں اسی مرتبہ مجامعت کرنے کی طاقت رکھتے تھے۔

حسن و جمال میں اپنے جداعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پیکر تھے۔ جب یہ سن شعور کو پہنچے، حضرت اسماعیل علیہ السلام نے ان کی صلاحیتیں دیکھیں تو آپ نے وصیت نامہ لکھا اور تابوت سکینہ قیذار کے سپرد کر دیا اور تھوڑے عرصہ کے بعد اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے عادات خصائل و محامد اتنے ہیں جن کا ضبط تحریر میں لانا ممکن نہیں۔ اس سلسلہ میں صرف اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ رب کریم نے ان کو صادق الوعد فرمایا۔ قرآن کریم نے اس کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے: وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمٰعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ كَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا۔

آپ کے اس خطاب کی ایک وجہ مورخین نے یہ بیان کی ہے۔ آپ نے کسی سے فرمایا تھا کہ فلاں شخص کی واپسی تک میں یہیں موجود رہوں گا۔ اتفاق سے وہ شخص اس بات کو بھول گیا اور اس طرح آپ وہاں سات شبانہ روز کھڑے رہے جب وہ اس طرف آیا تو دیکھا کہ آپ وہیں کھڑے ہیں۔

جب آپ کے سفر آخرت کا وقت آیا تو آپ نے سوتیلے بھائی حضرت اسحاق کو بلایا اور انہیں وصیتیں فرمائیں۔ ان میں ایک وصیت یہ تھی کہ وہ اپنے لڑکے کی شادی حضرت اسماعیل کی بیٹی عیص کے ساتھ کر دیں۔

آپ ایک سو سینتیس سال کی عمر میں دنیائے فانی سے راہی ملک جاودانی ہوئے۔ آپ کو حجر یا آپ کی والدہ کے قریب رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان دفن کیا گیا۔ کہا گیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی وفات کے وقت آپ کی عمر اسی سال تھی۔ آپ کے اور حضور ﷺ کی ولادت کے درمیان دو ہزار چھ سو سال کا وقفہ ہے لیکن بعض حضرات نے یہ وقفہ کم لکھا ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں جب قیذار کو ملت کا منصب ملا تو انہوں نے والد بزرگوار کے فرمان اور تحریروں سے معلوم کیا کہ سید انبیاء سند الاصفیاء علیہ السلام انہی کی نسل سے ہوں گے۔ قیذار کے والد بزرگوار حضرت اسماعیل نے بیٹے سے یہ عہد لیا تھا کہ یہ نور صرف ارحام طیبہ وطیبات کو تفویض کیا جائے لہٰذا قیذار (بعض روایتوں میں ان کا نام قندر بھی آیا ہے) نے یہ خیال کیا کہ اولاد اسحاق علیہ السلام اس وقت تمام نسلوں میں بزرگ تر تھے لہٰذا انہوں نے اس خاندان میں شادی کی لیکن یہ نوران کی بیوی کو نہ مل سکا۔ پھر دوسری شادی کی۔ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ اولاد اسحاق سے آپ نے ایک سال میں سو شادیاں کیں لیکن ان میں کسی کو بھی حمل نہ ہوا۔

حضرت قیذار اپنے والد کی طرح شکار کے دلدادہ تھے۔ جب وہ جنگل میں جاتے تو جنوں کی عورتیں انسانی شکل میں ان کے پاس آتیں اور شاہانہ تحفہ پیش کر کے کہتیں کہ ہم انسان بادشاہوں کی نسل سے ہیں۔ ہمیں اپنی زوجیت میں لے لیں۔ جب آپ ان سے گفتگو کرنا چاہتے تو

ہر جن مصروف تکلم ہو جاتا اور کہتا اے قیذار تم نور نبی آخر الزمان کے حامل ہو لہٰذا ان کو حلال ذریعہ کے علاوہ منتقل نہ ہونے دینا۔ اس لئے آپ محتاط ہو جاتے اور ان سے پرہیز ہی فرماتے۔ وہ عورتیں آپ کا رویہ دیکھ کر رونے لگتیں اور زبان حال سے کہتیں خوش قسمت عورت جس کے رحم میں نور محمدی قرار پکڑے گا۔

حلال ذبیحہ کی پابندی:

اسی طرح قیذار جب شکار کے لئے جاتے تو وحوش وطیور آپ سے کلام کرتے اور کہتے کہ ہمیں بغیر نام الٰہی ذبح نہ کرنا کیونکہ ایسا ذبیحہ جس پر وقت ذبح اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو آپ کے لئے کھانا مناسب نہیں ہے۔

نقل کیا گیا ہے کہ ایک دن قیذار شکار کے لئے گئے تو جنگل کے وحوش وطیور نے ان سے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ آپ کس امانت کے امین ہیں۔ اگر یہ آپ کو معلوم ہو جائے تو آپ میں خشیت اور خوف الٰہی کی زیادتی ہو جائے لیکن اب اس امانت کے منتقل ہونے کا وقت قریب آ گیا ہے اور اس کی علامت یہ ہے کہ آئندہ آپ اس آسانی کے ساتھ شکار نہ کر سکیں گے۔

کہا گیا ہے کہ اس وقت ان کی عمر دو سو سال ہو چکی تھی لیکن اس وقت تک اولاد نرینہ سے محروم تھے۔ جب انہوں نے یہ باتیں سنیں تو رنجور ہو کر گھر واپس آئے اور عہد کیا کہ آئندہ اس وقت تک کھانا پینا ترک رکھیں گے جب تک کہ اس بھید سے واقف نہ ہو جائیں جس کا وقتاً فوقتاً اشارہ کیا جاتا رہا ہے اس فکر میں تھوڑا وقت گزرا تھا کہ ایک فرشتہ آپ کے ساتھ انسانی شکل میں آیا اور عرض کیا قیذار تم اس وقت خطہ زمین کے حاکم ہو اور وہ نور محمدی جو تمہارے پاس اصلاب طیبہ اور ارحام طاہرہ کے ذریعہ آیا ہے۔ یہ شرف وعزت اسی نور کی وجہ سے ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو فرزند عطا فرمائے گا لیکن وہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد سے نہ ہوگا لہٰذا اگر آپ نذر مانیں اس خدا کی بارگاہ میں قربانی پیش کریں گے جو آپ کے جد حضرت ابراہیم کا رب ہے تو یہ راز آپ پر منکشف ہو جائے گا۔

لہٰذا قیذار اسی جگہ آئے جو حضرت اسماعیل کی قربان گاہ کے نام سے مشہور تھی وہاں آپ نے سات ریوڑ بکریوں کے قربان کئے اور دعا فرمائی کہ اے رب تعالیٰ اگر میری قسمت میں اولاد نرینہ ہے تو میری قربانی کو قبول فرما۔ قیذار قربانی پیش کرتے جاتے اور آسمانی آگ آتی اور اس قربانی کو لے جاتی رہی۔ اس وقت ندا آئی کہ اے قیذار ہم نے تمہاری دعا اور تمہاری قربانی قبول کی۔ اب آپ درخت وعد کے سایہ میں جا کر سو جائیں اور جو خواب آپ کو نظر آئے اس پر عمل کریں۔ چنانچہ قیذار نے اس پر عمل کیا اور خواب میں دیکھا کہ ایک ندا کرنے والے نے کہا کہ یہ نور جو تمہاری پیشانی میں چمک رہا ہے وہ نور محمدی ہے جن کی وجہ سے سارا عالم پیدا کیا گیا ہے اور اس نور کی حامل کوئی غیر عربی عورت نہ ہوگی اور عرب کی ایک عورت جس کا نام غاضرہ ہے اس سے نکاح کرو تا کہ یہ امانت اس کو بھی مل جائے۔ قیذار نیند سے بیدار ہو کر خوش خوش روانہ ہوئے، راستہ کی تمام چیزیں اس نور کی وجہ سے انہیں سجدہ کر رہی تھیں اور زبانِ حال سے گویا تھیں کہ وہ وقت آ گیا ہے یہ نور مبارک تمہاری صلب سے منتقل ہو جائے۔

قیذار نے گھر آ کر اطراف واکناف میں آدمی روانہ کئے تا کہ غاضرہ نامی عورت کو تلاش کر کے لائیں۔ الغرض تفتیش سے معلوم ہوا کہ

غاضرہ نامی عورت بنی جرہم کے بادشاہ (جو قحطان کی نسل سے ہے) کی بیٹی ہیں لہٰذا آپ نے اس کا پیام دیا اور اس سے شادی کرلی۔ زفاف کے نتیجہ میں وہ نور مبارک ان کی صلب سے رحم غاضرہ میں منتقل ہوگیا۔

کتاب گھر کی پیشکش　کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com　http://kitaabghar.com

تابوت سکینہ:

ادھر تابوت سکینہ جوان کی تحویل میں تھا اس کے بارے میں حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں مقرر ہے اور آپ کی اولاد میں صرف ایک نبی آنے والے ہیں لہٰذا اس تابوت پر ہمارا حق ہے۔ لیکن ان کا جواب یہ تھا کہ یہ میرے پاس میرے والد حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرف سے عطیہ ہے لہٰذا اس پر میرا حق ہے۔ ایک دن آپ نے اس کو کھولنے کا ارادہ کیا اس وقت ایک آواز آئی کہ اس کا کھولنا صرف انبیاء کیلئے مخصوص ہے چونکہ آپ نبی نہیں ہیں بلکہ وحی پیغمبر ہیں لہٰذا اس کو جا کر حضرت یعقوب علیہ السلام کی سپرد کردیں کیونکہ ان کے علاوہ موجودہ دور میں کوئی دوسرا نہیں کھول سکتا۔ لہٰذا قیذار تابوت سکینہ کو لے کر حضرت یعقوب کے پاس روانہ ہوئے اور مکہ سے کنعان کا رُخ کیا اور اپنی بیوی غاضرہ کو نصیحت کی کہ آپ حاملہ ہیں لہٰذا جب وضع حمل کا وقت آئے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت گاہ میں چلی جانا قدرت آپ کو لڑکا عنایت فرمائے گی۔ اس نومولود کا نام حمل رکھنا اس وجہ تسمیہ کے سلسلہ میں کہا گیا ہے کہ جن دنوں آپ غاضرہ کی تلاش میں تھے ان دنوں ہر طرف سے یہ آواز آتی تھی، ابشر فقد حملت کو غاضرہ کو بشارت حمل دے دیں۔

الغرض قیذار مکہ سے پاپیادہ تابوت سکینہ لے کر روانہ ہوئے اور جب کنعان کے قریب پہنچے تو تابوت سے آواز آئی جس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تمام اولاد نے سنا۔

یعقوب علیہ السلام نے لوگوں سے فرمایا کہ قیذار اسماعیل علیہ السلام کا تابوت لے کر آرہے ہیں۔ اٹھو تاکہ ان کا استقبال کیا جائے۔ جب قیذار قریب آئے ایک دوسرے کو دیکھا تو آپس میں لپٹ گئے۔ یعقوب علیہ السلام نے ان سے معلوم کیا۔ کیا بات ہے تمہارے چہرہ پر رنج وغم کے آثار نظر آرہے ہیں اور بہت کمزور دکھائی دیتے ہو۔ کیا کسی دشمن کا خوف ہے یا کسی غلطی کے ارتکاب کا نتیجہ ہے۔ یہ تسلی آمیز گفتگو سن کر ان کی آنکھوں سے اشکوں کی جھڑیاں لگ گئیں۔ کہنے لگے نہ تو دشمن کا خوف ہے اور نہ کسی غلطی کا ارتکاب کیا ہے رنج یہ ہے نور محمدی جو میرے پاس تھا اب میرے پاس نہیں ہے اور وہ نور میری پیشانی سے میری بیوی کے رحم میں منتقل ہوگیا ہے۔

یعقوب علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ وہ عورت اولاد اسحاق علیہ السلام سے ہے۔ آپ نے کہا نہیں بلکہ قبیلہ جرہم سے متعلق ہے جس کا تعلق ملک عرب سے ہے۔ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ نور محمدی کے ثمرات تمام عرب میں جاری وساری ہوں گے اور تمہیں خوشخبری ہو کہ کل تمہارے یہاں ولادت ہوچکی ہے۔ میں نے دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھلے اور ان سے فرشتے انسانی لباس میں زمین کی طرف اترے ہیں اور جیسا کہ مجھے معلوم ہے یہ سب نور محمدی ﷺ کی وجہ سے ہوا ہے۔

قصہ مختصر یہ کہ قیذار نے تابوت سکینہ حضرت یعقوب کے سپرد کیا اور گھر کی طرف روانہ ہوئے جب گھر آئے تو دیکھا کہ بیوی ولادت سے فارغ ہوچکی ہیں اور حمل کے عروج کا آفتاب درجہ کمال کو پہنچا ہے اور نور محمدی ان کی پیشانی میں درخشاں وتاباں ہے۔

تجدید عہد اور قیذار کی وفات:

جب حمل سن بلوغ کو پہنچے تو قیذار نے ارادہ کیا کہ انہیں پہاڑ پر لے جا کر عہد لیں لہذا انہیں لے کر جبل ابوقبیس پر آئے اور انہیں زبانی وصیت فرمائی کہ یہ نور جو تمہاری پیشانی میں چمک رہا ہے اس کو صرف حلال ذریعہ سے ارحام طیبہ میں منتقل کیا جائے۔ اس نصیحت کے بعد بیٹے کو لے کر کوہ یثرب پر آئے اس وقت انسانی شکل میں ملک الموت آئے اور قیذار سے معلوم کیا کہ آپ کہاں سے آ رہے ہیں۔ قیذار نے بتایا تو کہنے لگے کہ آیئے آپ سے کچھ مشورہ کے طور پر باتیں کریں اور ان سے کان میں بات کرنے لگے اور اس گفتگو کے درمیان کان کے راستے ان کی روح قبض کر لی جس کی وجہ سے قیذار گر گئے۔ یہ دیکھ کر حمل کو غصہ آ گیا اور ملک الموت سے کہنے لگے تم نے میرے باپ کو کیا کر دیا۔ ملک الموت نے کہا پہلے انہیں دیکھو تو کہ مردہ ہیں یا زندہ ان کی توجہ اس طرح ہوئی اور یہ وہاں سے غائب ہو گئے۔ جب حمل نے نظر اٹھائی تو وہاں کوئی دکھائی نہ دیا تو انہوں نے خیال کیا کہ یہ ملک الموت تھے جو روح قبض کر کے چلے گئے لہذا ان کی تجہیز و تکفین کر کے اسی جگہ دفن کر دیا۔

حمل کی شادی:

حمل نے سعیدہ نامی ایک عورت سے شادی کی اور اس کے نتیجہ میں ایک لڑکا ہوا جس کا نام بنت رکھا گیا جو نور محمدی ﷺ کے حامل ہوئے اور اس کا واقعہ یہ ہے کہ حمل اور اس کی بیوی سعیدہ یمن کی جانب روانہ ہوئے۔ راستہ میں ولادت ہوئی لیکن ابھی ان کی عمر چالیس دن بھی نہ ہوئی اور والدہ حالت نفاس میں تھیں کہ موت کا فرشتہ آیا اور سعیدہ نے انتقال فرمایا۔ دوران سفر بارش نے آ لیا تو باپ انہیں لے کر ایک غار میں چلے آئے۔ قدرت الٰہی سے انہوں نے غار ہی میں انتقال فرمایا۔ مشیت ایزدی سے نومولود کو زمین نے اپنے اندر پوشیدہ کر لیا۔ چالیس دن کے بعد ایک قافلہ اس غار میں آیا تو زمین نے اس نومولود کو اگل دیا۔ قافلہ والوں نے جب ان کو دیکھا تو یہ خیال کیا کہ یہ بچہ کم از کم ایک سال کا ہے انہیں اس کیفیت کو دیکھ کر سخت تعجب ہوا کہنے لگے کہ یہ بچہ زمین سے باہر آیا ہے لہذا اس کا نام اسی مناسبت سے بنت ہونا چاہیے۔ بہرکیف یہ اس نام سے مشہور ہوئے نور محمدی علیہ التحیۃ والثناء ان کی پیشانی میں چمک رہا تھا۔ یہ نہایت اعلیٰ کردار اور نیک سیرت تھے اور اپنے آباؤ اجداد کے نقش قدم پر چلتے تھے ان سے یہ نور ہمیسع کو منتقل ہوا اور اس کی وجہ تسمیہ ان کی بلند ہمتی اور اعلیٰ کردار تھا۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں یہ واحد شخصیت تھے جو شام، یمن، حجاز و نجد کے حاکم تھے اور اولاد اسحاق علیہ السلام ان کی رعایا تھے۔ ان کی مملکت کی حدود مصر اور ایران کی سرحدوں سے ملتی تھیں۔ ان کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی ہر دیکھنے والا ان سے مرعوب ہو جاتا تھا اور ان کے آگے سر بسجود ہو جاتا ان کی والدہ کا شجرہ نسب یہ ہے۔ حارثہ بنت مراد بن زرعہ بن حمیر۔

ان کی والدہ کو یہ نور مبارک ہمیسع سے منتقل ہوا اور اولاد آدم پر ان کو یہ انفرادیت حاصل تھی کہ انہوں نے پڑھنا لکھنا سیکھا۔ انہیں چوبیس زبانیں آتی تھیں اور ان زبانوں میں خط و کتابت بھی کرتے تھے۔

ان کی اولاد سے جو اولاد ہوئی انہوں نے حبیبہ بن قحطان سے شادی کی اور یہ نور اُدٔ ازاں کو منتقل ہوا۔ ان کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ یہ

جہیر الصوت تھے اور ان کی آواز بارہ بارہ میل کی حدود میں سنی جاتی تھی ان کی والدہ کا نام سلمٰی بنت حارث تھا۔ ان سے نور نبوت عدنان کو تفویض ہوا ان کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جن وانس ان کی تاک میں رہتے تھے تا کہ ان کو ختم کر دیں کیونکہ اس جوان صالح کی نسل سے ایسی شخصیت پیدا ہوگی جو انسان اور اجنہ ہی کی نہیں بلکہ تمام مخلوقات الٰہی کی سردار ہوگی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں جنوں کے شر سے محفوظ رکھا۔

ایک مرتبہ عدنان تنہا گھوڑے پر سوار جا رہے تھے۔ راہ میں فارس کے اسی جوانوں نے ان کا پیچھا کیا اور دو پہاڑوں کے درہ میں گھیر لیا۔ عدنان ان سواروں کا تنہا مقابلہ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ خود بھی زخمی ہوئے اور گھوڑا بھی زخمی ہو گیا۔ لہٰذا گھوڑے سے اتر کر پہاڑ کی طرف بھاگے دشمنوں نے تعاقب کیا۔ عدنان نے مایوس ہو کر ملجاء و ماوئی بیکساں رب العالمین کی طرف رجوع کیا اسی آن پہاڑ سے ایک ہاتھ برآمد ہوا اور انہیں اٹھا کر پہاڑ کی چوٹی پر پہنچا دیا۔ اس کے بعد ایک چیخ سنائی دی جس سے تمام دشمن ہلاک ہو گئے۔ اور یہ واقعہ ان معجزات سے متعلق ہے جو حضور ﷺ کی پیدائش سے پہلے ظاہر ہوئے۔

ان کی والدہ کا نام یلہات بنت یعر بن قحطان تھا۔

عدنان سے یہ نور معد کو منتقل ہوا ان کی کنیت ابو قصاعہ تھی انہوں نے اپنے باپ کی اولاد میں بہت شہرت حاصل کی۔

بنو معد کی شجاعت کا واقعہ:

منقول ہے کہ ضحاک بن معد چالیس افراد کے ساتھ بنی اسرائیل کے ایک بہت بڑے لشکر سے لڑے اور ان کو مقابلہ سے بھگا دیا۔ مال و زر چھین لیا اور شکست خوردہ لوگوں کو قید کر لیا۔

بنی اسرائیل اپنے نبی وقت کے پاس آئے اور ان سے بہت نالہ وزاری کی کہ معد کے لئے دعا بد فرمائیں تا کہ اس لڑائی کی وجہ سے خدا تعالیٰ انہیں ہلاک کر دے۔ اس دور کے نبی نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ہی تھے کہ وحی الٰہی آئی کہ نبی آخر الزمان ﷺ انہیں کی نسل سے ہوں گے۔

معد کی وجہ تسمیہ:

ان کا نام معد رکھے جانے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ لفظ معد تازہ پھل اور فواکہات کے لئے استعمال ہوتا ہے چونکہ معد کا چہرہ ہر وقت تر و تازہ دکھائی دیتا تھا یہ اپنے دور کے حسین ترین لوگوں میں سے تھے ان کو دیکھنے والا تعجب اور تحیر میں رہ جاتا تھا۔ ان کی والدہ امیہ بھی بنو عدنان سے تھیں۔

بعض لوگوں نے ان کی وجہ تسمیہ یہ کہی ہے کہ یہ یہود (بنی اسرائیل) سے مصروف پیکار رہتے اور ان سے مقابلوں میں مظفر و منصور ہوتے اور کثیر مال غنیمت لے کر آتے اسی وجہ سے معد مشہور ہو گئے تھے۔

معد سے نور نبوت نذار کو ملا۔ نذار نذر سے مشتق ہے جس کے معنے قلیل (یعنی کم) کے ہیں۔ ان کی وجہ تسمیہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ان کی پیدائش کے موقعہ پر معد نے ایک ہزار اونٹ بارگاہ الٰہی میں قربان کئے۔ قبیلہ والوں نے معد کو کہا تو انہوں نے کہا کہ تم تو ایک ہزار کو زیادہ

کہہ رہے ہو لیکن میں اس کو بھی کم ہی سمجھتا ہوں ۔ ان کی والدہ کا نام معاذہ ہے جو جوش بن عدی کی بیٹی ہیں ۔

نذار سے نور نبوت مضر کو منتقل ہو۔ شیخ سعید گازرونی کہتے ہیں کہ جس سے بھی آنکھیں چار ہو جاتی وہ ان کا گرویدہ ہو جاتا۔ مضر کی صفات میں سے ایک صفت ان کی انتہائی دین پسندی تھی وہ شریعت ابراہیمی کی ترویج میں ہمیشہ کوشاں رہتے ۔

انہوں نے اپنے بیٹے الیاس کو بہت سی نصیحتیں فرمائی تھیں ان میں سے یہ قول بہت مشہور ہے۔ من یزرع شرا ندامة خیر االبر ما اعجله فاحمل نفسك علٰے مكروهها فيما اصلحها و اصرافها عن مطلوبها فيما افسدها۔

مورخین نے لکھا ہے کہ اونٹ کی حدی سب سے پہلے انہوں نے ہی شروع کی تھی ان کی والدہ کا نام عنکلات بن عدی بن عدنان تھا۔

ایک روایت کے مطابق ان کا نام عبیدہ آیا ہے۔

مضر سے یہ نور کامل الیاس کے حصہ میں آیا یہ بھی مومن تھے اس لئے انہیں الیاس کہا جاتا ہے۔ دوسری وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ مضر بڑھاپے کی عمر کو پہنچ گئے تھے لیکن اولاد نرینہ نہ ہوئی تھی لیکن جب فرزند کی بشارت ملی تو اللہ تعالیٰ نے ایسا بیٹا دیا جو سرداروں کا بھی سردار بنا۔ اسی لئے ان کو سید المبشرہ کہا جاتا ہے۔ قوم کے اہم امور انہیں کی رائے کے مطابق فیصلہ کئے جاتے تھے۔

کہا جاتا ہے کہ یہ کبھی اپنی پشت سے تسبیح کی آوازیں سنا کرتے تھے جو نور محمدی ﷺ کا کارنامہ تھا۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ ایام حج میں تلبیہ کی آوازیں سنی جاتی تھیں۔

الیاس کی والدہ کا نام حزیمہ یا خنفا اماد بن احاطب بن عمرو بن احمیر تھا۔

الیاس سے نور محمدی مدرکہ کے حصہ میں آیا۔ مدرکہ انہیں اس لئے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے اسلاف کے کارناموں کو پہچانا تھا۔ یہ کہا گیا ہے کہ ان کے عقب میں ایک خرگوش بھاگا جا رہا تھا جسے انہوں نے پکڑ لیا اس دن سے یہ مدرکہ کہلائے جانے لگے ان کی والدہ کا نام جازعہ بنت عامر تھا۔

مدرکہ نے نور محمدی ﷺ خزیمہ کے سپرد کیا ان کی والدہ سلمٰی بنت اسد تھیں۔ مدرکہ کو خواب میں بشارت ملی کہ برّہ بنت اذ بن طابخہ سے نکاح کر لیں۔ موصوفہ اپنے خاندان کی معزز ترین خواتین میں سے تھیں۔ اس شادی کے نتیجہ میں کنانہ پیدا ہوئے اور یہ نور ان کے حصہ میں آ گیا۔ لیکن دوسرے لوگوں نے کہا کہ ان کا نام علی اور ان کی والدہ کا نام ہند بنت قیس تھا۔

قریش کون تھا:

نور محمدی ان حضرات سے منتقل ہوتا ہوا کنانہ سے نضر کے پاس آیا اور جمہور مورخین کے مطابق انہیں کا لقب قریش تھا۔ قریش کی وجہ تسمیہ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ قریش چوپایوں میں سب سے بڑا جانور ہوتا تھا لہٰذا اسی نسبت سے یہ اپنی قوم کے بزرگ ترین اصحاب میں سے تھے اس لئے یہ قریش کہلائے گئے۔ بعض اصحاب کی رائے ہے کہ قریش کے معنی جمع ہونے کے ہیں اور قریش کے یہاں حج کے موقع پر تمام حاجی دعوت طعام میں شریک ہوتے تھے اس لئے یہ قریش کہلائے جانے لگے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے قریش قرش سے مشتق ہے جس کے معنی کسب کرنے کے ہیں اور یہ بھی تجارت میں مشغول رہتے تھے اسی سبب سے اس لقب سے مشہور ہو گئے۔

بعض محققین کے مطابق تقریش سے اس لفظ کا تعلق ہے جس کے معنی تفتیش کے آتے ہیں چونکہ یہ بھی محتاجوں اور غریبوں کے حالات اور تکالیف کے ازالہ میں کوشش کرتے تھے اس لئے اس لقب سے ملقب ہو گئے۔

قبائل عرب کہ جن کا سلسلہ نسب نضر تک جاتا ہے وہ قریشی کہلاتے ہیں۔

قریش کا خواب:

قریش نے خانہ کعبہ میں مقام حجر پر خواب میں دیکھا کہ ایک سبز درخت ان کی کمر پر اگا جس کے پتے انتہائی نورانی تھے۔اس درخت کی شاخیں اتنی بلند ہوئیں کہ آسمان تک پہنچ گئیں اور درخشندہ و تاباں چہروں والے ان کی کمر سے اس درخت کی شاخوں سے لپٹے ہوئے آسمان تک پہنچ گئے اور اس درخت کی شاخیں اولین و آخرین کی تعداد کے مطابق ہو گئیں۔ جب خواب سے بیدار ہوئے تو ایک کاہن کے پاس تعبیر کے سلسلے میں گئے اور اس کو خواب سنایا۔اس نے کہا کہ اگر یہ خواب درست ہے تو تمہیں اور تمہارے خاندان کو وہ عزت و شرف نصیب ہو گا جو آپ کے خاندان کے علاوہ کسی دوسرے کو میسر نہیں ہوا۔(اسی قسم کا ایک خواب عبدالمطلب نے بھی دیکھا تھا جس کا ذکر آئندہ صفحات میں آئے گا) مترجم

کہا گیا ہے، رب تعالیٰ جل شانہٗ نے فرشتوں سے فرمایا کہ دیکھیں خطہ زمین پر کوئی موحد ہے۔فرشتوں نے عرض کیا کہ حاملین نور جو اولاد اسماعیل میں ہیں ان کے علاوہ خطہ زمین پر کوئی موحد نہیں ہے۔رب تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ میرے حبیب نبی آخرالزمان کا نور ہے جو اس وقت نضر کی صلب میں تھا جن کی والدہ کا نام برّہ بنت بریں تھا۔

ان کے بعد یہ نور مالک کے حصہ میں آیا۔انہیں مالک اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ اس وقت ملک عرب کے حاکم تھے ان کی والدہ جندلہ بنت حارث ہیں، مالک سے یہ نور فہر کو منتقل ہوا ان کا دوسرا نام عامر تھا ان کی والدہ کا نام عاتکہ یہ عکرشہ تھا۔

فہر سے یہ مبارک نور لوئی کے پاس امانت رکھا گیا۔عرب قاعدہ کے مطابق ہمزہ تصغیر کے ساتھ لائی بھی آیا ہے جس کے معنی وحشی جنگلی گائے کے ہیں ان کی والدہ کا نام سلمیٰ بنت عمر تھا۔

فہر سے یہ مبارک امانت کعب کے پاس آئی ان کی والدہ کا نام وشیہ بنت شیباں ہے۔مرہ نے اس ذمہ داری کو کلاب کی سپرد کیا جن کی والدہ کو جن بنت شرق کہا جاتا ہے۔کلاب نے اس نور مبارک کو قصی کی تحویل میں دیا ان کی والدہ کا نام رند ہے۔ان کو قصی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مکہ سے بنی قضاعہ کے علاقہ قص میں آ کر مقیم ہو گئے تھے جو مکہ مکرمہ سے بہت فاصلہ پر ہے بعض لوگوں نے کہا کہ باطل کو رد کر کے حق کو اختیار کرنے کی وجہ سے یہ لقب ملا تھا۔بعض لوگوں کے کہنے کے مطابق ان کا نام مجمع بھی تھا۔خزاعہ کے خلفشار کے موقع پر مکہ کے بہت سے لوگ اطراف واکناف میں منتشر ہو گئے تھے اور یہ ان کی واپسی کا سبب بنے اس لئے مجمع کہلائے جانے لگے۔

دارالندوہ کے بانی:

ان کی والدہ فاطمہ بن عون کے نام سے پکاری جاتی تھیں۔عرب کی مشہور و معروف نشستگاہ دارالندوہ انہی کی تعمیر کردہ تھی جہاں عرب کے

اہم امور پر غور وخوص کیا جاتا تھا اور یہ سلسلہ حضور علیہ السلام کے زمانہ تک جاری رہا۔

علاوہ ازیں حاجیوں کے پانی کا انتظام چاہ زمزم کی ذمہ داری اور خانہ کعبہ کے حاجب کے فرائض بھی انہیں کے ذمہ تھے۔

قصی سے نور مبارک عبد مناف کو منتقل ہوا ان کا دوسرا نام مغیرہ ہے ان کی والدہ حیا بنت خلیلہ ہیں۔ مناف ایک بت کا نام تھا۔ مغیرہ نے عاتکہ کی بیٹی سے شادی کی جن سے ہاشم اور عبدالشمس پیدا ہوئے یہ دونوں بچے جڑواں تھے اور ایک خاص بات یہ تھی کہ ان دونوں کی پیشانی بھی آپس میں جڑی ہوئی تھی کوشش کے باوجود یہ پیشانیاں علیحدہ نہ ہوسکیں بالآخر انہیں تلوار سے علیحدہ کیا گیا۔ عرب کے ایک تجرکار نے کہا کہ مناسب یہ تھا کہ کسی دوسری چیز سے ان کو علیحدہ کیا جاتا اب مستقبل میں ان کے درمیان تلوار چلتی رہے گی اور جیسا کہ اس نے کہا تھا ویسا ہی ہوا۔ مغیرہ کے دو بیٹے اور بھی تھے نوفل و مطلب ہاشم حضور علیہ السلام کے والد حضرت عبداللہ کے جدامجد تھے اسی طرح عبدالشمس بنی امیہ کے جداعلیٰ نوفل جد جبیر بن مطعم کے مورث اعلیٰ اور مطلب مشہور زمانہ امام شافعی کے اجداد میں سے تھے۔

ہاشم کی سخاوت کا واقعہ:

ہاشم کا دوسرا نام عبدالعلی تھا اور ایک روایت کے مطابق ان کا نام عمر تھا لیکن وہ ہاشم کے لقب سے مشہور تھے اور یہ لقب ان کی سخاوت کی وجہ سے تھا۔ یہ مہمان نوازی میں بہت مشہور تھے۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ مکہ میں شدید قحط رونما ہوا مخلوق خدا سخت پریشانی میں مبتلا ہوئی ہاشم علاقہ شام سے جا کر بہت سا آٹا خرید لائے لاکھوں کی تعداد میں روٹیاں پکوانے اور صبح وشام ایک اونٹ ذبح کر کے ثرید تیار کر کے (ثرید ایک کھانے کا نام) لوگوں کی دعوت کرتے اور یہی ان کی شہرت کا سبب بنا۔ اسی لئے رحلت الشتاء والصیف کو سنت قرار دیا تھا اور یہی ان کی بزرگی اور مشہوری کا سبب بنا۔ انہوں نے کئی شادیاں کیں لیکن نور نبوی منتقل نہ ہوا۔ یہاں اس امر کا اظہار دلچسپی سے خالی نہ ہوگا جب تک کہ نور نبوی ان کی پیشانی پر چمکتا رہا یہ کسی بت کو سجدہ نہ کر سکے۔

نور محمدی کی برکت:

محمد اسحاق کا بیان ہے کہ ان کے بارے میں رب تعالیٰ نے ملائکہ سے فرمایا تم گواہ رہو کہ میں نے ان کو تمام بری باتوں سے محفوظ رکھا ہے کیونکہ نور محمدی ان کی صلب میں امانت ہے جس کا اثر ان کے گوشت اور خون میں رواں ہے۔ جب تک یہ نور ان کے پاس رہا تمام اہل کتاب ان کی دست بوسی کرتے اور جس طرف ان کا گزر ہوتا تمام چیزیں ان کو سجدہ کرتیں۔ عرب کے قبائل یہ تمنا کرتے کہ ان کی لڑکی ان کے حرم میں داخل ہو جائے۔ ان کے فضائل وکمالات کی شہرت دور دور تک ہوئی۔ نور کے اثرات جو ان کے چہرے سے ظاہر ہوئے تھے اور ان کی تعریف وتوصیف کتب سماوی میں دیکھ کر قیصر روم نے اپنی بیٹی کو ان کے نکاح میں دینے کی خواہش کی لیکن آپ نے اس کو قبول نہ کیا۔

جب ہر طرف سے اس قسم کے پیغامات ملنے شروع ہوئے تو آپ نے عہد کیا کہ اس دور کی تقدس مآب خاتون سے نکاح کریں گے۔ ایک شب خواب میں دیکھا کہ میں نے سلمٰی دختر عمرو سے نکاح کیا ہے۔

اس خواب کو دیکھنے کے بعد مکہ مکرمہ سے یثرب کی جانب روانہ ہوئے اور یہاں آ کر بنی نجار کے عمر بن زید بن عار بن نجار کی بیٹی سلمیٰ کو اپنے حبالہ عقد میں لائے اور تھوڑے دن مدینہ ہی میں مقیم رہے ہیں۔ سلمیٰ کو عبدالمطلب کا حمل رہا۔ موصوفہ حسن و جمال فضل و کمال فصاحت و بلاغت اور ملاحت میں خدیجہ کی مماثل تھیں۔

اس شادی کے بعد ہاشم تجارت کے ارادہ سے ملک شام گئے اور مقام عدن میں وفات پائی۔ ان کی قبر آج بھی مرجع خاص و عام ہے۔

* * *

قلمکار کلب پاکستان

......اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ مختلف موضوعات پر لکھ سکتے ہیں؟
☆......آپ اپنی تحریریں ہمیں روانہ کریں، ہم ان کی نوک پلک سنوار دیں گے۔
......آپ شاعری کرتے ہیں یا مضمون وکہانیاں لکھتے ہیں؟
☆......ہم انہیں مختلف رسائل وجرائد میں شائع کرنے کا اہتمام کریں گے۔
......آپ اپنی تحریروں کو کتابی شکل میں شائع کرانے کے خواہشمند ہیں؟
☆......ہم آپ کی تحریروں کو دیدہ زیب ودلکش انداز میں کتابی شکل میں شائع کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔
......آپ اپنی کتابوں کی مناسب تشہیر کے خواہشمند ہیں؟
☆......ہم آپ کی کتابوں کی تشہیر مختلف جرائد ورسائل میں تبصروں اور تذکروں میں شائع کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔

اگر آپ اپنی تحریروں کے لیے مختلف اخبارات ورسائل تک رسائی چاہتے ہیں؟
تو...... ہم آپ کی صلاحیتوں کو مزید نکھارنے کے مواقع دینا چاہتے ہیں۔

مزید معلومات کے لیے رابطہ کریں۔
ڈاکٹر صابر علی ہاشمی
قلمکار کلب پاکستان
0333 222 1689
qalamkar_club@yahoo.com

اکیسواں باب

کتاب گھر کی پیشکش　کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com　http://kitaabghar.com

حضرت عبدالمطلب کی پیدائش، شادی اور عبداللہ کی ولادت

عبدالمطلب کی ولادت:

عبدالمطلب کی ولادت ان کے والد ہاشم کی وفات کے بعد (یثرب) مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ ان کا دوسرا نام شیبۃ الحمد بھی تھا۔ یہ نام رکھنے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ وقت ولادت ان کے سر کے تمام بال سفید تھے اور ایک اور روایت کے مطابق ان کے سر میں ایک بال سے زیادہ سفیدی نہ تھی۔ اس لئے ان کا نام شیبۃ الحمد ہو گیا۔ بعض لوگوں کے مطابق چونکہ یہ نیک کاموں میں سبقت کرتے تھے اس لئے شیبۃ الحمد کے لقب سے ملقب ہوئے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے، لوگوں کی بہت تعریف کرتے تھے اس لئے یہ نام ہو گیا۔ واللہ اعلم

عبدالمطلب کے نام سے شہرت کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ ان کے والد ہاشم کی وفات کے بعد ان کی جانشینی کا شرف مطلب کو ملا وہی قریش کے سردار مقرر ہو گئے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے تبرکات مثلاً کمان، تدار کا علم خانہ کعبہ کی کنجیاں سب مطلب کے حصے میں آئیں۔

اس وقت شیبہ کی عمر سات سال تھی اور اپنی والدہ کی زیر سرپرستی پروان چڑھ رہے تھے۔ ایک دن یثرب (مدینہ) کے میدان میں بچوں کے ساتھ تیر اندازی میں مشغول تھے۔ قریش کے ایک آدمی کا اس طرف گزر ہوا تو اس نے دیکھا کہ ان کا تیر ہر مرتبہ نشانے پر لگتا ہے۔ یہ تیر پھینکتے وقت یہ کہتے: انا ابن ھاشم ارمی سھاما ۔ میں ہاشم کا بیٹا تیر پھینک رہا ہوں۔ اس شخص نے مکہ آ کر مطلب کو برادر زادہ کے متعلق بتایا۔ ان کے چہرے پر جو بزرگی اور تقدس کے آثار نمودار تھے سنائے۔ اس کے علاوہ ان کے رشد و ہدایت کے علاوہ ہیبت و وقار کی تصویر کھینچی۔ علاوہ ازیں ان کی غربت و فلاکت تنہائی کی بھی منظر کشی کر کے مطلب کو بہت شرمندہ کیا۔ یہ باتیں سن کر مطلب کو سخت شرمندگی ہوئی۔ اور اسی وقت عہد کیا کہ گھر میں بعد میں داخل ہوں گا پہلے اپنے بھتیجے کو مدینہ سے مکہ لاؤں گا۔ اس شخص نے کہا اگر تم ایسا ہی ارادہ رکھتے ہو تو میرا اونٹ موجود ہے۔ الغرض مطلب اس کا اونٹ عاریتاً لے کر بغیر کسی سے کہے سنے عازم مدینہ ہوئے اور شیبہ کو خاموشی سے بغیر ان کی والدہ کو اطلاع کئے ہوئے اونٹ پر ساتھ بٹھا کر مکہ لے آئے۔ راستہ میں معلوم کرنے پر بتایا کہ مدینہ سے غلام خرید کر لا رہا ہوں اور یہ بات اس لئے قابل قبول ٹھہری۔ شیبہ مناسب لباس بھی نہ پہنے ہوئے تھے اور راستہ میں آفتاب کی تمازت سے اور تکلیف بھی اٹھائی تھی اس لئے تکان کی وجہ سے چہرہ کی رنگت اڑی اڑی سی تھی۔

http://kitaabghar.com　http://kitaabghar.com

عبدالمطلب کی وجہ تسمیہ:

مکہ آ کر مطلب نے شیبہ کو عمدہ لباس پہنا کر بنو عبد مناف کے اشراف کی مجلس میں لا کر بٹھایا چونکہ راستہ میں مطلبؔ نے انہیں اپنا غلام قرار دیا تھا اس لئے (شیبہ) عبدالمطلب مشہور ہو گئے۔ اب یہ مکہ میں مقیم ہو گئے اور مطلب کے بعد تمام مناصب واعزاز انہیں مل گئے۔

قوم کی سیادت وامامت کی ذمہ داریاں بھی انہیں کی سپرد ہو گئیں۔ ان کی بزرگی اور سیادت کی شہرت اطراف واکناف میں پھیل گئی۔ اسی طرح باہر کے لوگ جب حج کے موقعہ پر مکہ مکرمہ آتے تو ان کے لئے ہدایا تحائف لے کر آتے۔ اس طرح اپنی ذاتی صلاحیتوں، شجاعت بصالت، فہم وذکاء فصاحت وبلاغت، مکارم اخلاق کی وجہ سے فرید عصر بن گئے۔ جو شخص ان کی امان میں آ جاتا وہ تمام خطرات سے محفوظ ہو جاتا۔ آس پاس کے تمام بادشاہ ان کی عزت وتکریم کرتے تھے اور ان سے کمال محبت رکھتے تھے۔ البتہ ایک شخصیت ایسی تھی جس کی نظروں میں ان کی ذات کھٹکتی تھی وہ تھا کسریٰ بن ہرمز کیونکہ مکہ کا علاقہ اس کے زیر نگیں تھا اس لئے اس کو ان کی عزت وتکریم ناگوار گزرتی تھی۔

عبدالمطلب کے وسیلے دعائیں مانگی جاتیں:

جب کبھی اہل عرب پر کوئی افتاد پڑتی یا کوئی مصیبت نازل ہوتی تو عبدالمطلب کو ساتھ لے کر ساری قوم کوہ ثبیرہ پر آتی اور عبدالمطلب کے وسیلہ سے دعائیں مانگتے۔ قربانی کر کے خون کو بتوں پر ڈالتے۔ نور محمدی ﷺ کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ ان مصائب وآلام کو دور فرما دیتا۔

اپنے والد ہاشم کی طرح انہوں نے بھی بہت سی شادیاں کیں۔ ان میں سے ایک کا نام قبیلہ بنت عامر تھا۔ ان کے یہاں جو سب سے پہلے اولاد ہوئی وہ ایک صاحبزادہ تھا جس کا نام حارث تھا اور اس کے بیٹے کی وجہ سے یہ ابوالحارث کہلاتے تھے۔ حارث ہر معاملہ میں مثلاً زمزم کے کوئیں کی کھدائی اور دوسرے مشکل کاموں میں باپ کی مدد کرتے تھے۔

چاہ زمزم کی کھدائی:

ایک دن عبدالمطلب مقام حجر پر سوئے ہوئے تھے۔ انہیں خواب میں یہ بتایا گیا کہ اٹھو اور پاک چیز پر سے نقاب اٹھا دو، یہ جب نیند سے بیدار ہوئے تو بہت متعجب ہوئے کہ وہ پاک شے کیا ہو سکتی ہے جس سے نقاب کشائی کی بشارت دی گئی ہے۔ فوراً ایک آواز نے ان کی حیرت و استعجاب کو دور کر دیا کیونکہ اس مرتبہ انہیں بتایا گیا تھا کہ مضبوطہ سے مٹی ہٹا دو۔ ایک روایت میں مضبوطہ کی بجائے بڑہ کے الفاظ آتے ہیں۔ عبدالمطلب کو یہ خیال ہوا کہ مضبوطہ یا بڑہ کیا چیز ہے۔ الغرض وہاں سے اٹھے اور اپنے گھر آئے۔ بعد میں اشراف قریش کو خواب کی باتیں بتائیں اور ان سے مشورہ چاہا۔ مشورہ کے بعد یہ طے ہوا کہ اگر یہ خواب درست ہوا تو ہاتف غیبی دوبارہ ہدایت کرے گا۔

دوسرے دن عبدالمطلب اسی جگہ آئے اور دعا کی، اے خدائے ابراہیم رؤف ورحیم میں چاہتا ہوں کہ اس بھید کو مجھ پر آشکارا فرما دے اور اس معاملہ میں میری رہنمائی فرما۔ دعا کے بعد وہ اسی جگہ سو گئے حسب سابق خواب دیکھا کہ کوئی ان سے یہ کہہ رہا ہے کہ اے عبدالمطلب اٹھو اور چاہ

زم زم کی بازیابی کی کوشش کرو۔ عبدالمطلب نے خیال کیا کہ زم زم ایسا کنواں ہو سکتا ہے کہ اطراف و اکناف عالم سے آنے والے حاجیوں کی ضروریات کے لیے کافی ہو جائے گا۔

ایک روایت کے مطابق عبدالمطلب کو بتایا گیا تھا کہ ''زم زم ایسا پانی ہے جو جبرائیل کی ٹھوکر سے نکلا ہے جس نے اسماعیل علیہ السلام اور ان کے خاندان کو سیراب کیا ہے۔ یہ پانی برکتوں والا ہے جو تکلیفوں کو دور کرتا، بیماریوں سے شفا دیتا اور غذائیت بہم پہنچاتا ہے۔ اور وہ اس جگہ ہے جہاں قربانیوں کا خون اور جانوروں کی آلائش ڈال دی جاتی ہے دوسری علامت یہ ہے کہ جہاں کوا سرخ بتوں کے مقابلہ میں اپنی چونچ زمین پر مارتا ہے۔ عبدالمطلب نے کہا اور کوئی پہچان بتائی جائے تو اس ہاتف غیبی نے بتایا کہ جہاں چیونٹیوں کا بل (گھر) ہے اور کل تم کوے کو زمین پر چونچ مارتے دیکھو گے۔ اس گفتگو سے عبدالمطلب کو یقین ہو گیا کہ یہ حقیقت ہے۔ اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے لہذا یہ دوسرے دن خانہ کعبہ میں جا کر بیٹھ گئے اور کسی انہونی بات کے منتظر رہے۔

اتفاقاً چند گائے حرم کے میدان کے زیریں حصہ پر جو اس وقت خرورہ کے نام سے پہچانی جاتی تھی گھوم رہی تھیں۔ ان میں ایک تلوار کی جھپک دیکھ کر بھاگی اور مقام زمزم کے عقب میں آ کر رک گئی۔ یہ جگہ اساف ونائلہ بتوں کے نام سے مشہور تھی۔ ان دونوں بتوں کی خصوصیت یہ تھی کہ اہل عرب جو قربانیاں کرتے ان کا خون ان بتوں پر ملتے تھے۔ القصہ ان گایوں کو وہاں ذبح کر دیا گیا۔ ان کا گوشت پوست تو ذبح کرنے والے اٹھا کر لے گئے۔ خون اور اوجھڑی پڑی رہی۔ ایک کوا آیا اور اس نے اس اوجھڑی کو کریدنا شروع کیا۔ اس کے اس کھودنے سے وہاں ایک چیونٹی کا بل نظر آیا۔ عبدالمطلب نے اس سارے واقعہ کو آنکھوں سے دیکھا اور اسی جگہ کھدائی شروع کر دی۔

چاہ زمزم کی دوبارہ دریافت:

چاہ زمزم کی دوبارہ بازیابی کی وجہ یہ ہوئی کہ جناب اسماعیل علیہ السلام کی حیات ظاہری میں خانہ کعبہ کے تمام امور انہیں کے ذمہ تھے۔ آپ کی رحلت کے بعد ان تمام کاموں کی ذمہ داری جناب ثابت کو تفویض ہوئی جو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے سب سے بڑے صاحبزادے اور آپ کے قائم مقام تھے۔ اس طرح خانہ کعبہ کی تولیت اور قبیلہ جرہم کی قیادت ان کے ذمہ ہو گئی اور ان کے انتقال کے بعد مضاض میں عمر جرہمی کو یہ منصب مل گیا۔ مضاض ثابت بن اسماعیل کے نانا تھے اور ان کو یہ منصب ملنے کی وجہ یہ تھی کہ اولاد ثابت کی کفالت مضاض کے ذمہ تھی۔

اہل مکہ اس وقت دو قبیلوں میں منقسم تھے۔ جرہم جس کے رئیس مضاض تھے اور قبیلہ قطورا جس کی قیادت سمیدع کے پاس تھی۔ یہ دونوں اشخاص یمن سے متعلق تھے اور آپس میں ایک دوسرے کے رشتہ دار تھے۔ مکہ کے بالائی حصہ کی ذمہ داری مضاض کے پاس تھی تو زیرین مکہ کا نظم ونسق سمیدع کے ذمہ تھا۔

ایک زمانہ تک نظام چلتا رہا لیکن ایک مرتبہ آپس میں چپقلش ہوئی اور اس کے نتیجہ میں سمیدع مضاض کے ہاتھوں مارے گئے۔ کہا جاتا ہے کہ سرزمین مکہ پر ظلم وتشدد کا یہ پہلا واقعہ تھا۔ اس طرح پورے مکہ کی حکمرانی مضاض کے حصہ میں آ گئی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے خاندان سے

رشتہ داری کی وجہ سے خانہ کعبہ کا نظم ونسق چونکہ مضاض کے پاس تھا اس لئے مضاض کے مرنے کے بعد یہ شرف وعزت خاندان جرہم میں باقی رہا۔

چونکہ مضاض کی خاندان اسماعیل سے قربت تھی اور ثابت کے انتقال کے بعد مضاض نے اس خاندان کی کفالت بھی کی تھی اس لئے بھی اس قرابت کی وجہ سے انہوں نے اس منصب کو نہ چھوڑا۔ الغرض جب خاندان اسماعیل کی تعداد بڑھتی گئی اور سرزمین مکہ پر گنجائش باقی نہ رہی تو یہ لوگ آس پاس کے علاقوں میں پھیل گئے۔ اس طرح سرزمین مکہ پر بنی جرہم کا اقتدار قائم رہا لیکن جب انہوں نے ظلم وستم کی گرم بازاری کی عدل و انصاف کو پامال کرنا شروع کر دیا۔ ان کے ظلم وجور سے مقامی وغیر مقامی سب ہی متاثر ہوئے۔ خانہ کعبہ کے اموال اور ہدایا سے تصرف بے جا کرنا شروع کر دیا۔ ہدایا میں خیانت کا ارتکاب کیا۔ ان کی یہ حرکتیں سب ہی کو ناگوار تھیں لیکن خاندان اسماعیل جو اس منصب کے اصل حق دار تھے۔ ان بدعنوانیوں پر خاموش نہ رہ سکے اور ان کے دلوں کی چنگاریاں بھڑک اٹھیں۔

اس طرح بنوبکر بن عبد مناف بن کنانہ نے بنوخزاعہ سے معاہدہ کیا اور بنو جرہم سے کہلایا کہ خانہ کعبہ کی تولیت مکہ مکرمہ کا نظم ونسق ہماری ذمہ داری ہے۔ عرصہ تک ہم لوگ رشتہ داری کی وجہ سے خاموش رہے ہیں لیکن اب یہ بات زیادہ عرصہ اس لئے برداشت نہیں کی جا سکتی کہ تمہاری بدعنوانیاں بڑھتی جا رہی ہیں۔ تم نے ظلم وستم کی انتہا کر دی ہے۔ خانہ کعبہ کے اموال سے بے جا تصرف ان کا غلط استعمال مقامی اور بیرونی لوگوں پر ظلم وستم کی وجہ سے ہر طرف بے چینی اور اضطراب کی کیفیت طاری ہے۔ اب دو ہی راستے ہیں یا تو آسانی کے ساتھ یہ ذمہ داریاں ہمارے سپرد کر دو ورنہ فیصلہ تلوار کرے گی۔

چاہ زمزم بند ہونے کی وجہ:

قبیلہ جرہم والے اپنی کثرت اور اقتدار کے نشہ میں اندھے ہو رہے تھے۔ لہٰذا انہوں نے ان کی بات پر دھیان نہ دیا اور اقتدار کے نشے میں اچھے اور برے کا امتیاز نہ کرتے ہوئے مقابلہ کے لئے میدان میں آ گئے اور بمصداق "**انظلم مغلوب**" میدان جنگ میں آ کر ایسے مبہوت اور پریشان ہوئے کہ کچھ کرتے بن نہ پڑی اور بنی بکر وخزاعہ سے معافی اور امن کے طلب گار ہوئے اور صلح کر لی۔ معاہدہ صلح کے بموجب یہ طے پایا کہ مکہ کا نظم ونسق بنو اسماعیل کے حوالہ کرے۔ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد مکہ مکرمہ کے امور کی نگرانی کرے گی اور خانہ کعبہ کی تولیت بھی انہیں کے سپرد کر کے اپنے ساز وسامان آل اولاد کے ساتھ مکہ سے چلے جائیں گے۔

جب قبیلہ جرہم کے لوگ تولیت کعبہ سے مایوس ہو گئے اور مکہ سے نکالے جانے کے فیصلہ پر خاموش ہو گئے تو ان کے سردار عمر بن حارث نے عداوت اور دشمنی کی بناء پر حجر اسود کو اس کی جگہ سے نکالا اور اس فدیہ کی زریں شبیہ (جو حضرت اسماعیل کے لئے جنت سے آیا تھا) جو شاہ اسفندیار نے خانہ کعبہ میں رکھوائی تھی جس کو غزال کعبہ کے نام سے پکارا جاتا تھا اور وہ چند مشہور اسلحہ جو خانہ کعبہ میں رکھے تھے، اٹھا کر چاہ زمزم میں ڈال دیئے اور اس کو اوپر سے بند کر کے زمین کو ہموار کر دیا اور مکہ مکرمہ سے یمن کو منتقل ہو گئے۔ ایک روایت کے مطابق اپنے ظلم وستم کی پاداش میں یہ لوگ ایک مہلک بیماری عدسہ میں مبتلا ہو کر مر گئے۔

القصہ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کو خانہ کعبہ کی تولیت واپس مل گئی چاہ زمزم ان کی نظروں سے پوشیدہ رہا اور نہ ایسا موقع آیا کہ کسی کو اس کی یاد آتی۔

کتاب گھر کی پیشکش کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

عبدالمطلب کی سرداری کا زمانہ:

جب عبدالمطلب نے مکہ کی سرداری سنبھالی اور انہیں چاہ زمزم کی بازیابی کی بشارت ہوئی تو انہوں نے اپنے فرزند حارث کو اپنی معاونت کے لئے ساتھ لیا اور اس کی بازیابی کے لئے سامان رکھا گیا لیکن اہل مکہ مخالفت پر آمادہ ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم اس امر کی ہرگز اجازت نہ دیں گے کہ تم ہمارے بتوں کے قریب کھدائی کرو اور کنواں کھودو۔ اس مخالفت میں ایک اور جذبہ بھی کارفرما تھا کہ یہ فخر عبدالمطلب کو ہی کیوں نصیب ہو۔ غرضیکہ جب مخالفت نے زور پکڑا تو انہوں نے عبدالمطلب سے کہا کہ تمہارا دعویٰ یہ ہے کہ یہ برکت اولاد اسماعیل علیہ السلام کی وجہ سے تھی اور یہ کنواں حضرت اسماعیل اور ان کی اولاد کی سیرابی کا سبب بنا تھا تو اس میں آپ ہی کیوں سبقت کریں تمام اولاد اسماعیل کو اس کام میں شریک کیا جائے لیکن عبدالمطلب کا موقف یہ تھا کہ بشارت مجھے ملی ہے لہٰذا یہ کام میں ہی انجام دوں گا۔ جھگڑا بڑھتا گیا آخر کار تصفیہ اس امر پر ہوا کہ کسی عاقل وفہیم سے اس امر پر فیصلہ کرایا جائے یہ بات منظور ہوگئی اور یہ طے پایا کہ بلاد شام میں ایک کاہن جو اپنے علم وفضل میں یکتا ہے اس کا فیصلہ سب کو منظور ہوگا اور کوئی اس سے انحراف نہ کرے گا۔ اس فیصلے کے مطابق مکہ کے ہر قبیلہ کا ایک ایک نمائندہ عبدالمطلب کے ساتھ شام روانہ ہوا گرمی کا موسم تھا راستہ میں پانی کمیاب ہی نہیں بلکہ نایاب بھی تھا۔ اتفاقاً راستہ میں سب کے پاس پانی ختم ہوگیا اور راستہ بھول گئے۔ شدت تشنگی سے سب کی جانوں پر بن آئی لیکن عبدالمطلب نے کہا کہ یہ وقت بیٹھ جانے کا نہیں ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اونٹوں کو ساتھ لے کر پانی کی جستجو کریں شاید کہیں پانی مل جائے یا منزل مقصود کا ایسا راستہ مل جائے جس سے ہم جلد پہنچ جائیں۔

عبدالمطلب کے مشورہ کے مطابق سب نے کمر ہمت باندھی اور اپنے اونٹ لے کر چلنے کے لئے تیار ہوئے۔ قدرت الٰہی سے عبدالمطلب کے اونٹ کے پیر کے نیچے سے ایک پتھر پھسلا اور لطف خداوندی سے اس کے نیچے سے پانی کا چشمہ ابلنے لگا۔ سب نے یہ منظر دیکھ کر اللہ کی وحدانیت کا نعرہ بلند کیا اور اپنی سواریوں سے اتر آئے اور خود بھی سیراب ہوئے اور اپنی سواریوں کو بھی پانی پلایا اور مشکوں کو پانی سے بھر لیا۔

اس وقت لوگوں نے عبدالمطلب سے کہا کہ اب تم سے مخاصمت اور مخالفت کی کوئی وجہ باقی نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری وجہ سے اس خونخوار وادی میں پانی عطا فرمایا اور تمہاری برکت سے ہم سب کی جانیں بچائی ہیں۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ چاہ زمزم بھی اللہ تعالیٰ تمہارے ہی ہاتھوں بازیاب فرمائے گا۔ اب واپس چلو یہ شرف وعزت تمہارے ہی لئے ودیعت ہو چکا ہے اور اس سلسلہ میں کسی کی مخالفت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ صرف تمہاری ذات کی وجہ سے قدرت نے ہم پر کرم فرمایا ہے اور موت کے منہ سے نکال کر حیات نو بخشی ہے۔ اس خالق ومالک نے آپ کو چاہ زمزم عطا فرمایا ہے۔ اب آپ واپس مکہ چلیں۔ آب زمزم کا کنواں آپ کو مبارک ہو، اب کسی کے لئے اس میں شرکت کی گنجائش نہیں۔

الغرض جب عبدالمطلب شام کے راستہ سے کامیاب وکامران واپس ہوئے اور چاہ زمزم کی کھدائی شروع کی تو اس کام میں سخت محنت

کرنی پڑی۔اس سارے کام میں عبدالمطلب کے فرزند حارث ہمدردو معاون رہے۔اس وقت عبدالمطلب کو خیال ہوا کہ اگر ایک کی بجائے دس بیٹے مددگار ہوتے تو معاشرہ میں ایک مقام بھی حاصل ہوتا اور ایسے مواقع پر مدد بھی ملتی۔لہٰذا اسی وقت نیت کی کہ اگر حق تعالیٰ دس فرزند عنایت فرمائے تو اپنے جد کریم (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کی نیت کے مطابق ایک بیٹے کو راہ الٰہی میں قربان کریں گے، یہ بات دل میں راسخ ہوگئی۔

قصہ مختصر ان کی محنت بارآور ہوئی نظر آئی اور چاہ زمزم کے آثار نظر آنے لگے اور وہ ساز وسامان جو قبیلہ بنی جرہم کے سردار عمرو بن حارث نے کنوئیں میں چھپایا تھا ملتے گیا۔وہ تلواریں زرہیں اور زریں ملی تو یہ خبر تمام قریش میں مشہور ہوگئی اور سب نے آکر عبدالمطلب کی کوششوں کی تعریف کی اور شاباش دی اور کہنے لگے یہ تمام سامان وہ ہے کہ اس سامان سے ہماری اور آپ کی ماضی کی تاریخ وابستہ ہے اور یہ سب ہمارے جداعلیٰ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یادگار ہے لہٰذا اس میں صرف آپ کا ہی حصہ نہیں ہے اس میں ہمارا حصہ بھی ہے۔

عبدالمطلب نے کہا کہ اب تم حصہ بٹانے آئے ہو تمہیں یہ خیال نہیں کہ جب میں نے کنواں کھودنے کا اعلان کیا تھا اس وقت لوگوں نے میری زبردست مخالفت کی تھی اور مجھے کنواں نہ کھودنے دیا تھا۔اب تم حصہ لینے آئے ہو۔لیکن میں مروت اور رشتہ داری کا خیال کرتے ہوئے یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ رسم ورواج کے مطابق قرعہ ڈال لو اور جو کچھ اس میں نکلے وہ تم لے لو۔قریش نے اس تجویز کو منظور کر لیا۔

اس فیصلہ کے بعد تمام سامان کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ایک حصہ میں اسلحہ اور دیگر اشیاء اور دوسرے حصہ میں آہو کے زریں کو رکھا گیا اور اس کے لئے تین ناموں سے قرعہ ڈالا گیا۔(عبدالمطلب خانہ کعبہ اور قریش مکہ) حسن اتفاق کہ آہو زریں خانہ کعبہ کے حصہ میں اور اسلحہ عبدالمطلب کے حصہ میں آیا۔اور قریش اس قرعہ اندازی میں محروم رہے۔عبدالمطلب نے اس آہوئے زریں کو خانہ کعبہ کے دروازہ میں لٹکا دیا، جو اس نسبت سے خانہ کعبہ کے نام سے مشہور ہوا اور عبدالمطلب نے اسلحہ کو فروخت کر کے محتاج خانہ کھولا۔

غزال کعبہ کو ابولہب نے ایک رات شراب کے نشے میں اتار کر فروخت کر دیا اور اس کی رقم کو شراب نوشی میں ختم کر ڈالا، جس کی تفصیل آئندہ صفحات میں بیان کی جائے گی۔ایک روایت کے مطابق عبدالمطلب نے تلواروں کو گلا کر ان کا ایک تختہ بنوایا اور اس کو خانہ کعبہ کے دروازہ پر جڑوا دیا اور آہوئے زریں (غزالہ کعبہ) کے ستارے بنوا کر اس تختی پر جڑوا دیے۔

قصہ مختصر یہ کہ جب چاہ زمزم کی بازیافت کا مرحلہ مکمل ہوگیا تو اس سے عبدالمطلب کی عزت اور مقام فزوں تر ہوگیا تو آپ نے متعدد شادیاں کیں جس کے نتیجہ میں متعدد اولادیں ہوئیں جن میں سے دس لڑکے اور چھ لڑکیاں تھیں۔لڑکوں کے نام ارباب تاریخ نے حارث ابولہب، جحل، مقوم، ضرار، زبیر، ابوطالب، عبداللہ، حمزہ وعباس لکھے ہیں۔ بعض لوگوں نے دس لڑکے بتائے ہیں اور ان تین ناموں کا اضافہ کیا ہے۔عیداق یا عنداق۔قثم اور عبدالکعبہ لیکن جن لوگوں نے دس لڑکے لکھے ہیں انہوں نے اپنے قول کی تائید میں یہ دلیل پیش کی ہے کو عیداق وجحل ایک ہی لڑکے کے دو نام تھے،قثم اور عبدالکعبہ عبدالمطلب کی اولاد میں شامل ہی نہ تھے۔

لڑکیوں کے نام صفیہ، فاطمہ، بیضار، برہ امیمہ اور اردی بیان کیے گئے ہیں۔ان میں زبیر، عبداللہ، ابوطالب اور لڑکیوں میں صفیہ، فاطمہ بنت عمرو بن عابد مخزومی کے نور نظر تھے۔

اولادِ عبدالمطلب:

اپنی والدہ کی اولاد نرینہ میں حضرت عبداللہ ابوطالب وزبیر سے عمر میں چھوٹے تھے اور اسی وجہ سے اپنے والد کے منظور نظر رہے، لیکن ان سے محبت کی ایک اور وجہ یہ بھی تھی کہ نور محمد ﷺ ان کی پیشانی میں تاباں تھا اور اسی وجہ سے ان کا نام عبداللہ رکھا گیا تھا۔

حمزہ، حجل اور مقوم ایک ماں کی اولاد تھے اور بعض روایتوں کے مطابق صفیہ بھی اسی ماں کے بطن سے تھیں۔ ان کا نام ہالہ بنت وہب بن عبدمناف بیان کیا گیا ہے۔

عباس، قثم اور ضرار، شیلہ بنت خباب بن کعب کے بطن سے تھے۔ حارث اور ابولہب کے حقیقی بہن بھائی نہ تھے۔ حارث کی ماں کا نام صفیہ بنت جندب تھا اور ابولہب کی ماں کا نام لبنیٰ بنت ہاجر تھا۔

حضور اکرم ﷺ کے چچاؤں میں حمزہ اور عباس رضی اللہ عنہم دولت ایمان سے سرفراز ہوئے جب کہ ابوطالب اور ابولہب نے اسلام کا دور دیکھا، لیکن یہ شرف انہیں میسر نہ ہوسکا۔

اہل بیت کے بعض اصحاب کا قول ہے کہ ابوطالب نے آخری لمحات میں اسلام قبول کر لیا تھا اور جب وہ دنیا سے گئے تو حلقہ بگوش اسلام تھے، لیکن حقیقت اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ حضور ﷺ کی پھوپھیوں میں صرف صفیہ مسلمان ہوئیں۔ ان کے متعلق یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ بھی تشریف لے گئیں۔ بعض لوگوں کے مطابق اروی اور عاتکہ نے بھی اسلام قبول کیا تھا۔

عبدالمطلب کے خوابوں کی تعبیر:

ایک خواب کا پس منظر اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ عبدالمطلب اپنے حجرے میں عزلت نشین تھے کہ نیند کا غلبہ ہوا اور محو خواب ہوئے۔ حالت خواب میں تھے لیکن تقدیر ان کی اس کیفیت پر خندہ زن تھی کہ یہ شخص محو خواب ہے، لیکن ان کی تقدیر جاگ رہی ہے۔

اس سونے والے کی آنکھیں خواب آلود ہیں، لیکن قلب ونظر باطنی ان چیزوں کو دیکھ رہی ہے جسکو دیکھنے کے لئے دوسروں کی آنکھیں ترستی ہیں۔ ادھر کارکنان قضاء وقدر اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی میں منہمک ہیں۔ ادھر عبدامطلب کی قسمت کا ستارہ ثریا پر محو پرواز ہے۔ خواب کی کیفیات کا سینہ متحمل نہ ہوسکا۔ قلب پر وحشت طاری ہوئی اور نیند سے بیدار ہوئے اور نیند سے کیا جاگے کہ قسمت جاگ گئی۔ دلی کیفیات پر اطمینان حاصل کرنے کے لئے رواج کے مطابق کاہنہ کے پاس تشریف لے گئے تو اس نے عبدالمطلب کو دیکھتے ہی کہا کہ اے عرب کے سردار آپ کے چہرے پر اضحلال کے آثار نمودار ہیں کیا وجہ ہے عبدالمطلب نے کہا کہ میں نے خواب میں ایک عجیب وغریب واقعہ دیکھا ہے جس کی وجہ سے میں سخت پریشان ہوں۔ کاہنہ نے کہا کہ کم ازکم اس کی کیفیت بیان کریں تا کہ میں اس سلسلہ میں کچھ عرض کرسکوں۔ عبدالمطلب نے کہا کہ ایک زنجیر میری پشت سے نکلی اور شش جہات میں پھیل گئی۔ ایک کونہ مشرق کے انتہائی سرے اور دوسرا مغربی سمت اسی طرح شمال وجنوب میں۔ بالائی سرا ثریا تک اور نچلا حصہ تحت الثریٰ تک چلا گیا۔ میں اس زنجیر کو تعجب سے دیکھتا رہا۔ وہ زنجیر ناگہانی طور پر پھیلی اور ایک درخت کی شکل اختیار کر لی۔ یہ

درخت بہت ہی بڑا تھا اور اس میں دنیا زمانہ کے پھل لگے ہوئے تھے۔ اس درخت سے نوری خوشبو کے جھکے نکل رہے تھے اور نورانی کرنیں اس کی جانب سجدہ ریز تھیں اور لحہ بہ لحہ نور و تقدس کے آثار اس سے ظاہر ہو رہے تھے۔

میں نے دیکھا کہ قریش کی ایک جماعت اس درخت کی شاخیں پکڑے لٹک رہی تھی، لیکن قریش ہی کی ایک جماعت اس کی شاخیں کاٹنے اور اس کو جڑ سے اکھاڑنے کے درپے تھی۔ لیکن یہ مخالف جماعت جب بھی قریب آنے کی کوشش کرتی، ایک خوبرو نوجوان کہ اس جیسا آج تک میری نظروں سے نہیں گزرا انہیں ایسا کرنے سے روک دیتا تھا اور انہیں منتشر کر دیتا۔ بعض لوگوں کی آنکھیں بھی حلقہ جسم سے نکال دیتا۔

میں نے بھی کوشش کی کہ اس نور مبارک سے میں بھی مستفیض ہوں۔ لہٰذا میں نے اس جوان خوبرو سے ایک سوال کیا کہ اس نور سے کون فیض یاب ہوگا، انہوں نے فرمایا وہ لوگ جو اس کی شاخوں سے لپٹے ہوئے ہیں، اس سے مستفیض ہوں گے۔ اب میرا استعجاب کم ہوا تو اس کے تنے کے قریب دو متبرک اور مقدس شخصیتیں نظر آئیں۔ میں نے ان سے تعارف چاہا تو ایک نے فرمایا کہ میں نوح نجی اللہ ہوں اور دوسرے نے فرمایا، میں ابراہیم خلیل اللہ ہوں۔ جناب ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ درخت وہ ہے جو تمہارے آباؤ اجداد سے تمہیں پہنچا ہے جو ایک قرن (زمانہ) سے دوسرے قرن اور ایک صلب سے دوسری صلب میں منتقل ہوتا آیا ہے اور اب تمہاری صلب سے ظاہر ہوا ہے۔

جب عبدالمطلب نے یہ خواب سنایا تو کاہنہ کے چہرے کا رنگ اڑ گیا اور سوچ بچار کے بعد کہنے لگی کہ جو واقعہ تم نے سنایا ہے اگر درست ہے اس طرح پیش آئے تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ ایک شخصیت تمہاری نسل میں پیدا ہوگی جس پر باشندگان زمین اور ساکنان ملاء اعلیٰ ایمان لائیں گے اور ان کی متابعت اور اطاعت میں کمر باندھیں گے۔ اور زنجیر اس بات کی غمازی کرتی ہے کہ اس دین کو استحکام نظم وضبط ربط اتفاق و اتحاد کی دولت میسر ہوگی۔ شش جہات تک اس کا پھیلنا اس بات پر دلیل ہے کہ وہ دین ہمہ گیر ہوگا جو شش جہات میں پھیلے گا اور لوگوں کا شاخوں کو پکڑ کر لٹکنا اس امر پر دلیل ہے کہ اس کی شاخیں انتہائی مضبوط ہوں گی۔ اس دین کے متبعین عزم و ہمت کے پیکر اور صبر و استقلال کے پہاڑ ہوں گے۔

عبدالمطلب اور ابرہہ:

اس عنوان کے تحت پیش آنے والے واقعات کو چند فصلوں میں بیان کیا جائے گا۔

وہب بن منبہ کا بیان ہے کہ جب یمن کے یہودی نژاد بادشاہ ذونواس شاہ نے نجران میں قتل و غارت مچائی تو نجران کے پارسیوں کو ملت موسوی کی مخالفت کی بناء پر جلا ڈالا۔ قرآن پاک نے اس واقعہ کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے: قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ النَّارِ ذَاتِ الۡوَقُوۡدِ۔ "اور قسم اس دن کی جس میں حاضر ہوتے ہیں کھائی والوں پر لعنت ہو اس بھڑکتی آگ والے پر۔" (ترجمہ از: اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ)

نجران کا ایک رئیس دوس بن ثعلبان نامی بھاگ کر قیصر روم کے پاس آیا اور ذونواس اور اس کے ساتھیوں کی چیرہ دستیوں کی لرزہ خیز داستانیں اور انجیل کی بے حرمتی کے واقعات سنائے۔ یہ سن کر قیصر روم جو خود بھی مجوسی تھا، سخت مشتعل ہوا لیکن باوجود دینی جذبہ کے کچھ کرنے سے اس لئے قاصر رہا کہ یمن و نجران اس کی حدود مملکت سے بہت دور تھا۔ اور وہاں لشکر بھیجنا بہت مشکل کام تھا لہٰذا اس نے دوس بن ثعلبان سے معذرت

کر لی اور ایک خط نجاشی شاہ حبشہ کو لکھا جس میں ذونواس کے خونین مظالم کی منظر کشی کے بعد یہ لکھا چونکہ حبشہ سے یمن اتنا زیادہ دور نہیں ہے اس لئے تمہارا مذہبی فریضہ یہ ہے کہ تم اس دین کی محافظت کرو جس کے تم متبع ہو اور ذونواس سے اپنے مذہبی بھائیوں کے خون کا بدلہ لو۔

یہ خط لے کر دوس بن ثعلبان، نجاشی کے پاس آیا تو نجاشی نے خط پڑھ کر لشکر کی تیاری کا حکم دے دیا اور مختلف روایات کے مطابق سات ہزار یا ستر ہزار جنگ آزمودہ جوانوں پر مشتمل لشکر ابرہہ اور ارباط نامی سرداروں کی رہنمائی میں روانہ کر دیا اور انہیں ہدایات دیں کہ یمنی لشکر کے مردوں کو قتل کر دیں اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا کر لے آئیں اور ان کے علاقہ کو تاراج کر دیں اور جو کچھ انہوں نے اہل نجران کے ساتھ کیا ہے وہی رویہ ان کے ساتھ برتا جائے اور اس میں کسی قسم کی رورعایت نہ کی جائے۔ اس طرح وہ اپنے کئے کی سزا پالیں۔ غرضیکہ نجاشی نے لشکر جرار تیار کر کے روانہ کر دیا اور جب یہ لشکر اب ساحل پہنچا اس وقت دوس بن ثعلبان نے کسی شخص کو روانہ کیا کہ بنی نجران کے بچے کھچے آدمیوں کو یا ان کے بقیہ لشکریوں کو ساتھ لے آئے وہ لوگ حبشہ کے لشکر سے آکر مل گئے۔

بادشاہ یمن کو جب حبشہ والوں کے لشکر کی آمد اطلاع ملی تو سرداران حمیر جو فنون جنگ میں مہارت رکھتے تھے بلایا اور اپنے متبعین و رفقاء کو جمع کیا اور مجوسیوں کے لشکر کے مقابلہ کے لئے آ گیا۔

جب دونوں لشکر جمع ہوئے اور ایک دوسرے کے مقابلہ پر آئے تو جنگ چھڑ گئی اور نتیجہ میں ذونواس کو اس کے ظلم و ستم کی سزا مل گئی۔ حمیریوں کے لشکر نے پسپائی اختیار کی۔ ذونواس لشکر سے بھاگ نکلا اور اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا لیکن شامت اعمال نے پیچھا نہ چھوڑا اور وہ مع گھوڑے کے غرق ہو گیا۔ اور اپنے کئے کی پاداش میں اسفل السافلین میں پہنچ گیا۔

ادھر ابرہہ اور ارباط نے نجاشی کے حکم کے مطابق خوب قتل و غارت مچائی۔ مردوں کو قتل اور عورتوں بچوں کو قیدی بنایا اور اس طرح چند سال کے لئے یمن میں ان کی حکومت قائم ہو گئی۔

انجام کار ارباط اور ابرہہ میں اتفاق نہ رہ سکا اور آپس میں چپقلش پیدا ہو گئی۔ ان دونوں نے اپنی پارٹیاں بنالیں لیکن جب کسی طرح آپس میں نہ نبھ سکی تو دونوں گروہوں میں ٹھن گئی لیکن قبل اس کے کہ جنگ شروع ہو ابرہہ نے ارباط سے کہہ دیا کہ اصل میں تو لڑائی ہم دونوں کے درمیان ہے بجائے اس کے کہ دونوں کے حلیف لڑیں ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ہم دونوں آپس میں مقابلہ کریں۔

اگر تمہارا ہاتھ پہلے اٹھ جائے اور تمہارا وار چل جائے تو ملک تمہارا اور میرا داؤں پہلے پڑ جائے تو ملک میرا ہے یہ بات ارباط کو پسند آئی اور دونوں اپنے اپنے لشکر سے باہر نکلے۔

ارباط خوش شکل، خوش لباس اور قد آور شخص تھا جب کہ ابرہہ بدصورت پستہ قد اور چالاک تھا۔ یہ مجوسی دین پر راسخ العقیدہ بھی تھا۔ اس نے اپنے ایک غلام عنود کو اعتماد میں لے کر اس کام پر مقرر کیا تھا کہ جب میں ارباط سے نبرد آزما ہوں تو تم پشت سے آکر اس پر حملہ کر دینا اس کے صلہ میں تم کو بہت کثیر انعام ملے گا۔

الغرض جب ابرہہ اور ارباط مقابل ہوئے تو غنود نے پشت سے آکر حملہ کیا، جس کے نتیجہ میں ابرہہ کی ناک اور ہونٹ کٹ گئے اور اس غنود

http://kitaabghar.com

نامی غلام نے ارباط کو ایسے۔ نچا تلا ہاتھ مارا جس سے اس کی گردن بھٹے کی طرح اڑ گئی۔ چونکہ ابرہہ اس حملہ کے نتیجہ میں نکٹا ہو گیا تھا اور لوگ اس کو اشرم کے لقب سے پکارنے لگے اور تمام لشکر نے ابرہہ کا مطیع ہو کر اپنا حکمران تسلیم کر لیا۔

ارباط کے مارے جانے کے بعد جب نجاشی کو اس جنگ و جدل کی اطلاع ملی تو اس کو سخت غصہ آیا اور اس نے ابرہہ کو سزا دینے کی قسم کھا کر لشکر لے کر اس کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوا تا کہ ابرہہ کا سر کاٹ کر اس کی داڑھی خون آلود کر کے اس کو زیر زمین کر دے۔

جب ابرہہ کو ان حالات کا علم ہوا تو اس نے بادشاہ کے لئے بہت سے تحفے تحائف ارسال کئے اور قاصد کے ذریعہ کہلایا کہ میں اور ارباط آپ کے خادم و غلام تھے۔ اب وہ ایک غلام کے ہاتھوں مارا گیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لشکر کے انتظام و انصرام سے واقف نہ تھا اور مجھے اس بات کا خوف ہو گیا تھا کہ ایسا نہ ہو کہ حکومت ہمارے ہاتھ سے چلی جائے اور لشکر کی بد دلی سے دشمن فائدہ حاصل کرے۔

رہا خدمت گزاری کا سوال تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ ایک غلام اگر چلا گیا تو میں اس کی جگہ حاضر ہوں اور اس یقین دہانی کے ساتھ کہ خدمت گزاری میں سر مو فرق نہ آنے دوں گا اور جب تک زندگی ہے خدمت کو اپنا فرض منصبی سمجھوں گا اور کوئی کوتاہی نہ کروں گا۔ اب میں نے ملک بادشاہ کے نام پر سنبھال رکھا ہے اور اس کی ترقی و خوشحالی کے لئے کمر ہمت باندھ رکھی ہے۔

ابرہہ نے اپنی داڑھی، سر کے چند بال اور یمن کی تھوڑی سی مٹی تحفہ و تحائف کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں روانہ کی اور قاصد سے کہا کہ بادشاہ سے میری طرف سے عرض کرنا کہ میں اس قابل کہاں ہوں کہ بادشاہ بنفس نفیس میری سزا دہی کے لئے تشریف لائیں اپنے بال اور یمن کی مٹی اس لئے روانہ کر رہا ہوں کہ کسی غلام کو حکم دیں کہ وہ ان بالوں کو خاک آلود کر دے تا کہ آپ اس طرح اپنی قسم کو پورا کریں اور نقص قسم آپ پر لازم نہ آئے۔

بادشاہ کو ابرہہ کی عذر خواہی کا انداز پسند آیا اور اس نے ابرہہ کو معاف کر دیا۔ اور ایک شاہی فرمان ابرہہ کے نام روانہ فرمایا کہ ہم نے تمہارا اختیار و اقتدار یمن پر منظور کر لیا اب تمہارا فرض ہے کہ ہمارے احکام پر گردن اطاعت خم کرو اور سمعنا و اطعنا کی ذمہ داری قبول کرلو۔

اس طرح بادشاہ نے ابرہہ پر اپنی شفقتیں قائم رکھیں اور اس کے قاصد کی خاطر و مدارات کی اور شاہانہ انعام و اکرام سے نوازا اور ابرہہ کا اقتدار یمن پر تسلیم کر کے اس کو وہاں کا حاکم برقرار رکھا۔ اسی طرح ابرہہ نے اپنے علاقہ کا نظم و نسق بحسن و خوبی چلایا جس کے نتیجہ میں وہ علاقہ روز بروز ترقی کرتا رہا۔ اس کے بعد ابرہہ نے یمن میں ایک کلیسا کی بنیاد رکھی جو اس کے زوال کا باعث بنا۔

قلیس نامی کلیسا کی تعمیر:

مورخین نے اپنے زریں خیالات کو تاریخ کے صفحات پر سنہری حروف سے لکھ کر اس کو دو آتشہ بنا دیا ہے کہ جب ابو مکسوم ابرہہ بن صباح جو اپنی بے شرمی اور بے عزتی کی وجہ اشرم کے لقب سے مشہور ہو گیا تھا۔ نجاشی کی نوازشوں کی وجہ سے یمن کا با اختیار حاکم بن گیا۔ اور اس کے اختیار و اقتدار کو کئی سال گزر گئے تو اسی اثناء میں اس نے اس بات کا جائزہ لیا کہ ہر سال یمن سے لوگ جوق در جوق پا پیادہ سفر کرتے ہیں اور تھوڑے دنوں کے بعد

واپس آجاتے ہیں۔ابرہہ نے تفتیش کرائی کہ یہ لوگ کس مقصد کے حصول کے لئے پاپیادہ سفر کرتے ہیں اور کہاں جاتے ہیں۔

ابرہہ کو بتایا گیا کہ سرزمین مکہ پر ایک عمارت جناب خلیل علیہ السلام کی تعمیر کردہ ہے جو رب جلیل کی منظور شدہ و تائید یافتہ ہے اس کی زیارت کے لئے یہ سب لوگ جاتے ہیں۔اس عمارت کا طواف کرتے ہیں اور دوران طواف اپنی تمناؤں اور آرزوؤں کو پالیتے ہیں۔

ابرہہ نے دریافت کیا کہ وہ عمارت کس چیز سے بنائی گئی ہے کوئی اس میں انوکھی یا نرالی بات ہے۔لوگوں نے کہا کہ اس میں ایسی کوئی بات نہیں۔ظاہر میں سنگ وخشت کی ایک عمارت ہے۔لیکن باطن میں اس کی عظمت قدر و منزلت ایوان عرش تک پہنچتی ہوئی ہے۔یہ بات اس کی نخوت غرور و تکبر کو مہمیز لگی اور اس نے اپنے ذہن میں یہ خیال پختہ کرلیا کہ خانہ کعبہ کے مقابلہ میں ایک ایسا عمدہ بت خانہ تعمیر کرے گا جس کی وجہ سے آئندہ کوئی خانہ کعبہ نہ جائے گا اور یہ عمارت ایسی تعمیر کی جائے گی کہ ربع مسکون (دنیا) میں کوئی عمارت اس کی نظیر نہ ہوگی اور یہ عمارت اپنی مثال آپ ہوگی۔اپنے خیالات کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اس نے ماہرین فن تعمیر کو بلایا اور کہا کہ ایسی تعمیر کریں جس کی نظیر اطراف واکناف عالم میں نہ ملے۔

الغرض ماہرین فن تعمیر نے اس عمارت کا نقشہ بنایا اور ماہر فن معماروں نے اس عمارت کی تعمیر شروع کی۔قیمتی پتھروں لعل و جواہر کے استعمال کے سبب شاہی خزانہ خالی کردیا۔عمارت کی تعمیر و تزئین نقش ونگار میں انہوں نے اپنی پوری صلاحیتیں وقف کر کے اس عمارت کو نمونہ روزگار بنادیا لیکن ان تمام خوبیوں کے باوجود اس میں دعائے خلیل رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا شامل نہ ہوسکی اور خالق کائنات کی ضمانت امن وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا۔ اس کو میسر نہ ہوسکی اور حجر اسود جو خالص عطائے الٰہی اور جنتی پتھر جس کو جناب آدم صفی اللہ سے نسبت کی بنا پر رکھا تھا اس کی زینت نہ بن سکا۔

اس عمارت کی تکمیل کے بعد اس میں قیمتی پردے اور غلاف ڈالے گئے اور اس کے کھلنے و بند ہونے کے اوقات معین کر کے لوگوں کو اس کی زیارت کی دعوت دی گئی۔خانہ کعبہ کی طرح اس کے طواف اور اعتکاف کے لئے لوگوں کو مقرر کیا گیا اور ان تمام مراحل سے فراغت کے بعد ابرہہ نے نجاشی کو لکھا کہ میں نے آپ کے نام سے معنون و منسوب کر کے ایک عمارت (عبادت گاہ) تعمیر کی ہے تا کہ لوگ مکہ کی بجائے اب مقام صنعاء میں اس عبادت کی طرف رجوع ہوں اور در کعبہ کو انحراف کا قفل ڈال کر صنعاء کی عبادت کا قفل التماس اور اعتقاد سے کھولیں اور خانہ کعبہ کا راستہ عبادت گزاروں کے لئے بند ہوجائے اور عقیدت و محبت کے ساتھ قلیس کا راستہ کھل جائے اور دیر و عجلت سے قبول ہونے والی دعائیں بادشاہ کے ذریعہ پوری ہوں۔اس خط کو روانہ کرنے کے بعد انتہائی زور شور سے اس کنبہ (عبادت گاہ) کی تشہیر کی اور بلاامتیاز خویش و بیگانہ سب کو اس کی زیارت کی دعوت دی۔

جب اس نام نہاد عبادت گاہ کی تعمیر کی خبریں اطراف و جوانب میں مشہور ہوئیں تو بعض ضعیف الاعتقاد عبادت کی غرض اور بعض تماش بین صرف عمارت کی آرائش و زیبائش دیکھنے کیلئے یمن آنے لگے۔بعض آنے والے اور بعض بادشاہ کے مقرر کردہ لوگ طواف و اعتکاف میں مشغول ہوگئے لیکن اڑتی اڑتی جب یہ خبر مکہ تک پہنچی تو مکہ کے اطراف کے لوگ خصوصاً آل عدنان ہبط قحطان اس اطلاع سے بہت متاثر ہوئے۔نعیم بن عدی کنانی کے بیٹوں میں سے ایک لڑکا جس کا نام نفیل تھا اس نے اس مکر و فریب کا پردہ چاک کرنے کا بیڑہ اٹھایا اور کمر ہمت باندھ کر اس نے صنعاء (یمن) کا سفر کیا۔قطع راحل کرتا ہوا وہ جب صنعا آیا تو شب کا وقت تھا۔آسمان پر تارے چمک رہے تھے۔ماہتاب اپنی ضوافشانیوں میں مشغول تھا۔ خانہ خدا کے اس عقیدت مند نے باطل کے اس صنم کو پاش پاش کرنے کی تدابیر اختیار کیں اور اس گرجا میں داخل ہوا اور کسی نہ کسی طرح اس تثلیث کے

پرستاروں کو اس بات پر راضی کرلیا کہ وہ رات گھر میں بسر کرے۔ لہٰذا خدام نے اس کو اندر چھوڑ کر دروازہ بند کردیا اور مطمئن ہو کر چلے گئے۔

نوفل نے رات میں اس کنیسہ میں قضا حاجت کی اور اس کی محراب کو نجاست سے آلودہ کرکے صبح کے انتظار میں دروازے پر آنکھیں لگائیں کہ کب صبح طلوع ہو، دروازہ کھلے اور میں باہر نکلوں۔ الغرض جب اس کنیسہ اپنی (نام نہاد) عبادت گاہ جوان کا ملجاو ماویٰ تھا، دروازہ کھولا تو نوفل تیر کی مانند باہر نکل آیا اور اپنے گھر کی طرف دوڑتا بھاگتا چل دیا۔

جب رات کی تاریکی دور ہوئی اور آفتاب عالم تاب کی کرنیں نمودار ہوئیں تو منتظم کنیسہ اور دوسروں کو عبادت خانہ میں غلاظت کی بو محسوس ہوئی۔ تلاش کے بعد معلوم ہوا کہ رات کے مہمان نے ضروریات سے فراغت کے لئے عبادت خانہ کو منتخب کیا ہے۔ یہ بات جب منتظم اعلیٰ ابرہہ کو بتائی گئی کہ عرب مہمان نے ہی یہ حرکت کی ہوگی۔ یہ سنتے ہی اس کو سخت غصہ آیا اور دن بھر فرط غیض میں کوئی کام نہ کرسکا اور طیش میں آکر یہ فیصلہ کیا کہ اب تک تو میں نے خانہ کعبہ کی اہمیت گھٹانے کے لئے اقدام کئے تھے اور اس کو نقصان پہنچانے کا ارادہ نہ تھا لیکن اب اس سے معاملہ نہ بنے گا بلکہ اس کو نقصان پہنچانا اور اس کو ختم کرنا نہایت اہم ہے لہٰذا اب میں اس کو نیست و نابود کردوں گا۔ اتفاقاً اسی دن قیس بن ساعدہ ابرہہ کے پاس آیا اور اپنے بھائی محمد بن خزاعی کی موت کی خبر سنائی۔ یہ ذات شریف ابرہہ کے اشارے پر قبائل عرب میں قلیس کے اعلان و اشاعت کے لئے گیا تھا اور اہل عرب کے جذبات عقیدت و محبت کا شکار ہو گیا اور بنی ہذیل نے اس کو کیفر کردار کو پہنچا دیا۔ اس اطلاع نے جلتی پر تیل کے مصداق بہت اثر کیا اور ابرہہ کی آتش انتقام تیز تر ہو گئی اور اس نے یہ قسم کھائی کہ خانہ کعبہ کی اینٹ سے اینٹ بجا کر خانہ کعبہ کی مٹی بھی وہاں نہ چھوڑوں گا اسے بھی ہاتھیوں کی پشت پر لاد کر یمن لے آؤں گا۔

لہٰذا اس نے اپنے ارادہ فاسدہ کی تکمیل کے لئے شاہ حبشہ سے مدد کی درخواست کی اور خصوصیت کے ساتھ محمود نامی ہاتھی کے لئے کہا۔ اس سفید ہاتھی کو فتح و کامرانی کا نشان سمجھا جاتا تھا اور یہ اپنی دو خصوصیات کی وجہ سے دوسرے ہاتھیوں میں ممتاز تھا۔ ایک تو اس کی سفیدی اور دوسری یہ بات فصحاو بلغاء نے اپنے کلام میں اس کی بہت تعریف کی تھی۔ اس کے متعلق انہوں نے ان جذبات کا اظہار کیا تھا کہ محمود نامی اتنا سفید تھا کہ اس پر نظر نہیں ٹھہرتی تھی اور اس کی سفیدی سے آنکھ کی پتلی کے سیاہ حصہ پر منعکس ہو کر معدوم ہو جاتی تھی اور اس کی بلندی و رفعت کا یہ عالم تھا کہ نظر و فکر اس کے زانو سے متجاوز نہ ہوتی تھی۔ نجاشی نے ابرہہ کی درخواست کو قبول کرتے ہوئے چند دوسرے ہاتھی محمود کے بدلہ میں روانہ کردیئے۔ ابرہہ نے ہاتھیوں کے ساتھ مردان آہن پوش اور جفاکش ہاتھیوں کو یمن سے مکہ مکرمہ روانہ کیا۔

ابرہہ کی خانہ کعبہ کے انہدام کے لئے روانگی اور قہر خداوندی میں ابتلاء

خطاب باری ہوا: اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ۔ "کیا نہیں دیکھا تم نے کہ تمہارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا۔"

مورخین نے لکھا ہے کہ جب ابرہہ بن صباح نے خانہ کعبہ کے انہدام کے لئے سفر کا ارادہ کیا تو اس کام کے لئے ایک لشکر جرار تیار کیا۔

http://kitaabghar.com

تفسیر یعقوب کشانی میں بیان کیا گیا ہے کہ تین لاکھ سوار پیادے چار ہزار ہاتھی نشین سپاہی۔ اس فوج کی فنی مہارت کا عالم یہ تھا کہ ان کے گھوڑوں کے قدموں کی ٹاپوں سے زمین دہلتی تھی۔ اونٹوں کی تعداد تو شمار سے باہر تھی۔ ابرہہ نے اپنے لشکریوں کو حکم دیا تھا کہ فتح کے بعد خانہ کعبہ کی مٹی تک کھود کر ہاتھی اور گھوڑوں پر اٹھا کر یمن لے جائی جائے گی اور اہل مکہ کے ساتھ قتل و غارت میں کوئی رعایت نہیں کی جائے گی اور ان کو جنگی قیدی بنانے میں کوئی سہولت نہ برتی جائے۔

جب یہ خبر قبائل عرب تک پہنچی تو لوگ اس کی مدافعت کے لئے میدان عمل میں آ گئے۔ یمن کے علاقہ کا ایک معزز فرد حمیر کا بادشاہ ذونفر جس کے عرب کے چند قبائل بھی حلیف تھے کمر ہمت باندھ کر میدان عمل میں آ گیا۔ اپنے ساتھ عرب کے قبائل کا ایک لشکر مرتب کر کے عام راستہ سے ہٹ کر دوسرا راستہ اختیار کیا اور راستہ ہی میں ابرہہ کے مقابلہ پر آ گیا لیکن بدقسمتی سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور ذونفر کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ ذونفر ابرہہ کے لشکریوں کے ہاتھوں قید ہو کر ابرہہ کے سامنے پیش ہوا لیکن اس نے حالات کا جائزہ لے کر سیاست سے کام لیا اور اس کے قتل کا حکم دیا لیکن دونفر نے درخواست کی کہ میرے قتل سے درگزر کریں تاکہ میں آپ کا کوئی کام کر کے اعتماد بحال کروں۔ ابرہہ نے اس کی درخواست قبول کی اور اس کے خون سے درگزر کر کے اس کو قید کرنے کا حکم دیا اور پھر اپنے کام کی طرف متوجہ ہو گیا۔ قطع منازل کرتا ہوا وہ مکہ کی طرف بڑھتا رہا۔ راستہ میں قبیلہ خثعم کا رئیس نفیل بن حبیب نے عرب کے قبائل کی ایک جماعت کے ساتھ ابرہہ کا راستہ روک لیا اور ابرہہ سے مزاحم ہوا لیکن قسمت نے نفیل کا ساتھ نہ دیا۔ اس کے بہت سے آدمی قتل ہوئے اور خود نفیل بھی قید ہو گیا۔

جب نفیل کو ابرہہ کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے نفیل کے قتل کا حکم دیا، لیکن نفیل نے عاجزی و انکساری اور بادشاہ سے اپنی جان بخشی کی درخواست کی اور عرض گزار ہوا کہ اگر بادشاہ مجھے اپنی حفظ و امان میں لے لے تو میں خود کو اس کی خدمت کے لئے وقف کر دوں گا اور عرب کی غریب آبادی کو بادشاہ کا مطیع و فرمانبردار بنانے میں جہد بلیغ کروں گا اس کی درخواست کو ابرہہ نے منظور کر کے اس کی جان بخشی کی۔ نفیل نے اپنی اطاعت کا ثبوت اس طرح دیا کہ ابرہہ جب سرزمین طائف سے گزرا تو وہاں کے لوگوں نے اسے اپنی وفاداری کا یقین دلایا اور اس کے استقبال کے لئے شہر سے باہر آ گئے اور نہایت عاجزی و انکساری کا مظاہرہ کیا۔ اس رویہ کے پیش نظر ابرہہ نے طائف والوں کو امان دے دی اور ان پر ظلم و ستم نہ کیا اور ان کو ان کے گھروں کو واپس جانے کو کہا۔

جب یہ لشکر مکہ و طائف کے درمیان مقام مغمش میں پہنچا یہاں ایک کنواں تھا جس کو مغمش کہا جاتا تھا اور یہی وجہ اس کی وجہ تسمیہ بن گیا۔

یہاں آ کر ابرہہ نے اسود بن مقصود حبشی کو مقدمۃ الجیش کے طور پر روانہ کیا تاکہ وہ اہل عرب اپنے ساتھیوں کے ساتھ اہل عرب پر یلغار کرے لیکن اسود نے چوپایوں کو جو میدان تہامہ میں چر رہے تھے ہنکا کر لے گیا جن میں دو سو اونٹ صرف عبدالمطلب کے تھے۔

قریش، کنانہ، ہذیل کے لوگوں نے چاہا کہ کسی طریقہ سے یہ اونٹ واپس لے جائیں لیکن ان میں مقابلہ کی طاقت و ہمت نہ تھی اس لئے تھک ہار کر بیٹھ گئے۔

ابرہہ نے اس اثناء میں خباط حمیری کو سفیر بنا کر قریش کے پاس روانہ کیا اور اس سے کہا کہ شرفاء، مقتداء اور سرداران قریش کو بتا دوں کہ

میں صرف خانہ کعبہ کو بیخ و بن سے اکھاڑنے آیا ہوں۔ میرا مقصد قتل و غارت گری جنگ و جدل نہیں ہے لیکن اگر تم اس حالت میں ہو کہ میرا مقابلہ کر سکو تو میں اس کے لئے تیار ہوں۔

ابرہہ نے خباط کو ہدایت کردی تھی کہ اگر قریش والے مصالحت پر آمادہ ہو جائیں تو ان کے سرداروں کو اپنے ساتھ لیتے آنا۔

خباط جب مکہ آیا تو اس نے قریش کی سرداری کے منصب پر عبدالمطلب کو سرفراز پایا۔ ان سے اس نے تمام حالات اور ابرہہ کے ارادوں کے متعلق تفصیلی گفتگو کی۔ عبدالمطلب نے اپنے مشیروں سے مشورہ کے بعد خباط سے کہا کہ ہم میں ابرہہ سے مقابلہ کی طاقت نہیں اور ہماری جنگی تیاریوں کو بادشاہ کے عظیم لشکر کے سامنے کوئی حیثیت نہیں ہے۔

رہا خانہ کعبہ کا معاملہ تو اس سلسلہ میں ہمارا موقف یہ ہے کہ یہ مکان مقدس طہر بیتی اس خالق و مالک سے نسبت رکھتا ہے کہ جو ہم سب کا معبود ہے اگر اس کو یہ منظور ہے کہ وہ اس بادشاہ کے ہاتھوں اس کو تباہ و برباد کرائے تو اس میں ہمارا کیا دخل ہے۔ اس گفتگو کے بعد خباط عبدالمطلب کو ساتھ لے کر ابرہہ کے لشکر میں آیا۔

یہاں عبدالمطلب کی ملاقات اپنے پرانے دوست دونفر سے ہوئی۔ عبدالمطلب نے اس سے کہا کہ تم اس آڑے وقت میں میری کچھ مدد کر سکتے ہو۔ دونفر نے کہا کہ میں خود اس وقت مصیبت میں ہوں اور عملاً خود کو بادشاہ کا قیدی تصور کرتا ہوں۔ میں تمہاری اس حال میں کیا مدد کر سکتا ہوں۔ البتہ ایک شخص کے متعلق بتاتا ہوں جو بادشاہ کے مزاج میں بہت دخیل ہے اس سے میری دوستی ہے وہ بادشاہ کا چڑھا خادم ہونے کی وجہ سے تمہاری مدد کر سکتا ہے۔ لہٰذا دونفر نے انیس کو بلایا اور اس سے عبدالمطلب کی پرزور الفاظ میں سفارش کی اور عبدالمطلب کے فضائل و مناقب بھی بیان کئے کہ یہ وہ شخصیت ہے کہ جو اہل عرب میں عزت واحترام سے دیکھے جاتے ہیں۔ ان کا دسترخوان دن میں دو مرتبہ غریبوں کے لئے بچھایا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں انسان ہی نہیں بلکہ وحوش و طیور بھی ان کے خوان کرم سے حصہ پاتے ہیں۔ تم بادشاہ سے ان کی سفارش کرو۔ الغرض انیس نے دونفر کے کہنے سے عبدالمطلب کو بادشاہ کے پاس پہنچایا اور حسب سفارش ان کا تعارف بھی اچھے انداز میں کرایا۔

خود جناب عبدالمطلب کی شخصیت نہایت بارعب تھی۔ ان کے چہرہ سے جمال و جلال برستا تھا۔ صورت سیرت میں بے مثال حیثیت کے حامل تھے۔ جب ابرہہ کے سامنے آئے اور اس کی نظر ان پر پڑی۔ فوراً اپنی مسند سے اترا اور عبدالمطلب کو اپنے قریب مسند پر لا کر بٹھایا۔ اس پر ان کی شکل دیکھتے ہی ایسا رعب طاری ہوا کہ شاہانہ جلال و آداب کی پاسداری اس سے ممکن نہ رہی۔ چونکہ ابرہہ عربی سے ناواقف تھا اور عبدالمطلب اس کی زبان نہ جانتے تھے اس لئے ترجمان کو بلا کر اس نے پذیرائی کے سلسلہ میں اپنے جذبات کا اظہار کیا اور ان کو خوش آمدید کہا۔

عبدالمطلب کی شکل سے اس پر اس قدر ہیبت طاری ہوئی تھی کہ ابرہہ نے یہ سوچ لیا کہ اگر عبدامطلب خانہ کعبہ کے سلسلہ میں کچھ بات کہیں گے تو میں اپنے ارادہ میں ترمیم کرلوں گا اور اس کی تخریب سے باز آجاؤں گا اور اپنے ملک واپس ہو جاؤں گا۔

اونٹوں کی واپسی کا مطالبہ:

اس نے عبدالمطلب سے آمد کا سبب معلوم کیا تو آپ نے فرمایا کہ میری آمد کی غرض یہ ہے کہ تمہارے لشکری میرے اونٹ پکڑ لائے ہیں لہٰذا ان کی واپسی کا انتظام کیا جائے میں تمہارا شکر گزار رہوں گا۔ عبدالمطلب کی گفتگو سن کر ابرہہ کو غصہ آیا اور اس نے کہا کہ پہلی نظر میں آپ کی جو عزت میری نظر میں پیدا ہوئی تھی وہ آپ کی گفتگو سے ختم ہوگئی ہے۔ میں نے آپ کے چہرہ کو دیکھ کر جو تاثر قائم کیا تھا وہ آپ کے مطالبہ سے یکسر ختم ہوگیا۔ یہ مطالبہ آپ کے شایان شان نہیں ہے کیونکہ معاشرہ میں آپ کو جو عزت و مقام حاصل ہے وہ صرف اس مکان کی وجہ ہے جس کو میں تاراج کرنے آیا ہوں لیکن اس کے باوجود میں نے آپ کو عزت و احترام کی نظر سے دیکھا اور میں نے آپ کو دیکھ کر یہ خیال کیا تھا کہ اگر آپ مجھ سے حکومت اقتدار کی منتقلی کے بارے میں کچھ کہتے تو میں اس کو بھی کر گزرتا اور حکومت سے دست بردار ہو جاتا۔ لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ آپ نے مجھ سے خانہ کعبہ کے سلسلے میں کچھ بھی نہ کہا اور آپ کی زبان سے وہی الفاظ ادا ہوئے جو آپ کے دل میں تھے اور وہ صرف اونٹوں کی بازیابی کا مسئلہ تھا لیکن میرے لئے یہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا کیونکہ میں تو دن بھر سائلوں کو مدد دیتا ہی رہتا ہوں۔

عبدالمطلب نے جواب دیا کہ میرے لئے اس وقت اونٹوں کی بازیابی کے علاوہ کوئی مسئلہ نہیں تو خانہ کعبہ ایسی ذات سے منسوب ہے جو دانا بھی ہے اور مختار کل بھی۔ وہ اپنے گھر کی خود محافظت فرمائے گا۔

ابرہہ نے کہا کہ وہ کون شخصیت ہے جو اس کو میرے قہر و غضب سے محفوظ کرے گا؟ عبدالمطلب نے طنزیہ اور تمسخرانہ انداز میں جواب دیا کہ اے بادشاہ تو اس ذات سے بخوبی واقف ہے۔

ابرہہ نے عبدالمطلب کا جواب سن کر ان کے اونٹوں کی واپسی کا حکم دے دیا اور عبدالمطلب وہاں سے اٹھ آئے اور اونٹوں کو ان کے محافظوں کے سپرد کرنے کے بعد مکہ مکرمہ واپس آئے اور قریش کے لوگوں کو مشورہ دیا کہ وہ اپنا ضروری سامان لے کر قرب و جوار کی محفوظ پہاڑیوں میں روپوش ہو جائیں۔ قریش نے ان کے مشورہ پر عمل کیا اور مکہ سے روانہ ہوگئے۔ اس مرحلہ سے فراغت کے بعد عبدالمطلب خانہ کعبہ آئے اور اس کی چوکھٹ پکڑ کر بارگاہ احدیت میں دعا کی جس کی تفصیل سیرت کی کتابوں میں شرح و بسط کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ دعا کے بعد عبدالمطلب پر رقت طاری ہوگئی اور وہ الحاح وزاری میں مشغول ہوئے اور بارگاہ الٰہی میں عرض کیا۔

یا رب لا ارجو الھم سوا کا

یا رب فامنع منھم حماکا

ان عدو البیت فمن عادا کا

فامنعھم ان یخربوا اکادا

اے اللہ، رب العالمین، اے عبادت کے لائق ذات یہ سب جانتے ہیں کہ کسی مکان کا مالک اپنی ملک میں کسی قسم کا نقصان گوارا نہیں

کرتا۔ جب دنیاوی امور میں اس طرح ہوتا ہے تو خانہ کعبہ جو ایمان سے متعلق ہے اور تیری ذات سے منسوب ہے اس وقت خطرے میں ہے اور ایک لشکر جرار اسے نقصان پہنچانے کے درپے ہے۔ وہ اس کو تاراج کرنے کے لئے اس بستی کو گھیرے ہوئے ہے۔ اگر تو اس مفسد لشکر کو چھوڑ دیتا ہے اور یہ گوارا فرماتا ہے کہ وہ اس کو منہدم کر دیں تو اپنی مشیت کے مطابق جس طرح مناسب ہو کر کیونکہ تو قادر مطلق ہے......اس استغاثہ و مناجات کے بعد عبدالمطلب اپنے ساتھیوں کے پاس پہاڑ میں محفوظ مقام آ گئے۔

دوسرے دن صبح کو ابھی آفتاب عالم تاب کی کرنیں پوری طرح افق عالم پر نمودار نہ ہو پائی تھیں اور شب کے آثار خاک دان عالم پر باقی تھے کہ حبشہ والوں کا لشکر مکہ مکرمہ سے دو فرسنگ دور وادی مجاز سے روانگی کے لئے تیار ہوا۔ ابرہہ نے حکم دیا کہ روانگی سے قبل ہاتھیوں کو رنگا رنگ کی جھولوں اور قیمتی زیوروں سے آراستہ کر کے روانگی شروع کی جائے۔ ابرہہ نے کہا کہ ہاتھیوں کو ہراول دستہ میں رکھا جائے اور محمود نامی ہاتھی سب سے آگے رہے کیونکہ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ فتح و نصرت اس کے قدموں کی رہین منت ہوتی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ نفیل خثعمی جس کا ذکر گزشتہ صفحات میں ہوا ہے آگے بڑھ کر محمود نامی ہاتھی کے کان میں کہا کہ "اے ہاتھی واپس لوٹ جا کیونکہ جس طرف تو جا رہا ہے وہ حرم خدا ہے اور ذات باری کی طرف منسوب ہے۔ خبردار اس کو ذرہ برابر بھی نقصان نہ پہنچانا۔ جب محمود ہاتھی نے اس ذات مقدس کا نام سنا تو گردن جھکائی اور جب اس کو خانہ کعبہ کی طرف بڑھایا گیا تو شطرنج کے بیجان (فیل) ہاتھی کی طرح خاموش کھڑا رہا اور سونڈ زمین پر رکھ دی۔ فیل بانوں نے امکانی کوشش کی لیکن کارگر نہ ہوئی۔ مہاوت کبھی تو اس کا نام لے کر بڑھاتے اور کبھی گالیاں دیتے۔ کبھی گردن پر انکس مارتے اور کبھی اس کی پیشانی پر ضربیں لگاتے۔ کبھی اس کے ساتھ نرمی و تلطف کے ساتھ پیش آتے لیکن ساری کوششیں عبث و بے کار رہیں۔ محمود نے ایک قدم بھی آگے کی طرف نہ بڑھایا لیکن اس کے برخلاف اگر اسے کسی دوسری سمت موڑا جاتا تو وہ رواں دواں ہونے کے لئے تیار تھا۔ البتہ دوسرے ہاتھی اپنے فیل بانوں کے ساتھ مکمل تعاون پر آمادہ تھے لیکن شگون تو اسی محمود نامی ہاتھی سے لینا تھا اور اسی سے توقعات وابستہ کر رکھی تھیں۔ لہٰذا اس کے اس رویہ سے سخت پریشان تھے کہ ناگہانی زمین پر اندھیرا ہوتا محسوس ہوا اور جب آسمان پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ سمندر کی جانب سے کوے کے پروں کی طرح سیاہ پرندوں کے غول کے غول مصروف پرواز تھے۔ اس وقت یوں محسوس ہوتا تھا کہ آسمان پر ایک سیاہ چادر تان دی گئی ہے۔ علاوہ ازیں ایسے پرندے نہ تو مصر و شام کے علاقہ سے متعلق تھے اور نہ خشکی و تری پہلے کبھی میں ایسے پرندے مصروف پرواز دیکھے گئے تھے۔ ہر پرندے کی چونچ اور پنجوں میں ایک ایک پتھر جو مسور کے دانہ سے بڑا اور چنے سے چھوٹا تھا۔ دبا ہوا تھا جس پر ہر اس شخص کا نام تحریر تھا جس سے اس شخص کی ہلاکت مقرر تھی۔

یہ پرندے فوج در فوج آتے۔ پہلے خانہ کعبہ کے گرد طواف کرتے اور پھر ابرہہ کے لشکر کی جانب متوجہ ہو جاتے۔

یہ قدرتی لشکر دنیاوی ساز و سامان سے آراستہ لشکر پر حملہ کرتا اور ان پر سنگباری شروع کر دیتا اور اس چھوٹے سے پتھر میں قدرت نے یہ طاقت رکھی تھی کہ یہ جس جگہ بھی گرتا وہاں سے گزرتا ہوا آر پار ہو جاتا۔ اگر کسی سوار کے خود پر گرتا تو اس کے تو بلے کو چھیدتا ہوا سوار اور اس کے گھوڑے کے نیچے سے جا نکلتا جس کے نتیجہ میں سوار اور سواری دونوں ہلاک ہو جاتے......صاحب شرف النبی نے لکھا ہے کہ یہ پرندے ان پتھروں کو

بحکم الٰہی دوزخ کی تہہ سے اٹھا کر لاتے تھے وہ ان پتھروں کو ابرہہ کے لشکریوں پر مارتے جس سے جو راکب و مرکب سے گزرتا ہوا تحت الثریٰ تک پہنچ جاتا ہے۔

قصہ مختصر کہ اس بساط پر نہ بادشاہ رہا اور نہ فوج نہ سوار رہے نہ پیادے نہ عام ہاتھی رہے اور نہ محمود نامی مشہور ہاتھی۔

اور شطرنج کی بساط کے مطابق رخ نے شاہ کو مات دے دی اور تمام لشکری خواہ وہ سوار ہوں یا پیادے قہر الٰہی اور غضب خداوندی کا شکار ہو کر سرنگوں ہو گئے۔

ابرہہ چونکہ اس معرکہ سے بھاگ گیا لیکن چند روز کے بعد اس کا مرغ روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا اور اس کی کیفیت اس طرح ہوئی کہ جب ابابیل کے لشکر نے ابرہہ کے لشکر پر یلغار کی تو یہ اپنے لشکر سے علیحدہ ہو کر سر پر پیر رکھ کر بھاگا اور حبشہ کی راہ پکڑی لیکن بدقسمتی نے یہاں بھی اس کا ساتھ نہ چھوڑا اور راستہ میں کوڑھ کا شکار ہو گیا اور اس کے جسم کا جوڑ جوڑ الگ ہو گیا۔ ہاتھ کی انگلیاں گل گل کر گرنے لگیں اور جسم کے جوڑوں سے خون ٹپکنے لگا اس حالت میں وہ گرتا پڑتا نجاشی کے پاس آیا اور صورت حال بتلائی۔ اتفاقاً ایک پرندہ جو نجاشی کے قتل پر مامور تھا اپنا مشن پورا کرنے کے لئے وہاں پہنچ گیا جس کے پنجے اور چونچ میں ابرہہ کے نام کے پتھر موجود تھے جیسے ہی ابرہہ کی نظر اوپر اٹھی اس کو مصروف پرواز دیکھ کر نجاشی سے کہا کہ وہ ایسے ہی پرندے تھے جنہوں نے میرے لشکر کو تاراج کیا ہے۔ اس اثناء میں وہ پرندہ اپنا کام کر چکا تھا اور پتھر ابرہہ پر گرائے جا چکے تھے تا کہ ابرہہ بھی اپنے لشکریوں کے ساتھ واصل جہنم ہو جائے۔

قصہ مختصر یہ کہ قریش کے کچھ لوگ کوہ حرا سے تفتیش احوال کے لئے اترے اور ابرہہ کے لشکریوں کو دیکھا کہ وہ بے حس و حرکت پڑے ہوئے ہیں اور ان میں زندگی کی رمق بھی باقی نہیں ہے۔

عبدالمطلب جو ایک فہیم و فطین اصحاب میں سے تھے۔ انہوں نے حالات کا جائزہ لے کر ساتھیوں سے کہا، ممکن ہے کہ لشکریوں نے مکر کیا ہو اور ان کے بے حس و حرکت پڑے رہنے میں کوئی سازش ہو جو بعد میں ہمارے نقصان کا سبب بنے لہٰذا تم یہاں ٹھہرو میں حالات معلوم کر کے آتا ہوں کیونکہ میرے ابرہہ سے ذاتی تعلقات ہیں لہٰذا وہ مجھے نقصان نہ پہنچائیں گے اور میں بخیر و خوبی واپس آ جاؤں گا اور اگر قدرت نے ان سے ان کی بداعمالیوں کا بدلہ لے لیا ہے تو میں صحیح خبر تمہیں آ کر بتاؤں گا۔

عبدالمطلب نے اپنی دانست اور تجربہ کی بناء پر یہ سمجھ لیا تھا کہ ابرہہ کے اقتدار کا سورج غروب ہو چکا ہے اور اس کے غرور کا بت پاش پاش ہو چکا ہے لیکن مکہ والوں کو حقیقت حال کا یقین دلانے سے پہلے انہوں نے یہ مناسب خیال کیا کہ ابرہہ اور اس کے چھوڑے ہوئے مال و متاع کو محفوظ کر لیا جائے لہٰذا وہ ابرہہ کی لشکر گاہ میں آئے اور مرضی کے مطابق تمام کام سرانجام دے دیا اور تمام قیمتی ساز و سامان کو جمع کر کے اس کو دفن کر دیا۔ اس مال و دولت کی وجہ سے عبدالمطلب کا معاشرتی مقام بہت بلند ہو گیا۔

اس کام سے فراغت کے بعد عبدالمطلب نے اعلان کیا کہ اے قوم قریش تمہیں مبارک ہو کہ دشمن کا کام تمام ہو چکا ہے۔ ان کا خانہ خراب ہو چکا ہے اور خانہ کعبہ اپنی اصلی حالت میں محفوظ ہے۔ اب اطمینان کے ساتھ نیچے اتر آؤ۔

عبدالمطلب کا اعلان سن کر سب لوگ نیچے دوڑتے ہوئے آئے تاکہ مال غنیمت سے جتنا زیادہ سے زیادہ مل سکے، حاصل کر لیں۔ اس طرح ایک یا دو دن انہوں نے مال جمع کرنے میں لگایا لیکن جب ابرہہ کے لشکریوں کی لاشوں سے تعفن اٹھنے لگا اور یہ بدبو ناقابل برداشت ہوگئی تو پھر عبدالمطلب در کعبہ پر آ کر بارگاہ الٰہی میں مصروف ہوئے اور نہایت الحاح وزاری کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں اس مصیبت سے نجات حاصل کرنے کے لئے دعا کی۔ ان کی دعا بارگاہ قبول میں مستجاب ہوئی اور ایک سیلاب آیا جو ان لاشوں کو بہا کر لے گیا اور سرزمین مکہ ان کے ناپاک وجود سے پاک ہوگئی۔ اس واقعہ کے بعد اہل مکہ کے دل میں خانہ کعبہ کا عزت واحترام اور بڑھ گیا اور اطراف واکناف میں قریش مکہ کی ہیبت ودبدبہ بڑھ گیا کیونکہ اللہ رب العالمین نے ان کے دفع وشکر کے لئے عالم غیب سے لشکر جرار روانہ کر کے انہیں کیفر کردار کو پہنچایا اور اس انتظام وانصرام پر نبی آخرالزمان جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کو ممنون احسان فرمایا اور کتاب ہدایت میں اس واقعہ کو اس طرح بیان فرمایا: اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ۔ مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت اسی سال ہوئی۔ خود حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں عام الفیل میں پیدا ہوا۔ اکثر مورخین نے لکھا ہے حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت اس واقعہ کے چھپن دن کے بعد ہوئی۔ بعض نے دنوں کی تعداد کم بھی لکھی ہے۔ واللہ اعلم

عالمانِ علم تاریخ وذمہ داران فن سیرت نے لکھا ہے کہ جب جناب عبدالمطلب نے فاطمہ بنت عمرو بن عار مخزومی سے شادی کی۔ اس کے نتیجہ میں نور مصطفوی ﷺ صلب عبدالمطلب سے رحم فاطمہ میں منتقل ہوا اور وہ جناب عبداللہ کے حمل سے مشرف ہوئیں۔

آسمانی کتابوں کے عالم جو مسلسل اس تلاش و تجسس میں مشغول رہے تھے اور ہمیشہ ان علامتوں کی تلاش میں رہتے تھے کہ کسی نہ کسی طرح ان علامتوں کو معلوم کر لیں جو نبی آخرالزمان کی تشریف آوری اور ولادت کا اظہار کرتی ہوں اسی تلاش وتجسس میں وہ ساعت آ گئی جس رات جناب عبداللہ کی ولادت ہوئی۔ ملک شام کے مہند سو عالمان اہل کتاب نے ایک دوسرے کو متنبہ کیا کہ پیغمبر آخرالزمان ﷺ کے والد بزرگوار ام القریٰ مکہ میں تولد ہو چکے ہیں۔

ان لوگوں کے پاس وہ جبہ تھا جس کو پہنے ہوئے حضرت یحییٰ علیہ السلام نے جام شہادت نوش فرمایا تھا۔ انہوں نے کتب سماوی میں دیکھا تھا کہ جس دن اس جبہ کے خون کے دھبے تازہ ہو جائیں وہ نبی آخرالزمان کی ولادت کا قریبی زمانہ ہوگا۔ جب انہوں نے اس پرخون کے نشانات کو تازہ پایا تو یقین کر لیا اب نبی آخرالزمان کی ولادت کا زمانہ قریب آ گیا ہے اور اب انہوں نے یہ اسکیم بنائی کہ جناب عبداللہ کو قتل کر کے اس سلسلہ کا ہی خاتمہ کر دیں جو ان کے دین کے استیصال کا سبب ہوگا۔ اس لئے وہ بار بار ام القریٰ مکہ مکرمہ کے گرد چکر لگاتے لیکن ہر مرتبہ نور محمد ﷺ کی برکت سے خائب وخاسر ہو کر واپس ہو جاتے اور جناب عبداللہ ان کے شر سے محفوظ رہتے۔

مورخین نے لکھا ہے کہ جناب عبداللہ کی تربیت عالم غیب سے اس طرح ہوتی کہ ایک دن جناب عبداللہ نے اپنے والد عبدالمطلب سے کہا کہ جب کبھی میں بطحائے مکہ اور کوہ بثیرہ کی طرف جاتا ہوں تو میری پشت سے نور چمکتا دمکتا ظاہر ہوتا اور وہ دو حصوں میں تقسیم ہو کر مشرق ومغرب کی طرف جاتا ہے پھر مجتمع ہو کر ابر پارہ کی شکل اختیار کر کے میرے اوپر سایہ فگن ہو جاتا ہے۔ پھر میں دیکھتا ہوں کہ آسمان کے دروازے کھلتے ہیں اور یہ ابر پارہ مدور شکل اختیار کر کے آسمان کی طرف جاتا ہے اور فوراً واپس آ جاتا ہے اور پھر میری پشت میں واپس آ جاتا ہے۔

میں جب زمین پر بیٹھتا ہوں تو زمین سے آواز آتی ہے: ''اے وہ شخص جس کی پشت میں نور محمد ﷺ امانت ہے آپ پر سلامتی ہو۔''

جناب عبداللہ نے اپنے والد سے کہا کہ اکثر ایسا ہوا ہے کہ میں ایک خشک درخت کے نیچے بیٹھا ہوں تو وہ سرسبز و شاداب ہو گیا ہے اور مجھ پر سلام بھیجتا ہے۔ عبدالمطلب نے فرمایا کہ اے جان پدر تمہیں مبارک ہو کہ تمہاری صلب سے رحم مادر میں ایسا نطفہ منتقل ہو گا جو تمام مخلوق الٰہی کی بزرگ ترین شخصیت ہو گا اور میں نے بھی ایسے بہت سے مشاہدات کئے ہیں اور مجھے خواب میں بھی بہت سی بشارتیں دی گئی ہیں۔

جناب عبداللہ کا شعوری دور:

جب جناب عبداللہ سن بلوغ کو پہنچے تو صورت و سیرت میں منفرد تھے اور قریش میں کوئی ان کا ہم پلہ نہ تھا۔ اطراف و جوانب کے لوگ یہ تمنا کیا کرتے کہ کاش یہ ہمارے داماد ہوتے، روساء و سلاطین عبدالمطلب سے اس سلسلہ میں متعدد بار درخواستیں کر چکے تھے کہ جناب عبداللہ کی زوجیت میں اگر ان کی بیٹی آ جائے تو انتہائی بہتر ہو لیکن عبدالمطلب اس معاملہ میں شش و پنج میں مبتلا تھے۔ یہاں تک کہ جناب عبداللہ کی عمر باختلاف روایت پچیس سال ہو گئی۔ اس عمر میں اپنے اخلاق و عادات شمائل و خصائل میں تمام قریش میں ممتاز تھے اور حسن و جمال میں آپ کو یوسف ثانی کی حیثیت حاصل تھی۔ نور محمدی ﷺ ان کے بشرے سے ظاہر و باہر تھا اور اس نور کی شعاعیں دیکھ کر ہر ایک کی نگاہیں خیرہ ہو جاتی تھیں۔ شادی شدہ اور غیر شادی شدہ عورتیں ان پر والہ و شیدا تھیں۔ فرط جذبات سے بے قابو ہو کر وہ سر راہ بیٹھ کر انہیں اپنی جانب راغب کرتیں، لیکن ایسے اوقات میں ملائکہ مہیب اشکال میں ظاہر ہو کر ان پر خشیت اور خوف الٰہی غالب کر کے ایسے افعال سے محفوظ کر دیتے اور وہ مایوس و ناامید ہو جاتیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ کچھ عورتیں انسانی لباس میں آتیں اور ان کے راستہ میں کھڑی ہو کر راغب کیا کرتیں لیکن اللہ رب العالمین کے فضل اور اس کی محافظت کی وجہ سے وہ فائز المرام نہ ہوتیں۔

حضور ﷺ کے والد حضرت عبداللہ کے ذبح کا واقعہ:

ارباب تاریخ نے لکھا ہے کہ جب عبدالمطلب کے فرزندوں کی تعداد ایک سے دس ہوئی اور تمام سن بلوغ کو پہنچے تو عبدالمطلب کو اپنی نذر کو پورا کرنے کا خیال ہوا۔ انہوں نے سوچا کہ ایک لڑکے کو قربان کر کے اس ذمہ سے عہدہ برآ ہوں لہٰذا انہوں نے تمام لڑکوں کو جمع کیا اور صورت حال ان کے سامنے رکھی۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہم پر آپ کو پورا پورا اختیار حاصل ہے جس طرح چاہیں کریں چاہے تو ہم سب کو قربان کر دیں۔ باپ کو اولاد کی اطاعت شعاری پسند آئی اور انہوں نے اس کا فیصلہ قرعہ پر چھوڑا اور خانہ کعبہ کے ایک مجاور سے جو ہمیشہ ایسے کام کیا کرتا تھا۔ اس موقع پر قرعہ نکلوایا۔ ان پرچیوں پر حضرت عبدالمطلب کے تمام بیٹوں کے نام لکھے ہوئے تھے۔ اس نے قرعہ ڈالا جو حضرت عبداللہ کے نام پر نکلا۔ باوجود یہ کہ حضرت عبداللہ عبدالمطلب کو تمام اولاد سے زیادہ محبوب تھے، لیکن یہ محبت ایفائے عہد میں آڑے نہ آئی اور عبدالمطلب نذر کو پورا کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ جناب عبداللہ کے ننہالی رشتہ دار جو قبیلہ بنی مخزوم سے تعلق رکھتے تھے، مزاحم ہوئے اور انہوں نے کہا، یہ کس طرح ممکن ہے کہ جو شخصیت تمہاری ساری اولاد میں اہل ترین ہے وہ ذبح کر دی جائے اور کم تر اہلیت والے جو نہ تو فصاحت و بلاغت رکھتے ہیں اور نہ صورت و

سیرت میں عبداللہ کے مماثل ہیں باقی رہیں۔ یہ دیکھ کر قریش مکہ نے بھی کہا کہ اگر عبدالمطلب نے ایسا کیا تو آئندہ نسلوں پر یہ پابندی ہو جائے گی کہ جو شخص ایسی نذر مانے وہ ایک لڑکا راہ خدا میں قربان کرے۔ اس طرح یہ رسم عام ہو گی اور ممکن ہے کہ اس ذبح کرنے والے کی نسل بھی منقطع ہو جائے گی لہٰذا اس معاملہ میں کافی غور و خوض ضروری ہے۔

الغرض مشورہ کے بعد یہ طے کیا گیا کہ حجاز کی مشہور و معروف کاہنہ نجاح نامی جو اپنے فن میں نظیر نہیں رکھتی تھی اس سے رجوع کیا جائے اور اس سے اس معاملے میں مشورہ کیا جائے۔

خواب کی تعبیر:

عبدالمطلب قریش کی ایک جماعت کے ساتھ اس کے پاس گئے اور اسے تمام حالات بتائے۔ نجاح نے معلوم کیا کہ آج کل تمہارے یہاں ایک آدمی کی دیت کیا دی جاتی ہے۔ عبدالمطلب نے بتایا کہ آج کل دس اونٹ کی شرح مقرر ہے۔ کاہنہ نے کہا کہ پہلی مرتبہ دس اونٹ اور عبداللہ کے نام کا قرعہ ڈالا جائے اگر قرعہ میں اونٹ آجائیں تو فبہا ورنہ دس اونٹ اور بڑھائے جائیں اور جب تک قرعہ میں اونٹ نہ نکلیں ہر مرتبہ دس اونٹوں کا اضافہ کیا جاتا رہے۔

اس کاہنہ کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے قرعہ اندازی کی گئی یہاں تک کہ سو اونٹوں پر قرعہ نکل آیا۔ یہ بات سن کر قریش میں مسرت و شادمانی کی لہر دوڑ گئی اور عبدالمطلب کو مبارکباد دی اور اللہ سے دعا کی کہ خالق و مالک عبداللہ کے بدلے اونٹوں کے فدیہ کو قبول کر لیا جائے۔ لیکن عبدالمطلب نے کہا، لاورب البیت خدا کی قسم میں ابھی مطمئن نہیں ہوا۔ لہٰذا مزید چند مرتبہ قرعہ اندازی کی گئی اور ہر مرتبہ قرعہ اندازی میں اونٹ ہی آئے تو عبدالمطلب نے کہا کہ رب کا شکر ادا بھی کرتا ہوں کیونکہ اب مجھے اطمینان کامل حاصل ہوا ہے۔

اس طرح جناب عبداللہ نے جان دہی کے اس مشکل مرحلہ سے نجات حاصل فرمائی اور اسی وجہ سے سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: انا ابن الذبیحین۔ ''میں دو ذبیحوں کا فرزند ہوں۔'' ان میں ایک حضرت اسماعیل علیہ السلام اور دوسرے حضرت عبداللہ مراد ہیں۔

عبدالمطلب نے سو اونٹوں کو ذبح کر کے چراگاہ آخرت پہنچایا اور اس طرح احمد مختار ﷺ کی شریعت میں اس واقعہ کی وجہ سے آزادی کی دیت سو اونٹ مقرر ہوئے۔

عبداللہ اور بت خانے:

جناب عبداللہ کی خصوصیت یہ تھی کہ آپ بت خانہ نہ جاتے لیکن اگر مجبوراً کسی خاص وجہ سے چلے جاتے تو بت چیخ چیخ کر کہتے کہ اے عبداللہ، تمہاری پیشانی میں نور محمدی ﷺ جگمگا رہا ہے لہٰذا تم ہمارے قریب نہ آنا اور یہ سعادت مند فرزند بتوں اور بت پرستوں کی ہلاکت کا سبب ہوں گے۔ کہا گیا کہ شادی شدہ عورتوں کے ایسے شغف کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنے شوہروں سے منہ موڑ کر یہ تمنا کرتیں کہ آپ ایک ادنیٰ توجہ ان کی جانب مبذول فرمالیں۔

حسن وناز کے مسند نشیں مقام جلوہ گری میں اس انداز کے ساتھ عشوہ گری کرتے کہ زاہد خشک بھی توبہ شکنی کے لئے مجبور ہو جاتے لیکن جناب عبداللہ ان پری وشوں کی طرف نظر التفات نہ فرماتے اور اپنے تقدس کے دامن کو ان کی عشوہ گری سے محفوظ رکھتے۔

جب یہود کی ایک جماعت کا جناب عبداللہ کو ختم کرنے کے ارادہ سے آنے اور غیبی لشکر سے ان دشمنوں کے نقصان اٹھانے کا وقت قریب آیا تو ستر جنگ جو یہودی آپس میں جناب عبداللہ کو ختم کرنے کے سلسلہ میں ایک دوسرے سے معاہدہ کرکے آئے یہ طے کرکے کہ جب تک جناب عبداللہ کی زندگی کے چراغ کو گل نہ کریں گے اور ان کی روح کو قفس عنصری سے آزاد نہ کرالیں گے اور ان کی حیات کو موت سے تبدیل نہ کرلیں گے واپس نہ ہوں گے۔

ان بدنہاد یہودیوں نے اپنے فاسد ارادہ کی تکمیل کے اُلو کی خاصیت اختیار کیا۔ یہ بدقماش لوگ رات کو سفر کرتے اور دن کو کسی جگہ چھپ کر آرام کرتے ہوئے مکہ پہنچے اور کسی ایسے موقع کی تلاش میں رہتے کہ جناب عبداللہ کو تنہا پاکر اپنے مقصد کو پورا کرلیں۔ حسن اتفاق کہ ایک دن جناب عبداللہ تنہا شکار کے لئے مکہ سے باہر تشریف لائے ان بدبختوں نے موقع کو غنیمت جان کر حملہ کے لئے تلواریں نیاموں سے کھینچ لیں لیکن ان بدطینتوں کی بدقسمتی اسی دن وہب بن عبد مناف زہری بھی شکار کے ارادہ سے نکلے اور ابھی جناب عبداللہ سے دور ہی تھے کہ انہوں نے تلواروں کی چمک اور کھنک کی آواز سنی۔ عربوں کی روایتی غیرت وحمیت نے اس بات کو گوارا نہ کیا کہ ان کا ایک فرد کسمپرسی کے عالم میں دشمنوں کے ہاتھوں مارا جائے، لیکن جب انہوں نے حالات کا جائزہ لیا تو اندازہ ہوا کہ میرے ساتھ چند آدمی ہیں اور دشمنوں کی تعداد کافی ہے۔ یہ عجیب شش وپنج میں پڑ گئے۔ ابھی اسی حالت میں تھے کہ دیکھا کہ آسمانی مخلوق ابلق گھوڑوں پر سوار چرخ اطلس فرش زمین پر اتری۔ ان کی دنیاوی مخلوق سے کوئی مشابہت نہ تھی۔ ان بہادر سواروں نے آتے ہی ان بدسرست یہودیوں پر حملہ کرکے چھکے چھڑا دیئے اور ان کو کیفر کردار کو پہنچا دیا۔

حضرت آمنہ کی جناب عبداللہ سے منگنی کی درخواست:

وہب نے جب اس منظر کو دیکھا تو حیرت سے آنکھیں پھٹی رہ گئیں اور عبداللہ کی قدر ومنزلت دل میں گھر کر گئی۔ اس وقت دل میں خیال کیا کہ اپنی بیٹی آمنہ کو ان کے حبالہ عقد میں دے دیا جائے تو کیا اچھا ہو۔ گھر آکر اپنی بیوی کو سارا واقعہ سنا کر انہیں جناب عبدالمطلب کی خدمت میں روانہ کیا کہ جاکر ان سے کہیں کہ میری عفت، آب اور نیک سرشت بیٹی جو اخلاق واعمال میں بے مثال ہے اگر وہ اس کو اپنے بیٹے عبداللہ کی زوجیت کے لئے قبول کرلیں تو نہایت مناسب ہو۔ عبدالمطلب نے جناب آمنہ کی صفات اپنی بیوی ہالہ سے جو جناب امیر حمزہ کی والدہ اور حضرت آمنہ کی چچازاد بہن تھیں بہت بار سنی تھیں۔ علاوہ ازیں قبیلہ کی عورتیں بھی اس بات کی طرف اشارہ کرتی رہتی تھیں کہ جناب عبداللہ اور حضرت آمنہ کا جوڑ نہایت مناسب ہے۔ درحقیقت جناب آمنہ اپنے دور کی نہایت عقل مند اور لائق وفائق خاتون تھیں اور ان صفات میں ان کا کوئی ہم پلہ نہ تھا لہٰذا عبدالمطلب نے اس تجویز کو قبول کرلیا۔ علاوہ ازیں یہ بات اسی یمنی حبر (پادری) کی اطلاع کے عین مطابق تھی جو اس نے عبدالمطلب سے سفر یمن کے موقع پر کہی تھی اور وہ واقعہ اس طرح ہوا کہ ایک مرتبہ عبدالمطلب یمن کے سفر پر گئے اور وہاں یہودیوں کے ایک

بڑے عالم نے ان سے ملاقات کے دوران دریافت کیا تھا کہ آپ کس قبیلہ سے ہیں۔انہوں نے جواب دیا کہ بنی ہاشم سے ہوں اور ان کا بیٹا ہوں۔اس نے عبدالمطلب سے اجازت مانگی کہ آپ اگر اجازت عطا فرمائیں تو میں آپ کے جسم کے کچھ حصوں کو دیکھوں۔انہوں نے جواب دیا کہ ایک شرط کے ساتھ جسم کے دیکھنے میں کوئی اخلاقی گراوٹ نہ ہو تو دیکھ سکتے ہو۔لہٰذا اس نے ان کی ناک کے ایک نتھنے کو اپنے ہاتھ سے کھینچا اور اسی طرح دوسری جانب عمل کیا اور ایک روایت کے مطابق اس نے ان کے ہاتھ کی ہتھیلیوں کو دیکھ کر کہا کہ ایک سے ملک وسلطنت اور دوسرے سے نبوت کا اظہار ہو رہا ہے اور یہ سعادت دو منافوں کے قران سے ظاہر ہو رہی ہے۔(پہلے عبد مناف بن قصی دوسرے عبد مناف بن زہرہ) پھر اس نے سوال کیا کہ تمہارے بیٹے عبداللہ کی شادی ہوگئی ہے عبدالمطلب نے کہا، نہیں۔تب اس یہودی عالم نے کہا کہ اب تم واپس جا کر ان کی شادی بنی زہرہ میں کر دینا۔

جب عبدالمطلب مکہ آئے تو یہ بات مشہور ہو چکی تھی کہ وہب بن عبد مناف عبداللہ سے اپنی بیٹی کی شادی کرنا چاہتے ہیں اور اس سلسلہ میں کارکنان قضاوقدر نے یہ یہودیوں والا قصہ اس کا سبب بنا دیا۔لہٰذا عبدالمطلب نے ہالہ بنت وہب بن عبد مناف بن قصی سے کہا اور جناب عبداللہ کے لئے آمنہ بنت وہب بن عبد مناف زہری سے خطبہ نکاح پڑھ کر ایک مجلس میں نکاح کیا۔لیکن یہ روایت کہ عبدالمطلب نے ایک مجلس میں اپنا اور عبداللہ کا خطبہ نکاح پڑھا۔

انتظامات نکاح اور عقد عبداللہ با جناب آمنہ

یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ جناب عبدالمطلب اپنے بیٹے عبداللہ کو نویں ذی الحجہ کی شب یا ایام قیام منیٰ میں ساتھ لے کر شعب ابی طالب آئے تا کہ اس فریضہ سے عہدہ برآ ہو جائیں۔راستہ میں ام قتال جو مشہور اہل کتاب عالم ورقہ بن نوفل کی بہن تھیں، حسن وجمال میں یکتائے روزگار ہونے کے علاوہ علم وفضل اور آسمانی کتابوں کی عالم بھی تھی اور اپنے بھائی کی اجمالی وتفصیلی علوم میں شاگردی کا شرف رکھتی تھی۔اس کو یہ علم تھا کہ جناب عبداللہ حامل نور نبوی ہیں لہٰذا راستہ میں جب اس سے ملاقات ہوئی تو اس نے تمام باتیں عبداللہ کو بتا کر خود کو عبداللہ کی غلامی میں پیش کیا اور ساتھ یہ بھی کہا کہ نکاح کے بعد وہ سو اونٹ جو تمہارے والد نے تمہارے فدیہ کے طور پر ذبح کئے تھے۔ان کے بدلہ میں سو اونٹ دوں گی۔یہ سن کر جناب عبداللہ نے فرمایا کہ اب تو میں اپنے والد کے ساتھ ایک کام سے جا رہا ہوں، واپسی پر اس عقدہ کا مناسب حل پیش کر کے اس معاملہ کو طے کریں گے۔اس کے بعد وہ شعب ابی طالب جو جمرہ وسطیٰ کے قریب واقع ہے، آ گئے۔

* * *

بائیسواں باب

نور محمدی ﷺ کی حضرت آمنہؓ کو تفویض

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

اسی دن شعب ابی طالب میں جناب آمنہ حضرت عبداللہ کے نکاح میں آئیں اور رات میں وہیں قیام کے دوران شب زفاف میں نور محمدی صلب عبداللہ سے رحم آمنہ میں منتقل ہوگیا۔

فاطمہ شامیہ کا واقعہ:

اسی سے ملتا جلتا ایک واقعہ فاطمہ شامیہ کا ہے۔ اس کی تفصیل اس طرح بیان کی گئی ہے کہ شام کے بادشاہوں سے ایک کی لڑکی جو حسن و جمال فضل و کمال میں یکتائے روزگار تھی۔

یہ ماہ رُخ جس طرح حسن و جمال میں بے مثال تھی اس طرح علم و بصیرت کے میدان میں بھی منفرد تھی۔ اس کو کتب سماوی اور صحف الٰہی پر پوری دسترس حاصل تھی اور ساتھ ہی فن کتابت میں بھی پورا عبور حاصل تھا۔ اس نے نور محمدی ﷺ کے ظہور کا وقت عقل و نقل حسابات کے ذریعہ معلوم کر لیا تھا۔ اس کو یہ معلوم ہوگیا تھا کہ عبدالمطلب کی اولاد میں سے ایک شخص کی صلب سے نطفہ پاک جسد خاکی میں منتقل ہوگا، جس کی وجہ سے خواص و عام کو دین کی دعوت اور راہ حق نصیب ہوگی۔ اس شہزادی فاطمہ نامی کا تصور یہ تھا کہ شاید رحمت پروردگار اس کے شامل حال ہوجائے اور یہ نعمت عظمیٰ اس کے حصہ میں آجائے۔ وہ مال و دولت لاؤ لشکر لے کر شام سے مکہ آئی اور انتظار یار میں آنکھوں کو فرش کیا آس و امید کی گھڑیاں گن گن کر گزاریں حتیٰ کہ ایک دن جناب عبداللہ کی پیشانی میں گوہر امید کو درخشاں و تاباں دیکھا۔ واقعہ اس طرح رونما ہوا کہ جناب عبداللہ ایک شکارگاہ سے واپسی میں فاطمہ شامیہ کی قیام گاہ کی طرف سے گزرے اور جیسے ہی کہ فاطمہ کی نظر ان پر پڑی دل کی تمنا اور آرزو پوری ہوتی نظر آئی، انتظار کی گھڑیاں پوری ہوتی اور گوہر مقصود کا حصول آسان ہوتا نظر آنے لگا۔ وہ علامتیں اور نشانیاں جو کتب سابقہ اور صحف سماوی دیکھتی تھیں، سب من و عن نظر آئیں تو اضطراری طور پر پردہ و گوشہ کو بالائے طاق رکھ کر باہر آئی اور جناب عبداللہ سے درخواست کی کہ چندے اس کے مہمان بن کر میزبانی کا شرف بخشیں لہٰذا جناب عبداللہ نے اس پری پیکر حور شمائل کی درخوات کو شرف قبولیت بخشا اور اس کے مکان کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرما کر اس کے گھر کو رشک بہشت بنایا۔ شام کی شہزادی نے اس خاطر و مدارات کے بعد اپنے قلبی تاثرات (الفاظ کے قلم سے گفتگو کے کاغذ پر تحریر کیے) کا اظہار کیا کہ آپ مجھے یہ شرف عنایت فرمائیں اور مجھے اپنے حبالہ عقد میں لائیں۔

جناب عبداللہ نے اس کی گفتگو اور خواہش کے اظہار کے بعد فرمایا کہ یہ بہت اہم بات ہے جس کا جواب آسانی کے ساتھ غور و خوص اور بزرگوں کے مشورہ کے بغیر نہیں دیا جا سکتا لہٰذا آپ مجھے مہلت دیں کہ میں غور و خوص اور مشورہ کے بعد حتمی جواب دے سکوں۔

یہ بات چیت کر کے اور فاطمہ شامیہ سے مہلت طلب کر کے جناب عبداللہ اپنے گھر واپس آئے اور اسی شب جناب آمنہ کے ساتھ ہم بستری کی جس کے نتیجہ میں نور محمدی ﷺ رحم آمنہ میں منتقل ہوا۔

دوسری صبح جناب عبداللہ اپنے والد ماجد عبدالمطلب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فاطمہ شامیہ سے ہونے والی ساری گفتگو سنائی اور والد ماجد سے اجازت لے کر فرحاں و شاداں فاطمہ شامیہ کے پاس آئے اور والد ماجد کی اجازت سے اس کو مطلع کیا لیکن جب دوران گفتگو فاطمہ نے چہرہ عبداللہ کو دیکھا تو اس میں وہ نور نہ پایا۔

القصہ بہت تفحص واستفسار کے بعد معلوم ہوا کہ کارکنان قضاء وقدر نے اپنا کام پورا کر لیا اور اپنے فرائض کو انجام دے دیا ہے گوہر مقصود کا اب ہاتھ آنا ممکن نہیں رہا لہٰذا فاطمہ نے عبداللہ سے کہا کہ جناب میں نے شادی کی خواہش نفسانی وجوہ اور شیطانی وسوسوں کی وجہ سے نہیں کی تھی بلکہ ایسے وصل کی خواہش صرف اس نور کے حصول کے لئے تھی جو باعث تخلیق عالم اور وجہ ظہور رب العالمین ہے۔

حسرت و یاس بھرے کلمات اور دعاؤں کے ساتھ فاطمہ شامیہ مکہ سے روانہ ہوئی اور اس نے باقی تمام عمر حسرت و افسوس میں گزار دی۔

حضرت آمنہ کی شب زفاف میں دو سو عورتیں رشک وحسد سے مر گئیں اور بہت سی عورتیں امراض قلب میں مبتلا ہوئیں۔ بعض روایتوں کے مطابق یہ جمعہ کی رات تھی اور دوسری خصوصیت یہ کہ نویں ذی الحجہ (عرفہ) کی رات تھی۔ اس انتقال نطفہ کی رات ملائکہ نے جشن منایا۔ جبرائیل امین نے فرش زمین پر آکر بام کعبہ پر ہلالی پرچم لہرایا اور خطہ ارض کو بشارت دی کہ آج رات نور محمدی ﷺ صلب پدر سے رحم مادر میں منتقل ہو گیا ہے تاکہ افضل الخلائق پیدا ہوں اور تمام امتوں سے بہتر و برتر شخصیت دنیا میں تشریف ارزانی فرمائے۔

اسی رات ابلیس لعین کا تخت الٹ گیا اور یہ مردود بارگاہ الٰہی میں چالیس دن بحر و بر میں مارا مارا پھرتا رہا اور فرط غم و کثرت غیض وغضب میں سیاہ وسوختہ ہو کر کوہ ابوقبیس کے دامن میں آکر رونے اور چلانے لگا۔ اس آہ و فغاں کو سن کر اس کی ساری ذریّت جمع ہو کر اس گریہ و ماتم کا سبب معلوم کرنے لگی تو ابلیس نے کہا کہ اے میری ذریت تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اب ہماری ہلاکت متحقق ہو گئی۔ کیونکہ محمد (ﷺ) صلب عبداللہ سے رحم آمنہ میں منتقل ہو گئے۔ یہ شخصیت اولین و آخرین کے لئے باعث شرف وعزت ہے۔ یہ نورانی پیکر حقانیت کی تلوار لے کر مبعوث ومتولد ہوں گے بتوں کو توڑیں گے اور مشرکانہ رسموں کو ختم کریں گے۔ شراب اور جوئے کو حرام قرار دیں گے۔ ان کی وجہ سے آسمانی خبریں اب ہم کو نہ مل سکیں گی۔ خطہ زمین سے ظلم و ستم کو کم کرنے، اس کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ زمین کو اپنی سجدہ گاہوں سے ایسا ہی مزین فرمائیں گے جیسے کہ آسمان میں ستارے زینت کا سبب ہیں اور کائنات ارضی پر اللہ کی توحید کا پرچم بلند کریں گے۔ ان کی امت دنیا میں آنے والی تمام امتوں سے بہتر ہو گی۔ شرک کی برائیوں کو دنیا سے دور کر کے دین کے کاموں میں خلوص پیدا کریں گے۔ ان کے متبعین اہل تقویٰ ومغفرت ہوں گے۔ اور تمام نیکیاں اور اعمال خیر ان کی طرف منسوب ہوں گے اور اللہ کا نام لئے بغیر کوئی چیز نہ کھائیں اور پئیں گے۔

اچھائیوں کا حکم دے کر برائیوں سے روکیں گے نیکیوں میں سبقت کریں گے، غریبوں اور مسکینوں پر شفقت اور رحم فرمائیں گے اور ان کے ساتھ صلہ رحمی اور حسن سلوک سے پیش آئیں گے اور یہی صفات جو ان میں اور ان کے متبعین میں ہوں گی، ہمارے لئے مصیبت و اذیت کا سبب بنیں گی۔

یہ باتیں سن کر ابلیس کے ایک چیلے نے کہا کہ استاد فکر کی کیا بات ہے، خطہ زمین پر بسنے والی قوموں کو سات حصوں (زمانوں) میں منقسم کیا گیا تھا جس میں سے چھ حصے (زمانے) گزر چکے ہیں اور گزرنے والے اوقات میں بسنے والی قومیں آنے والے لوگوں سے زیادہ مضبوط اور لمبی عمروں والے تھے ان کے ساتھ ہم نے جس طرح چاہا کیا اور ان کو جس طرح چاہا اپنی راہ پر ڈال دیا۔ ان کے ساتھ بھی ہم وہی طرزِ عمل اختیار کریں گے۔ ابلیس نے کہا لیکن ان کی امت کے ساتھ تم ایسا نہ کر سکو گے اور اس کا سبب ان ذات اقدس کا امت پر لطف و کرم ہو گا جس کے سبب وہ ہماری دست برد سے باہر ہوں گے۔

چیلے نے کہا کہ ہم ان متبعین کے دلوں میں خواہشات کو ڈال دیں گے اور بخل و تعدی کی ان کے مذاق و عادت میں شامل کر دیں گے جوان کی ہلاکت وتباہی کا سبب ہو جائے گا۔ ابلیس کی یہ باتیں سن کر خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ کہنے لگا کہ ان باتوں سے میرا رنج کم ہوا ہے اور تمہاری صلاحیتیں دیکھ آنکھیں ٹھنڈی ہو گئی ہیں۔

یہ فقرے سالکان راہ طلب کے لئے مشعل راہ اور راہ نجات کے حصول کے لئے بہترین لائحہ عمل ہیں اور اللہ کی توفیق شامل حال ہو تو شر شیطان سے حفظ و امان کا ذریعہ واللہ عاصم من شرہ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت سند صحیح کے ساتھ مروی ہے کہ جس رات نور محمدی ﷺ حضرت آمنہ کی سپرد ہوا اس کی تمام کاہنوں کی اطلاع ہوئی اور وہ ایک دوسرے سے مشورے کرنے لگے۔ مشرق و مغرب کے چرند و پرند اور بحری جانوروں نے ایک دوسرے کو مبارک باد دی کہ وہ وقت آنے والا ہے جب کہ خطہ زمین نور مصطفوی سے منور ہو جائے گا۔

قریش کے پالتو جانوروں نے آپس میں کہا کہ جناب آمنہ نور مصطفےٰ ﷺ سے مشرف ہو گئی ہیں اور ان سے ایسی شخصیت ظہور میں آئے گی جو زمین کی امین اور اس کی ظلمت کو دور کرنے والی ہو گی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ تمام دنیا کے بت دوسری صبح سرنگوں پائے گئے۔ ابلیس کا تخت پلٹ گیا اور دوسرے بادشاہوں کے تخت سرنگوں ہو گئے صاحب اقتدار حاکموں اور بادشاہوں کی زبانیں گفتگو سے قاصر اور گنگ ہو گئیں۔

واقعات حمل:

جناب آمنہ فرماتی ہیں کہ دوران حمل مجھے ایسی کوئی وقت ثقل یا بوجھ محسوس نہ ہوا جس طرح عورتوں کو دوران حمل ہوا کرتا ہے حتیٰ کہ ابتدائی چھ ماہ میں مجھے یہ احساس بھی نہ ہوا کہ میں حاملہ بھی ہوں یا نہیں۔ صرف اتنا احساس تھا کہ اس دوران عوارض نسوانی (ماہواری) منقطع ہو گئے تھے۔ چھ مہینہ گزرنے کے بعد خواب و بیداری کے عالم میں کسی نے مجھ سے کہا کہ اے آمنہ کیا تجھے اپنے حمل کی خبر ہے؟ میں نے کہا نہیں! تب انہوں نے بتایا کہ تم اس امت کے پیغمبر کے حمل سے ہو تب مجھے اپنے حاملہ ہونے کا علم اور یقین ہوا۔

وضع حمل کے واقعات:

جب وضع حمل کا وقت قریب ہوا تو وہی غیبی بشارت دینے والا آیا اور اس نے مجھ سے کہا کہ یہ کلمات اپنی زبان سے ادا کرو۔ اعیذہ بالصمد الواحد من شر کل حاسد۔ (میں ہر حاسد کے شر سے اللہ واحد صمد سے پناہ طلب کرتی ہوں۔)

ان کلمات کو پڑھوانے کے بعد مجھ سے فرمایا کہ جب تمہارے یہاں ولادت ہوجائے تو اس فرزند سعدی کا نام محمد رکھنا میں نے یہ نام رٹ کر یاد کرلیا اور اس واقعہ کو دوسری عورتوں کو سنایا اور انہیں عورتوں کے مشورہ سے دو آہنی حلقے اپنی گردن اور کانوں میں ڈال لئے۔لیکن تھوڑے ہی دنوں کے بعد وہ ہاتف غیبی آئے اور مجھ سے کہا کہ ان آہنی حلقوں کو اتارو اور آئندہ کبھی استعمال نہ کرنا۔

جب آمنہ فرماتی ہیں کہ حمل کے ابتدائی ایام میں مجھے ایک خواب نظر آیا تھا کہ ایک نور مجھ سے تھا جس کی روشنی میں بصرہ کے محلات کو میں نے دیکھا۔

اس نور کی روایت کے سلسلہ میں بزرگوں نے فرمایا ہے کہ حضور اکرم ﷺ جب اسلام سے قبل ملک شام کے سفر میں بصری (بصرہ کے علاوہ ایک شہر ہے) کے مقام پر گزرے اور وہاں قیام فرمایا تھا۔

برکتِ حمل:

مورخین اور سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ بعثت نبوی سے قبل قریش قحط بھوک اور افلاس کا شکار تھے۔ ہر طرف خشک سالی کا دور دورہ تھا۔ جانور بھوک کے مارے کمزور و لاغر ہوگئے تھے۔ جب جناب آمنہ حمل سے سرفراز ہوئیں تو باران رحمت کا نزول ہوا، قحط سالی دور ہوئی۔ گھروں کو سیراب کرنے والی نہریں رواں دواں ہوئیں۔ درخت سرسبز و شاداب ہوگئے اور مصیبت زدوں کی پریشانی دور ہوئی اور ہر طرف خوشحالی کا دور دورہ ہوا۔ چنانچہ اس سال کو سنۃ الفتح خوشی و مسرت کا سال کہا گیا اور یہ سب نور محمدی ﷺ کی برکت تھی۔

* * *

اللہ والے

اللہ کے برگزیدہ بندوں کے حالات وواقعات پر مشتمل ایک گرانقدر تصنیف جو خالد پرویز کی عالمانہ عرق ریزی کا نتیجہ ہے۔ اس کتاب میں، حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ، جنید بغدادی، حضرت بایزید بسطامی، حضرت بہاء الدین زکریا، حضرت داتا گنج بخش، حضرت بابا فرید الدین گنج شکر، حضرت نظام الدین اولیاء، حضرت میاں میر کے حالات زندگی رقم ہیں۔ گلدستہ اولیاء کتاب گھر پر دستیاب ہے۔ جسے **تحقیق و تالیف** سیکشن میں دیکھا جا سکتا ہے۔

تیسواں باب

کتاب گھر کی پیشکش کتاب گھر کی پیشکش

حضرت عبداللہ کی وفات حسرتِ آیات اور والدہ ماجدہ کا نسب نامہ

جب یہ بات متحقق ہوگئی کہ جناب آمنہ حمل سے ہیں تو عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ کو ملک شام روانہ کیا تا کہ وہ سامان خورد ونوش خرید کرلائیں۔ واپسی پر جناب عبداللہ اپنے ننھیالی رشتہ داروں سے ملنے یثرب (مدینہ طیبہ) گئے اور وہاں بیمار ہوگئے اور اس وجہ سے مدینہ طیبہ میں قیام طویل ہوا۔ قافلہ والے چلے آئے۔ ادھر کارکنان قضاء وقدر نے اپنے فریضہ کو پورا کیا اور ملک الموت نے آکر زندگی کے لمحات پورا ہونے کی اطلاع دے دی اور جناب عبداللہ نے داعی اجل کو لبیک کہا اور انہیں دارالنابغہ میں دفن کیا گیا۔

جب عبدالمطلب کو عبداللہ کی علالت کی خبر ملی تو انہوں نے اپنے ایک سعادت مند بیٹے حارث کو ان کی خبر گیری کے لئے بھیجا تا کہ وہ عبداللہ کو لے کر مکہ آئیں لیکن جب حارث مدینہ پہنچے تو انہیں جناب عبداللہ کی وفات کی اطلاع ملی تو وہ الٹے قدم مکہ واپس آئے اور بھائی کی موت کی اطلاع دی۔ اس خبر وحشت اثر نے سارے خاندان پر حزن وملال طاری کر دیا۔

جناب عبداللہ نے ابھی زندگی کی پچیس بہاریں دیکھیں تھیں کہ وعدہ الٰہی پورا ہونے کا وقت آ گیا اور حضور ﷺ ابھی رحم مادر ہی میں تھے لیکن مشیت الٰہی اس بات کی مقتضی تھی کہ دنیا کی یہ عظیم المرتبت شخصیت جب اس دنیا میں تشریف لائیں تو کوئی ان کی قدر ومنزلت میں مقابل و مماثل نہ ہو۔

نبی آخرالزماں ﷺ اور ان کی والدہ ماجدہ کا نسب نامہ

علم الانساب کے ماہرین نے بتایا کہ حضور اکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ جناب آمنہ وہب کی بیٹی تھیں جو عبدمناف کے بیٹے ہیں۔ ان کا سلسلہ نسب اس طرح عبدمناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ اس طرح حضور ﷺ کا نسب پدری سلسلہ میں کلاب بن مرہ سے جا ملتا ہے۔ حضور ﷺ کی والدہ آمنہ کا سلسلہ نسب بھی اس طرح ایک ہی جداعلیٰ سے جاملتا ہے۔ جناب آمنہ کی والدہ کا نام برہ ان کی والدہ ام حبیبہ ان کی ماں قلادہ اور قلادہ کی ماں کا نام امیمہ اور ان کی والدہ کا نام ذب اور ان کی والدہ کا نام عاتکہ لیلی بنت عوف تھا۔

جناب عبداللہ سے عدنان تک اکیس واسطوں سے حضور ﷺ کے جداعلیٰ سے نسب جاملتا ہے اور اس امر میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے اور تمام ارباب سیَر وتاریخ اس باب میں نسب نامہ سے متفق ہیں لیکن عدنان سے جناب سیدنا آدم علیہ السلام تک نسب نامہ میں اختلاف ہے۔ بعض نے نسبی سلسلوں کو کچھ کم اور بعض نے زیادہ واسطوں کا سہارا لیا ہے۔ بعض نے ناموں میں تقدیم وتاخیر کی ہے لیکن سلسلہ نسب میں اس بات پر اتفاق

ہے کہ اسماعیل وابراہیم وہودونوح وادریس وشیث علیہم السلام حضور ﷺ کے اجداد میں سے ہیں اور جمہور مورخین نے حضوراکرم ﷺ کے نسب پاک کے سلسلہ میں جوترتیب بیان کی ہے وہ اس طرح ہے۔

محمد (ﷺ) بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نظر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن نذار بن نذار بن سعد بن عدنان بن اد بن اود بن سمیع بن بنت بن حمل بن قیذار بن اسماعیل بن ابراہیم بن تارخ بن ناخور بن ارغو بن اشرع بن اشروع بن قانع بن شاخ بن عامر بن ارفخشد بن سام بن نوح بن متوشلخ بن اخنوع بن برد بن مہلائیل بن قینان بن شیث بن آدم صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین علی ھذا الشجرۃ المبارکۃ المیمونۃ النابت فی بساتین الاحسان الثابت فی حدائق العرفان فی لغت علیہ الصلوٰۃ والسلام و آلہ اجمعین۔

* * *

سبز گنبد کے سائے میں

سبز گنبد کے سائے تلے قاری اویس قادری کی ۲۰۰ سے زائد مشہور حمد یہ نعتیہ کلام کا مجموعہ ہے جو انہوں نے ٹی وی، ریڈیو اور نعتیہ مشاعرے میں پڑھی۔ اس نعتیہ مجموعے کو جناب غلام مجتبیٰ قادری نے ترتیب دیا ہے اور اس میں قاری اویس قادری کی بہت سے مشہور و معروف نعتیں موجود ہیں جیسے اللہ ہو اللہ ہو، گناہوں کی عادت چھڑا میرے مولا، کوئی تو ہے جو نظام ہستی چلا رہا ہے، اللہ کرم اللہ، یا رسول اللہ تیرے در کی فضاؤں کو سلام، میں مدینہ چلا، در پہ بلاؤ مکی مدنی، آیا ہے بلاوا مجھے دربار نبیؐ سے، تاجدار حرم ہو نگاہِ کرم، بھر دو جھولی میری یا محمدؐ، نوری محفل پر چادر تنی نور کی، جشن آمد رسولؐ، سرور کہوں کہ مالک و مولا کہوں تجھے، آسماں گر تیرے تلووں کا نظارہ کرتا، حضورؐ ایسا کوئی انتظام ہو جائے، تمہارا نام مصیبت میں جب لیا ہوگا، سبز گنبد کے سائے میں گھر چاہیے، میں تو پنجتن کا غلام ہوں، منقبیات بحضور غوث اعظمؒ، شاہ مرداں شیر یزداں، شکریہ آپ کا بغداد بلایا یا غوث اعظمؒ، سلطان اولیاء کو ہمارا سلام، سیدؓ نے کربلا میں وعدے نبھا دیے، سرکار غوث اعظمؒ، سلطان کربلا کو ہمارا سلام، سن لوائے پیروں کے پیر، جیے شاہ نورانی، کلام صلاۃ و سلام، کلام میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سلطان باہوؒ، مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام، یا نبیؐ سلام علیک یا رسولؐ اللہ سلام علیک، اے بیابان عرب تیری بہاروں کو سلام۔

سبز گنبد کے سائے میں کتاب گھر پر دستیاب ہے جسے **شاعری حمد و نعت** سیکشن میں دیکھا جاسکتا ہے۔

کتاب گھر کی پیشکش کتاب گھر کی پیشکش

فضائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کتاب گھر کی پیشکش کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

حضور ﷺ کی حضرت آدم علیہ السلام پر فضیلت:

حضور ﷺ ارکان ممالک رسالت اور اعیان معارک جلالت پر ہر حقیقت سے امتیازی حیثیت کے مالک ہیں لیکن حضرت آدم علیہ السلام پر حور کی فضیلت کو بیس مقامات میں بیان کیا جاتا ہے جس سے آپ کا امتیاز اور خصوصیت پائی جاتی ہے۔

اوّل:

حضرت آدم علیہ السلام کو آب وگل سے پیدا فرمایا گیا مگر حضور علیہ السلام کو اپنے نور سے بنایا۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل پانچ دلیلیں ذہن نشین کرنے کے لائق ہیں۔

1- حضرت آدم علیہ السلام کے بدن کا سایہ تھا مگر حضور ﷺ کا وجود پاک بے سایہ تھا۔ معجزات کے باب میں اس موضوع پر تفصیلی گفتگو ہوگی۔

2- اندھیری رات میں حضور کا جسد مبارک روشنی پھیلاتا تھا۔ آپ کو شب تاریک میں ایسے ہی پہچان لیا جاتا تھا جیسے دن کی روشنی میں اور آپ اندھیرے میں ہر چیز کو ایسے ہی دیکھ سکتے تھے جیسے آفتاب کی روشنی میں۔

3- آپ تمام آسمانوں کی بلندیوں سے ماورئ اسی لئے چلے گئے کہ آپ کا جسم نور سے بنایا گیا تھا۔

4- آپ اپنے آگے یا پیچھے دیکھنے میں کوئی فرق محسوس نہ کرتے تھے۔ یہ بھی علامت ہے کہ آپ نور مجسم تھے۔ آب وگل سے تخلیق نہ تھے۔

5- آپ بیداری اور نیند میں یکساں تھے۔ تنام عیناہ ولاینام قلبہ "میری آنکھیں سوتی تھیں مگر دل بیدار رہتا۔"

دوم:

1- اگرچہ حضرت آدم علیہ السلام کو ید قدرت نے خود بنایا تھا اور چالیس ہزار سال اپنی نگاہ خاص میں رکھا، خمرت طینۃ آدم بیدی اربعین صباحًا۔ "میں نے آدم کی طینت کو اپنے ہاتھ سے بنایا اور چالیس ہزار سال اپنی نگاہ میں رکھا۔"

2- لیکن مصطفیٰ ﷺ کے نور کو حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے تین لاکھ پچاس ہزار سال پہلے اپنے نور احدیت سے پیدا فرمایا۔ اَنَا مِنَ اللّٰہِ وَالمؤمنون مِنّی۔

3- حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی کو جنت سے لیا گیا مگر حضور ﷺ کو آب رحمت سے ترتیب دیا گیا۔ وَمَا ارسلنٰکَ اِلّا رحمۃ للعالمین۔

4- اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق فرمایا و نفختُ فیہ من روحی۔ لیکن اپنے حبیب ﷺ کے متعلق یوں فرمایا: وَکَذٰلِکَ اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے روح پر بدن کا قالب بنا دیا گیا، مگر حضور کہ روح

پاک پرنور کا حالہ استوار کیا گیا تاکہ روح کی نشوونما ہو سکے۔

5- حضرت آدم علیہ السلام کو اسماء کی تعلیم دی۔ عَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ ۔ مگر حضور ﷺ کو اشیاء اور تفہیم وقائق کلام ملک العلام عطا فرمائی۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ القراٰن۔

6- حضرت آدم علیہ السلام قبلہ فرشتگان تھے۔ اُسْجُدُوْا لِآدَمَ ۔ مگر ہمارے خواجہ دوعالم ﷺ کو تمام فرشتوں کا مقتدا بنایا اور امام پیغمبراں مقرر فرمایا۔ تمام نے آپ کی متابعت کی۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا۔

7- حضرت آدم علیہ السلام نے روز اول ایک سجدہ کیا مگر حضور ﷺ نے مقام محمود حوض مورود۔ محضر مشہود اور لقائے معبود کے مقامات پر سجدہ فرمایا۔

8- حضرت آدم ﷺ کا تخت فرشتوں کی گردنوں پر رکھا گیا اور تمام آپ کے تخت کے ماتحت کھڑے تھے مگر قیامت کے دن حضور ﷺ کے پاس وہ حکم ہوگا کہ تمام اولیاء انبیاء مقربان جناب حق تعالیٰ اسی علم لوا کے سایہ میں ہوں گے۔ آدَمَ وَمَنْ دُوْنَہٗ تحت لوائی۔ ''آدم اور دوسرے میرے ہی جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔''

9- حضرت آدم علیہ السلام کو آسمانوں سے گزار کر بہشت میں لے جایا گیا مگر ہمارے حضور ﷺ کو آسمان اور بہشت میں مقام قیام عطا فرمایا اور آخر کار مقام قدس میں قیام پذیر ہوئے۔ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی۔

10- شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کو ورغلایا اور آپ لغزش کے مرتکب ہوئے۔ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّیْطٰنُ۔ سرکار دوعالم ﷺ کو نصرت عطا ہوئی۔ چنانچہ اسلم الشیطان بیدی۔ میرے شیطان نفس نے میرے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔

11- حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی تو آپ کی شہرت چار دانگ عالم میں پھیل گئی۔ عَصٰی آدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی۔ مگر آقائے دوعالم نہ تو کسی لغزش اور گناہ کے مرتکب ہوئے بلکہ آپ کی مغفرت ورحمت کی شہرت اقطار وکناف عالم میں پھیلتی گئی۔ لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ۔

12- حضرت آدم علیہ السلام کو پہلے عتاب ہوا پھر عفو عصٰی آدَمَ رَبَّہٗ فَغَوٰی ثُمَّ اجْتَبٰہُ رَبُّہٗ فَتَابَ عَلَیْہِ وَھَدٰی۔ مگر سرکار دوجہاں ﷺ کو پہلے ہی عفو حاصل ہوگئی۔ عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ لِمَا اَذِنْتَ لَهُمْ۔

13- حضرت آدم علیہ السلام کو ایک ہی لغزش سے جنت سے باہر نکال دیا گیا، لیکن سرکار دوعالم کی امت کو ہزاروں گناہوں اور لغزشوں کے باوجود بہشت میں جگہ دی گئی۔ قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِھِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰہِ۔

14- حضرت آدم علیہ السلام کو ایک ہی لغزش پر لباس سے محروم (عریاں) ہونا پڑا۔ یَنْزِعُ عَنْھُمَا لِبَاسَھُمَا لِیُرِیَھُمَا سَوْاٰتِھِمَا۔ مگر سید ابرار ﷺ کے گنہگار غلاموں کو ہزاروں گناہوں کے ہوتے ہوئے رسوا نہیں کیا گیا۔ مَا اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ۔

15- حضرت آدم علیہ السلام ایک لغزش پر بائیس سال روتے رہے پھر جا کر توبہ قبول ہوئی مگر ہمارے خواجہ دوجہاں کی امت کے بائیس سالہ گناہ ایک ندامت اور توبہ سے معاف فرمادیئے گئے۔ اَلنَّدمُ تَوبَۃٌ۔

16- حضرت آدم علیہ السلام سے ایک غلطی سرزد ہوئی تو آپ کو حرم کعبہ میں جا کر توبہ کرنے کو کہا گیا۔ پھر وہاں جا کر توبہ قبول ہوئی مگر خواجہ کون ومکاں ﷺ کی برکت سے آپ کی گنہگار امت کو ایسی ضرورت نہیں تھی وہ اپنے گھر بیٹھے اللہ سے توبہ کر سکتے ہیں۔ مَتیٰ قلت اسات اَقُوْلَ غَفَرتُ۔

17- حضرت آدم علیہ السلام کو تمام انسانی قالبوں (بدنوں) کا باپ بنایا اور روز میثاق تمام بدنوں سے عہد لیا۔ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِیْ آدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ۔ ہمارے خواجہ دوجہاں ﷺ کو تمام روح کا باپ قرار دیا گیا اور تمام صالحین کو آپ کے نور سے ہی پیدا فرمایا۔ انا من اللّٰہ والمومنون مِنّی۔

18- حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں قالب روح پر غالب آ گیا اور دنیا حضرت آدم کے طفیل عالم پاک سے عالم خاک کی طرف آئی۔ اِهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِیْعًا۔ مگر سرکار دوعالم ﷺ نے روح کو بدن پر فوقیت دی اور یہ خاکی وجود (قالب) ولایت خاک سے ذات پاک تک رسائی حاصل کرنے لگا۔ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی۔

19- حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں ایک نورانی فرشتہ (ابلیس) مردود اور ظلمانی دیو بن گیا۔ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِیْنَ۔ مگر ہمارے آقا ﷺ کے زمانہ میں دیو (نفس) بھی نورانی پیکر بن گیا۔ اَسلم شیطانی علی یدیْ۔

20- حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت آتش حکمت کو دیگران خلقت میں رکھا گیا اور ایک جہاں جوش مارنے لگا اور کونین ایک نئے انداز سے ابھرے۔ حضرت آدم خمیر زمین سے تیار کیے گئے اور ابلیس آسمان کی راندہ درگاہ شخصیت بن گیا اب حضرت آدم کی خاکی طینت تو آسمان پر جا پہنچی۔ اسکن اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ۔ لیکن آسمان کی مخلوق کو زمین پر گرا دیا گیا۔ اُخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ۔ پھر آدم علیہ السلام جن کی سرشت زمینی تھی، بہشت میں ایک امتحان اور آزمائش سے دوچار ہوئے چونکہ خاکی پستی ایک غلطی کی مرتکب ہوئی تو حکم ہوا۔ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِیْعًا۔ اسی حضرت آدم کے اندر جو روح اور خلاصہ تھا اور عرش اعلیٰ سے بھی بلند ہوتا گیا۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا۔

* * *

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

حضور ﷺ کی حضرت ادریس علیہ السلام پر فضیلت

http://kitaabghar.com

حضور ﷺ کی پانچ امتیازی فضیلتیں بیان کرنے پر اکتفا کریں گے جن کی وجہ سے آپ کو حضرت ادریس علیہ السلام پر فضیلت حاصل تھی۔

وجہ اوّل:

حضرت ادریس علیہ السلام آسمان چہارم پر پہنچے تو آپ وہاں ہی قیام پذیر ہو گئے۔ ہمارے رسول ﷺ تمام آسمانوں سے اوپر تشریف لے گئے وہاں آپ کو قیام پذیر نہیں ہونا پڑا بلکہ آپ کے مراتب آسمانوں سے بھی بلند تر ہوتے گئے حتیٰ کہ آپ کو قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی کا مقام حاصل ہوا۔

وجہ دوم:

حضرت ادریس کو بہشت میں لا گیا تو انہیں یہ مقام پسند آ گیا پھر اس مقام کو چھوڑنے کو جی نہ چاہا۔ ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ بھی بہشت میں تشریف لائے مگر مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی کی روشنی میں آپ نے ایک نگاہ غلط انداز سے بھی بہشت کی پرواہ نہ کی۔

http://kitaabghar.com

وجہ سوم:

حضرت ادریس علیہ السلام کو ستاروں کی سیر اور ان کی رفتار کی معرفت عطا فرمائی گئی مگر ہمارے آقا و مولیٰ ان ستاروں پر قدم رکھ کر روندتے گئے۔

وجہ چہارم:

حضرت ادریس علیہ السلام کو علم خیاطی دیا گیا مگر حضور ﷺ کو علم معرفت اور نور معرفت سے نوازا گیا۔

وجہ پنجم:

حضرت ادریس علیہ السلام کو فن کتابت اور معرفت لوح و قلم دی گئی مگر حضور ﷺ لوح و قلم سے آگے نکل گئے اور کتابت کی بجائے خطابت عطا کی گئی۔

* * *

حضور ﷺ کو حضرت نوح علیہ السلام پر فضیلت:

کتاب گھر کی پیشکش http://kitaabghar.com

حضرت نوح علیہ السلام خدا کے برگزیدہ نبی ہیں مگر ہم یہاں حضور ﷺ کی ایسی امتیازی خصوصیات نقل کرتے ہیں جن میں حضور ﷺ کی فضیلت جھلکتی ہے۔

1- حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی دی گئی جو پانی پر سیر کرتی تھی۔ حضور ﷺ کو براق دی گئی جس نے فضاؤں اور خلاؤں کو طے کر لیا۔

2- حضرت نوح علیہ السلام کے لیے موج بلا میں کشتی وجہ سلامتی بنی۔ بِسۡمِ اللّٰہِ مُجۡرٖھَا وَ مُرۡسٰھَا ۔ آقائے دوعالم ﷺ کو لطف الٰہی اور فضل خداوندی سفر معراج میں نگران رہا۔ سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا۔

3- حضرت نوح علیہ السلام کو ایسی کشتی ملی جس سے آپ اپنے اہل اور احباب سمیت سلامت رہے مگر ہمارے حضور کو دولت ایقان دی گئی جس کی وجہ سے آپ کی امت آتش دوزخ سے محفوظ رہی۔

4- حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی ان کے لئے وجہ نجات بنی مگر حضور ﷺ کا ایمان وجہ بلندی درجات بنا۔

5- حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی پانی پر تیرتی رہی تو یہ بات باعث تعجب نہیں ہے۔ مگر تعجب کی بات یہ ہے کہ ہمارے آقائے دوعالم کے اشارے سے بھاری پتھر پانی پر تیرنے لگے۔ عکرمہ نے حضور ﷺ سے ایمان لانے کی یہ شرط رکھی کہ دریا کے اس پار کا پتھر پانی پر تیرتا ہوا آ جائے تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ چنانچہ آپ کے حکم سے بھاری پتھر پانی پر تیرتا ہوا آپ کے پاس آ گیا۔

6- حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کی نافرمانی سے تنگ آ کر کہا: رَبِّ لَا تَذَرۡ عَلَی الۡاَرۡضِ مِنَ الۡکٰفِرِیۡنَ دَیَّارًا۔ مصطفیٰ ﷺ نے اپنی قوم کے ظلم و ستم کے مقابلہ میں نجات و ہدایت کی دعا فرمائی: اَللّٰھُمَّ اھۡدِ قَوۡمِیۡ فَاِنَّھُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ۔ ''اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے یہ بے چارے میرے مقام کو نہیں سمجھتے۔''

* * *

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر فضیلت

http://kitaabghar.com

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کے ممتاز مقامات جو آپ کو حضرت خلیل علیہ السلام پر تھے، ہم ہزاروں امتیازات میں سے صرف بیس کو بیان کر رہے ہیں۔

1- اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلت عطا فرمائی۔ وَاتَّخَذَ اللّٰہُ اِبْرَاھِیمَ خَلِیْلًا۔ ''حضرت ابراہیم کو اپنا خلیل بنایا'' مگر ہمارے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مرتبہ محبوبی عطا فرمایا۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ ''آپ انہیں فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنے کے خواہاں ہو تو میری اتباع کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا۔'' یہ نکتہ لطیف بھی ذہن نشین کرنے کے قابل ہے۔ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل کہا تو دوسری طرف اپنے حبیب کی اتباع کرنیوالے غلاموں کو اپنا محبوب قرار دیا۔ خلیل کے لئے ضروری نہیں کہ حبیب بھی ہو مگر جو حبیب ہوتا ہے وہ خلیل ضرور ہوتا ہے جب ایک مقتدی (غلام) خلعت محبوبی زیب جان وتن کر لیتا ہے تو خود مقتدا (مالک) کا کیا مقام ہوگا!

2- خلیل جو کچھ بھی کرتا ہے اللہ کی رضا جوئی کے لئے کرتا ہے۔ یا ابراھیم قد صدقت الرّویا۔ اے ابراہیم تو نے اپنی خواب کو سچا کر دکھایا۔ ادھر حبیب کی رضا جوئی کے لئے اللہ تعالیٰ خود کر رہا ہے۔ ظاہری دنیا میں فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا۔ آپ جس طرف رُخ پھیریں گے اسے قبلہ بنا دیا جائے گا۔ آخرت کی دنیا میں وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی۔ ''آپ عنقریب دیکھ لیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو راضی کر دیا ہے۔''

3- خلیل اللہ کو تمام عوام الناس کا امام بنا دیا۔ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا۔ ''میں نے آپ کو سارے انسانوں کا امام (مقتدا بنا دیا ہے۔'' لیکن اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں انبیاء و مرسلین کا امام بنایا اور بیت المعمور میں تمام ملائکہ کا مقتدا بنایا۔

4- حضرت خلیل اللہ کو قوت یقینی (عین الیقین) عطا فرمائی اور کہا: ما الیك فلا۔ حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کو وقتِ یقینی کا مقام دیا۔ لِیْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ لَا یسعنی فیه ملك مقرب ولا نبی مرسل۔ ''میرے لئے اللہ کے نزدیک وہ اوقات ہیں جہاں نبی مرسل اور ملائکہ مقرب کو اجازت نہیں ہے۔''

5- خلیل علیہ السلام کو آتش نمرود میں پھینکتے وقت ہوا کے درمیان حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: ھل لك حاجة۔ ''آپ کو کسی خدمت کی ضرورت ہے۔'' مگر حبیب خدا کو وہاں لے جایا گیا جہاں جبرائیل علیہ السلام خود اعتراف کرتے ہیں۔ لو دنوت انملة لاحترقت۔ ''اگر ایک ذرّہ اوپر گیا تو جل کر راکھ ہو جاؤں گا۔''

6- خلیل علیہ السلام کے لئے آتش نمرود کو بردو سالم بنادیا۔ یانار کونی برداً لو سلاماً علی ابراھیم۔ ''اے آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے ٹھنڈی اور پر امن بن جا'' دوسری طرف اپنے حبیب کی گناہ گار امت کے لئے آتش دوزخ کو ٹھنڈا فرمادیا۔ جُز یا مومن فاِن نورك اطفا لھبی۔ ''اے مومن گزر جاؤ، تمہارے نور نے تو میرے آتشیں شعلوں کو بجھا دیا ہے''

آتشِ نمرود اور آتشِ دوزخ:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آگ نمرود نے تیار کی تھی۔ اس میں تعجب نہیں کہ خلیل اللہ علیہ السلام کی قوت کے سامنے وہ ٹھنڈی ہوگئی۔ تعجب تو یہ ہے کہ غضب الٰہی کی آگ (جہنم) امت محمدیہ ﷺ کے گنہگاروں کی آمد پر بجھی جارہی ہے۔ آتش نمرود کو جب تک فرمان خداوندی نہ آیا کہ یَانَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلَامًا۔ (اے آگ ٹھنڈی ہوجاؤ) اس وقت ٹھنڈی نہیں ہوئی۔ مگر یہاں امت کے گنہگار قدم رکھتے ہیں تو کسی حکم کے بغیر آتش دوزخ بجھی جاتی ہے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں: اِنَّ المومنین اِذَا وَضَعَ قَدَمِہٖ عَلَی الصراطِ یخمد النار تحت قدمیۃ کما یجمد الاھالۃ علی الطبق۔ ''جب مومن پل صراط پر قدم رکھے گا تو اس کے قدموں کے نیچے آگ اس طرح بجھ جائے گی جس طرح سردیوں میں طبق پر چربی یخ بستہ ہوجاتی ہے۔''

7- حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نگاہ آفتاب، ماہتاب اور ستاروں پر پڑی فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْهِ الَّیْلُ رَاٰ کَوْ کَبًا۔ مگر ہمارے آقا و مولیٰ شب معراج کو آفتاب، ماہتاب اور ستاروں کو اپنے قدموں سے روندتے گئے۔ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی۔

8- خلیل اللہ علیہ السلام دوست کے واسطے سے پہنچے۔ وَکَذٰلِكَ نُرِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ اور اس طرح ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمان وزمین کی سلطنتیں دکھائیں۔ مگر اپنے حبیب کو بلاواسطہ مقام قربت دیا۔ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی۔

9- حضرت خلیل علیہ السلام نے درخواست کی: لَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔ مگر حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر التجا کے فرمادیا۔ یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ۔

10- جب خلیل اللہ عاجز آگئے تو آپ نے کہا: حَسْبِیَ اللّٰہُ۔ لیکن جب حبیب اللہ ﷺ رک گئے تو خود فرمایا: حَسْبُكَ اللّٰہُ۔

11- حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے کہا، میں اپنے رب کے پاس جارہا ہوں۔ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنَ۔ میں اپنے رب کی طرف جا رہا ہوں، مگر اپنے حبیب پاک کو خود بلایا گیا۔ سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ۔

12- خلیل اللہ علیہ السلام نے ہدایت چاہی۔ سَیَهْدِیْنِ۔ مگر حبیب خدا کو بلا درخواست ہدایت دی۔ وَیَهْدِیَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا۔

13- خلیل اللہ علیہ السلام نے بارگاہ رب العزت میں التجا کی۔ یاالٰہی، یاالٰہی اپنے بندوں کو حکم دیں کہ مجھے اچھے الفاظ میں یاد کریں۔ وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ۔ مگر اپنے پیارے حبیب کو بتایا ابھی آپ اس ظاہری دنیا میں تشریف نہیں لائے تھے کہ ہم نے آپ کا ذکر بلند کردیا۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِکْرَكَ۔

14- خلیل اللہ علیہ السلام کو ملکوت کی سیر کرائی گئی تو آپ نے گنہگاروں کی ہلاکت کی درخواست کی۔ اَللّٰھُمَّ اَھْلَکْھُمْ۔ (اے اللہ انہیں ہلاک کردے) مگر حبیب خدا ﷺ شب معراج کو مقام محمود پر بھی گنہگاروں کی مغفرت اور بخشش کی التجا کی: وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا۔ "اے اللہ معاف فرما اور اپنی رحمت نازل فرما۔"

15- حضرت خلیل حج کعبہ اور بیابان کے منادی (اعلان کنندہ) تھے۔ وَ اَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ۔ مگر حبیب کبریا ﷺ ایمان، احسان اور عرفان کے منادی (ترجمان) تھے۔ رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ۔

16- خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا، مجھے مطیع اور تابعدار انسانوں کی خدمت ملے۔ فَمَنْ تَبِعَنِیْ مِنِّیْ۔ "جو میری اتباع کرے گا وہ میرا ہوگا۔" مگر حبیب خدا نے کہا، میں گناہگار کو اپنے نزدیک لانا چاہتا ہوں۔ شفاعتی لاھل الکبائر من امتی۔ "میری شفاعت امت کے سیاہ کاروں اور گنہگاروں کے لئے وقف ہے۔"

17- خلیل اللہ کو خشمگیں خطاب سے پکارا گیا۔ اَوَلَمْ تُؤْمِن۔ مگر حبیب خدا ﷺ کو فرمایا گیا: اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ۔

18- حضرت خلیل علیہ السلام نے فرمایا، مجھے ساری دنیا میں سے صرف اللہ ہی کافی ہے۔ فَاِنَّھُمْ عَدُوٌّلِّیْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ۔ "یہ لوگ میرے دشمن ہیں صرف اللہ ہی میرا دوست ہے۔" مگر حبیب ﷺ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا، مجھے ساری مخلوق میں سے میرا حبیب ہی پیارا ہے۔ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاک۔

19- حضور خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام کے لئے ایک دنبہ ذبح کیا۔ وَفَدَیْنٰہُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ۔ ہم نے اسے ذبح عظیم کا فدیہ مقرر کیا مگر اپنے حبیب کے والد مکرم کے لئے باوجود یکہ وہ نبی نہ تھے ایک سو اونٹ فدیہ دیا گیا۔

20- قیامت کے دن حضور ﷺ کی امت کے ہر ایک شخص کو یہودی اور عیسائی لوگ تسلیم کریں گے اور کہیں گے: ھٰذَا فِدَاکَ مِنَ النَّارِ۔ جو دوست اپنے خلیل کے ایک بیٹے کے لئے دنیا میں دنبہ بھیج سکتا ہے وہ اپنے محبوب کی بارگاہ کی آستان پر بیٹھنے والے فقیروں کے لئے کس طرح آتش دوزخ کو اجازت دے سکتا ہے کہ انہیں آزار پہنچائے۔

* * *

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com

حضور ﷺ کے حضرت یوسف علیہ السلام پر امتیازی مقامات

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

ہم حضرت یوسف علیہ السلام کے سات مقامات بیان کرتے ہیں جن میں سرکار دو جہاں ﷺ کی فضیلت نمایاں ہوتی ہے۔

1- حضرت یوسف علیہ السلام کو تعبیر خواب اور تاویل احادیث کا مقام حاصل تھا۔ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ۔ مگر حضور ﷺ کے غلاموں کو تحصیل مواریث اور تفسیر کتاب کا علم عنایت فرمایا۔ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا۔

2- حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کی سلطنت کا تخت اور بخت عطا فرمایا۔ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاۗءُ۔ مگر اپنے حبیب کی امت کے گنہگاروں اور غلاموں کو قیامت کے دن جنت کے تخت اور بخت کا مالک بنا دیا جائے۔ اِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّ مُلْكًا كَبِيْرًا۔

3- حضرت یوسف علیہ السلام کو وہ حسن و جمال عطا فرمایا کہ مصر کی عورتیں اس حسن و جمال کی تاب نہ لاتے ہوئے اپنی نازک انگلیاں کاٹ گئیں۔ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا۔ ''انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ دیئے اور کہنے لگیں، حاش للہ کیا یہ بشر ہے۔'' مگر ہمارے خواجہ و آقا کو وہ کمال حاصل ہے کہ آپ کا نام سن کر ساکنان سومنات نے زنار کاٹ ڈالے اور چار وانگ عالم سے لوگ دامن اسلام میں آنے لگے۔ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا۔

4- حضرت یوسف علیہ السلام کو خزانوں کی چابیاں عنایت فرمادیں۔ وَاجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَاۗىِٕنِ الْاَرْضِ۔ مگر آقائے دو عالم ﷺ کو اپنی رحمت اور مغفرت کے خزانوں کا مالک بنا دیا۔ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔

5- حضرت یوسف علیہ السلام کے اقتدار کے زمانے میں حضرت بنیامین کے غلے میں سونے کا پیمانہ رکھ دیا گیا۔ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ۔ لیکن سرکار دو عالم کے زمانہ رسالت میں نور یقین کی دولت سے حضور ﷺ کے ملازموں اور غلاموں کے سینے معمور کر دیئے گئے۔ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ۔

6- حضرت یوسف علیہ السلام کو حسن بھی دیا اور اس کی قیمت بھی۔ چنانچہ مصر کے قحط زدہ لوگ جمال یوسفی کو دیکھتے تو ان کی بھوک مر جاتی۔ مگر ہمارے سرکار دو عالم ﷺ کے پاس لوائے حمد ہوگا۔ عرصات قیامت میں آفت زدگان روزگار اس لوائے حمد پر ایک نگاہ ڈالیں گے تو ان کی ساری مصیبتیں اور تکلیفیں کافور ہو جائیں گی۔

7- حضرت یوسف علیہ السلام مصر اور حوالی مصر کے تمام باشندوں پر حکمران تھے۔ چنانچہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام کی ملاقات کا دن آیا اور ہجر و فراق کا زمانہ ختم ہوا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد مکرم کو تخت پر بٹھایا۔ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ۔ مصر کی

ساری آبادی کو طلب کیا گیا۔ تمام حاضرین نے حضرت یوسف علیہ السلام کی حکومت ملکیت اور اختیارات کا اعتراف کیا۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد مکرم کے سامنے ہی اس خوشی میں آزاد کر دیا اور انہیں نعمتوں سے مالا مال کر دیا۔ قیامت کے دن تمام مومن عرصۂ قیامت میں جمع ہوں گے اور اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَھُمۡ وَاَمۡوَالَھُمۡ۔ دربار خداوندی میں تمام گناہگاروں کو لایا جائے گا۔ حضور ﷺ وہاں تخت شفاعت اور مقام قربت پر جلوہ فرما ہوں گے۔ سرکار دو عالم رحمت دو جہاں کی نگاہ تباہ حال، سیاہ کار اور گناہگاروں کے غبار آلود اور پریشان چہروں پر پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ اعلان فرمائے گا، اے گناہ گار بندو! اور خطا کار انسانو! آج تمہیں اپنے محبوب کی نگاہ رحمت اور دیدار پر انوار کے بدلے بخش دیا ہے۔ تمام آزاد ہو اور جنت کی بشارت سن لو! تمہیں جنت میں درجات دیے جائیں گے اور میرے دیدار کی نعمت بھی عطا ہوگی۔

* * *

نقش جیلانی

حیات وتعلیمات شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ پر ایک مستند کتاب، جسے آپ تک پہنچایا ہے محمد یوسف جاوید (قلمی نام محمد ابو خلدون) نے۔ پہلے باب میں حضرت شیخ کی پیدائش سے لے کر ان کے سفر بغداد کے حالات کا ذکر ہے۔ دوسرا باب ان حالات کا جائزہ ہے جن سے حضرت شیخ سے پہلے اور ان کی زندگی میں امت مسلمہ گزر رہی تھی۔ تیسرا باب حضرت شیخ کی دینی تعلیم اور اس کے بعد حضرت حماد بن مسلم کی مجلس میں حاضری اور ان کی صحبت میں راہ طریقت طے کرنے کے بارے میں ہے۔ چوتھا باب حضرت کی زندگی کے دیگر حالات اور بعض اکابر امت کے ان کے بارے میں تاثرات پر مبنی ہے۔ پانچواں باب تصوف یا تزکیہ باطن کا ایک عمومی تعارف ہے اور ساتھ ہی اس بارے میں حضرت شیخ کی بعض تعلیمات بھی آ گئی ہیں۔ چھٹا باب حضرت شیخ کی تصنیفات کا ایک مختصر جائزہ ہے۔ ساتواں باب حضرت شیخ کی تعلیمات پر مبنی ہے۔ یہی باب اس کتاب کا مرکزی باب ہے۔ اس میں عقائد، معاملات، معاشرت اور اخلاقیات پر حضرت شیخ کے اقوال ان کی تصنیفات سے پیش کیے گئے ہیں۔

نقش جیلانی، کتاب گھر پر دستیاب۔ جسے **تحقیق و تالیف** سیکشن میں دیکھا جا سکتا ہے۔

کتاب گھر کی پیشکش
http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

فضیلت سرکار دو عالم ﷺ اور مقام حضرت موسیٰ علیہ السلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درجات کے پیش نظر ہم بیس وجوہات بیان کر رہے ہیں جن میں سرکار دو عالم عظیم المرتبت ﷺ کی امتیازی خصوصیات واضح ہوتی ہیں۔

1- حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مقام کلیمی عطا ہوا ہے۔ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوسىٰ تَكْلِيمًا۔ حضور ﷺ کو حریم قربت میں جگہ دی۔ فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى۔

2- حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا دیا گیا جس سے ہزاروں جادوگروں کے شعبدے نیست و نابود ہو گئے۔ تَلْقَفُ مَا يَافِكُوْنَ۔ حضور ﷺ کو شفاعت کا مقام دیا۔ جس سے کروڑوں گنہگار نجات پا گئے۔ شَفَاعَتِیْ لِاَھْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ۔

3- حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ید بیضیٰ عطا کیا۔ وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوْءٍ۔ حضور ﷺ کو دین بیضا دیا۔ اَتَیْتُکُمُ الْمِلَّةَ الْحَنِیْفِیَّةَ السمحة السلھة الْبَیْضَا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بیضا نے قصر فرعون کے گرد و نواح کو روشن کیا تھا مگر دین بیضا نے قصر حضرت الٰہی کو منور فرما دیا۔ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صدرهٗ لِلْاِسْلَامِ فَھُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ۔

4- حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی قیادت دی گئی مگر ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ کا پیغام رساں جبرائیل غاشیہ بردار اسرافیل اور دوست رب جلیل تھا۔

5- حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی مرضی سے کوہ طور پر آئے۔ وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا۔ ''جب حضرت موسیٰ علیہ السلام آئے۔'' مگر ہمارے آقا و مولیٰ کو خود رب العالمین نے بلایا۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا۔

6- حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہِ طور پر لے جا کر کلام اللہ سنایا گیا۔ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا۔ ''حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کھل کر کلام کی۔'' ہمارے آقا کرسی نور پر جلوہ فرما ہو کر آئے اور دیدار خداوندی سے مشرف ہوئے۔ دَنٰى فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى۔

7- حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چالیس دن اور رات کھانے پینے کو کچھ نہ دیا گیا۔ پھر جا کر دولت کلام نصیب ہوئی۔ وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰۤى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً۔ ہمارے آقا و مولیٰ کو ایک رات میں خوان قدس پر دعوت دی گئی۔ آب و نان دیا گیا اور دولت وصل سے مشرف فرما دیا گیا۔ اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ وَھُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیُسْقِیْنِیْ۔ ''میں نے اپنے رب کے پاس رات گزاری۔ وہ مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی۔''

8- حضرت موسیٰ علیہ السلام مقام انتظار پر چالیس دن روزے سے رہے اور چالیس راتیں بیدار رہ کر عبادت خداوندی میں مشغول ہوتے اور پھر جا کر وادی ایمن میں شرف گفتگو ملتا۔ ہمارے حضرت ﷺ بستر پر آرام فرما ہو گئے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام براق لائے۔ آنکھ جھپکنے سے

پہلے اس بلند مقام پر پہنچ گئے کہ انسان کا وہم و گمان بھی وہاں نہ پہنچتا۔

9- جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مصروف گفتگو ہوتے تو اظہار انبساط فرماتے اور کہا کرتے: اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ تو خطاب آتا۔ اُنْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ۔ یہ اشارہ آپ کے قدموں کی طرف ہوتا۔ ابلیس لعین حضرت موسیٰ کے قدموں سے سر اٹھاتا۔ مگر ہمارے آقا و مولیٰ کا قدم وہاں پڑتا جہاں جبرائیل علیہ السلام کہہ اٹھتے۔ لَوْ دَنَوْتُ انملة لاحترقت۔ ''اگر ایک ذرہ اوپر اٹھا تو میرے پر جل جائیں گے۔''

10- حضرت موسیٰ علیہ السلام وادی مقدس میں پہنچے تو حکم ہوا کہ جوتے اتار لیں۔ فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ۔ ''اپنے جوتے اتار لو'' ہمارے رسول جب عرش معلیٰ کے فرش پاک پر تشریف فرما ہوئے تو حکم ہوا: یَا مُحَمَّدُ لَا تَخْلَعْ نَعْلَیْكَ۔ ''یا رسول اللہ! آپ جوتا نہ اتاریں۔''

11- جب حضرت موسیٰ مقام قرب پر پہنچے تو حضرت موسیٰ کی تعریف کی گئی۔ فَقَرَّبْنَاهُ نَجِیًّا۔ جب ہمارے آقا و مولیٰ مقام قرب پر گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی تعریف فرمائی۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا۔ یہ دلیل صفات موسوی میں بقائے موسیٰ کی ہے مگر وہ صفت فنائے محمدیہ کی ہے ذات احدیت میں۔ جَلَّ وَ عَلَا۔

12- حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کے نام سے یاد کیا گیا۔ جَاءَ مُوْسٰی مگر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو کرامت سے یاد فرمایا: بعبدہٖ لَیْلًا۔

13- حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آنے والا کہا مگر حضور ﷺ کو بلایا گیا کہا آنا اپنی مرضی سے ہوتا ہے اور بلایا جانا میزبان کی خواہش پر ہوتا ہے۔ آنے والا شرفِ ملاقات سے مشرف ہو یا محروم رہے مگر جسے خود بلایا جاتا ہے اسے ضرور شرفِ زیارت بخشا جاتا ہے۔

14- جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی تجلی کو پہاڑ پر دیکھا اپنی صفت سے علیحدہ ہو گئے۔ وَخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا۔ مگر سرکار دو عالم نے تمام انبیاء کے مقامات اور ملکوت کے عجائبات کو دیکھا بلکہ آپ کی نگاہ نے جمال جلال حق تعالیٰ کا بھی مشاہدہ کیا اور اپنی جگہ سے نہ ہلے۔

یہ بات بھی حضرت موسیٰ کے بقا کی دلیل ہے جو اپنی صفت کے ساتھ باقی ہے لیکن حضرت مصطفیٰ ﷺ کی بقا اللہ کی بقا کے ساتھ تھی۔

15- حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیدار الٰہی کی تمنا کی۔ رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْكَ۔ مگر دیدار الٰہی نہ ملا بلکہ فرمایا گیا: لَنْ تَرٰىنِیْ۔ تم نہیں دیکھ سکتے مگر جناب رسالت مآب ﷺ نے آنکھیں بند کیں تو دیدار الٰہی نصیب تھا۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی۔ بغیر تقاضا کے مشاہدہ ذات ہو گیا۔ اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ۔

16- حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کرامت دی گئی جس کی وجہ سے آپ کی قوم نے دریا عبور کر لیا اور ان کا دامن تر نہ ہوا۔ اِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ۔ ہمارے رسول اکرم ﷺ کو قیامت کے دن وہ رتبہ دیا جائے گا کہ آپ کی امت دوزخ کے پل سے گزرے گی تو ان کا تر دامن خشک بھی نہ ہونے پائے گا۔

17- روایات صحیحہ میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صرف دو بار دست دعا دراز کیا، مگر محمد ﷺ کی امت کو وہ سعادت نصیب ہے کہ وہ بارگاہ خداوندی میں ہر روز پنج بار دستِ دعا دراز کر سکتے ہیں۔ المصلی یناجی رَبَّهٗ۔

18- حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم کے لئے من وسلوا اتارا گیا۔ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى۔ مگر سرکار دو عالم اور آپ کی امت کے لئے دولت سکینہ اتاری گئی۔ هُوَالَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

19- حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خاطر ایک حقیر پتھر سے بارہ چشمے جاری کئے۔ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا۔ مگر حضور ﷺ کے لئے آپ کی پانچ انگلیوں سے ہزاروں چشمے جاری فرمادیئے۔ انفجر الماء من بين اصابعه ۔ یہ تعجب کی کوئی بات نہیں کہ پتھر سے چشمہ اُبل پڑے۔ تعجب کی بات تو یہ ہے، گوشت و پوست، خون رگ و پے سے صاف اور شفاف چشمے جاری ہوں گے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

20- حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے چالیس دن کے لئے جدا رہے۔ جب واپس آئے تو ان کی قوم گئو سالہ پرستی میں مصروف تھی۔ سرکار دو عالم کو حیات ظاہری سے گئے نو سو سال (مولف کی زندگی کے وقت) گزر گئے مگر آئے دن اسلام سے وابستگی اور لوائے الحمد سے شیفتگی اور امت محمدیہ میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

***

کتاب گھر کا پیغام

ادارہ کتاب گھر اردو زبان کی ترقی و ترویج، اردو مصنفین کی موثر پہچان، اور اردو قارئین کے لیے بہترین اور دلچسپ کتب فراہم کرنے کے لیے کام کر رہا ہے۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں تو اس میں حصہ لیجئے۔ ہمیں آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔ کتاب گھر کو مدد دینے کے لیے آپ:

۱۔ http://kitaabghar.com کا نام اپنے دوست احباب تک پہنچایئے۔

۲۔ اگر آپ کے پاس کسی اچھے ناول/کتاب کی کمپوزنگ (ان پیج فائل) موجود ہے تو اسے دوسروں سے شیئر کرنے کے لیے کتاب گھر کو دیجئے۔

۳۔ کتاب گھر پر لگائے گئے اشتہارات کے ذریعے ہمارے سپانسرز کو وزٹ کریں۔ ایک دن میں آپ کی صرف ایک وزٹ ہماری مدد کے لیے کافی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت داؤد علیہ السلام سے امتیازی خصوصیات

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

حضرت داؤد علیہ السلام پر فضیلت کے صرف دو نکات پیش کئے جاتے ہیں۔

1- حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہا موم ہوجایا کرتا تھا۔ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں لوہے سے زیادہ سخت دل نرم ہوتے چلے گئے۔ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً۔ یہی پتھر دل موم سے بھی نرم ہوگئے۔ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ۔

2- حضرت داؤد علیہ السلام کو نغمہ اور لحن شیریں دیا۔ پرندے اڑتے دم بخود ہو جاتے۔ پانی کی مچھلیاں مسحور ہو جاتیں۔ وحوش وطیور بیابانوں میں آپ کی نغمہ سرائی کے سامنے دم بخود رہتے۔ بلند و بالا پہاڑ اور لق و دق صحرا آپ کے نغمہ سے متاثر ہوتے۔ يَا جِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا و مولیٰ کو وہ آواز ترجمان عنایت فرمائی کہ ابھی اس دنیائے خاکی کا نام و نشان نہ تھا۔ حتیٰ کہ حضرت آدم علیہ السلام کا وجود بھی نہیں بنا تھا کہ آپ کی سلطنت کا نقارہ بج رہا تھا۔ آپ کی عظمت و احترام کے جھنڈے بلند تھے اور عرش معلّٰی کی بلندیاں آپ کے ذکر کے سامنے جھکی جاتی تھیں۔ اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِيْ۔ جہالت کے تمام خس و خاشاک اور ضلالت کی تمام سیاہیاں آپ کے قدوم لزوم سے چھٹتی گئیں۔ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى خَلَقَ خلقه فی ظلمۃ ثم رشی علیھم من نورہ۔

http://kitaabghar.com http://kitaabghar.com

***

اجالے ماضی کے

ڈاکٹر ابو طالب انصاری (انڈیا) کی علمی کاوشوں کا نتیجہ، اسلامی تاریخ کے عظیم فرزندوں کا احوال، جس میں ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے عظیم مسلم شخصیات کے مختصر تعارف اور ذکر شامل ہے۔ اس کتاب کے پہلے باب میں، مفسرین، محدثین، فقہاء، ائمہ اور علماء کا ذکر ہے، دوسرے باب میں شعراء، ادباء اور مصلحین، تیسرے باب میں مورخین، جغرافیہ داں اور سیاح، چوتھے باب میں اطباء و سائنسداں، پانچویں باب میں فلاسفہ اور متکلمین، چھٹے باب میں سلاطین و فاتحین اور آخری باب میں مجاہدین آزادی اور سیاستداں شامل ہیں۔ یہ کتاب بھی، کتاب گھر پر دستیاب ہے۔ جسے **تحقیق و تالیف** سیکشن میں دیکھا جاسکتا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام پر آنحضرت ﷺ کی خصوصیات

ہم حضرت سلیمان علیہ السلام پر ان دس خصوصیات اور امتیازات کا ذکر کرتے ہیں جو حضور ﷺ کو فضیلت کے اعتبار سے میسر تھیں۔

1- اگرچہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا مسخر کر دی گئی تھی۔ وَلِسُلَيْمَانَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّ رَوَاحُهَا شَهْرٌ۔ مگر حضور آقائے دوعالم ﷺ کے لئے تمام ملائکہ کو مسخر کر دیا گیا تھا۔ يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ الْاٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ۔

2- حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت ایک دن میں ایک ماہ کا سفر کر لیا کرتا تھا۔ غُدُوٌّ شَهْرٌ وَّ رَوَاحُهَا شَهْرٌ۔ حضور ﷺ کو وہ تخت دیا گیا جسے فرشتے اٹھاتے اور طرفۃ العین میں فرش سے عرش تک سیر کرتا۔ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى۔

3- حضرت سلیمان علیہ السلام پر پرندے سایہ کرتے تھے مگر ہمارے آقا و مولی پر رحمت خداوندی کا سایہ ہوتا تھا۔ اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ۔ یا یوں کہیے کہ حضور ﷺ نے اپنے غلاموں کو اس سایہ میں پناہ عنایت کی۔ سبعة يظلهم الله يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَوْمَ الاظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ اَلْحَدِيْث۔

4- حضرت سلیمان علیہ السلام کو تمام روئے زمین کی بادشاہت عنایت فرمائی۔ رَبِّ هَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِيْ۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو مملکت عقبیٰ عنایت کی جو آپ کے سایہ لوائے الحمد میں ہوگی۔ لِوَائُ الْحَمْدِ بِيَدِيْ۔

5- حضرت سلیمان علیہ السلام کے جن اور انس زیرنگین اور زیر فرمان بنا دیئے تھے۔ ہمارے حضور ﷺ کے لئے ملائکہ مقربین زیر فرمان کر دیئے گئے۔

6- حضرت سلیمان کو عاریتاً دنیا کی بادشاہت عنایت کی گئی مگر خواجہ دوعالم کے ایک ادنیٰ سے غلام کو جنت کی دائمی سلطنت عطا فرما دی گئی۔ اِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّ مُلْكًا كَبِيْرًا۔

7- حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ایک بار آفتاب کو لوٹا دیا، مگر حضور ﷺ کے غلاموں میں سے ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے آفتاب کو لوٹا دیا۔ یہ واقعہ ایک دوسرے مقام پر تفصیل سے بیان کیا جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر سال امت محمدیہ کے لئے وہ دن پلٹتا ہے جس میں وقوف، عرفات اور روز عرفہ کے مناسک ادا کئے جاتے ہیں۔

8- حضرت سلیمان علیہ السلام کو انگشتری دی جس سے وہ تمام دنیا پر حکمرانی فرماتے مگر ہمارے آقا کو نبوت کی انگشتری عنایت فرمائی۔

9- حضرت سلیمان علیہ السلام کو کرسی دی جس میں شیطان یا دیو داخل ہوں گے۔ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا۔ ہمارے آقا و مولی کو آیۃ الکرسی عنایت فرمائی، جس سے شیطان اور دیو بھاگ جاتے۔ اِسْتَخْرَجْتُ آيَةَ الْكُرْسِيْ مِنْ كُنُوْزِ تحت الْعَرْشِ۔

10- حضرت سلیمان کی خدمت میں پرندے گفتگو کرتے۔ حضور ﷺ کی بارگاہ میں سوسار، ہرن، اونٹ اور وحوش اپنی شکایات بیان کرتے۔

* * *

حضور ﷺ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر خصوصیت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر حضور ﷺ کو سات درجات میں خصوصیت اور فضیلت عطا فرمائی گئی۔

1- حضرت عیسیٰ آسمان چہارم پر تشریف لے گئے۔ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ۔ مگر حضور ﷺ کو عرش اعلیٰ سے بھی اوپر لے جایا گیا۔ الرفیق الاعلی۔ ہم اس حکمت پر واقعہ معراج کے بیان میں تفصیلی روشنی ڈالیں گے۔

2- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے باپ کے بغیر پیدا فرمایا۔ اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ۔ ادھر نور محمدی ﷺ کو بلا واسطہ غیرے نور خداوندی سے پیدا فرمایا۔ اَنَا مِنَ اللّٰهِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنِّیْ۔

3- حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے دم سے مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے۔ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ ہمارے آقا و مولیٰ نے ہزاروں مردہ دلوں کو زندگی بخشی اور مردہ جانوں کو اپنے دم سے زندہ کر دیا۔ اَوَمَنْ كَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰهُ۔

4- حضرت عیسیٰ علیہ السلام پانی پر چل سکتے تھے جبکہ حضور ﷺ ہوا میں سیر فرماتے تھے۔

5- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے آسمان سے مائدہ نازل ہوتا تھا اور اس میں کئی قسم کے کھانے ہوتے تھے۔ رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ۔ ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ کے لئے قرآن کی شکل میں مائدہ آیا۔ جس میں اولین وآخرین کے لئے روحانی غذا تھی۔ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ۔

6- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مائدہ بعد میں ان کی قوم کی تباہی کا باعث بنا۔ فَاِنِّیْۤ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّاۤ اُعَذِّبُهٗۤ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ۔ مگر حضور ﷺ پر مائدہ قیامت تک رحمت عالمیان ثابت۔ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ۔

7- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہمارے آقا و مولیٰ کی شریعت کی اتباع لازمی ہے۔ جب کہ حضور ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کا اتباع کرنے کے پابند نہیں ہیں۔ لَوْ كَانَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی حَیَّیْنِ لَمَا وَسِعَهُمَا اِلَّا اتِّبَاعِیْ۔

***

ختم شد

http://kitaabghar.com